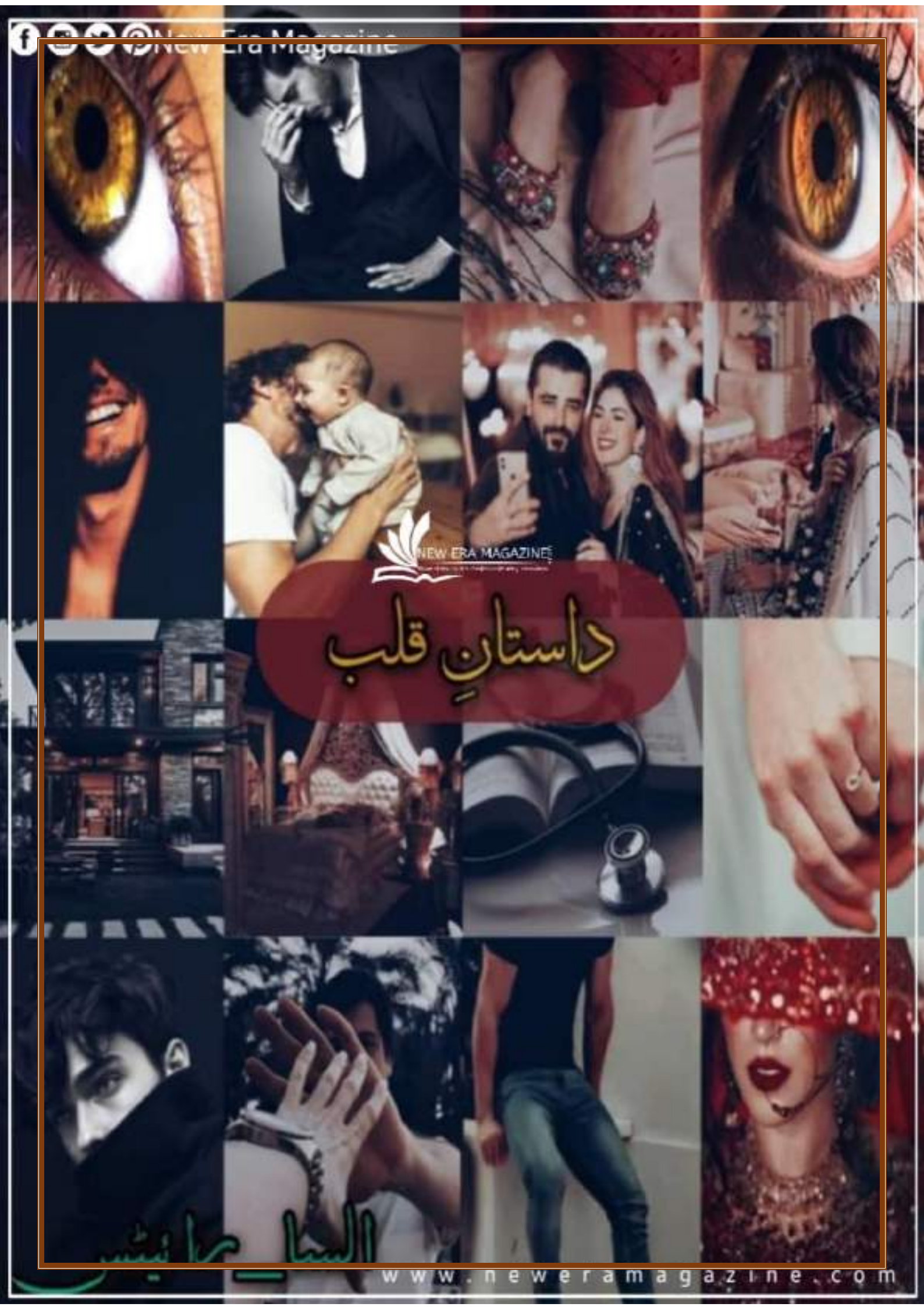
New Era Magazine
NEW ERA MAGAZINE
داستانِ قلب
السا مرا نیٹس
www.neweramagazine.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(مکمل ناول)

داستانِ قلب

از قلم السا اشرف

ہماری ویب میں شایع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔ ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین(New Era Magazine)کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ،افسانہ،کالم،آرٹیکل،شاعری،پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشااللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین

☆☆☆☆☆

ابتہاج کے عشق و جنون کی داستان

امسال کی نفرت کی داستان

ابتہاج کے محبت میں صبر و امتحان کی داستان

یک طرفہ محبت میں ٹوٹ جانے کی داستان

ٹوٹ کے پھر جُڑ جانے کی داستان

نفرت سے محبت تک کے سفر کی داستان

امسال کا دل پِھر جانے کی داستان

صبح کے سات بجے کا وقت تھا، یہ منظر ہے ڈی-ایچ-اے کے ایک پارک کا جہاں لوگ روز معمول کے مطابق واک اور جوگ کرنے کی غرض سے آتے تھے۔اس وقت بھی سب اپنے آپ میں مصروف تھے، کوئی واک کر رہا تھا، کوئی دوڑ رہا تھا اور کوئی دوسری قسم کی کثرت میں مصروف تھا۔

رَننگ ٹریک پہ دو لڑکے جو کے بلیک ٹریک سوٹ میں ملبوس تھے بہت تیزی سے دوڑ رہے تھے، ایک لڑکا آگے تھا تو دوسرا اُس سے تھوڑا پیچھے، ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے دونوں ریسنگ کر رہے ہوں۔

"بڑے میر! روز کی طرح آپ آج بھی ہار گئے۔" جو لڑکا جیت گیا تھا روز کی طرح اپنی جیت پہ خوش ہوتے ہوئے دوسرے لڑکے کو چڑا رہا تھا۔

"وہ تو میں جان بوجھ کے ہارا ہوں تاکہ اپنے چھوٹے بھائی کے چہرے پہ یہ خوشی دیکھ سکوں چھوٹے میر!" دوسرے لڑکے نے بات بنائی تھی۔

"اُف! بڑے میر، آپ روز یہی کہتے ہیں، تھوڑا کم کھایا کریں موٹے ہو رہے ہیں۔" وہ شرارت سے بولتے ہوئے دوبارا بھاگنا شروع ہو گیا تھا۔

"تمہیں تو میں ابھی بتاتا ہوں رکو ذرا۔" دوسرا لڑکا کہتے ہوئے اُس کے پیچھے بھاگا، دونوں ایسے ہی مستیاں کرتے ہوئے اپنے گھر کے راستے پر چل پڑے تھے۔

کچھ دیر چلنے کے بعد دونوں ایک بڑے سے بنگلے کے سامنے آ کے رُکے تھے جس کے باہر بڑے الفاظوں میں "جہانگیر مینشن" نامی تختی لگی تھی۔ دونوں بھائی ایک ساتھ اپنے گھر میں داخل ہوئے تھے۔ گیٹ پہ موجود گارڈ نے دونوں کو سلام کیا تھا جس کا جواب دے کے دونوں اپنے گھر کے وسیع و عریض لان کی طرف آئے تھے جہاں 'جیک' اُنکا انتظار کر رہا تھا۔

اتوار کا دن تھا گھر کے تمام افراد اپنی روٹین کے مطابق اُٹھ چکے تھے سوائے گھر کی ایک ہستی کے جو کے پورے ہفتے میں صرف ایک دن دیر تک سویا کرتی تھیں اور اسے اپنا حق سمجھتی تھیں۔ کھڑکی پہ پردے ابھی تک گرے ہوئے تھے اور پورے کمرے میں اندھیرا تھا۔ کچھ ہی وقت گزرا تھا کہ کوئی دروازہ کھول کے کمرے میں داخل ہوا تھا۔

"بیٹا اب اُٹھ جائو دوپہر کے ایک بج رہے ہیں۔" کہتے ساتھ ہی زوباریہ بیگم نے کھڑکی سے پردے ہٹائے تھے جس سے کمرے میں خاصی روشنی ہو گئی تھی لیکن کمفرٹر میں موجود وجود میں کسی قسم کی ہِل جُل نا ہوئی تھی۔

"اُٹھو لڑکی! بہت ہو گیا، دن چڑھ گیا ہے اور تم سوئی پڑی ہو، ایک آواز میں اُٹھ جاؤ اب، گھوڑے بیچ کے سوتی ہے یہ لڑکی۔" زوباریہ بیگم نے سختی سے کہتے ہوئے کمفرٹر ہٹایا تھا اور اُس میں موجود وجود کو ہلایا تھا۔

"کیا ہو گیا ماما پلیز تھوڑی دیر اور سونے دیں نا، اتنا اچھا خواب دیکھ رہی تھی میں۔" اُس کے حسین سے خواب میں خلل آیا تھا جو کے اُسے ناگوار گزرا تھا اور اس نے ایک بار پھر سے کمفرٹر اپنے اوپر لے لیا تھا۔

"بس بہت سو لیا اُٹھو فوراً سے اور نماز ادا کرو ظہر کا وقت ہو چکا ہے۔" کہہ کے زوباریہ بیگم کمرے سے باہر چلی گئی تھیں۔

کمفرٹر میں موجود شخصیت کو یہ یقین ہو چلا تھا کہ مزید سونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اس لیے اب وہ اُٹھ کے بیٹھ چکی تھی اور اپنی آنکھیں مَسل رہی تھی۔ لمبے بالوں کا جُوڑا بناتے ہوئے بیڈ سے اُٹھنے والی اور کوئی نہیں بلکہ 'امسال ہمدان صدیقی' تھی۔

جہانگیر مینشن اپنی پوری آب وتاب سے کھڑا تھا۔ اس محل نما گھر کو دیکھ کے اس میں رہنے والوں کی اَمارت کا اندازہ خوب ہوتا تھا۔ جہانگیر مینشن میں چھ افراد رہتے تھے۔ میر جہانگیر (جنہیں سب میر صاحب بھی کہتے تھے)، اُنکی زوجہ محترمہ جنت جہانگیر، میر جہانگیر اور جنت بیگم کے چار بچے تھے، سب سے بڑی صنوبر جہانگیر، پھر میر معراج جہانگیر (جسے سب بڑے میر بھی کہتے تھے)، پھر میر ابتہاج جہانگیر (جسے سب چھوٹے میر بھی کہتے تھے) اور سب سے چھوٹی زوئیلا جہانگیر۔

صنوبر جہانگیر کی شادی جہانگیر صاحب کے دوست کے بیٹے جہانداد فاروقی سے ہوئی تھی اور اب وہ دونوں کینیڈا میں مقیم تھے۔ جبکہ باقی تینوں بچے ابھی کنوارے ہی تھے۔ میر معراج اور میر ابتہاج لندن سے اپنی پڑھائی مکمل کر کے وطن واپس آگئے تھے اور اب اپنے والد کے ساتھ اُنکا بزنس سنبھال رہے تھے۔

میر جہانگیر کا تعلق جاگیر دار گھرانے سے تھا،اور وہ سندھ کے بڑے وڈیرے تھے، اپنے آبائی گاؤں کی لاتعداد زمینوں کے مالک۔میر صاحب شروع سے ہی شہر میں رہے ہوئے تھے،پڑھائی کی غرض سے شہر آئے تھے اور شہر ہی میں بس گئے تھے۔شادی کے بعد میر صاحب جنت بیگم کو لے کر جہانگیر مینشن شفٹ ہوئے تھے،جب کے اُن کے باقی گھر والے اپنی خاندانی حویلی میں مقیم تھے۔میر صاحب کی چاروں اولادیں شروع سے ہی شہر میں رہنے کی عادی تھیں۔

جہانگیر صاحب چھوٹی سوچ کے مالک نہ تھے چونکہ شہر میں رہے ہوئے تھے اس لیے اُنکی سوچ عام وڈیروں سے بہت مختلف تھی۔اُن کے بچے بھی کھلی سوچ کے مالک تھے۔جہانگیر صاحب نے اپنے بیٹوں کو کبھی غلط کام کرنا نہیں سکھایا تھا نہ ہی اُنہیں اس بات کی شہہ دی تھی۔

ہمدان صدیقی بینکر تھے۔پڑھائی مکمل ہونے کے بعد اُنکی شادی اپنے چچا کی بیٹی زوباریہ صدیقی سے ہوئی تھی۔دونوں ایک ساتھ بہترین زندگی گزار رہے تھے،اور ایک دوسرے کے لیے بہترین ہمسفر ثابت ہوئے تھے۔ہمدان صاحب اور زوباریہ بیگم کے

دو ہی بچے تھے۔ بڑی بیٹی امسال ہمدان صدیقی، جو کے اپنے ایم-بی-اے کے آخری سال میں تھی اور اُس سے چھوٹا بیٹا 'المان صدیقی' جو ابھی ایف-ایس-سی میں تھا۔

ہمدان صاحب کا تعلق مڈل کلاس سے تھا، وہ اور اُنکی چھوٹی فیملی اپنے گھر اور اپنی دنیا میں بہت خوش تھے۔ ہمدان صاحب اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے تھے اور اُنکی ایک چھوٹی بہن تھی۔ والدین کو وفات پائے کافی عرصہ گزر چکا تھا۔

امسال، ہمدان صاحب کی بہت لاڈلی تھی اور وہ اُسکی کوئی بھی بات نہ ٹالتے تھے۔۔۔۔ امسال بہت ہی شوخ و چنچل مگر سادہ طبعیت کی مالک تھی، سب کا خیال رکھنا اور سب سے خوش اخلاقی سے پیش آنا اُس کی طبیعت کا خاصہ تھا۔ گندمی رنگت، اُس پہ اُس کی بڑی بڑی بھوری آنکھیں، لمبے بال جو کے کمر سے نیچے تک آتے تھے اور اُسکی مسکان اُسے مزید پُرکشش بناتی تھی۔

میرا ابتہاج جہانگیر چونکہ چھوٹا بیٹا تھا اس لیے گھر بھر کا لاڈلا تھا، ضد اور غصہ یہ دونوں چیزیں اُس میں کوٹ کوٹ کے بھری ہوئی تھیں۔۔۔۔ ابتہاج ویسے تو جہانگیر صاحب کی ہی پرچھائی تھا، مکمل مردانہ وجاہت کا شاہکار، دودھ کے جیسی سفید رنگت، چھ فٹ سے نکلتا قد اور بہترین بِلٹ کا مالک، گولڈن براؤن بال اور سب سے خوبصورت اُسکی سنہری آنکھیں جن میں اکثر لوگ کھو جایا کرتے تھے۔ جب وہ بولتا تھا

تو اُسکی سنہری آنکھیں کلام کرتی تھیں اور سامنے والا ایک بار تو ضرور کھونے لگتا تھا۔

جب وہ مسکراتا تھا تو سامنے والے کی دنیا تھم سی جاتی تھی، وہ اپنی شخصیت سے دوسروں کو متاثر کرنے کا ہنر جانتا تھا۔ اگر یہ کہا جائے کہ زندگی کے ہر شعبے میں چاہے وہ پڑھائی ہو، سپورٹس ہو یا کچھ اور وہ ماہر تھا تو غلط نہ ہو گا۔۔۔ غرض کے ابتہاج ایک اِلیجبل بیچلر تھا!

جس کلاس سے ابتہاج کا تعلق تھا وہاں کی اکثر لڑکیاں اُس پہ فدا تھیں اور اُس کے آگے پیچھے منڈلاتی تھیں لیکن میر ابتہاج کسی کو خاطر میں نہ لاتا تھا۔۔۔۔ ایسا نہ تھا کے میر ابتہاج جہانگیر مغرور تھا، لیکن وہ تمام لوگوں کو اُن کی حدود میں رکھنا جانتا تھا۔

میر معراج اُسکا بڑا بھائی تھا، دونوں بھائیوں کی محبت مثالی تھی، دونوں بھائی ایک دوسرے کے رازدار تھے اور ہر کام اچھا ہو یا بُرا ساتھ ہی کرتے تھے، دونوں کی پسند ناپسند میں بھی کافی مماثلت تھی۔

'جہانگیر اینٹرپرائزز' کا ملک بھر میں کافی نام تھا اور یہ کمپنی پاکستان کی ٹوپ موسٹ کمپنی تھی جس کو اس مقام تک پہنچانے میں میر جہانگیر نے سر توڑ محنت کی تھی۔ اب اُنکے بیٹے بھی اُن کے ساتھ مل کر اس کمپنی کو مزید سربلندیوں تک پہنچا رہے تھے۔

ابتہاج اپنے آفس میں کسی فائل میں سر دیے بیٹھا تھا جب دروازے پر دستک ہوئی، ابتہاج نے مصروف سے انداز میں باہر موجود نفس کو اندر آنے کی اجازت دی تھی۔۔۔۔اجازت ملتے ہی ایک لڑکی اندر داخل ہوئی تھی جو کے کافی ماڈرن سی ڈریسنگ کیے ہوئی تھی، ابتہاج اُس کی ہیل کی ٹک ٹک سے ہی سمجھ گیا تھا کے وہ کون ہو سکتی ہے اس لیے اپنا سر اُٹھانا ضروری نہ سمجھا تھا۔

"آہمم! کیسے ہو ابتہاج؟" اُس لڑکی کو اپنا نظر انداز ہونا پسند نہیں آیا تھا، اس لیے بات شروع کی تھی۔

"یہ پوچھنے کے لیے آئی ہو؟" ابتہاج کا لہجہ کافی سرد اور لیا دیا سا تھا جس سے صاف اندازہ ہو رہا تھا کہ اُسے اِس لڑکی کا آنا بلکل پسند نہیں آیا ہے۔

"اوہ کم آن! تم کیوں اتنے سڑے ہوئے رہتے ہو ہر وقت؟ آخر کو ہم بزنس پارٹنرز ہیں۔" اُس کو یہ سرد رویہ بہت بُرا لگ رہا تھا۔

"پہلی بات یہ مس نطالیہ کہ مجھے اتنے دوستانہ انداز میں مخاطب نہ کرو، ہم ہر گز بھی دوست نہیں ہیں اور دوسری بات ہم صرف پروجیکٹ پارٹنرز ہیں، اگر میں چاہوں تو یہ پارٹنرشپ ختم کر سکتا ہوں۔" ابتہاج ہلکے مگر سخت لہجے میں گویا ہوا تھا، جب کے نطالیہ کی بولتی بند ہو گئی تھی۔

ابتہاج کو نتالیہ بلکل بھی پسند نہ تھی کیوں کہ وہ بھی اُن ہی لڑکیوں میں سے تھی جو ابتہاج کے پیچھے بھاگتی تھیں۔

"ابتہاج میں تمہیں پسند کرتی ہوں اور تم میرے ساتھ اتنے بُرے پیش آتے ہو، تمہیں بلکل بھی احساس نہیں ہے کے مجھے کتنی تکلیف ہوتی ہے۔" نطالیہ دل برداشتہ ہو کر بولی تھی۔

"میں نے تمہیں نہیں کہا کہ مجھے پسند کرو۔۔۔۔۔نطالیہ میں تمہیں آخری بار وارن کر رہا ہوں اگر تم اپنی حرکتوں سے باز نہ آئی تو میں یہ ڈیل کینسل کر دوں گا۔مجھے نفرت ہے اُن لڑکیوں سے جو اپنا وقار بھول کے لڑکوں کے پیچھے بھاگتی ہیں۔۔۔۔۔اب تم جا سکتی ہو!" ابتہاج کافی درشت لہجے میں بول کے واپس اپنے کام میں مصروف ہو گیا تھا۔

نطالیہ اب مزید وہاں نہیں رُک سکتی تھی اس لیے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے ابتہاج کے آفس سے نکلی تھی۔۔۔۔۔معراج جو کے کسی کام سے ابتہاج کے ہی آفس آرہا تھا، نطالیہ کو روتے ہوئے اپنے بھائی کے آفس سے نکلتے دیکھ سمجھ گیا تھا کہ کچھ ہوا ہے اور اپنے قدموں کی رفتار بڑھا چکا تھا۔

"دیکھو مسکان تم یہ ٹھیک نہیں کر رہی ہو ریحان کے ساتھ۔" امسال سمجھانے والے انداز میں بولی تھی۔

"اب تم مجھے سکھاؤ گی؟ تم ہوتی کون ہو مجھے کچھ بھی کہنے والی، میں جو مرضی کروں۔" مسکان کافی بدتمیزی سے گویا ہوئی تھی۔

"مائنڈ یور ٹون مسکان! میں تم سے آرام سے بات کر رہی ہوں تو بہتر ہو گا تم بھی اپنی آواز نیچے رکھو۔" امسال کہاں برداشت کرنے والی تھی کسی کی بدتمیزیاں۔

"تم اپنے کام سے کام رکھو امسال۔" مسکان آنکھیں چڑھاتے ہوئے بولی تھی۔

"میں اپنے کام سے ہی کام رکھتی ہوں، مجھے شوق نہیں ہے دوسروں کے معاملات میں ٹانگ اڑانے کا۔۔۔۔ابھی میں صرف اس لیے تم سے مخاطب ہوں کیوں کے جس کے ساتھ تم یہ محبت کا ناٹک کر رہی ہو وہ میرے لیے بھائی کی طرح ہے۔" امسال سختی سے بولی تھی۔

"کیا بکواس کر رہی ہو تم؟" مسکان گڑبڑا کے بولی تھے۔

"یہ تو تم بھی اچھے سے جانتی ہو کہ میں بکواس نہیں بلکہ سچ کہہ رہی ہوں، بہتر ہو گا کہ تم باز آجاؤ۔" امسال اُسے تنبیہ کر کے چلی گئی تھی۔

"ہنہہ! سمجھتی کیا ہے یہ خود کو، دیکھ لونگی میں تمہیں۔" مسکان کے لہجے میں نفرت تھی۔

امسال ہمدان اپنی کلاس کی ٹوپر سٹوڈنٹ تھی جس کی وجہ سے اُس کی دوستی اپنے جیسے ہی سٹوڈنٹس سے تھی۔ یہ چھ لوگوں کا ایک گروپ تھا جس میں تین لڑکے اور تین ہی لڑکیاں شامل تھیں۔ لڑکوں میں ارحان دُرانی، ریحان خان اور ارشمیل یزدانی، جب کہ لڑکیوں میں امسال ہمدان، ماہاملک اور المیر شیخ شامل تھی۔ پریزینٹیشن اور اسائنمنٹ کے لیے ان کے گروپ میں مزید ایک لڑکی مسکان حیات اور لڑکا واصف حیات شامل کئے گئے تھے۔ مسکان اور واصف دونوں جڑواں تھے، گروپ کے تمام لوگوں کی ان سے اچھی بات چیت تھی لیکن ویسی دوستی نہ تھی جیسی اِن چھ لوگوں کے درمیان تھی۔ ارحان دُرانی خوبصورت ہونے کے ساتھ ساتھ ایک امیر گھرانے سے تعلق رکھتا تھا اسی لیے یونیورسٹی کی کافی لڑکیوں کا منظورِ نظر تھا۔ ریحان اور ارشمیل بھی کھاتے پیتے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ ماہا کا تعلق بھی زمیندار گھرانے سے تھا جب کے امسال اور المیر کا تعلق متوسط طبقے سے تھا۔ مسکان اور واصف کی مثال امیر باپ کی بگڑی اولاد والی تھی، ایک یہ بھی وجہ تھی کہ وہ چھ اِن کے ساتھ گھل مل نہ پائے تھے۔

امسال کی اپنے تمام دوستوں سے بہت زیادہ بنتی تھی،اُس کو سب ہی بہت عزیز تھے اور وہ بھی سب کو عزیز تھی لیکن ارحان کے لیے وہ ہمیشہ سے دوست سے بڑھ کر کچھ خاص تھی یہ بات فی الحال ارحان نے کسی کو نہ بتائی تھی۔

معراج جہانگیر ابتہاج کے آفس میں داخل ہوا تھا،ابتہاج کی شکل دیکھ کے یہ واضع ہو رہا تھا کے اس وقت وہ کس قدر غصے میں ہے۔

"کیا ہوا ہے چھوٹے میر؟"معراج نے بیٹھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"کیا ہوا؟کچھ بھی نہیں ہوا۔"ابتہاج نے غصہ پیتے ہوئے جواب دیا۔

"اب تم مجھ سے باتیں چھپایا کرو گے!"میر معراج نے تیوری چڑھاتے ہوئے کہا۔

"بڑے میر ایسی کوئی بات نہیں ہے،بس میں اس نطالیہ نامی بلا سے پریشان ہوں۔"

ابتہاج نے منہ بگارتے ہوئے کہا۔

"اسی لیے پوچھ رہا ہوں بتاؤ کیا ہوا ہے؟وہ روتی ہوئی باہر نکلی ہے۔"معراج کی کشادہ پیشانی پہ بل پڑے ہوئے تھے۔

"پیچھے پڑ گئی ہے وہ میرے،پہلی ملاقات میں ہی میں سمجھ گیا تھا جب وہ میٹنگ میں پورا وقت مجھے شوخ نظروں سے دیکھ رہی تھی،میں اُس کو لفٹ نہیں کرواتا لیکن وہ پھر بھی

باز نہیں آتی۔۔۔۔آپ جانتے ہیں مجھے ایسی لڑکیاں بہت بُری لگتی ہیں۔اور ہاں اُس کے ٹسوے بہانے کا مجھ پہ کوئی اثر نہیں ہو گا۔"ابتہاج کا لہجہ ہی بتا رہا تھا کے اُس کا دماغ اس وقت گھوما ہوا ہے۔

"چھوٹے میر آخر کب تک تم یونہی لڑکیوں کا دل توڑتے رہو گے،ایک نا ایک دن تو شادی کرنی ہی ہے،تو سوچو کسی کے بارے میں اتنی لڑکیان لائن میں لگی ہیں۔۔۔۔مجھے جیلسی ہو رہی ہے۔"معراج کا لہجہ سمجھانے والا تھا لیکن آخر میں شرارتی ہو گیا تھا۔

"ہاہاہا!آپ اور مجھ سے جیلس یہ میں مان ہی نہیں سکتا۔۔۔۔اور ویسے بھی میں شادی سے منع تو نہیں کر رہا،مجھے تو خود بہت شوق ہے شادی کرنے کا،لیکن اپنی پسند سے۔"

ابتہاج اب اپنی جون میں آگیا تھا،جیسا وہ معراج کے ساتھ ہوتا تھا۔

"تو بتاؤ پھر کیسی لڑکی پسند ہے تمہیں جس کے انتظار میں اب تک کنوارے بیٹھے ہو۔"

معراج نے آج تو ابتہاج کی پسند جاننے کی ٹھانی ہوئی تھی۔

"آپ تو ایسے بول رہے ہیں جیسے میں بوڑھا ہو گیا ہوں ابھی بس پچیس سال کا تو ہوں، آپ شائد خود بھی کنوارے ہی ہیں جبکہ مجھ سے بڑے ہیں،آپ اپنی فکر کریں فی الحال ۔"ابتہاج اب معراج کو چِڑا رہا تھا۔

"میری شادی تو ہونے ہی والی ہے چھوٹے میر صاحب جبکہ آپ کی خوابوں کی شہزادی تو مل ہی نہیں رہی، بات مت گھوماؤ اور بتاؤ مجھے۔" معراج نے بھی حساب برابر کیا تھا۔

"کہیں اپنے لیے بھابھی ڈھونڈنے کا پلین تو نہیں بنالیا آپ نے؟" ابتہاج ہنسنے کے درمیان بولا تھا جب کے معراج نے اُسے گھورا تھا۔

"ہمم! وہ ایسی ہو کہ جب میری نظر اُس پہ پڑے تو پلٹنا بھول جائے، لمبے بال، بڑی بڑی آنکھیں، جب مسکرائے تو میں اُسکی مسکراہٹ میں کھو جاؤں، اپنی اور اپنی عزت کی حفاظت کرنا جانتی ہو، کوئی غلط نظر سے دیکھے تو اُسکی آنکھیں نوچ لے، اور سب سے امپورٹنٹ بات وہ باقی لڑکیوں کی طرح میرے پیچھے نہ بھاگے بلکہ مجھے اپنے پیچھے بھگائے۔" ابتہاج تصور کرتے ہوئے اتنے محبت بھرے لہجے میں بول رہا تھا جیسے وہ لڑکی اُس کے سامنے ہو۔

"واہ! فرمائیشی پروگرام چل رہا ہے تمہارا تو، یہ بھی بتادو کہ ایسی لڑکی کہاں ملے گی؟" معراج کھڑے ہوتے ہوئے بولا تھا۔

"کہاں ملے گی یہ تو مجھے بھی نہیں پتہ بھائی، ہاں لیکن اتنا یقین ضرور ہے کے مل جائے گی۔" ابتہاج بھی کھڑا ہوا تھا اور اب دونوں بھائی میٹنگ روم کی جانب بڑھ گئے تھے۔

ارحان، المیر اور ماہا تینوں یونیورسٹی کے لون میں بیٹھے ہوئے تھے اور باتیں چل رہی تھیں جب اچانک ہی ارحان فکریہ لہجے میں گویا ہوا۔

"آج امسال نہیں آئی اب تک۔" ارحان کے کہنے پہ المیر اور ماہا دونوں نے ہی اپنی کلائی پہ بندھی گھڑی میں ٹائم دیکھا تھا۔

"ہاں آج لیٹ ہو گئی ہے وہ ورنہ تو روز آجاتی ہے اس وقت تک۔" المیر نے بھی بات میں حصہ لیا تھا۔

"میں کال کرتا ہوں امسال کو۔" کہتے ساتھ ہی ارحان کال ملا چکا تھا لیکن دوسری طرف سے کال نہ اٹھائی گئی تھی۔

ارحان کے چہرے پہ واضع تھا کہ اُس کو فکر ہو رہی ہے اور یہ چیز المیر نے بخوبی نوٹ کی تھی۔ کہیں نا کہیں اُسے اپنے اندر تکلیف محسوس ہو رہی تھی۔

"اسلام و علیکم لوگوں!" اُن تینوں کو اپنے پیچھے سے چہکتی ہوئی آواز سنائی دی تھی، جو کہ یقیناً امسال کی تھی۔

"کہاں تھی تم امسال؟ کال کیوں نہیں اُٹھا رہی تھیں؟" ارحان شروع ہو چکا تھا۔

"نہ سلام نہ دعا اور شروع ہو گئے تم، راستے میں تھی اس لیے نہیں اُٹھائی کال۔" امسال نے جواب دیا اور ساتھ ہی گھاس پہ بیٹھ گئی۔

"تمہیں کتنی بار کہا ہے میں نے کہ میں تمہیں پک اینڈ ڈراپ کر دیا کرونگا، تمہارا گھر میرے راستے میں ہی پڑتا ہے لیکن تم سنتی کہاں ہو میری بات۔" ارحان ناراض ہوتے ہوئے بول رہا تھا جبکہ المیر کو ارحان کا امسال کے لیے اتنی فکر کرنا تکلیف دے رہا تھا۔

"تم میرے ڈرائیور ہو جو تمہارے ساتھ آؤں جاؤں میں؟" امسال نے یہ بات مزاق میں اُڑائی تھی کیوں کہ وہ کبھی بھی نہ جاتی ایسے ارحان کے ساتھ۔

"جب میں خوشی خوشی بننا چاہ رہا ہوں تمہارا ڈرائیور تو تمہیں کیا مسلہ ہے؟" ارحان کی بھوری آنکھوں میں غصے کی جھلک تھی۔

"بس کرو یار آگئی ہوں نا میں، چلو اب کچھ کھانے چلتے ہیں۔" امسال نے بات ہی ختم کر دی تھی۔

"چلو بھوکی عورت!" یہ ماہا بولی تھی اور اب اُن چاروں کا اگلا سٹوپ کینٹین تھا۔

"مجال ہے جو میری کوئی بھی بات مان لے یہ لڑکی۔" ارحان بڑبڑایا تھا جب کے اُس کی بڑبڑاہٹ المیر باخوبی سُن چکی تھی۔

وہ ارحان کے ساتھ ہی چل رہی تھی۔۔۔۔۔ المیر کے دل میں یہ خواہش جاگی تھی کہ کاش ارحان اُس کے لئے ایسی فکر کرتا۔ ایسا نہ تھا کہ المیر کو امسال پسند نہیں تھی یا وہ اُس سے کسی قسم کی خار رکھتی تھی، بلکہ وہ دونوں تو بہت پکی دوستیں تھیں۔ المیر کے

دل میں نجانے کب ارحان کے حوالے سے خاص جزبات پیدا ہوئے یہ اُسے خود بھی نہ پتہ چلا۔دوستی میں وہ کب اُس کی دل کی سلطنت پہ براجماں ہو گیا اُسے خبر ہی نہ ہوئی۔

وہ لوگ تھرڈ ایئر میں تھے جب المیر کو محسوس ہونے لگا کہ ارحان امسال کو سب سے الگ اہمیت دیتا ہے اور یہ بات المیر کو تکلیف دیتی تھی،آخر وہ کیسے برداشت کر سکتی تھی اپنی محبت کو کسی اور کی فکر کرتے۔المیر فطری طور پہ خاموش طبع تھی جس کی وجہ سے وہ کبھی ارحان کو اپنے جزبات نہ بتا پائی،کچھ حصہ اس میں اُن دونوں کے بیچ حائل سٹیٹس ڈیفرینس کا بھی تھا اور پھر ارحان کے امسال کے لیے جزبات نے اُسے بلکل ہی چُپ کروا دیا تھا۔

یہ منظر ہے نیویارک میں موجود ایک ہسپتال کے لان کا جہاں اس وقت بہت ہی کم لوگ موجود تھے،یہ لون مریضوں کی چہل قدمی اور ڈاکٹروں کے لیے بنایا تھا۔دو میل نَرس مل کر ایک درمیانی عمر کے شخص کو چلانے کی کوشش کر رہے تھے،یہ ایک طرح کی تھیرپی تھی۔ایک طرف تین لوگوں پہ مشتمل ڈاکٹروں کا گروپ گھاس پہ بیٹھ کے خوش گپیوں میں مصروف تھا،شائد یہ اُن کا بریک ٹائم تھا۔

کونے میں موجود ایک گھنے درخت کے سائے میں وہ اکیلا بیٹھا تھا۔ نیوی بلو کلر کے اسکرب پہ اپنا وائٹ کوٹ پہن رکھا تھا، جس پہ 'حیدر یزدانی' نام کا بیج لگا تھا۔ گلے میں لٹمین کا کالے رنگ کا سٹیتھو سکوپ جھول رہا تھا اور وہ خود گود میں موجود موٹی سی سرجری کی کتاب کا معائنہ کرنے میں مصروف تھا۔ ہاتھ میں بلو کلر کا ہائلائیٹر موجود تھا جس سے وہ اہم نقات پہ نشان لگا رہا تھا۔ اُس کی گود میں موجود یہ کتاب ایسے ہی مختلف رنگوں سے رنگی ہوئی تھی۔

حیدر کا حسن بھی اپنی مثال آپ تھا، لمبا اونچا قد، گوری رنگت، کثرتی جسم، مردانہ وجاہت سے بھرپور، شوخ طبیعت کا مالک۔ بہت سی لڑکیاں اُس پہ مرتی تھیں اور اُس کے ساتھ کی خواہش کرتی تھیں لیکن وہ۔۔۔۔۔ وہ ایک ہی لڑکی پہ مرتا تھا۔

گھاس پہ موجود موبائل بجنے کی آواز پہ اُس نے اپنی نظروں کا زاویہ بدلا تھا اور کالر آئی۔ ڈی پڑھ کے اُس کے چہرے پہ جاندار مسکراہٹ آئی تھی، جیسے اپنے محبوب کو یاد کر رہا ہو اور محبوب کا فون آجائے۔ سکرین پہ 'میرو' کے نام سے فیس ٹائم کال آرہی تھی۔ حیدر نے ایک سیکنڈ کی بھی دیر کئے بغیر کال اُٹھائی تھی۔

"اووا سلام و علیکم براچا!" حیدر نے پٹھانوں کہ سٹائل میں کہا تھا جس پہ سکرین پہ نظر آتے ابتہاج نے قہقہہ لگایا تھا۔

"وعلیکم اسلام! تیرے ڈرامے بند نہیں ہونگے۔" ابتہاج بولا تھا۔

"بات نہ کر تو مجھ سے سالے، یاد آگئی تجھے میری۔" حیدر منہ بسور کے بولا تھا۔

"یہ تو بیویوں والے شکوے کیوں کر رہا ہے؟" ابتہاج اپنی ہنسی دباتے ہوئے بولا تھا۔

"جب تک بھابھی نہیں مل جاتیں، تب تک یہ زمیداری میری ہی ہے۔" حیدر نے شریر انداز میں کہا تھا، جیسے گرگٹ اپنے رنگ بدلتا ہے ویسے ہی حیدر کے ایکسپریشن بدل رہے تھے۔

"استغفر اللہ! اتنے بُرے دن آگئے میرے۔" ابتہاج نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا تھا۔

"زیادہ ڈرامے نہ کر، کال کیوں کی ہے وہ بتا؟ میں پڑھ رہا تھا ڈسٹرب کر دیا۔" حیدر نے پھر سے منہ بسور لیا تھا۔

"اوہ تو حیدر صاحب پڑھ رہے تھے، گناہِ کبیرہ سرزد ہو گیا مجھ سے۔" ابتہاج کا انداز چڑانے والا تھا۔

"میری آدھی جوانی پڑھنے میں گزر گئی۔" حیدر نے دُہائی دی تھی۔

"ہاہاہا! تو تجھے ہی شوک تھا ڈاکٹر بننے کا۔" ابتہاج حیدر کی حالت سے لطف لے رہا تھا۔

"بکواس نا کر مکا مار دوں گا تجھے۔" حیدر نے ہاتھ کا مکا بناتے ہوئے کہا تھا۔

"آ بیل مجھے مار!" ابتہاج ہنستے ہوئے بولا تھا۔

"ہاں پاکستان آکر تجھے ماروں گا تو رُک بس! اور یہ بیل کس کو کہا ہے؟" حیدر چیخ پڑا تھا، آس پاس کے لوگوں نے اُسے دیکھا تھا لیکن یہاں پرواہ کسے تھی۔

"تجھے اور کس کو۔۔۔۔ اچھا یہ بتا واپس کب آرہا ہے؟" ابتہاج نے بات گھمائی تھی ورنہ حیدر سے کوئی بعید نہ تھی وہ اسی وقت پاکستان روانہ ہو جاتا صرف ابتہاج کو مارنے۔

"آخری پیپر رہتا ہے اُس کے بعد آپ کا بھائی سرجن بن جائے گا۔" حیدر نے فخر سے کہا تھا، ڈاکٹر بننا اُس کا بھی خواب تھا اور اُس کی ماما کا بھی۔

"یہ بات میرا شیر، جلدی واپس آجا۔" ابتہاج کو بھی حیدر پہ فخر تھا۔

"چل اب سو جا اور مجھے پڑھنے دے، پھر بات ہو گی اللہ حافظ۔" دونوں نے الوداعی کلمات کہہ کے کال بند کر دی تھی۔ امریکہ میں اس وقت دوپہر کے دو بج رہی تھے، جب کے پاکستان میں اس وقت رات کے بارہ بج رہے تھے۔

میر جہانگیر تین بھائی تھے، سب سے بڑے میر عمر، اُن سے چھوٹے میر منان اور پھر میر جہانگیر۔۔۔۔ان تین بھائیوں کی ایک ہی بہن مروا بیگم تھیں جو کہ تینوں کی لاڈلی تھیں۔

مروا بیگم کی شادی میر جہانگیر کے بہت ہی قریبی دوست حاذم یزدانی سے ہوئی تھی۔۔۔۔حاذم یزدانی اور میر جہانگیر ایک ہی یونیورسٹی میں پڑھتے تھے اور دونوں کی دوستی کا آغاز وہیں سے ہوا تھا جو کہ بعد میں رشتے داری میں بدل گیا تھا۔حاذم یزدانی کا تعلق بھی امیر گھرانے سے تھا اور شادی کے بعد مروا بیگم، مروا حاذم بن کے کراچی آگئی تھیں۔حاذم اور مروا کا ایک ہی بیٹا تھا، حیدر یزدانی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

حیدر صرف دس سال کا تھا جب مروا بیگم اور حاذم صاحب ایک کار ایکسیڈنٹ میں چل بسے تھے۔۔۔۔میر جہانگیر اور جنت بیگم نے ہی حیدر کو بلکل اپنی اولاد کی طرح پالا تھا۔حیدر ابتہاج سے ایک سال بڑا تھا لیکن زیادہ فرق نہ ہونے کی وجہ سے دونوں ہم عمر ہی لگتے تھے اور دونوں ایک دوسرے کو بھائی سے بڑھ کے عزیز تھے۔

حیدر کا خواب تھا ڈاکٹر بننا اور لوگوں کی فلاح کے لیے کام کرنا، اُس کا خواب تھا ایک ایسا ہسپتال تعمیر کرنا جس میں غریبوں کا علاج بلکل اُسی طرح کیا جائے، جیسے کسی بڑے

ہسپتال میں لوگوں کا ہوتا ہے۔حیدر اپنی سپیشلائیزیشن کرنے کی غرض سے فی الحال امریکہ میں تھا۔

زوئیلا جہانگیر،ابتہاج کی چھوٹی بہن تھی اور فیشن ڈیزائنر بن رہی تھی۔یونیورسٹی میں کچھ مسئلہ ہونے کی وجہ سے آج ابتہاج اور معراج یونیورسٹی آنے والے تھے۔۔۔۔۔زوئیلا اُن کا کافی دیر سے انتظار کر رہی تھی۔

کچھ ہی دیر گزری تھی کہ تین گاڑیاں آگے پیچھے داخل ہوئی تھیں،دو ویگو اور اُن کے بیچ میں بلیک لینڈ کروزر،جس میں سے دو انتہائی وجیح لڑکے باہر نکلے تھے۔دونوں بہت سے لوگوں کی نظروں کا مرکز بنے تھے۔

زوئیلا نے جب اُنہیں دیکھا تو فوراً اُن کے پاس آئی،وہ اور کوئی نہیں بلکہ اُس کے بھائی تھے اور پھر زوئیلا اپنے بھائیوں کے ساتھ ڈین کے آفس کی طرف بڑھ گئی تھی۔ان تینوں کے ساتھ دو گارڈز گئے تھے باقی گاڑیوں کے پاس ہی موجود تھے۔

ریحان دو دن سے یونیورسٹی نہیں آرہا تھا اور نہ ہی اُس سے کسی قسم کا کوئی رابطہ ہو پا رہا تھا۔سب لوگ بہت پریشان تھے کیونکہ اس سے پہلے ریحان نے ایسا کبھی بھی نہیں کیا تھا۔۔۔۔سب نے سوچا تھا کلاس ختم ہونے کے بعد ریحان کی طرف جانے کا۔

کلاس ختم ہوئی تو ارحان، ارشمیل، امسال، المیر اور ماہا ریحان کے گھر کے لیے نکل گئے اور کچھ ہی دیر میں اُس کے گھر میں موجود تھے۔ تھوڑا وقت گزرنے کے بعد ریحان ڈرائینگ روم میں داخل ہوا لیکن اُس کی حالت کچھ ٹھیک نہیں لگ رہی تھی، لگ ہی نہیں رہا تھا یہ وہی ریحان ہے جو ہر وقت لڑکیوں کی طرح ٹپ ٹاپ رہتا تھا۔

"ریحان سب خیر تو ہے، یہ کیا حالت بنائی ہوئی ہے تم نے اپنی؟" امسال کے لہجے میں فکر واضع تھی۔

لیکن ریحان گردن جُھکائے خاموش بیٹھا تھا۔ سب ہی ریحان سے وجہ دریافت کر رہے تھے لیکن جواب ندارد، اُس کی یہ حالت دیکھ سب پریشان تھے۔

"مسکان۔۔۔۔۔اس نے دھوکا دیا مجھے!" اچانک ریحان کی آواز کمرے میں گونجی تھی۔

تینوں کو اندر گئے کچھ وقت گزرا تھا۔ ابتہاج ڈین کے آفس سے باہر آگیا تھا جب کے معراج اور زوئیلا اندر ہی تھے۔۔۔۔۔ابتہاج اپنے اَپر کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے اِدھر اُدھر کے نظارے کر رہا تھا۔ بہت سی نظریں بھٹک کے اُس پہ پڑ رہی تھیں جنہیں وہ بخوبی محسوس کر رہا تھا، اُسے اب عادت ہو گئی تھی ان نظروں کی۔

ایک لڑکی جس نے سلیولیس شارٹ شرٹ اور رِپ جینس زیب تن کی ہوئی تھی، دوپٹے سے بے نیاز وہاں سے گزر رہی تھی جب اُس کی نظر ابتہاج پہ پڑی اور وہ وہیں ٹھہر گئی، چونکہ وہ حسن پرست تھی اور ابتہاج جیسے مکمل حسن کو دیکھ یقیناً اپنے ہوش کھونے لگی تھی۔

ابتہاج اپنی آنکھوں پہ سن گلاسز لگائے وہیں بیچ میں کھڑا، آس پاس سے بے نیاز اپنے فون میں کچھ ٹائیپ کر رہا تھا جب اُس کو کسی کا دھکا لگا۔ ابتہاج نے پلٹ کے دیکھا تو وہ کوئی لڑکی تھی اور اُس کی کتابیں بھی نیچے گری ہوئی تھیں۔

ابتہاج نے اپنے گلاسز اتارے تھے اور ایک نظر اُس لڑکی کو دیکھا تھا، جب کے سامنے موجود لڑکی تو ابتہاج کی آنکھوں میں کھو گئی تھی اور کسی رومانٹک فلمی سین کے ہونے کا انتظار کر رہی تھی۔ ابتہاج کے چہرے کے تاثرات سخت ہو گئے تھے۔

"آئی ایم سوری۔" ابتہاج نے اُس لڑکی کو بکس دیتے ہوئے معزرت کی تھی جب کہ اُس کی غلطی نہیں تھی۔

"یہ اچھا ہے، پہلے جان بوجھ کے لڑکی سے ٹکراؤ اور پھر سوری بول دو۔" کشمالہ غصہ دکھاتے ہوئے بولی تھی جب کہ جان بوجھ کے ٹکرانے والی بات پہ ابتہاج کی رگیں تن گئی تھیں اور کشادہ پیشانی پہ اَن گِنت بل پڑے تھے۔

"ایکسکیوز می! میں جان کے ٹکرایا ہوں؟ میری تو پیٹھ تھی آپ کو دیکھ کے چلنا چاہیے، اللہ نے دو آنکھیں شائد آپکو بھی دی ہیں۔" ابتہاج تیوری چڑھاتے ہوئے اپنی دلکش آواز میں تقریباً غرایا تھا۔

"تمیز سے بات کرو تم سمجھے، پتہ نہیں کہاں سے اُٹھ کر آجاتے ہیں۔" کشمالہ کی آواز اونچی ہوئی تھی جب کہ آس پاس موجود لوگ جو سب دیکھ رہے تھے اُس کی اداکاری پہ عش عش کر اٹھے تھے۔

"بیہیو یور سیلف! تمیز سے پیش آرہا ہوں تو سر پہ چڑھ رہی ہو، نکلو یہاں سے۔" ابتہاج غصے میں پھنکارا تھا، ایک پل کو کشمالہ بھی دہل گئی تھی۔

"اچھے سے جانتی ہوں میں تم جیسوں کو۔" کشمالہ سنبھلتے ہوئے بولی تھی۔

"اپنی زبان کو لگام دو ورنہ بہت پچھتاؤ گی سمجھی، شکل دیکھو جا کہ اپنی شیشے میں پھر بات کرنا۔۔۔۔ناؤ گیٹ دا ہیل آوٹ آف مائی سائیٹ!" ابتہاج کا بس نہیں چل رہا تھا کے وہ اس بد تمیز لڑکی کا منہ توڑ دے۔۔۔۔ابتہاج کے بڑھتے غصے کو دیکھ، گارڈز معراج کو بُلانے گئے تھے، کیونکہ اب وہی ابتہاج کو کنٹرول کر سکتا تھا۔

وہ لڑکی اب بھی باز نہ آرہی تھی اور ابتہاج سے بد تمیزی اور بحث میں مصروف تھی، معراج اور زوئیلا ڈین کے آفس سے باہر آگئے تھے۔ معراج نے ابتہاج کو وہاں سے

ہٹانے کی کوشش کی تھی جب کہ زوئیلا کھڑی کشمالہ کو گھور رہی تھی وہ بہت اچھے سے جانتی تھی اُس کی حرکتوں کو۔

"کیا ہوا چھوٹے میر؟" معراج ابتہاج کو قابو کرتے ہوئے بولا تھا جو کے وہاں سے ہٹنے کو تیار نہیں تھا۔

"یہ لڑکی کافی دیر سے مجھ سے بد تمیزی میں مصروف ہے۔" ابتہاج کا غصہ کم نہیں ہو رہا تھا۔

"آج تو بد تمیزی کر لی ہے، آئیندا اگر مجھے نظر بھی آئیں تو ایسا غایب کروں گا کہ کسی کو لاش تک نہیں ملے گی تمہاری۔" کشمالہ جانے لگی تھی جب ابتہاج نے اُس کا راستہ روک کے دھمکی آمیز اور غصے بھرے لہجے میں کہا تھا۔

یہ سن کے اور ابتہاج کی شولے برساتی آنکھیں دیکھ کشمالہ اب کہ واقع میں ڈر گئی تھی اور وہاں سے جانے میں ہی عافیت جانی تھی۔

"چھوٹے میر ہوش میں آؤ، یہ کیا بکواس کی ہے!" معراج قدرے سخت لہجے میں بولا تھا، ابتہاج اپنے آپ کو کول کرنے کی کوشش کر رہا تھا اور پھر کچھ ہی دیر بعد دونوں نکل گئے تھے۔

جس بات کا ڈر امسال کو تھا وہی ہوا، ریحان بول کے خاموش ہو گیا تھا جب کہ وہاں موجود تمام لوگ سناٹے میں آ گئے تھے۔

"تم جانتی تھیں امسال، پھر بھی نہیں بتایا مجھے۔" ریحان کا لہجہ شکستہ تھا جب کہ باقی لوگ امسال کو دیکھ رہے تھے۔

"یہ ریحان کیا بول رہا ہے؟" کافی دیر کی خاموشی کو ارحان نے توڑا تھا۔

"ریحان مجھے شک ہوا تھا مسکان پہ، میں نے اپنی طرف سے پتہ لگانے کی کوشش کی تھی اور میرا شک یقین میں بدل گیا تھا۔" کہہ کے امسال ایک پل کو رکی تھی۔

"لیکن ریحان میری ہمت ہی نہیں ہو رہی تھی کہ تمہیں بتاؤں، اس لیے میں نے پہلے مسکان کو وارن کیا تھا۔" امسال نے اپنی بات مکمل کی۔

"تمہاری اور مسکان کی ساری باتیں میں سن چکا تھا، اس کے بعد میں نے جو کچھ پتہ کروایا اور مجھے جو کچھ پتہ چلا وہ کافی تھا میری آنکھیں کھولنے کے لیے۔" ریحان نے پوری بات بتائی جب کہ ارحان اور ارشمیل اُسے حوصلہ دے رہے تھے۔

"سب جانتے ہوئے بھی، یہ جانتے ہوئے بھی کہ مسکان کیسی ہے، وہ اور اُس کا بھائی دونوں ایک ہی تھالی کے چٹے بٹے ہیں۔۔۔" ریحان نے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی تھی آگے جو وہ کہنا چاہتا تھا سب جانتے تھے۔

"چھوڑیں گے نہیں ہم اُس مسکان کو۔" یہ ماہا تھی جو اتنے عرصے میں پہلی بار بولی تھی۔

"نہیں ماہا ہم کچھ نہیں کریں گے، اُس کے ہونے یا نہ ہونے سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا، میں سنبھل چکا ہوں اب اس ٹھوکر سے۔۔۔۔۔ میں نے بھی اُس سے سچی محبت نہیں کی اسی لیے تو خود کو زیادہ ٹوٹا محسوس نہیں کر رہا۔" ریحان بولا تھا جب کہ باقی لوگ یہی سوچ رہے تھے کہ ریحان کو کیسے نارمل کیا جائے۔

"بھول جا یار مٹی ڈال، یہ نہیں اور سہی اور نہیں اور سہی۔" ارشمیل نے شعر کی ٹانگ توڑی تھی، وہاں موجود سب لوگ ہنس پڑے تھے۔

"میں کل سے آؤں گا یونیورسٹی اور یہ دو دن میں جو پڑھائی کا نقصان ہوا ہے تم لوگ پورا کرواؤ گے مجھے۔" ریحان اپنی جون میں آتے ہوئے بولا تھا، باقی سب کو اطمینان ہوا تھا۔

"یہ بات میرے شیر!" ارحان نے ریحان کو تھپکی دی تھی اور کچھ دیر بیٹھنے کے بعد سب اپنے اپنے گھر کے لیے نکل گئے تھے۔

رات تین بجے کا وقت ہو رہا تھا، کراچی کی پوش ہاؤزنگ سوسائٹی میں ہر طرف سناٹے کا راج تھا، ایسا خوفناک سناٹا کہ اگر کوئی کسی کو مار کر چلا جائے تو خبر نہ ہو۔۔۔۔۔دور کہیں سے کتّوں کے بھونکنے کی آوازیں آرہی تھیں جو کہ ہر طرف پھیلی خاموشی کی وجہ سے گونج رہی تھی۔

جہانگیر مینشن کے وسیع و عریض لان میں لائیٹس جل رہی تھیں لیکن رات کے اس پہر سوائے گارڈز کے، اس عالی شان محل کے تمام لوگ نیند کی آغوش میں تھے۔اوپری منزل پہ موجود جہازی سائز بیڈ روم اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا، اے۔سی چلنے کی وجہ سے فضا میں ٹھنڈ بھری ہوئی تھی اور کنگ سائز بیڈ پہ وہ سو رہا تھا، دنیا جہاں سے بے فکر۔۔۔۔۔کچھ ہی وقت گزرا تھا کہ سائڈ ٹیبل پہ پڑا موبائل اس خاموشی کو چیرتے ہوئے شور برپا کر گیا، لیکن بیڈ پہ سوئے وجود کی نیند پہ کوئی اثر نا پڑا۔

کافی دیر بجنے کے بعد فون بند ہو گیا لیکن پھر کچھ ہی لمحوں بعد دوبارہ بجنے لگا اور اسی طرح بجتا ہی چلا گیا۔فون کے مسلسل بجنے کی آواز سے کمفرٹر میں مزے سے سوئے ابتہاج کی نیند ٹوٹی تھی، اُس نے اِدھر اُدھر ہاتھ مارتے ہوئے بغیر دیکھے کال اٹھائی اور موبائل کان سے لگایا۔

"کون سے نشے کر کے سوتا ہے تو؟آدھے گھنٹے سے کال کر رہا ہوں۔"فون سے چنگارتی ہوئی آواز ابتہاج کی سماعتوں سے ٹکرائی تھی۔

"کون بات کر رہا ہے؟"ابتہاج اب بھی نیند کے خمار میں تھا۔

"میں تیرا باپ بات کر رہا ہوں، نیستی!"سامنے والا تپا ہوا تھا۔

ابتہاج نے موبائل کان سے ہٹا کہ سکرین دیکھی تھی تو حیدر کی کال تھی اور نمبر پاکستان کا تھا،ابتہاج اٹھ کے بیٹھ گیا تھا۔

"تو نے اس وقت کیوں کال کی ہے؟اور پاکستان کے نمبر سے کیسے؟"ابتہاج حیرت زدہ لہجے میں بولا تھا۔

"وہ اس لیے گدھے کیونکہ میں جناح انٹرنیشنل ایئرپورٹ پہ کھڑا ہوں۔"حیدر کے تیور بگڑے ہوئے تھے۔

"تو پاکستان آگیا ہے؟"ابتہاج حیرت اور خوشی کے ملے جلے تاثرات سے تقریباً چیخا ہی تھا۔

"ہاں اسی لیے تجھے آدھے گھنٹے سے کال کر رہا ہوں کہ مجھے لینے آ لیکن تو نے عجیب نیستی پنا پھیلایا ہوا ہے۔"حیدر تھوڑا ٹھنڈا ہوا تھا۔

"ہاں تو اس وقت شریف لوگ سوئے ہوئے ہوتے ہیں، تیری طرح پریشان نہیں کرتے سب کو۔" ابتہاج ڈریسنگ روم میں جاتے ہوئے بولا تھا۔

"شریف؟ اور وہ بھی تو؟ نائیس جوک!" حیدر ہنسنا شروع ہو گیا تھا کیونکہ وہ ابتہاج کو بہت اچھے سے جانتا تھا۔

"بکواس بند کر اپنی اور فون رکھ، آرہا ہوں آدھے گھنٹے تک۔" ابتہاج نے کہہ کے کال کاٹ دی تھی اور چینج کرنے چلا گیا تھا۔

وہ ایک باغ تھا، بہت خوبصورت باغ جہاں ہر طرف رنگ برنگے پھول تھے جو اپنی خوشبو سے پورے باغ کو مہکائے ہوئے تھے اور وہ ایک طرف کھڑی ایک ایک پھول کا جائزہ لے رہی تھی، چہرے پہ اپنی مخسوس مسکراہٹ سجائے وہ بہت خوش لگ رہی تھی۔

"امسال؟!" مردانہ آواز اُس کے کانوں میں پڑی تھی جو اُس کا نام پکار رہی تھی، لیکن وہاں کوئی نظر نہیں آیا تھا۔

"امسال؟ ادھر دیکھو! میں یہاں ہوں!" دوبارہ وہی آواز آئی تھی، اس بار امسال کو باغ کے وسط میں ایک مردانہ وجود نظر آیا جو اُسے کسی سراب کی طرح اپنی طرف کھینچ رہا تھا۔

"کون ہیں آپ؟" امسال اُس شخص سے کچھ فاصلے پہ کھڑی تھی۔

"چلو میرے ساتھ۔" اچانک سے اُس نے امسال کا ہاتھ تھاما تھا اور اُسے اپنے ساتھ لیے آگے بڑھ رہا تھا۔

"چھوڑیں مجھے، کہاں لے کر جا رہے ہیں؟ کون ہیں آپ؟" امسال اپنا ہاتھ چھڑواتے ہوئے مسلسل کہہ رہی تھی لیکن اُس شخص کی گرفت بہت مضبوط تھی۔

"چلو میرے ساتھ، میری دنیا میں۔" وہ ایک پل کو رک کر امسال کی طرف پلٹ کے گویا ہوا تھا اور پھر دوبارہ آگے بڑھنے لگا تھا۔ امسال کو صرف اُس کی سنہری آنکھیں نظر آئی تھیں۔

"آخر کون ہے یہ شخص؟" امسال نیند سے جاگ گئی تھی۔

اُس کی سانس پھولی ہوئی تھی اور ماتھے پہ پسینے کی باریک بوندیں تھیں۔ آج پھر اُسے یہی خواب آیا تھا، اور آج بھی اُسے صرف وہ سنہری آنکھیں ہی نظر آئی تھیں۔

گیارہ بجے کا وقت ہو رہا تھا، سب ناشتے کی ٹیبل پہ موجود تھے سوائے ابتہاج اور حیدر کے، چونکہ ویک اینڈ تھا اس لیے روز کے مقابلے ناشتہ دیر سے ہو رہا تھا۔ گھر میں کوئی نہیں جانتا تھا کے حیدر پاکستان آچکا ہے۔

"ابتہاج کہاں ہے؟ ابھی تک سو کے نہیں اُٹھا؟ اُس کو آج وِزٹ پہ جانا تھا، میری اور معراج کی بھی میٹنگ ہے چار بجے۔" جہانگیر صاحب بولے تھے۔ ہفتے کے دن صرف ضروری میٹنگز ہی ہوتی تھیں۔

"کیا بابا صرف ابتہاج ہی یاد ہے آپ کو، اپنے حیدر کو تو بھول گئے ہیں آپ لوگ۔" اس سے پہلے کہ جنت بیگم میر صاحب کو جواب دیتیں، حیدر کی آواز نے سب کو اپنی طرف متوجہ کیا تھا جو ابتہاج کے ساتھ ہی سیڑھیاں اُتر رہا تھا۔

"حیدر تم کب آئے بیٹا؟ اور ہمیں بتایا کیوں نہیں؟" جہانگیر صاحب کھڑے ہوتے ہوئے بولے تھے اور حیدر کو گلے لگایا تھا۔

باقی سب بھی اپنی نشستیں چھوڑ چکے تھے۔ جنت بیگم کے چہرے پہ الگ ہی خوشی کے رنگ نمایاں تھے۔

"میرا بچہ واپس آگیا، اب کہیں نہیں جاؤ گے تم، سنا تم نے!" جنت بیگم نے حکم جاری کیا تھا، حیدر کے ماتھے پہ بوسہ دیتے ہوئے اُن کے آنسو نکل آئے تھے۔

"ارے ماما، یہ آنسو کس بات کے ہیں ہاں؟! اب تو آگیا ہوں نا میں، کہیں نہیں جاؤں گا اور اگر بتا دیتا کہ آرہا ہوں تو آپ لوگوں کے چہروں پہ یہ اچانک اُمڈ آنے والی خوشی کے

رنگ کیسے دیکھتا؟" حیدر نے جنت بیگم کے آنسو اپنی اُنگلی کے پوروں پہ چُنے تھے اور پھر اُن کی آنکھیں چومی تھیں۔

حیدر میر صاحب اور جنت بیگم کو نا صرف ماما بابا کہتا بلکہ سمجھتا بھی تھا۔اُنہوں نے ہی تو اُسے پالا تھا۔

"بس بس زیادہ میری بیوی کے ساتھ رومینس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔تم دونوں میری بیوی سے بہت چپکتے ہو،دور رہا کرو ورنہ مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہو گا۔"

ماحول کو خوشگوار کرنے کے لیے اچانک ہی جہانگیر صاحب مسنوئی غصے سے تیوری چڑھاتے ہوئے بولے تھے۔اُن کا اشارہ حیدر اور ابتہاج تھے۔

"بابا آپ زیادہ جیلس نا ہوں،ہم تو چپکیں گے آپ کی بیوی سے۔" ابتہاج نے دانت نکالتے ہوئے کہا تھا،جواب میں اُسے جہانگیر صاحب سے کمر پہ چپت لگائی تھی،باقی سب اِس منظر سے لُطف اندوز ہو رہے تھے۔

چھوٹی سی نوک جھوک اور ملنے ملانے کے بعد سب ناشتے میں مصروف ہو گئے تھے۔

حیدر کو آج الگ ہی پروٹوکول مل رہا تھا،آخر کو وہ تین سال بعد واپس اپنے وطن آیا تھا ہمیشہ کے لیے۔

"ماما مجھے کچھ دنوں سے ایک عجیب خواب آرہا ہے اور آج بھی وہی خواب آیا ہے۔"

امسال کے لہجے میں پریشانی تھی اور پھر اُس نے زوباریہ کو سب بتایا تھا۔

"بیٹا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے، یہ شیطانی خواب ہوتے ہیں۔" زوباریہ بیگم نے امسال کو سمجھایا تھا۔

"ماما مجھے بھی یہی لگتا تھا لیکن ایک ہی خواب کا بار بار آنا کچھ سمجھ نہیں آرہا، آخر کیا ہے اِس کی تعبیر؟" امسال پُر سوچ لہجے میں بولی تھی۔

"یہ تمہاری سوچ کا خواب ہے، ہر وقت جو کہانیوں کی دنیا میں رہتی ہو۔۔۔۔ کبھی یہ ہیرو کبھی وہ!" زوباریہ بیگم کی بات پہ امسال زور سے ہنسی تھی۔

"مجھے صرف اُس کی آنکھیں نظر آتی ہیں ماما، اُس کی شہد جیسی سنہری آنکھیں۔۔۔۔ آخر کون ہے وہ؟" امسال کھوئے کھوئے لہجے میں بولی تھی۔

"اُسی سے پوچھ لینا، مجھے کام کرنے دو پھر جانا بھی ہے۔" زوباریہ بیگم نے امسال کو ایک چپت رسید کر کے نیچے اُترنے کا اشارہ کیا تھا جو کے کچن کاؤنٹر پہ چڑھ کے بیٹھی تھی۔

"اُس سے پوچھتی ہوں ماما، نہیں بتاتا وہ!" امسال نے ہنستے ہوئے کہا تھا اور بھاگ گئی تھی۔

زوباریہ بیگم اور اُس کے درمیان بہت دوستی تھی، اپنی ماما سے باتیں شیئر کر کہ وہ پُر سکون ہو جاتی تھی۔

"یا اللہ! اس لڑکی کو کچھ عقل دے۔" زوباریہ بیگم نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولی تھیں۔

چونکہ ہفتے کا دن تھا، امسال کا یونیورسٹی سے آف تھا۔ المیر کی برتھڈے آنے والی تھی اور امسال کو اُس کے لیے تحفہ لینا تھا اِسی سلسلے میں آج وہ اپنی ماما کے ساتھ مال جانے والی تھی۔

"ماما کتنے بجے تک نکلنا ہے مال جانے کے لیے؟" امسال ایک بار پھر کچن میں موجود تھی۔

"چار بجے تک جائیں گے بیٹا۔" زوباریہ بیگم ہانڈی میں چمچہ چلاتے ہوئے بولی تھیں۔

ساڑھے تین بجے کا وقت ہو رہا تھا جب امسال شیشے کے سامنے کھڑی اپنے بال بنا رہی تھی اور پھر چار بجے وہ اور زوباریہ بیگم مال کے لیے نکل گئے تھے۔ مال گھر سے زیادہ دور نہ تھا اور کچھ ہی دیر میں دونوں مال میں تھیں۔

شہر کا نامور اور سب سے بڑا مال جہانگیر صاحب کا تھا اور اُس کی ساری زمہ داری میر ابتہاج جہانگیر پہ تھی۔ابتہاج مہینے میں ایک بار مال کا وِزٹ کرتا تھا اور وہاں کی تمام مینجمنٹ کا جائزہ لیتا تھا۔آج اتفاق سے ابتہاج مال آیا ہوا تھا۔

امسال زوباریہ بیگم کے ہمراہ الگ الگ دکانوں میں گھوم رہی تھی لیکن اُسے کچھ پسند نہیں آرہا تھا بس اپنے لیے ایک شرٹ خرید لی تھی،جب کے المیر کے لیے کوئی تحفہ ابھی تک نہیں خریدا تھا۔

ابتہاج مال کے مینیجر کے ساتھ سیکنڈ فلور کا راؤنڈ کر رہا تھا۔امسال بھی اب سیکنڈ فلور پہ آئی تھی۔۔۔۔ابتہاج مینیجر سے کچھ کہنے ہی والا تھا جب اُس کی نظر ایک لڑکی پہ پڑی تھی اور اُسی پہ ٹھہر گئی تھی۔

امسال نے سفید رنگ کی گٹھنوں تک کی شرٹ پہنی ہوئی تھی جس پہ کالے رنگ کی ایمبرائیڈری کی ہوئی تھی اور کالے رنگ کا ہی سٹریٹ پجامہ پہنا تھا،اُس کے گرد لپٹی کالی چادر سے لمبے بال جھانک رہے تھے۔امسال خود زوباریہ بیگم سے باتیں کرتی کسی بات پہ ہنس رہی تھی۔

ابتہاج اپنی جگہ پہ کھڑا امسال کو دیکھنے میں مصروف تھا۔اُس کے لب خود باخود مسکرا رہے تھے۔ابتہاج نے آج تک کسی لڑکی کو نظر بھر کے نہیں دیکھا تھا لیکن امسال پہ نظر پڑتے ہی اُس کی نگاہیں پلٹنا بھول گئی تھیں۔

"تم جاؤ اور ساری رپورٹس فائنل کر کے گاڑی میں رکھوا دو میں آتا ہوں تھوڑی دیر میں۔"ابتہاج کے کہنے پہ مینیجر چلا گیا تھا۔

امسال ابتہاج کی طرف ہی آرہی تھی،وہ اپنے پیچھے موجود شاپ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو گیا تھا جیسے شو کیس میں موجود مردانہ کپڑے دیکھ رہا ہو مگر اُس کا سارا دھیان امسال پہ تھا۔

"ماما مجھے وہ والا پرفیوم لینا تھا،لیکن اتنا مہنگا ہے۔"امسال نے منہ بناتے ہوئے اداسی سے کہا کیونکہ اُس کی جیب پرفیوم خریدنے کی اجازت نہیں دے رہی تھی۔

"کونسا پرفیوم؟"زوباریہ بیگم نے پوچھا کیونکہ اب تک امسال ڈھیروں پرفیومز دیکھ چکی تھی،دیوانی جو تھی خوشبو کی۔

"وہی جو جے ڈاٹ پہ تھا۔"امسال نے جواب دیا تھا اور پرفیوم کا نام بھی لیا تھا جبکہ ابتہاج کا رُخ جے ڈاٹ کی طرف تھا،آخر کو امسال کی لاؤڈ اسپیکر جیسی آواز جو سُن لی تھی۔

"جے ڈاٹ سے یاد آیا جو شرٹ خریدی تھی اُس کا بیگ کہاں ہے؟" زوباریہ بیگم نے پوچھا۔

"ہائے اللہ! وہ تو میں وہیں بھول گئی ماما۔" امسال نے اپنے خالی ہاتھ دیکھتے ہوئے کہا۔

"جاؤ لے کر آؤ۔" زوباریہ بیگم نے سر پہ ہاتھ مارتے ہوئے کہا تھا۔

"جی آپ یہاں اِس شاپ میں دیکھیں کپڑے وغیرہ میں بھاگ کے لے کر آئی۔" امسال جلدی جلدی بول کے چلی گئی تھی۔

"بھاگ کے نہ جانا، اُف! پتا نہیں کیا بنے گا اِس لڑکی کا۔" زوباریہ بیگم شاپ میں اینٹر ہو گئی تھیں۔

"ابتہاج پہلے سے ہی شاپ میں موجود تھا اور اُسے جو کرنا تھا وہ کر چُکا تھا اور اس وقت کاؤنٹر پہ کھڑا تھا۔ امسال تکریبن بھاگتی ہوئی شاپ میں اینٹر ہوئی تھی اور سیدھا کاؤنٹر کی طرف بڑھی تھی۔

"ایکسکیوز می؟" امسال کاؤنٹر پہ کھڑے لڑکے سے مخاطب تھی۔

"یس میم؟" وہ لڑکا پروفیشنل انداز میں بولا تھا۔

"میں ابھی کچھ دیر پہلے آئی تھی اور ایک شرٹ کی پے مینٹ کی تھی لیکن میں وہ لینا بھول گئی۔" امسال نے بِل دکھاتے ہوئے کہا تھا۔

پاس کھڑے ابتہاج کو اپنی ہنسی روکنا مشکل ہو رہا تھا، کتنی جھلی تھی امسال۔ ابتہاج جس کو لڑکیوں سے الرجی تھی، جو لڑکیوں کو اپنی طرف بڑھتے دیکھ اپنے تاثرات خطرناک حد تک سخت کر لیتا تھا آج امسال کی طرف خود بڑھ رہا تھا۔ ابتہاج کے دو موڈ ہوتے تھے ایک انتہائی سخت اور اُکھڑ جو کے انجان لوگوں کے لیے تھا خاص طور پہ لڑکیوں کے لیے اور دوسرا نرم دل اور مزاحیہ جو کہ صرف گھر والوں اور دوستوں کے لیے تھا۔ دونوں ابتہاج ایک دوسرے سے مختلف تھے۔

"اِٹس اوکے میم، یہ رہی آپ کی شرٹ اور ہماری طرف سے یہ تحفہ۔" کاؤنٹر پہ موجود لڑکے نے امسال کو اُس کا شرٹ والا بیگ اور ساتھ ہی ایک اور بیگ دیا تھا جس میں دو پرفیومز تھے۔ ایک وہی تھا جس کا ذکر امسال کر رہی تھی اور دوسرا ابتہاج نے پسند کیا تھا، اور ابتہاج کی پسند تو تھی ہی لاجواب۔

"تحفہ؟ کس لیے؟" امسال کو کچھ سمجھ نہ آیا تھا۔

"میم آپ ہماری لکی کسٹمر ہیں اس لیے۔" لڑکے نے جواب دیا تھا۔ امسال اب بھی مطمئن نہ ہوئی تھی۔

"لیکن میں نے تو کسی لکی ڈرا میں حصہ نہیں لیا۔" امسال نے بتانا ضروری سمجھا۔

"میم یہ ہم نے تین خوش نصیب لوگوں کو دیا ہے جن میں سے ایک آپ ہیں، اس کے لیے کسی نے بھی حصہ نہیں لیا۔" سامنے کھڑا لڑکا سوچ سمجھ کے بولا تھا۔

"شکریہ۔" امسال کو یقین نہیں آرہا تھا لیکن پھر دوسرا بیگ لے لیا تھا۔

"میم کیا آپ لویلٹی کارڈ میں ریجسٹریشن کر سکتی ہیں؟" امسال جانے لگی تھی جب ابتہاج کے اشارہ کرنے پہ وہ لڑکا مزید بولا تھا۔

"میں ریگیولر کسٹمر نہیں ہوں۔" امسال نے جان چھڑانے والے انداز میں جواب دیا تھا۔

"ریگیولر کسٹمر ہونے کی ضرورت نہیں ہے، آپ کا لکی ڈرا نکلا ہے اس لیے ہم آپ کو لویلٹی کارڈ بھی دے رہے ہیں۔" لڑکے نے تفصیل بتائی تھی اور ساتھ ہی ایک فارم امسال کی طرف بڑھایا تھا۔

امسال بھی جان چھڑانے کے لیے فارم بھرنا شروع ہو گئی تھی، اور یہاں ہی اُس سے غلطی ہوئی تھی۔ پیچھے کھڑے ابتہاج کا بھنگڑے ڈالنے کا دل کر رہا تھا۔

امسال فارم بھر کے اور یک بار پھر شکریہ کہہ کر باہر نکل گئی تھی، جب کہ ابتہاج نے وہ فارم لے لیا تھا اور فاتحانہ مسکراہٹ چہرے پہ سجائے نکل گیا تھا۔

امسال شاپ کے باہر ہی کھڑے یقین کر رہی تھی کے جس کی ابھی وہ خواہش کر رہی تھی اللہ نے اُسے دے دیا تھا، امسال کے چہرے پہ خوشی نمایاں تھی بس ناچنے کی ہی کثر رہ گئی تھی۔

"بے بی یو آر دا اونلی ون! آج سے تم صرف میرا ابتہاج جہانگیر کی ہو۔" ابتہاج کی سنہری آنکھوں میں چمک تھی اور ہونٹوں پہ دلکش مسکراہٹ، امسال کو نظروں کے حصار میں لیے ابتہاج گویا ہوا تھا۔

مال سے دوبارہ آفس جاتے ہوئے ابتہاج صرف امسال کو ہی سوچ رہا تھا، اُس کی ماصوم صورت ابتہاج کی آنکھوں سے ہی نہیں ہٹ رہی تھی۔ آج ابتہاج کو محسوس ہوا تھا کہ پہلی نظر کی محبت کیا ہوتی ہے، وہ جو اس پہ یقین نہی کرتا تھا اب خود اس کا شکار ہو گیا تھا۔ آخر اتنے صبر کے بعد اُسے وہ لڑکی مل گئی تھی جس کی اُسے تلاش تھی۔

اب تو بس یہ دیکھنا تھا کے آیا امسال اُس کی ہوتی ہے یا نہیں!

"ماما دیکھیں کتنے اچھے ہیں یہ۔۔۔۔۔ دینے والا جب بھی دیتا، دیتا چھپڑ پھاڑ کے۔"

امسال گھر پہنچ گئی تھی اور دونوں پرفیومز لیے سوفے پہ بیٹھی تھی۔ آواز میں خوشی جھلک رہی تھی، وہ ایسی ہی تھی چھوٹی چھوٹی باتوں پہ خوش ہونے والی۔

"کیسے دے دیے انہوں نے یہ فری میں؟" زوباریہ بیگم کو اب تک یہ بات ہضم نہیں ہو رہی تھی۔

"پتا نہیں، کہہ رہے تھے لکی کسٹمر ہیں آپ اس لیے دے رہے۔" امسال نے تفصیل بتائی۔

"اچھا اب مل گئے ہیں نا تو رکھو انہیں اور آ کے میری مدد کرواؤ کام کرنے میں۔"

زوباریہ بیگم کہہ کر کچن میں چلی گئیں تھیں جب کہ کام کا سن کے امسال کا منہ بن گیا تھا۔

ایسا نہ تھا کے وہ کام چور تھی، بس باہر سے آ کے اُس سے کام نہیں ہوتا تھا۔

ابتہاج جب آفس میں داخل ہوا تو بہت خوش تھا، خلافِ معمول چہرے پہ گہری مسکراہٹ تھی۔ بہت سے ایمپلائیز مڑ مڑ کے اُسے دیکھ رہے تھے، ایسا نظارہ دیکھنے کو ملتا جو نہیں تھا۔ ابتہاج سیدھا معراج کے آفس گیا تھا۔

"کیا بات ہے چھوٹے میر، بہت مسکرا رہے ہو۔" ابتہاج جو کرسی پہ بیٹھ رہا تھا، اُسے دیکھ معراج بولا تھا۔

"بس بڑے میر کیا بتاؤں آپ کو، بات ہی اتنی خوشی کی ہے۔" ابتہاج چہکتے ہوئے بولا تھا۔

"پہیلیاں نا بجھواؤ، سیدھے طریقے سے بتاؤ۔" معراج لیپ ٹاپ سے نظریں ہٹاتے ہوئے بولا۔

"بھابھی مل گئی آپ کی بھائی!" ابتہاج کی آنکھوں میں چمک اور لہجے میں خوشگواری تھی۔

"ہیں؟ واقعی؟ کہاں؟ کب؟ کیسے؟" معراج نے ایک ہی سانس میں سارے سوال کر ڈالے تھے۔

"ارے ارے! بڑے میر حوصلہ کرو بتاتا ہوں۔" ابتہاج نے معراج کو پھر پوری کہانی سنائی تھی۔

"چلیں میرے ساتھ بابا کے آفس، اب آپ نے میری مدد کرنی ہے۔" کہتے ساتھ ہی ابتہاج کھڑا ہوا تھا اور معراج کو اپنا منصوبہ بتایا تھا۔

ابتہاج کو کچھ ہی گھنٹوں میں امسال کا مکمل بایوڈیٹا ایک فائل کی صورت میں مل چکا تھا، کسی کی بھی معلومات نکلوانا ابتہاج کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ اب اگلی ملاقات امسال

سے کیسے کرنی تھی یہ تو ابتہاج ہی جانتا تھا، اُس کا تیز دماغ اس معاملے میں اور بھی تیزی سے کام کر رہا تھا۔ امسال ابتہاج کے لیے کوئی قیمتی موتی کی مانند تھی جسے وہ اپنے پاس سنبھال کے رکھنا چاہتا تھا۔ جب کے دوسری جانب امسال اِس سب سے بلکل بے نیاز تھی، اُسے بلکل بھی اندازہ نہیں تھا کہ آگے اُس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔

"بہت جلد تم میرے پاس ہو گی۔" ابتہاج فائل دیکھتے ہوئے ایسے بولا تھا جیسے امسال سے ہی مخاطب ہو۔

ابتہاج لان میں بیٹھا تھا، ہاتھ میں بھانپ اُڑاتا کافی کا کپ تھا اور وہ خود کسی سوچ میں گُم تھا، کب حیدر اُس کے سامنے آ کے بیٹھا اُسے پتہ ہی نا چلا۔

"کس کے خیالوں میں گُم ہے میرا امیر و؟" حیدر نے ابتہاج کے آگے چُٹکی بجائی تھی جس سے وہ ہوش کی دنیا میں واپس آیا تھا۔

"تجھے کتنی بار کہا ہے مجھے میرو نہ بلایا کر، عجیب زنانہ سا نام ہے۔" ابتہاج منہ بگارتے ہوئے بولا تھا۔

"ہاہاہا! اور تجھے پتہ ہونا چاہیئے کہ میں تجھے اسی نام سے بلاؤں گا۔۔۔۔ہائے میری میرو! ناراض ہو گئی ہے؟" حیدر ہنس ہنس کے دوہرا ہو رہا تھا جب کے ابتہاج نے آنکھیں چڑھائی تھیں اُسے پتا تھا حیدر نہیں سُدھر سکتا۔

"تو کب آیا یہاں؟" ابتہاج سیدھا ہو کے بیٹھا تھا۔

"جب تو کسی کے خیالوں میں کھویا ہوا تھا، چل شاباش اب جلدی سے بتا کون ہے وہ؟" حیدر ابتہاج کو کھوجتی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"ایسے تو مت دیکھ بھائی، بتا رہا ہوں۔" ابتہاج ڈرنے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے بولا تھا۔

"بھابھی مل گئی تیری فائنلی، اب بھائی کی طرح سوال کرنے نا بیٹھ جانا دکھا دوں گا تجھے بھی۔" حیدر جس کا منہ ابھی کچھ بولنے کے لیے کھلا ہی تھا، ابتہاج نے اُسے کچھ بولنے کا موقع دیے بغیر اپنی بات مکمل کی تھی۔

"اب میں بے چاری اَریانہ کو کیا جواب دوں گا؟" حیدر پُر سوچ لہجے میں بولا تھا۔

"کون؟ اَریانہ گرانڈے؟" ابتہاج کا لہجہ شرارت سے بھرپور تھا۔

"وہ نہیں! یہ والی اَریانہ میری کولیگ ہے، بے چاری تجھ پہ مر مٹی ہے۔" حیدر بڑے مزے سے بولا تھا جب کہ ابتہاج کو کچھ سمجھ نہ آ رہا تھا۔

"کیا بول رہا ہے بھائی؟ مجھ پہ مر مٹی؟" ابتہاج کی آنکھوں میں سوالیہ تاثرات تھے۔

"میرے موبائل میں تیری تصویر دیکھ لی تھی اُس نے بس جب سے ہی دل ہار گئی ہے اپنا۔ سٹاک کرتی ہے تجھے چھپ چھپ کے انسٹا گرام اور فیس بُک پہ۔" حیدر مزے لیتے ہوئے بولا تھا۔

"تو میں کیا کروں اِس میں اب! اور تو کیوں یہ سب مجھے بتا رہا ہے؟" ابتہاج نے لاپرواہ انداز میں کہا تھا۔

وہی ازلی لاپرواہی جو لڑکیوں کے ذکر پہ اُس کے لہجے میں پائی جاتی تھی۔

"ظالم آدمی! ایک لڑکی بے چاری تیرے عشق میں گوڈے گوڈے ڈوبی ہوئی ہے اور تو ایسا پتھر دل بنا ہوا ہے۔۔۔۔ ویسے آپس کی بات بتاؤں تو ہے بہت حسین دوشیزہ۔" حیدر کا انداز آخر میں چھچھورپن اختیار کر گیا تھا۔

"بہت سہ لڑکیاں ہیں جو مجھے پسند کرتی ہیں، اب سب سے تو شادی نہیں کر سکتا نا۔۔۔۔ شادی تو اُسی سے کروں گا جس نے مجھے ایک نظر میں ہی اپنا دیوانہ کر دیا ہے۔" ابتہاج شروع میں لاپرواہ لیکن آخر میں اٹل انداز میں بولا تھا۔

"ایسے دل نہیں دکھاتے لڑکیوں کا ورنہ بھابھی تجھے سہی کے چنے چبوائیں گی۔" مزاق میں بولی گئی حیدر کی یہ بات، کسے پتہ تھا کے سچ ہونے والی ہے۔۔۔ کوئی بھی گھڑی قبولیت کی ہو سکتی ہے۔

"اللہ نا کرے! بد دعائیں تو نا دے۔۔۔۔۔اور کیا کہہ رہا تھا تو، حسین دوشیزہ ہاں؟ صبر کر بیٹا ابھی تیری منکوحہ کو بتاتا ہوں، وہ ٹھیک کرے گی تجھے۔" ابتہاج کی آنکھوں میں شرارت ناچ رہی تھی۔

"انسان بن جا! وہ پہلے ہی مجھ سے ناراض ہے، اور آریانہ تو میری بہن ہے۔" حیدر چلا اُٹھا تھا۔

"ہاہاہا! کتنا ڈرتا ہے یار تو شرم کر۔" ابتہاج ہنستے ہوئے بول رہا تھا۔

"زیادہ دانت نہ نکال جب تیری شادی ہو جائے گی تو تجھے پتا چلے گا کہ بیوی کی کیا دہشت ہوتی ہے۔" حیدر منہ بناتا ہوا اندر چلا گیا تھا ساتھ ہی ابتہاج نے بھی اندر کی جانب راہ لی تھی۔

زوئیلا اپنے کمرے میں موجود سٹڈی ٹیبل پہ بیٹھی اپنی سکیچ بُک پہ جھکے ہوئے کچھ بنا رہی تھی، یقیناً یہ اُس کا کوئی نیا آئیڈیا تھا جس کے مطابق وہ ڈریس ڈیزائن کر رہی تھی۔ زوئیلا بہت انہماک سے سکیچ بنانے میں مصروف تھی جب کسی نے دروازے پہ دستک دی تھی۔

"آہم آہم! کیا کر رہی ہو؟" حیدر جو اجازت ملتے ہی اندر آگیا تھا جب اُسے کوئی رسپانس نہ ملا تو اُس نے سوچا خود ہی مقابل کی توجہ اپنی طرف دلائی جائے۔

"آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟ جائیں یہاں سے۔" زوئیلا اب بھی اپنا کام کرتے ہوئے بولی تھی لیکن لہجے میں ناراضگی واضع تھی۔

"میں یہاں اس لیے آیا ہوں کیونکہ میری ایک عدد منکوحہ مجھ سے ناراض ہے اور میں اُس کی ناراضگی برداشت نہیں کر سکتا۔" حیدر محبت پاش لہجے میں بولا تھا اور زوئیلا کا ہاتھ پکڑ کے اُسے کھڑا کیا تھا۔

"چھوڑیں میرا ہاتھ۔۔۔۔اگر اتنی ہی جان جاتی ہے آپ کی میری ناراضگی سے تو ایسا کیا ہی کیوں؟" زوئیلا نے اپنا ہاتھ حیدر کی گرفت سے آزاد کراواتے ہوئے کہا تھا۔

"ایسا بھی کیا کر دیا ہے میں نے؟ میں تو سرپرائز دینا چاہتا تھا تمہیں جانِ حیدر۔" حیدر بھی اپنے نام کا ایک ہی تھا، دوبارہ سے زوئیلا کا ہاتھ پکڑ لیا تھا اور اِس بار اُسے خود سے قریب کیا تھا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے! دور ہٹیں۔" زوئیلا نے تیوری چڑھاتے ہوئے کہا تھا، ساتھ ہی اپنے اور حیدر کے درمیان فاصلہ قائم کیا تھا۔

"ایسا تو کچھ نہیں کیا میں نے جو اِس طرح ہائپر ہو رہی ہو تم۔۔۔۔۔ نکاح ہوا ہے ہمارا۔" حیدر کو زوئیلا کا اُسے خود سے دور کرنا اچھا نہ لگا تھا۔

"ہاں تو صرف نکاح ہی ہوا ہے رخستی نہیں ہوئی، اپنے جذبات کو لگام ڈال کے رکھیں آپ۔" زوئیلا نے بھی دوبدو جواب دیا تھا۔

"اچھا نا غصہ کیوں کر رہی ہو۔۔۔۔۔ مان جاؤ نا پلیز، ایک تو میں اتنے سالوں بعد واپس آیا ہوں اور تم ایسے ناراض ہو گئی ہو مجھ سے۔ مجھ غریب کا بھی کچھ خیال کرو۔" حیدر یزدانی منتوں پہ اُتر آیا تھا اور اُس کا یہ روپ صرف زوئیلا جہانگیر کے لیے تھا۔

"بہت بُرے ہیں آپ حیدر۔" زوئیلا کی آنکھوں میں نا جانے کیوں نمی آنے لگی تھی۔

"ہاں پتہ ہے مجھے کہ میں بہت بُرا ہوں اسی لیے تو تمہارے لیے یہ لے کے آیا ہوں۔" حیدر نے زوئیلا کے آگے گلاب کے پھولوں سے بنا بُکے بڑھایا تھا جسے زوئیلا نے فوراً تھام لیا تھا۔

"اب تو ناراض نہیں ہو نا؟" حیدر نے زوئیلا کی پسندیدہ چاکلیٹس اُسے تھماتے ہوئے پوچھا تھا۔

"آپ بھی کیا یاد کریں گے، جائیں معاف کیا!" زوئیلا نے اِک ادا سے کہا تھا اور کھل کھلا کہ ہنس پڑی تھی، حیدر اُس کی ہنسی میں کہیں کھو گیا تھا۔

حیدر بچپن سے ہی زوئیلا کو پسند کرتا تھا، اللہ نے دونوں کا جوڑ بنایا ہوا تھا۔ جب حیدر کچھ بڑا ہوا تو اُسے پتا چلا کہ اُس کی ماما بہت پہلے ہی زوئیلا کو اپنے بیٹے کے لیے مانگ چکی تھیں۔ حیدر کو لگتا تھا جیسے ساری کائنات کی خوشیاں اُسے مل گئی ہوں۔ امریکہ جانے سے پہلے سب کی رضامندی سے دونوں نکاح جیسے پاک رشتے میں بندھ چکے تھے۔

آج کلاس جلدی ختم ہو گئی تھی اور اگلی کلاس شروع ہونے میں ایک گھنٹا باقی تھا۔ وہ سب لان میں بیٹھے تھے اور انتاکشری کھیلا جا رہا تھا۔۔۔۔ ابھی تھوڑا ہی وقت گذرا تھا، یونیورسٹی میں سکیورٹی کے ساتھ بلیک لینڈ کروزر داخل ہوئی تھی اور اُس میں سے نکلنے والا اور کوئی نہیں بلکہ میر ابتہاج جہانگیر تھا، تمام لوگوں کی توجہ پل بھر میں اُن تین لڑکوں کی طرف مبذول ہو گئی تھی۔ جبکہ ابتہاج، معراج اور حیدر کے ہمراہ یونیورسٹی کے وی۔ سی کے آفس کی طرف بڑھ گیا تھا۔

کچھ وقت گزرنے کے بعد دونوں بھائی باہر آ گئے تھے۔ حیدر تو دونوں سے پہلے ہی باہر نکل چکا تھا، وی۔ سی کے آفس میں اُسے نیند آ رہی تھی، اس وقت حیدر گاڑی کے بونٹ سے ٹیک لگائے موبائل میں گھسا ہوا تھا۔ ابتہاج اپنے بنائے گئے پلین پہ عمل کرنے آیا تھا اور آدھا کامیاب بھی ہو گیا تھا۔۔۔۔ ابتہاج کی متلاشی نظریں امسال کو ہی ڈھونڈ

رہی تھیں اور بہت جلد وہ اُسے مل گئی تھی۔ ہنستی مسکراتی امسال گانا گا رہی تھی، اُس کے لمبے بال پونی ٹیل میں قید تھے جو ہوا سے اٹکھیلیاں کر رہے تھے۔ ابتہاج کی نظریں امسال پہ ہی جم گئی تھیں اور وہ آس پاس سے بے نیاز ہو گیا تھا۔

"کیا دیکھ رہے ہو؟" ابتہاج کو ایک جگہ نظریں جمائے دیکھ معراج نے پوچھا۔

"بھابھی کو دیکھ رہا ہوں آپ کی، دیکھیں وہ رہی جو گانا گا رہی ہے۔" معراج اور حیدر نے ابتہاج کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تھا۔

ویسے تو درمیان میں کافی فاصلہ تھا لیکن امسال کو دیکھنے اور اُس کے انداز سے یہی لگ رہا تھا کے وہ گا رہی ہے، ساتھ بیٹھی ماہا اور المیر ہلکی تالی بجا کے بیک گراؤنڈ میوزک فراہم کر رہی تھیں۔

"ہمم! تمہاری پسند کے مطابق ہی ہے۔" معراج اور حیدر دونوں نے امسال کو ایک نظر دیکھ کے اُس پہ سے نظریں ہٹالی تھیں۔

"بلکل ٹھیک کہہ رہے ہیں بھائی۔۔۔۔۔اب مجھے جلد سے جلد اپنی بھابھی گھر میں چاہیئے۔" حیدر کا انداز حاکمانہ تھا۔

"اِس کو دیکھیں کیسے آرڈر دے رہا ہے۔۔۔۔۔بھابھی چاہیئے تو مدد کرنی ہو گی بھابھی کو گھر لانے میں۔" ابتہاج نے حیدر کی گردن میں ہاتھ ڈالتے ہوئے بولا تھا۔

اِسی اثناء میں امسال کی نظر ابتہاج پہ پڑی تھی اور اُسے اپنی طرف دیکھتا پا کہ ابتہاج نے اپنی نظروں کا زاویہ بدل دیا تھا اور آنکھوں پہ کالا چشمہ لگایا تھا۔

"ارحان اِس بندے کو دیکھو، کیا سویگ ہے اُف!" امسال ابتہاج کو دیکھتے ہوئے ارحان سے مخاطب تھی۔

ابتہاج نے بلیک شرٹ پہ نیچے بلیک ہی ڈینم پہنی تھی، بال ہمیشہ کی طرح مخصوص انداز میں سیٹ کیے ہوئے تھے، ایک ہاتھ میں ایپل واچ پہنی تھی دوسرے ہاتھ میں فون تھاما ہوا تھا۔ وہ واقعی میں سراہنے کے قابل تھا۔

"ہاں سکیورٹی شکیورٹی، امیر باپ کی اولاد ہے۔" ارحان کے ساتھ باقی سب بھی وہیں دیکھ رہے تھے۔

"ہائے! ہمیں بھی مل جائے کوئی ایسا۔" یہ ماہا تھی جو کہ ہر خوبصورت بندے کی تعریف کرنا اپنا فرض سمجھتی تھی لیکن صرف دوستوں کے ہمراہ۔ دوسری جانب ارشمیل ماہا کو گھوریوں سے نواز رہا تھا۔۔۔۔ ماہا اور ارشمیل دونوں کی منگنی ہو چکی تھی اور ماہا ایسی حرکتیں ارشمیل کو چڑانے کے لیے ہی کرتی تھی۔

سیکنڈ لاسٹ سیمسٹر چل رہا تھا جسے ختم ہونے میں ابھی چار مہینے باقی تھے، آج زیادہ کلاسز نا تھیں اِس لیے سب نے پلین کیا تھا کے لنچ باہر کیا جائے۔

دوپہر کے دو بجے کا وقت تھا جب وہ چھ افراد ریسٹورنٹ پہنچے تھے، یہ چھ لوگ جہاں جاتے تھے وہاں ہنگامہ ہی مچاتے تھے اب بھی یہی کچھ ہو رہا تھا۔

میر ابتہاج جہانگیر اتفاق سے پہلے ہی وہاں اپنے دوست کے ساتھ موجود تھا اور شور کی وجہ سے جب اپنی نظریں آوازوں کی سمت اُٹھائیں تھیں تو پھر جُھکانا بھول گیا تھا، اُس کی نظریں سب سے ہوتی ہوئی امسال پہ ٹھہر گئی تھیں۔

امسال نے بلیک جینز پہ نیوی بلو گٹھنوں تک آتی فروک پہنی تھی، بال آج فرینچ بریڈ میں قید تھے اور بلیک ہی دوپٹہ مفلر کی طرح گلے میں تھا۔

ابتہاج کی نظریں بار بار بھٹک کے امسال کی طرف جا رہی تھیں اور وہ ہر تھوڑی دیر میں اُس کو دیکھ رہا تھا۔ ایسا نہ تھا کہ ابتہاج کوئی ٹھرکی انسان تھا لیکن امسال کے معاملے میں وہ اپنی نظروں پہ قابو نہیں رکھ پاتا تھا۔ آخر کو رخِ یار سے نظریں کہاں ہٹتی ہیں۔

امسال اور ارحان اکثر لڑتے تھے اور اِس وقت بھی کسی بات پہ بحث ہی چل رہی تھی کہ ارحان نے امسال کی چوٹی پکڑ کے کھینچی تھی، امسال اس کے لیے تیار نہ تھی اس لیے جھٹکا پڑنے پہ تھوڑا ارحان کی طرف جھکاؤ ہوا تھا۔

ابتہاج نے جب یہ منظر دیکھا تو اُسے شدید غصہ آنے لگا، بہت مشکل سے اپنے غصے پہ قابو پاتے ہوئے ابتہاج نے ویٹر سے امسال کے گروپ کو خاموش کروانے کے لیے کہا۔

"آوچ! چھچھورے انسان، میرے بال چھوڑو!" امسال ہلکی آواز میں ارحان پہ چیخی تھی۔

"میں چھچھورا نہیں ہوں سمجھی!" ارحان جو کے چوٹی چھوڑ ہی رہا تھا چھچھورا سن کہ دوبارہ پکڑ لی تھی اور ہلکے سے کھینچی تھی۔

اُسے چڑ تھی اِس لفظ سے اور امسال اُس کو چڑانے کے لیے اُسے یہی کہتی تھی۔

ابتہاج جو کہ یہ سب دیکھ رہا تھا اُس سے مزید برداشت نہ ہو رہا تھا، غصے میں ٹیبل پہ پڑا کانٹا اور چمچ ہاتھ مار کے گرا دیا تھا، اُس کا دل تو چاہ رہا تھا کے ارحان کو شوٹ کر دے آخر کو اُس کی اتنی ہمت کے وہ امسال سے اتنا فری ہو رہا تھا۔۔۔۔ ریسٹورنٹ میں اِس وقت اتنے زیادہ لوگ نہیں تھے اِس لیے چیزوں کے گرنے کی آواز زیادہ تھی۔ امسال اور ارحان کے ساتھ باقیوں نے بھی ابتہاج کو دیکھا تھا، جب کے ابتہاج نے ارحان کو سخت گھوری سے نوازہ تھا اور نجانے کیا تھا اُس کی نظروں میں کہ ارحان نے امسال کی

چوٹی فوراً چھوڑ دی تھی۔اس سے پہلے اُن کی بے عزتی ہوتی سب سیدھے ہو کر بیٹھ گئے تھے۔

"یہ تو وہی ہے نہ جو اُس دن یونیورسٹی میں آیا تھا۔" ریحان کے بولنے پہ سب نے غور کیا تھا دوسری جانب ابتہاج غصے میں ریسٹورنٹ سے باہر نکل گیا تھا۔

فائنل ائیر کے طلباء کو انٹرنشپ کرنی تھیں جو کے اُن کے ریکارڈ کا حصہ بننی تھی۔اُنھیں انٹرنشپ آفر کی جارہی تھی اور آج کل سب اِسی میں مصروف تھے۔۔۔۔۔اِس بار پاکستان کی ٹاپ موسٹ کمپنی جہانگیر انٹرپرائزز پہلی بار کسی ادارے کو انٹرنشپ کی دعوت دے رہی تھی۔بہترین طلباء کی فہرست تھی جس میں بیس طلباء کے نام تھے اور اُنھیں ہی جہانگیر انٹرپرائزز میں کام کرنے کا موقع ملا تھا۔اس فہرست میں امسال اور اُس کے دوست بھی شامل تھے۔

آج انٹرنشپ کا پہلا دن تھا سب لوگ وقت کی پابندی کرتے ہوئے موجود تھے اور کمپنی کی ویٹنگ لابی میں بیٹھے تھے، تمام طلباء جن کی تعداد بیس تھی کو ایک فارم دیا گیا تھا جس میں یہ پوچھا گیا تھا کے وہ سب یہاں کیوں کام کرنا چاہتے ہیں اور اسی قسم کے کچھ اور سوالات تھے، فارم کے پیچھے کمپنی کے تمام قوائد درج تھے۔قوائد کافی سخت تھے لیکن انہی کی وجہ سے کمپنی کا ماحول بہت شاندار تھا۔۔۔۔۔یہ انٹرنشپ میرا ابتہاج

جہانگیر کے انڈر کی جا رہی تھی،اِس ادارے کو انٹرنشپ آفر کرنے کی وجہ صرف اور صرف امسال تھی اور اسی وجہ سے ابتہاج خود سب ہینڈل کر رہا تھا۔ابتہاج اپنے اب تک کے پلین میں کامیاب رہا تھا، جیسا اُس نے سوچ رکھا تھا سب کچھ ٹھیک اُسی طرح ہو رہا تھا۔

ابتہاج کے کمپنی تشریف لانے کے بعد تمام طلباء کو کانفرینس روم کی راہ دکھائی گئی تھی،امسال اور اُس کے پانچوں دوست آگے پیچھے داخل ہوئے تھے۔ابتہاج فی الحال امسال کو دیکھنے سے گریز کر رہا تھا۔

"آئی گیس ایوری ونز ہیئر، سو لیٹس گیٹ سٹارٹڈ۔"ابتہاج نے اپنے مخصوص انگریز لہجے میں بات کا آغاز کیا تھا۔بلیک چیکرڈ سوٹ میں ابتہاج غضب ڈھا رہا تھا اور وہاں موجود تمام لڑکے اور لڑکیاں اُس کی شخصیت سے متاثر نظر آ رہے تھے۔

"ویلکم ٹو جہانگیر انٹرپرائزز! میرا نام میرا ابتہاج جہانگیر ہے اور میں ہی آپ سب کا بوس ہوں۔"ابتہاج نے اپنا تعارف کروایا تھا۔

وہ اب باری باری سب سے اُن کا مختصر تعارف لیتے ہوئے اُنہیں ڈیپارٹمنٹ کا نام جہاں اُنہوں نے کام کرنا تھا بتاتے ہوئے باہر بھیج رہا تھا۔

"جی تو آپ ہیں اپنے بیچ کی ٹاپر سٹوڈنٹ!" ابتہاج خود امسال کی طرف آیا تھا، دونوں کانفرنس روم میں اکیلے تھے۔ امسال سے بات کرتے ہوئے ابتہاج کا لہجہ قدرے نرم تھا۔

"ج۔۔جی سر!" امسال کی نظر سیدھی ابتہاج کی آنکھوں پہ گئی تھی اور وہ بُری طرح ٹھٹکی تھی، ذہن میں وہی سُنہری آنکھیں گھومی تھیں جو اُسے خواب میں نظر آتی تھیں اور یہ آواز۔ امسال کھڑی ہو گئی تھی دل کسی سوچ کے تحت بُری طرح دھڑک رہا تھا اور ہاتھ پیر کانپنے لگے تھے۔

"آپ بیٹھی رہیں پلیز، کھڑے ہونے کی ضرورت نہیں۔" ابتہاج کے کہنے پہ امسال دوبارہ بیٹھ گئی تھی اور اپنے دماغ میں آنے والی منفی سوچوں کو وہم کا نام دے کر جھٹکا تھا، جب کے ابتہاج کچھ فاصلے پہ ٹیبل پہ بیٹھ گیا تھا۔

ابتہاج امسال سے سوالات کر رہا تھا اور وہ اُس کے سوالوں کے جواب دے رہی تھی۔

ابتہاج تو امسال کو دیکھنے میں ہی مصروف تھا، وہ چاہ کر بھی اُس پہ سے اپنی نظریں نہیں ہٹا پا رہا تھا۔ پتہ نہیں کیوں وہ امسال کو دیکھتے ہی بے خُد ہونے لگتا تھا۔

"ٹھیک ہے آپ اکاؤنٹس ڈیپارٹمنٹ میں کام کریں گی۔" ابتہاج نے خود پہ قابو کیا تھا ورنہ دل تو چاہ رہا تھا کہ امسال یہیں بیٹھی رہے اور وہ بس اُسے دیکھتا رہے۔

ابتہاج نے اپنا فون اُٹھایا تھا،اُس نے جان کے امسال کو زیادہ مشکل کام نہ دیا تھا،اُس کا مقصد صرف امسال کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھنا تھا۔

"اوکے سر۔"امسال اپنی جگہ سے اُٹھی تھی۔

"مس امسال!آپ کو اگر کوئی بھی مسئلہ ہو یہاں تو آپ صرف مجھ سے ڈسکس کریں گی۔"ابتہاج نے استحاق بھرے لہجے میں کہا تھا۔

"جی سر شکریہ۔"امسال کہہ کے باہر نکل گئی تھی اور اُس کے پیچھے ابتہاج بھی نکل گیا تھا اور اپنے آفس کی طرف بڑھ گیا تھا۔

ہاذم یزدانی چونکہ اپنے ماں باپ کے اکلوتے بیٹے تھے اِس لیے جو کچھ اُن کے والدین کا تھا وہ سب بعد میں ہاذم صاحب کے حصے میں آیا تھا۔ہاذم یزدانی کے انتقال کے بعد اُن کا بزنس میر جہانگیر نے ہی سنبھالا تھا اور قانونی طور پہ حیدر کے بالغ ہوتے ہی سب کچھ اُس کے نام کر دیا تھا۔

حیدر نے کافی شئیرز بیچے تھے کیونکہ اُسے اپنے ماں باپ کے نام سے ہسپتال تعمیر کرنا تھا جہاں غریبوں کا اچھے سے علاج ہو سکے۔حیدر کی غیر موجودگی میں جہانگیر صاحب نے

ہی ہسپتال کی تعمیر کا کام شروع کروادیا تھا اور اب جب حیدر واپس آگیا تھا تو اُس ہسپتال کا افتتاح ہونا تھا۔

جہانگیر صاحب ملک کے بہت بڑے اور نامور بزنس ٹائیکون تھے، بزنس کی دنیا میں اُن کا بہت نام تھا، مشکل سے مشکل ڈیل بھی جہانگیر انٹرپرائزز نے کریک کی تھی۔ جہانگیر صاحب کے لیے حیدر اُنہی کی اولاد تھا اِس لیے وہ اُس کے ہسپتال کو بڑے پیمانے پہ فنڈنگ کر رہے تھے۔

جہانگیر انٹرپرائزز میں امسال کو کام کرتے ہوئے آج تیسرا دن تھا۔ امسال کسی فائل کا کام کرنے میں مصروف تھی جب وہاں موجود انٹر کام بجا، اس وقت امسال اکیلی تھی اُس کے ساتھ کے کام کرنے والے الگ الگ کاموں میں مصروف تھے اس لیے امسال ہی نے بجتا انٹر کام اُٹھایا تھا۔

"تُرابی گروپ کی اکاؤنٹ ڈیٹیل میرے روم میں لے کر آئیں جلدی۔" فون اُٹھاتے ہی ابتہاج کی مصروف سی آواز گونجی تھی اور اُس نے اپنی بات کہہ کر کال کاٹ دی تھی۔

امسال نے جلدی سے مطلوبہ فائل نکالی اور ابتہاج کے آفس کی طرف چل دی۔اِس سے پہلے کہ امسال اندر جاتی باہر موجود ابتہاج کی سیکریٹری "زیب خان" نے اُسے روک لیا۔

"کہاں جا رہی ہو؟" زیب کا لہجہ نا جانے کیوں تکبرانہ ہوتا تھا۔

"مجھے سر نے یہ فائلز لے کے آنے کو کہا تھا۔" امسال نے جواب دیا تو زیب دوبارہ بیٹھ گئی اپنی جگہ پہ امسال نے دروازے پہ دستک دی۔

"آجائیں!" ابتہاج کی بہت مصروف سی آواز آئی تھی۔

"سر یہ اکاؤنٹ ڈیٹیل جو آپ نے منگوائی تھی۔" امسال نے ابتہاج کی ٹیبل پہ فائل رکھی تھی، ابتہاج خود کسی فائل میں سر دیے بیٹھا تھا۔

"ارے آپ! میرا مطلب ہے بیٹھیں۔" ابتہاج نے سر اُٹھا کے دیکھا تو امسال کھڑی تھی اور اُس کو دیکھ کے جو خوشی ہوئی تھی وہ ابتہاج کے لہجے میں جھلک رہی تھی جس پہ وہ خود ہی گھبرا گیا تھا۔امسال بیٹھ گئی تھی۔

"کوئی مسئلہ تو نہیں آپ کو؟ از ایوری تھنگ اوکے؟" ابتہاج فائل دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

"جی سر سب ٹھیک ہے، بہت اچھا ماحول ہے یہاں کا۔" امسال نے جواب دیا تھا۔

"ہمم بلکل، پیپرز کب ہیں تمہارے۔" ابتہاج ڈائریکٹ آپ سے تم پہ آ گیا تھا۔

"سر تین مہینے بعد۔" دونوں کے درمیان رسمی سی بات ہو رہی تھی۔

"اچھا، کیسی جا رہی ہے پڑھائی؟" ابتہاج بات سے بات نکال رہا تھا، اُس کا مقصد امسال کو روک کہ رکھنے کا تھا۔

"بہت اچھی چل رہی ہے سر۔" امسال ویسے ہی بہت باتونی تھی۔

"گُڈ کام بھی اچھا کر رہی ہو، کیپ اِٹ اَپ!" ابتہاج نے دل سے تعریف کی تھی جو وہ بہت کم لوگوں کی کرتا تھا۔

"بہت شکریہ سر۔" ابتہاج کے کہنے پہ امسال چلی گئی تھی۔

"اُف لڑکی میری ساری تھکن اُتار دی تم نے۔" امسال کے جانے کے بعد ابتہاج اپنی چیئر کی پشت سے سر ٹکاتے ہوئے بولا تھا۔

امسال کو دو ہفتے ہو گئے تھے کام کرتے ہوئے، وہ بہت دل جمعی سے کام کرتی تھی ذہین تو شروع سے ہی تھی۔ آج جو بات امسال کو کرنی تھی اُسے سمجھ نہ آ رہا تھا کہ کیسے کرے۔ کافی دیر سوچنے کے بعد اب امسال ابتہاج کے آفس کے باہر کھڑی دروازے پہ دستک دے رہی تھی۔ اجازت ملنے پہ وہ اندر داخل ہوئی تھی۔

"اسلام و علیکم سر۔"امسال کے سلام کرنے پہ ابتہاج نے لیپ ٹاپ سے نظریں ہٹا کے اُسے دیکھا تھا۔

"وعلیکم اسلام، بیٹھیں۔"ابتہاج دوبارہ لیپ ٹاپ کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے بولا تھا۔

"سر مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔"چند منٹ کی خاموشی کے بعد امسال نے بات کا آغاز کیا تھا۔

"ہاں بلکل، بولو؟"ابتہاج اب امسال کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

"سر وہ دراصل۔۔۔۔میں جانتی ہوں کے میں یہاں ایک انٹرن ہوں لیکن مجھے صرف دو گھنٹے کے لیے آف چاہیئے۔"امسال کی شکل پہ ماصومیت تھی، ابتہاج کا دل کیا بس اُسے دیکھے ہی جائے۔

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کے آپ کو کس سلسلے میں آف چاہیئے؟"ابتہاج اپنے بالوں میں ہاتھ چلاتے ہوئے بولا تھا۔

"سر پرسنل مسئلہ ہے۔"امسال اب کیا بتاتی ابتہاج کو کہ آج اُس کا رشتہ آرہا ہے۔

"از ایوری تھنگ فائن؟ میں اس لیے پوچھ رہا ہوں کیونکہ آپ انٹرن ہیں اور انٹرنز کو ایسے آف نہیں ملا کرتا، یہاں کام کرنے والے ایمپلائیز کو بھی بہت ایمرجنسی کی بنا پہ

آف دیا جاتا ہے۔ کمپنی رولز تو پڑھے ہونگے آپ نے، اسی لیے آپ کے پاس بھی کوئی ٹھوس وجہ ہونی چاہیئے۔" ابتہاج نے شائد پہلی بار امسال سے اتنے لمبے جملے میں بات کی تھی۔

"دراصل کچھ لوگ میرے رشتے کے سلسلے میں آرہے ہیں اور میری ماما کا آرڈر ہے کے میں وہاں موجود ہوں۔" امسال کو وجہ بتاتے ہوئے عجیب بھی لگ رہا تھا اور ہنسی بھی آ رہی تھی۔

"سوری لیکن اس وجہ سے آپ کو آف نہیں مل سکتا۔" ابتہاج نے ایک سیکنڈ سے بھی کم وقت میں جواب دیا تھا۔

"سر پلیز میرا جانا ضروری ہے۔" امسال دوبارہ ماصومانہ شکل بناتے ہوئے بولی تھی، اُس کی آنکھوں کے سامنے زوباریہ بیگم کا غصے والا چہرا گھوم رہا تھا۔

"اچھا چلو ٹھیک ہے جا سکتی ہو تم۔" ابتہاج کے پاس بہت سے راستے تھے امسال کو روکنے کے لیے۔

"بہت شکریہ سر، میں دو گھنٹے کے اندر واپس آجاؤں گی۔" امسال کھڑے ہوتے ہوئے بولی تھی۔

"جی پہلے جا کر تو دکھائیں۔" ابتہاج بڑبڑایا تھا۔

"کچھ کہا آپ نے؟" امسال نے دوبارہ پلٹ کر پوچھا تھا۔

"میں نے کہا جاؤ آف ہو گیا تمہارا ابھی سے۔" ابتہاج دوبارہ لیپ ٹاپ میں دیکھتے ہوئے مصروف لہجے میں بولا تھا۔

امسال کے جانے کے بعد ابتہاج نے اپنی سیکریٹری کو بلایا تھا اور اب وہ ابتہاج کے سامنے کھڑی تھی۔

"یہ امسال ہمدان جو انٹرن ہیں اِن کو ایسا بزی کر دو کے یہ شام پانچ بجے سے پہلے آفس سے باہر نہ نکل پائے۔" ابتہاج کا لہجہ سخت تھا۔

"شیور سر!" زیب چلی گئی تھی۔

امسال سب کچھ سمیٹ چکی تھی اور نکل ہی رہی جب زیب نے اُس کو آواز دی۔

"مس امسال آپ مجھے ان تمام کمپنیز کی اکاؤنٹ ڈیٹیلز دیں اور اس تمام کام کی لسٹنگ بھی کریں۔۔۔" زیب نے امسال کے ہاتھ میں بہت سی فائلز تھمائیں تھیں اور ساتھ ہی نان سٹاپ بول بھی رہی تھی۔

"لیکن میرا تو آف ہو گیا ہے اور۔۔" امسال مزید کچھ بولتی، اس سے پہلے زیب اُس کی بات کاٹ چکی تھی۔

"آپ کا آف پانچ بجے ہوتا ہے اور ابھی ایک بج رہا ہے۔" زیب کی تیوری چڑھ گئی تھی۔

"جی لیکن میں نے سر ابتہاج سے بات کر لی ہے، انہوں نے ہی مجھے اجازت دی ہے۔" امسال نے وضاحت پیش کی۔

"دیکھو میں یہ سب کچھ نہیں جانتی، یہ کام بہت ضروری ہے اور آج ہی مکمل ہو جانا چاہیئے۔۔۔اور جہاں تک سر کی بات ہے، وہ جا چکے ہیں میٹنگ میں۔" زیب اپنی بات مکمل کر کے جا چکی تھی جب کے امسال اُس کی پشت کو گھورتی رہ گئی۔

امسال دوبارہ اپنی جگہ پہ آئی تھی اور تمام فائلز ٹیبل پہ پٹخی تھیں، اپنا بیگ سائڈ میں رکھ کے امسال کام میں لگ گئی تھی، کوشش تھی کے جلد سے جلد وہ یہ کام ختم کر لے۔

"ہو گیا کام؟" ابتہاج نے گاڑی میں بیٹھ کے زیب کو کال کی تھی۔

"جی سر ہو گیا، اُس کو اتنا بزی کر دیا ہے کہ وہ فارغ نہیں ہو پائے گی۔" دوسری طرف سے زیب کا جواب آیا تھا۔

"ہنہہ! رشتے کے لیے آ رہے ہیں۔ مائے فُٹ!" کال بند کر کے ابتہاج خود سے بولا تھا، لہجے اور آنکھوں میں غصہ واضح تھا۔

امسال کو اتنا کام دے دیا گیا تھا کے وہ پانچ بجے کی بجائے چھ بجے فارغ ہوئی تھی، اُس کے سارے دوست بھی جا چکے تھے اب اُسے اکیلے گھر جانا تھا۔۔۔۔سب کچھ سمیٹ کے اور سارا کام سبمٹ کر کے امسال آفس سے باہر آئی تھی، چہرے سے ہی تھکن واضع ہو رہی تھی۔

ابتہاج میٹنگ کے بعد دوبارہ اپنے آفس آ گیا تھا اور خود بھی اب گھر جانے کے لیے نکل رہا تھا جب باہر اُس کو امسال کھڑی نظر آئی تھی، اُسے امسال کے لیے بُرا لگ رہا تھا، لیکن یہ کرنا بھی ضروری تھا۔

"تم گئی نہیں ابھی تک؟" ابتہاج امسال کے پاس آ کے اپنی کمال اداکاری کے جوہر دکھاتے ہوئے بولا تھا۔

"نہیں!" امسال نے پھاڑ کھانے والے انداز میں جواب دیا تھا۔ اُس کا دل چاہ رہا تھا کے ابتہاج کا سر پھاڑ دے، اِس وقت وہ شدید غصے میں تھی۔

"کیوں؟" ابتہاج کو امسال کی غصے والی شکل دیکھ ہنسی آ رہی تھی لیکن وہ اِس وقت ہنس کے اپنی موت کا سامان نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"کیونکہ میں کام کر رہی تھی۔" چاہ کر بھی امسال اپنا لہجہ خوشگوار نہیں رکھ پا رہی تھی۔

"آپ کا تو آف ہو گیا تھا نہ۔۔۔" ابتہاج نے یاد کرتے ہوئے کہا۔

"یہ بات اگر آپ اپنی سیکریٹری کو بھی بتا دیتے تو اچھا ہوتا۔۔۔۔۔مجھے دو ہفتے ہو گئے ہیں یہاں کام کرتے ہوئے اور اتنا تو میں سمجھ چکی ہوں کہ آپ کے آرڈرز کے بغیر انٹرنز کو کام نہیں دیا جاتا۔" امسال کافی غصے میں بول رہی تھی۔

"میں نے تو کچھ نہیں کیا، میں کل ہی زیب سے پوچھوں گا اِس بارے میں۔" ابتہاج میسنی سی صورت بناتے ہوئے بولا تھا۔

ابھی اگر کوئی ابتہاج کو دیکھ لیتا تو یقین نہ کرتا کہ یہ وہی ابتہاج ہے جو سب کو اپنے اشاروں پہ نچاتا ہے۔ ابتہاج سے یہاں غلطی ہوئی تھی، اُس نے سوچا نہیں تھا کہ امسال یہ بات پکڑ سکتی ہے، لیکن فی الحال اُس نے اپنی بات کو کور کر لیا تھا۔ غصہ امسال کے چہرے سے جھلک رہا تھا اور اُس نے ابتہاج کو کوئی جواب نہ دیا تھا بس سامنے دیکھ کسی رکشے کے گزرنے کا انتظار کر رہی تھی۔

"چلو آ جاؤ میں چھوڑ دوں۔" ابتہاج ایک بار پھر امسال سے مخاطب ہوا تھا۔

"جی نہیں شکریہ۔" امسال نے اگلے ہی لمحے صاف انکار کر دیا تھا۔

"آ جاؤ کافی دیر ہو گئی ہے، اِس وقت اکیلی نہیں جاؤ گی تم۔" ابتہاج نے ایک اور کوشش کی تھی۔

"میں نے کہا نہ میں خود چلی جاؤں گی۔" امسال چڑتے ہوئے بولی تھی۔

"ٹھیک ہے!" ابتہاج اِس پانچ فٹ چار انچ کی لڑکی کو گھور رہا تھا اور خود بھی ڈھیٹ بن کر وہیں کھڑا ہو گیا تھا۔

"آپ کیوں کھڑے ہیں یہاں پہ، جائیں!" کافی دیر بعد امسال بولی تھی۔

"کیونکہ زمیداری ہو تم ہماری، میرے ساتھ نہیں جانا فائن آفس کی گاڑی تمہیں چھوڑ دے گی۔" ابتہاج نے گاڑی گیٹ پہ بلوائی تھی اور امسال کو اندر بٹھا کر ہی دم لیا تھا، اندر اور بھی ایمپلائیز موجود تھے۔

حیدر اب ایک سرجن بن چکا تھا اس لیے ہسپتال کی تمام زمیداریاں اُسی نے سنبھال لی تھیں۔ پورے ہسپتال کو چلانا کوئی آسان کام نہ تھا اِس لیے حیدر اب کچھ زیادہ ہی مصروف ہو گیا تھا۔

ایک ڈاکٹر کی زندگی ہر گز بھی آسان نہیں ہوتی، جب بھی کسی کو آپ کی ضرورت ہو، اپنا کام، خوشی ہو یا غمی سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر مریض کی مدد کو پہنچنا ہوتا ہے۔

مسیحا بننا کوئی آسان بات نہیں ہے، بہت سی چیزوں کی قربانی دینی پڑتی ہے اِس فریضے کو انجام دینے کے لیے۔

پیر کا دن تھا، آج بھی امسال اپنا کام کر رہی تھی لیکن سر میں شدید درد ہونے کی وجہ سے اُس سے کام نہ ہو پا رہا تھا، امسال کو اپنی طبیعت خراب ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔۔۔۔اُس دن کے بعد سے امسال کا ابتہاج سے سامنا نہیں ہوا تھا۔

"مس امسال! آپ کو جو کام دیا تھا وہ ہو گیا؟" زیب اچانک سے آدھمکی تھی۔

"نہیں میم ابھی نہیں ہوا ہے، میں کر رہی ہوں۔" امسال نے اپنی جھکی گردن اُٹھاتے ہوئے جواب دیا۔

"تمہیں کام دیے ہوئے دو گھنٹے ہونے والے ہیں، اتنا سا کام تھا اور کب کرو گی؟" زیب کا لہجہ تلخ تھا۔

"میم بس تھوڑی دیر میں مکمل کر کے دے دوں گی، دراصل میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔" امسال نے تفصیلی جواب دیا تھا۔

"ہاں تم انٹرنز کے یہی بہانے ہوتے ہیں اور طبیعت خراب ہو جاتی ہے۔" زیب بدتمیزی کرنے لگی تھی۔

"آپ کہنا کیا چاہ رہی ہیں؟" امسال کی برداشت اب ختم ہو گئی تھی اور اُس نے بھی سختی سے جواب دیا تھا۔

"یہی کے اپنے ڈرامے بند کرو اور فٹافٹ کام کرو۔" زیب کی آواز تھوڑی بلند ہوئی تھی، اُسے امسال بلکل بھی اچھی نہیں لگتی تھی۔

"میرے ایسے کوئی ارادے نہیں ہیں میم اور نا ہی مجھے ایسے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کرنے کی ضرورت ہے۔۔۔۔اور ہاں آپ تھوڑی تمیز سے بات کریں تو بہتر ہو گا۔" امسال نے تمیز کے دائرے میں رہ کر اچھی سنائی تھی، اُس سے کہاں برداشت ہوتی تھی کوئی غلط بات۔

"ایکسکیوز می! مجھے نا سکھاؤ تم کہ مجھے کیا کرنا ہے اور کیا نہیں سمجھی۔ زرا جلدی ہاتھ چلاؤ مجھے یہ سرا بتاج کو بھی دکھانا ہے، وہ اتنے فارغ نہیں ہیں کہ تم ماہرانی بن کے آہستہ کام کرو گی اور وہ تمہارا انتظار کریں گے۔" زیب تنک کے بولی تھی۔

"ماہرانی تو کام کرتی ہی نہیں ہے، بد تمیز عورت!" امسال نے دل میں سوچا تھا۔

"میں سر کو خود جواب دے دوں گی، آپ اِس کی فکر نہ کریں۔" امسال کو اپنا غصہ کنٹرول کرنا مشکل ہو رہا تھا۔ ایک تو اُس کی طبیعت خراب تھی اوپر سے زیب اپنی تزہیک آمیز باتوں سے دماغ گُھما رہی تھی۔

"تم انٹرن ہو وہی بن کے رہو، زیادہ سر پہ چڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔" زیب غصے سے تقریبن چیخی تھی۔

"کیا ہو رہا ہے یہ سب ؟"اِس سے پہلے کہ امسال کچھ بولتی،ابتہاج کی غصے سے بھرپور آواز آئی تھی۔

ابتہاج سب کچھ پیچھے کھڑا سن رہا تھا اور اب اُس سے مزید برداشت نہ ہوا تو بول پڑا۔

ابتہاج کی آواز پہ امسال نے ایک بار پھر گردن اُٹھائی تھی جب کے زیب تو پوری کی پوری ہل گئی تھی۔

"سر یہ آپ کی سیکریٹری مجھ پہ اپنا روب جھاڑ رہی ہیں۔"امسال نے ایک ہی بار میں سارا حساب برابر کر دیا تھا اور کہہ کہ اپنے کام میں لگ گئی تھی۔

"زیب یہ کون سا طریقہ ہے بات کرنے کا؟ میز بھول گئی ہو اپنے؟ گنواروں کی طرح چیخ رہی ہو،یہ میرا آفس ہے کوئی مچھلی بازار نہیں۔"ابتہاج اپنے سخت لہجے میں زیب سے مخاطب تھا۔

"سر اِن کی بھی غلطی نہیں،میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں اِس لیے میں وقت پہ کام سبمٹ نہیں کروا سکی بس اسی وجہ سے تھوڑی بحث ہو گئی۔آئم سوری!"زیب سے پہلے امسال بولی تھی اور سب کلیر کیا تھا،ابتہاج کی اتنی ڈانٹ کافی تھی وہ مزید تماشا نہیں چاہتی تھی۔

"تم کیوں سوری کر رہی ہو، سب کچھ سُن رہا تھا میں پیچھے کھڑا۔" ابتہاج کا لہجہ ایک دم ہی تبدیل ہو گیا تھا امسال سے بات کرتے ہوئے، نرم اور پیار بھرا اور یہ چیز زیب نے نوٹ کی تھی۔

امسال کو تو اتنی خوشی ہو رہی تھی کے زیب کو ڈانٹ پڑی تھی، وہ بلاوجہ اُس سے بدتمیزی کر رہی تھی اور اپنا روب جھاڑ رہی تھی۔ امسال نے دل میں ابتہاج کو دعائیں دی تھیں۔

"مس زیب! آپ شائد اِس کمپنی کے رولز بھول گئے ہیں۔ جب وہ کہہ رہی ہے کہ اُسکی طبیعت ٹھیک نہیں ہے تو آپ کیوں سنا رہی ہیں اُس کو؟ آپ بھی اِس کمپنی کی ایمپلائی ہی ہیں تو زرا حد میں رہیں اپنی۔۔۔۔ اور یہ فائل تو مجھے دیکھنے بھی نہیں ہے آج، آپ سے کس نے کہا کے انہیں یہ دیں؟" ابتہاج نے زیب کی ٹھیک ٹھاک کلاس لی تھی۔ ایسا کیسے ہو سکتا تھا کہ اُس کی امسال سے کوئی بدتمیزی کرے اور وہ برداشت کر لے۔

زیب اکثر امسال کو اضافی کام دے دیتی تھی صرف اپنی حسد کے نتیجے میں۔

"سوری سر، آج کے بعد ایسا نہیں ہو گا۔" زیب نے گردن جھکائی تھی۔

"سے سوری ٹو ہر۔" ابتہاج کا اشارہ امسال کی طرف تھا۔

"اِس کی کوئی ضرورت نہیں ہے سر۔" امسال بولی تھی اور اس وقت زیب کی اُس سے نفرت اور بڑھ گئی تھی۔

"واٹ ایم آئی سینگ ٹو یو زیب؟!" ابتہاج کے لہجے میں سختی اور روب تھا۔

"سوری!" زیب امسال پہ سوری کہنے کا احسان کر کے چلی گئی تھی۔

"کمٹینیو یور ورک!" کہہ کے ابتہاج بھی میٹنگ روم کی جانب بڑھ گیا تھا۔

زیب اپنے ٹیبل پہ آئی تھی اور غصے میں ٹیبل پہ رکھی فائلز گرادی تھیں، آج امسال کی وجہ سے ابتہاج نے اُس کی بے عزتی کی تھی۔ زیب بہت پہلے سے نوٹ کر رہی تھی ابتہاج کے لہجے میں امسال کے لیے الگ قسم کی نرمی اور فکر، اُس کا امسال کو اپنے آفس میں بلانا، ورنہ تو ابتہاج نے کبھی کسی کو اتنی اہمیت نہ دی تھی یہاں تک کے زیب کو بھی اجازت نہ تھی بلاوجہ اُس کے آفس میں خود سے آنے کی۔ ابتہاج کے ہر انداز میں اُسے محسوس ہو رہا تھا کہ امسال کچھ خاص اہمیت رکھتی ہے اور یہی امسال سے اُس کی نفرت کی وجہ تھی۔

"تمہیں سبق سکھانا پڑے گا امسال، چھوڑوں گی نہیں میں تمہیں۔۔۔۔ میرا ابتہاج صرف میرا ہے تم مجھ سے میری محبت نہیں چھین سکتی، میں ایسا ہرگز نہیں ہونے دوں

گی۔میرے اور ابتہاج کے درمیان جو بھی آیا میں اُسے تباہ کر دوں گی!"زیب کے لہجے میں نفرت ہی نفرت تھی۔اب وہ کسی موقعے کے انتظار میں تھی۔

سارے انٹرنز میں سے پانچ لوگوں کا اُن کی بہترین کارکردگی کی بنا پہ انتخاب کیا گیا تھا جنہیں بعد میں جاب آفر کی جانی تھی۔جب زیب کو پتا چلا کہ امسال کا نام بھی اُن لوگوں میں شامل ہے تو اُس کو مزید چڑ ہونے لگی،وہ تو چاہتی تھی کے امسال جلد سے جلد یہاں سے چلی جائے لیکن ابتہاج تو اُسے یہیں روکنے کے چکر میں تھا۔

زیب کافی دنوں سے موقعے تلاش کر رہی تھی اور آج اُس کو موقعہ مل گیا تھا۔ابتہاج، معراج اور جہانگیر صاحب آج صبح سے ہی کسی سائٹ کے وِزٹ پہ گئے ہوئے تھے۔

زیب نے ایسے حالات پیدا کئے تھے کہ امسال کو دیر تک کمپنی میں رکنا پڑ گیا تھا۔زیب یہ کام کرنے میں اس لیے کامیاب ہو گئی تھی کیونکہ ابتہاج موجود نہ تھا،ورنہ اُس کی موجودگی میں زیب کی اتنی ہمت نہ تھی یہ سب کرنے کی۔

امسال تمام کام مکمل کر کے اب اپنے گھر کے لیے نکل رہی تھی۔اپنے گھر وہ پہلے ہی اپنے دیر سے آنے کی اطلاع دے چکی تھی۔سات بجے کا وقت ہو رہا تھا اور تقریباً آفس

خالی ہو چکا تھا۔امسال چونکہ اکیلی ہی تھی اس لئے لفٹ میں بھی اکیلی تھی،ابھی لفٹ نے چلنا شروع ہی کیا تھا کہ اچانک اندھیرا چھا گیا اور لفٹ جھٹکا کھا کر رُک گئی تھی۔

"خس کم جہاں پاک! یہیں پڑے مرو گی اب تم۔"زیب شیطانی انداز میں مسکراتے ہوئے اب آفس سے باہر نکل گئی تھی۔

"کوئی ہے؟! پلیز مجھے باہر نکالیں!"امسال لفٹ کا دروازہ پیٹتے ہوئے پوری قوت سے چیخ رہی تھی۔وہ نہیں جانتی تھی کے لفٹ کہاں پھنسی ہے۔ایمرجنسی بٹن دبانے سے بھی کچھ نہ ہو رہا تھا کیونکی لفٹ کو اُس کی پاور سپلائی سے بند کیا گیا تھا۔

"پلیز دروازہ کھولیں،میں یہاں پھنس گئی ہوں۔"امسال مسلسل مدد کے لیے پکار رہی تھی لیکن وہاں کوئی ہوتا تو سنتا۔

لفٹ میں اندھیرا ہی اندھیرا تھا اور اب تو امسال کا سانس بھی گھٹنے لگا تھا۔موبائل میں چارج کی کمی کی وجہ سے فلیش لائٹ بھی نہیں جل سکتی تھی۔امسال اپنے گھر کال کرنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن سگنل نا ہونے کی وجہ سے کال نہیں لگ رہی تھی۔ کچھ دیر بعد امسال نے دوبارہ اپنے گھر کال ملانے کی کوشش کی لیکن اِس بار ہاتھوں کی کپکپاہٹ کی وجہ سے موبائل نیچے گر گیا تھا۔

"نہیں پلیز نہیں۔۔۔"امسال اندھیرے میں یہاں وہاں ہاتھ مار رہی تھی اپنے موبائل کی تلاش میں۔

"یااللہ! میری مدد کریں، مجھے یہاں سے باہر نکلوادیں۔ یااللہ کسی کو میری مدد کے لیے بھیج دیں۔"امسال کے لبوں سے صرف دعا نکل رہی تھی۔

اندھیرے میں موبائل تلاش کرنا مشکل ہو رہا تھا لیکن امسال نے کوشش جاری رکھی تھی اور بِل آخر اُس کو موبائل مل گیا تھا۔ایک اُمید جاگی تھی لیکن اگلے ہی لمحے ختم بھی ہو گئی تھی، موبائل بند ہو چکا تھا۔

"کوئی ہے؟ نکالو مجھے!! میرا دم گُھٹ رہا ہے۔"اب تو امسال بول بھی نہ پا رہی تھی، مسلسل رو کے اور چیخ کے آواز اب نکلنے سے انکاری تھی، ڈر اور گرمی کی وجہ سے مزید حالت خراب ہو رہی تھی۔امسال اپنی ہمت کھو رہی تھی۔

ساڑھے آٹھ بجے کا وقت ہو رہا تھا جب ابتہاج دوبارہ کمپنی آیا تھا کوئی فائل لینے۔شائد نہیں یقیناً اللہ نے امسال کی گذارش سُن لی تھی اور اُس کے لیے ابتہاج کو فرشتے کے طور پہ بھیجا تھا۔

"کوئی میری آواز سُن رہا ہے؟" ابتہاج اپنے آفس سے باہر آیا تھا اور اب جانے کے لیے نکل رہا تھا جب اُسے نسوانی آواز آئی۔ ابتہاج آواز کی سمت تیزی سے بڑھا تھا ساتھ ہی اُسے کچھ ٹھوکنے کی بھی آواز آ رہی تھی۔

"پلیز کوئی تو سُن لے۔۔! میری مدد کریں۔" ابتہاج کو ایک بار پھر آواز آئی تھی اور اب وہ لفٹ تک پہنچ چکا تھا۔

"کون ہے اندر؟" ابتہاج نے اپنی بھاری مردانہ آواز میں پوچھا تھا۔

باہر سے کسی کی آواز سُن کے امسال کی پھر اُمید بندھی تھی اور وہ جو نڈھال سی ہو کے بیٹھ گئی تھی اب دوبارہ کھڑی ہو چکی تھی۔

"پلیز مجھے باہر نکالیں، میں یہاں پھنس گئی ہوں۔ مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔" امسال نے دروازہ بجاتے ہوئے بولا تھا۔

"امسال گھبراؤ نہیں، میں ابتہاج ہوں۔ میں ابھی نکلواتا ہوں تمہیں باہر، تم ہمت رکھو۔" امسال کی آواز تو ابتہاج کروڑوں میں پہچان سکتا تھا۔ امسال کی آواز سُن کے ابتہاج کی اپنی حالت خراب ہو گئی تھی۔

"سر پلیز جلدی کریں میرا دم گُھٹ رہا ہے، مجھے سانس لینے میں دشواری ہو رہی ہے۔" امسال کی آواز بہت مدھم تھی اور پھر آنا بند ہو گئی تھی۔ امسال ہوش و ہواس سے بیگانہ ہو گئی تھی۔

"امسال!! ڈیم اِٹ!" ابتہاج نے دروازے پہ لات ماری تھی پھر باہر کی طرف بھاگا اور گیٹ پہ موجود واچ مین کو بلا کے لفٹ کھولنے کا کہہ کر واپس آ گیا تھا۔

"امسال پلیز جواب دو مجھے؟ بس لفٹ ابھی کھل جائے گی، امسال؟" ابتہاج دیوانوں کی طرح امسال کو پکار رہا تھا۔ باہر رہ کر اُس کی حالت عجیب ہو رہی تھی، ہزار قسم کے وسوسے آ رہے تھے۔

"زیادہ وقت نہ گزرا تھا اور لفٹ سٹارٹ ہو گئی تھی، ابتہاج نے فورن سے بٹن دبایا تھا لیکن جب دروازہ کھلا تو سامنے امسال بے ہوش پڑی تھی۔

"امسال اُٹھو میری جان۔" ابتہاج فوراً اندر گیا تھا اور امسال کا گال تھپتھپاتے ہوئے بولا تھا۔

امسال میں کوئی حرکت نہ ہو رہی تھی، وہ بے ہوش تھی اور سانس بھی بہت مدھم چل رہی تھی۔ ابتہاج نے امسال کو اپنے مضبوط بازوؤں میں اُٹھایا اور اپنے آفس کی طرف

بڑھ گیا، اندر آ کر امسال کو صوفے پہ لٹایا تھا۔ ابتہاج کو اِس وقت اپنی جان نکلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

"امسال پلیز آنکھیں کھولو نا! ایسا نہ کرو میرے ساتھ۔" ابتہاج مسلسل امسال کے ہاتھ مسل رہا تھا۔

ابتہاج کو کچھ سمجھ نہ آ رہا تھا کہ کیا کرے، دماغ بلکل ماؤف ہو گیا تھا۔ وہ ابتہاج جو کبھی بھی اپنے اعصاب نہ کھوتا تھا، آج امسال کو اِس حالت میں دیکھ حواس باختہ ہو گیا تھا۔ دماغ میں ایک جھماکا ہوا تھا اور اگلے ہی پل ابتہاج نے حیدر کو کال کی تھی اور تمام صورتِحال بتائی تھی۔ حیدر نے سب سے پہلے ابتہاج کو حوصلہ دیا تھا اور پھر کچھ ہدایات دے کر اُس پہ عمل کرنے کو کہا تھا تا کہ امسال ہوش میں آ سکے۔

ابتہاج نے حیدر کی دی گئی ہدایات پہ عمل کیا تھا اور اب امسال کے چہرے پہ پانی کے چھینٹے مار رہا تھا جس سے امسال اب ہوش کی دنیا میں لوٹ رہی تھی۔ امسال نے تھوڑی آنکھیں کھولی تھیں اور جیسے ہی کچھ دیر پہلے گزرا واقعہ یاد آیا تو ہڑ بڑا کے اُٹھ بیٹھی۔

"تم ٹھیک ہو؟" ابتہاج نے دل میں اپنے رب کا شکر ادا کرتے ہوئے پوچھا تھا، اُس کے چہرے اور لہجے دونوں میں فکر واضع تھی۔

"ہن!جی ٹھیک ہوں۔"ابتہاج کے بولنے پہ امسال سوچوں سے باہر آئی تھی۔

"آر یو شیور؟ہاسپٹل چلیں؟"ابتہاج گوٹھنوں کے بل امسال کے سامنے بیٹھا تھا۔

"نہیں سر،آپ کا بہت شکریہ آپ نے مجھے باہر نکلوالیا ورنہ میں نے تو اُمید ہی چھوڑ دی تھی۔بہت دیر ہو گئی ہے اب مجھے چلنا چاہیئے،میرے والدین پریشان ہونگے۔"

امسال بولتے ہوئے کھڑی ہو گئی تھی۔

"میں تمہیں خود چھوڑوں گا اور تم منا نہیں کرو گی۔"ابتہاج ہتمی انداز میں بولا تھا۔

امسال جو کہ تھوڑی دیر پہلے ہونے والے واقعے کے سدمے میں تھی اِس لیے کچھ نہ بولی،ورنہ اگر عام حالات ہوتے تو وہ کبھی ابتہاج کے ساتھ نہ جاتی۔

امسال جب گھر پہنچی تو دس بجنے والے تھے،اُس کے والدین بہت پریشان تھے کیونکہ امسال کا فون بھی بند جا رہا تھا۔

"کہاں تھی تم امسال؟"زوباریہ بیگم فوراً اُس کی طرف بڑھی تھیں۔

"اُس کو اندر تو آنے دو زوباریہ۔"ہمدان صاحب بولے تھے۔

"بیٹا اتنی دیر کر دی آپ نے آنے میں اور آپ کا موبائل بھی بند جا رہا تھا،ہم بہت پریشان ہو گئے تھے۔"امسال جب اندر آ کے بیٹھ گئی تو ہمدان صاحب گویا ہوئے۔

امسال نے اپنے والدین کو کچھ دیر پہلے ہونے والے واقعے کے بارے میں سب بتایا تھا کہ کیسے وہ پھنسی اور کیسے اُسے نکالا گیا۔

"اب تم کل سے نہیں جاؤ گی وہاں۔" زوباریہ بیگم نے آرڈر جاری کیا تھا۔

"کوئی بات نہیں بیگم حادثہ ہو جاتا ہے اِس کا مطلب یہ نہیں کے ہم اپنی بیٹی کو گھر میں بند کر لیں، میری بیٹی بہت بہادر ہے۔ پاپا کی جان جاؤ تم ہاتھ منہ دھو آؤ پھر کھانا کھاتے ہیں۔" ہمدان صاحب امسال کو سینے سے لگائے بیٹھے تھے، پہلے اپنی زوجہ اور پھر بیٹی سے مخاطب ہوئے تھے۔

ابتہاج راستے میں امسال سے سب کچھ پوچھ چکا تھا اور یہ بھی کہ وہ اتنی دیر تک آفس میں کیا کر رہی تھی۔ گھر پہنچ کے اُس نے سب کچھ اپنے بابا اور بڑے بھائی سے ڈسکس کیا تھا۔ ابتہاج اور معراج کو یقین تھا کے یہ کام کسی نے جان بوجھ کر کیا ہے، ورنہ اتنے سالوں میں کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔

"ایک بار پتہ لگ جائے کے یہ کس کا کام ہے، چھوڑوں گا نہیں میں اُسے۔" ابتہاج اپنے کمرے کے ٹیرِس پہ کھڑا سگریٹ پھونک رہا تھا، سوچوں کے تمام دھاگے آج ہونے والے واقعے سے جڑے تھے۔ ابتہاج کی آنکھیں غصے کے سبب لال انگارا ہو رہی تھیں۔

ابتہاج سوچ چکا تھا کہ کل اُسے کیا کرنا ہے۔اِس وقت ابتہاج امسال کے بارے میں سوچ رہا تھا، نجانے وہ کیسی ہو گی؟

ہونے والے واقعے کے اگلے ہی دن امسال کو تیز بخار ہو گیا تھا جس کی وجہ سے وہ آفس نہ آئی تھی۔جب ابتہاج کو امسال کی غیر موجودگی کا پتہ چلا تو اُس کی فکر میں مزید اضافہ ہو گیا تھا لیکن ابھی وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا اِس لیے صرف فون پہ اُس کی خیریت معلوم کی تھی۔

ابتہاج نے آفس آتے ہی سب سے پہلا کام جو کیا تھا وہ تھا سرویلینس کیمرے چیک کرنا۔جو کچھ اُس نے ریکارڈنگ میں دیکھا تھا وہ اُس کے غصے کو ہوا دینے کے لیے کافی تھا۔ابتہاج نے کچھ خاص تصویریوں کے پرنٹ آؤٹ نکالنے کا آرڈر دیا تھا اور ساتھ ہی معراج کو بھی بلا لیا تھا۔سب کچھ دیکھ کر معراج کو بھی شدید غصہ آیا، یہ معاملہ نہ صرف امسال کا تھا بلکہ کمپنی کی ریپوٹیشن کا بھی تھا۔اب وقت تھا مجرم کو سزا دینے کا۔

"میرے آفس میں آؤ پانچ سیکنڈ کے اندر۔"ابتہاج نے زیب کو کال کر کے بلایا تھا اور اپنی بات کہتے ہی فون رکھ دیا تھا۔

"جی سر، آپ نے بلایا؟" زیب ابتہاج کے آفس میں کھڑی تھی اور ابتہاج کو آج کچھ زیادہ ہی پر جوش لگ رہی تھی۔ آج امسال نہیں آئی تھی اور اُسے لگا تھا وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئی ہے۔

"کیا ہے یہ سب؟!" ابتہاج نے تمام تصویریں جو پرنٹ کروائیں تھیں، زیب کے منہ پہ دے ماری تھی۔ زیب اِس سب کے لیے تیار نہ تھی، اُس کی ہلکی سی چیخ نکلی تھی ساری تصویریں نیچے بکھری پڑی تھیں۔

"سر یہ کیا ہے میں۔۔۔" زیب جو پہلے ہی ڈر گئی تھی نیچے پڑی تصویریں دیکھ کر اُس کی ہوا ہی خشک ہو گئی تھی، چہرا الٹھے کی مانند سفید تھا۔ زیب مزید کچھ کہتی اس سے پہلے ابتہاج نے اُس کی بات کاٹی تھی۔

"کیا مقصد ہے تمہارا؟ سچ اُگل دو ورنہ مجھ سے بُرا ویسے بھی کوئی نہیں ہے۔" ابتہاج نے زیب کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے کہا تھا۔

"سر میں نے کچھ نہیں کیا، یہ سب جھوٹ ہے۔ کوئی مجھے پھنسانے کی کوشش کر رہا ہے۔" زیب نے اپنے طور پہ صفائی دی تھی لیکن اُس کے سامنے بھی میر ابتہاج جہانگیر کھڑا تھا۔

"اچھا؟! چلو پھر نام بتاؤ اُس کا جو میری ماصوم سی سیکریٹری کو پھنسا رہا ہے ہمم؟" ابتہاج کا لہجہ اک دم ہی تبدیل ہوا تھا۔

"سر یہ امسال کا ہی کام ہے۔۔۔۔۔مجھے نہیں پتہ اُسے کیا مسئلہ ہے مجھ سے۔" زیب نے کمپنی میں لگے کیمروں کو بلکل ہی فراموش کر دیا تھا۔

"میں نے کہا تھا مجھے سچ سننا ہے یو بلڈی۔۔۔!" ابتہاج دھاڑا تھا۔

"چھوٹے میر لینگو تج۔" معراج نے ابتہاج کو تنبیہ کی تھی، جو بھی تھا زیب ایک لڑکی تھی۔

"کیا مسئلہ ہے تمہیں امسال سے بتاؤ؟ کیوں کیا یہ تم نے؟ اور اب جھوٹ مت بولنا ورنہ قسم سے شوٹ کر دوں گا تمہیں۔" ابتہاج کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ اب تک وہ زیب کی جان لے چکا ہوتا۔

"نہیں برداشت ہوتا مجھ سے جب آپ اُس کی پرواہ کرتے ہیں۔" زیب اچانک بولی تھی، اب پکڑی گئی تھی تو سچ ہی بولنے لگی تھی۔

زیب کی بات پہ ابتہاج اور معراج دونوں چونکے تھے۔

"میں بہت محبت کرتی ہوں آپ سے ابتہاج، میں نہیں دیکھ سکتی آپ کو کسی اور کی فکر کرتے ہوئے۔ جب سے آپ کو پہلی بار دیکھا تھا، آپ کے ساتھ کام کیا نجانے کب

آپ کی اسیر ہو گئی میں۔ پلیز ابتہاج مجھے اپنا ساتھ دے دیں میں آپ کے بغیر نہیں رہ سکتی۔" زیب اظہارِ محبت کر رہی تھی۔

"لو جی! ایک اور امیدوار کا اضافہ ہو گیا۔" معراج اپنے آپ میں بڑبڑایا تھا۔

"بکواس بند کرو اپنی۔ تم جانتی ہو میں کون ہوں؟" ابتہاج کا تو دماغ ہی گھوم گیا تھا یہ سب فضولیات سُن کے۔

"بکواس نہیں ہے یہ، میرا حالِ دل ہے۔" زیب قدم بڑھا کے ابتہاج کی طرف آئی تھی۔

"دل تو کر رہا ہے اتنا زوردار تھپڑ لگاؤں تمہارے منہ پہ کہ تمہارا دماغ ٹھکانے آ جائے، لیکن میں عورتوں پہ ہاتھ نہیں اُٹھاتا۔" ابتہاج نے ضبط سے اپنی مٹھیاں بھینچ لی تھیں۔

"میں نہیں رہ سکتی آپ کے بغیر آپ کو کیوں سمجھ نہیں آ رہی یہ بات؟!" زیب روتے ہوئے بولی تھی۔

"تو مر جاؤ مجھے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ مزید کوئی بکواس اپنے منہ سے نہ نکالنا ورنہ۔۔۔۔ فور گیٹ اٹ! کل سے یہاں آنے کی ضرورت نہیں ہی یو آر فائرڈ۔۔!!" ابتہاج دھاڑا تھا اور ساتھ ہی ٹرمینیشن لیٹر بھی اُس کی طرف اُچھالا تھا۔

"نہیں پلیز ایسا مت کریں۔" زیب نے ابتہاج کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔

"ہاؤ ڈیر یو ٹو ٹچ می؟!" ابتہاج نے زیب کا ہاتھ جھٹکا تھا۔

"شکر کرو تمہیں پولیس کے حوالے نہیں کر رہا ہوں ورنہ پوری زندگی باہر نہیں نکل پاؤ گی۔" ابتہاج نے نفرت بھرے لہجے میں کہا تھا۔

"پلیز ابتہاج مجھے خود سے دور نہ کریں۔" زیب التجا کر رہی تھی۔

"نکلو یہاں سے اور آج کے بعد مجھے اپنی شکل مت دکھانا ورنہ اِس ملک میں تو کیا پوری دنیا میں تمہارا جینا حرام کر دوں گا، ابھی جانتی نہیں ہو تم مجھے!" غصے سے چنگارتے ہوئے ابتہاج باہر چلا گیا تھا۔

زیب کو اُس کی برائی کا انجام مل گیا تھا، آخر کو برائی کا انجام برا ہی ہوتا ہے۔ زیب جس کی ابتہاج بہت عزت کرتا تھا آج اُس کی نظروں میں کہیں بہت نیچے گر چکی تھی اور اب ذلیل ہو کے نکالی گئی تھی۔

اُس دن ہونے والے واقعے کے بعد سے کچھ بھی نہ ہوا تھا، امسال ویسے ہی روزمرہ کی طرح دوبارہ آ رہی تھی۔ ابتہاج نے امسال کو کچھ نہ بتایا تھا کہ یہ کس کا کام تھا کیوں کہ اُس کو وجہ بھی بتانی پڑتی اور ابتہاج کسی قسم کی کوئی کوتاہی نہیں چاہتا تھا۔ امسال نے ایک بات پہ ضرور غور کیا تھا اور وہ تھی زیب کی غیر موجودگی۔

آج انٹرنشپ کا آخری دن تھا اور سب لوگ ابتہاج سے اپنا سرٹیفکیٹ لینے آرہے تھے۔ سب سے آخر میں امسال کی باری آئی تھی اور وہ ابتہاج کے آفس میں کھڑی تھی۔

"بیٹھو! اب کیسی طبعیت ہے تمہاری؟" ابتہاج نے پوچھا تھا۔

"جی میں ٹھیک ہوں۔" امسال نے بیٹھتے ہوئے جواب دیا تھا۔

"آپ کو بہت مبارک ہو مس امسال، آپ کا نام اُن پانچ لوگوں میں شامل ہے جنہیں ویکینسی پہ جاب آفر کی جاسکتی ہے۔" ابتہاج سرٹیفکیٹ پہ سائن کرتے ہوئے بول رہا تھا۔

"بہت شکریہ سر۔" امسال بہت خوش تھی، اتنی بڑی کمپنی میں جاب ملنا کوئی آسان نہ تھا۔

"ہمم! ہئیر زیور سرٹیفکیٹ، اچھا لگا تمہارے ساتھ کام کرکے۔" ابتہاج امسال کی طرف سرٹیفکیٹ بڑھاتے ہوئے بولا تھا۔

"شکریہ، میرا تجربہ بھی بہت اچھا رہا یہاں کام کرکے۔" امسال نے سرٹیفکیٹ لیا تھا۔

"سر میں آپ سے معافی چاہتی ہوں اُس دن کے لیے جس دن میں نے آپ سے تھوڑی بدتمیزی کی تھی۔" امسال ندامت بھرے لہجے میں بولی تھی۔

"ارے نہیں اٹس اوکے، تمہیں سوری کرنے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ ہماری وجہ سے تمہیں رکنا پڑا۔" اگر امسال کی جگہ کوئی اور بد تمیزی کرتا تو ابتہاج اُسے قبر میں اُتار دیتا، لیکن یہاں تو امسال تھی نہ۔

"اُس دن تھکن کی وجہ سے سر میں شدید درد ہو رہا تھا اور نجانے کیا کیا بول دیا میں نے آپ کو۔" امسال ایسی ہی تھی کسی کا دل نہیں توڑ سکتی تھی اپنے رویے سے۔

"سر نہیں ابتہاج بول سکتی ہو تم۔" ابتہاج کو مزا آ رہا تھا امسال سے باتیں کرنے میں اور اب وہ یہاں وہاں کی باتیں کر کے اُسے روکنا چاہتا تھا۔

"نہیں! میں آپ کا نام کیسے لے سکتی ہوں، آپ سینیئر ہیں میرے اور باس بھی، خیر آپ میری شادی میں آئیں گے؟" امسال یاد آنے پر اچانک بولی تھی۔

"ہاں تو ظاہر ہے میرے بغیر شادی کیسے کرو گی تم!" ابتہاج روانی میں بول گیا تھا۔

"جی؟ میں سمجھی نہیں!" امسال کو ابتہاج کی بات ہر گز سمجھ نہ آئی تھی۔

"کچھ نہیں، آفس کی گاڑی میں چلی جانا تم۔" ابتہاج نے بات بدل دی تھی۔

"شکریہ سر لیکن میں ارحان کے ساتھ جاؤنگی۔" امسال نے جواب دیا تھا۔

"صرف دوست ہے یہ تمہارا؟" ابتہاج کو ارحان کا ذکر اچھا نہیں لگا تھا۔

"وہ مجھے پسند کرتا ہے۔"امسال ارحان کی پسندیدگی محسوس کر چکی تھی، بنا کسی تاثر کے جواب دیا تھا۔

"اچھا! تم کرتی ہو؟"ابتہاج نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا تھا۔

"میں نے اس لحاظ سے کبھی سوچا نہیں کسی کے بارے میں، لیکن شادی تو کسی نہ کسی سے ہونی ہی ہے تو ارحان سے ہی سہی۔"امسال کو خود سمجھ نہ آ رہا تھا کہ وہ یہ سب ابتہاج کو کیوں بتا رہی ہے؟

ابتہاج ایک ساحر تھا اور وہ کسی کو بھی اپنی باتوں میں الجھا سکتا تھا۔

"بلکل شادی تو ہونی ہی ہے!"ابتہاج اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے بول رہا تھا۔

"جی اسی لیے تو پوچھ رہی ہوں، آپ آئیں گے نہ؟ میں دعوت نامہ دونگی آپ کو۔" امسال عام سے انداز میں بولی تھی۔

"ہاں بلکل! دعوت نامے کی ضرورت نہیں پڑے گی، میرے بغیر تم کیسے شادی کر سکتی ہو؟"ابتہاج نے پھر وہی بات کہی تھی۔

"کیوں نہیں کر سکتی؟"امسال نے اُلجھتے ہوئے پوچھا تھا۔ابتہاج کے مطلب تک وہ کبھی نہیں پہنچ سکتی تھی۔

"بس نہیں کر سکتی، مجھے میٹینگ میں جانا ہے اللہ حافظ۔" ابتہاج کے لہجے میں سختی تھی اور وہ امسال کو اپنے آفس سے نکالنا چاہتا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ غصے میں کچھ الٹا سیدھا کر دے۔

"جی اللہ حافظ، نصیب میں ہوا تو پھر کبھی ملاقات ہو گی۔" کہہ کر امسال آفس سے باہر نکل گئی تھی۔

"جلد ہو گی جانِ من!" ابتہاج مسکراتے ہوئے بولا تھا، اب آگے اُسے کیا کرنا تھا یہ تو وہی جانتا تھا۔

ارحان امسال کو پسند کرتا تھا یہ بات امسال بہت پہلے سے محسوس کر چکی تھی۔ لیکن امسال کے دل میں ارحان کے لیے ایسے کوئی جزبات نہ تھے، وہ اِس معاملے میں زیادہ نہ سوچتی تھی۔۔۔۔ ارحان نے ایک دن امسال سے خود ہی اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا تھا اور اپنے والدین کو رشتے کے لیے بھیجنے کی اجازت لی تھی۔ امسال نے بھی کہہ دیا تھا کہ جو اُس کے والدین کا فیصلہ ہو گا وہی اُس کا فیصلہ ہو گا۔

اجازت ملتے ہی ارحان نے جلد از جلد اپنے والدین کو امسال کی طرف بھیجا تھا، وہ امسال کو کھونا نہیں چاہتا تھا۔ امسال کے والدین نے بھی اپنی طرف سے تسلی کر کہ ہاں کر دی تھی اور اِس طرح دونوں کی منگنی ہو گئی تھی، سب بہت خوش تھے۔

لیکن کوئی نہیں جانتا تھا کہ آگے کیا ہو گا۔ ارحان جو امسال کے ساتھ اپنی آئیندہ زندگی کے حسین خواب دیکھتا تھا، وہ پورے ہونے تھے یا نہیں یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ امسال بھی نہیں جانتی تھی کے آگے اُس کے ساتھ کیا ہو گا، وہ تو اپنے والدین کے فیصلے سے خوش تھی۔

ابتہاج نے امسال کے پیچھے اپنے وفادار ملازم لگائے ہوئے تھے جو اُسے پل پل کی خبر دیتے تھے، جب ابتہاج کو پتہ چلا کے امسال کی ارحان سے منگنی ہو گئی ہے تو اُس کا غصہ اور تپش کسی صورت قابو میں نہ آ رہا تھا۔ ابتہاج سہی موقعے کا انتظار کر رہا تھا کیونکہ اب اُسے جو کچھ کرنا تھا، جلدی کرنا تھا۔

منگنی ہونے کے تین دن بعد ارحان بہت بُری طرح پٹ کے گھر آیا تھا، سب پریشان ہو گئے تھے خود ارحان کو بھی نہ سمجھ آ رہا تھا کہ اُس کے ساتھ یہ کیوں ہوا اور کس نے کروایا۔ جب امسال اور اُس کے گھر والوں کو اس بات کی خبر ہوئی تو وہ لوگ ارحان سے ملنے اُس کے گھر پہنچے تھے۔

"ارحان یہ سب کیسے ہوا؟" امسال جو کہ ارحان کے ساتھ لان میں بیٹھی ہوئی تھے فکر مندی سے گویا ہوئی۔

"لڑائی ہو گئی تھی بس۔" ارحان نے جھوٹ کا سہارا لیا تھا۔

"ایسے کیسے لڑائی ہوئی جو تمہیں اتنی چوٹ آئی ہے؟ سچ سچ بتاؤ ارحان!" امسال نے ایک آئی برو اچکاتے ہوئے پوچھا تھا۔

"سچ ہی تو بتا رہا ہوں، وہ لوگ زیادہ تھے اور میں اکیلا یہ تو ہونا تھا۔" ارحان نے میسنی سی شکل بنا کر صفائی پیش کی۔

"تو تم نے خود کو بروس لی سمجھا ہوا ہے جو اکیلے مقابلے کے لیے پیش ہو گئے۔" امسال کو ارحان پہ شدید غصہ آ رہا تھا۔

"ہاہاہا! نائیس جوک۔" ارحان نے قہقہہ لگایا تھا۔

"شکر کرو تمہارے دانت بچ گئے ہیں، اسی لیے انہیں اندر کرو ورنہ میں توڑ دونگی! مجھے تم سے بات ہی نہیں کرنی۔" امسال دانت پیستے ہوئے بولی تھی اور اُٹھ کر جانے لگی تھی، اُسے ارحان کی بات پہ یقین نہیں آ رہا تھا۔

"اچھا نا کوئی اور بات کرتے ہیں، ہر وقت ڈانٹتی ہو۔" ارحان نے امسال کا ہاتھ پکڑ کے اُسے روکا تھا۔

"بات ہی تو نہیں کرنی تم سے، بیٹھو یہاں پہ مرو۔" امسال نے اپنا ہاتھ چُھڑواتے ہوئے کہا تھا۔

"ہونے والے شوہر سے ایسے بات کرتے ہیں؟ یار کیا ہو گیا ہے؟" ارحان نے امسال کو کھینچ کر واپس بٹھا دیا تھا۔

"ہونے والے ہوا بھی ہوئے نہیں ہو! اور تم کوئی بات بھی تو نہیں سنتے ہو میری کیا بولوں میں تمہیں۔" امسال نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اچھا نا سنوں گا اب۔" ارحان مسکراتے ہوئے بولا تھا، اُسے اچھا لگ رہا تھا امسال کا اُس کے لیے فکر کرنا۔

امسال کا سیکنڈ لاسٹ سیمسٹر ختم ہونے والا تھا اور انٹرنشپ کو ختم ہوئے ایک مہینہ ہو گیا تھا جب اُسے جہانگیر انٹرپرائزز سے جاب انٹرویو کی کال آئی۔ امسال بہت خوش تھی کیونکہ اُسے اتنی بڑی کمپنی میں مستقل کام کرنے کا موقع مل رہا تھا۔ امسال ویٹنگ لابی میں بیٹھ کر اپنی باری کا انتظار کر رہی تھی۔ ترکش بلو رنگ کی گٹھنوں تک آتی شرٹ پہن رکھی تھی، سفید رنگ کا ٹراؤزر تھا اور حجاب کے سٹائل میں سکارف باندھا

ہوا تھا، میک اپ کے نام پہ صرف ہونٹوں پہ گلوس لگی تھی۔ امسال سادگی میں بھی بہت پیاری لگتی تھی۔

ابتہاج خود انٹرویو لے رہا تھا کیونکہ یہ انٹرویو اُس کی پرسنل سکریٹری کے لیے تھا اور اب تک ابتہاج کو کوئی بھی مناسب لڑکی سمجھ نہ آئی تھی۔

"یہ کیا میک اپ کی دکانیں آئی ہوئی ہیں، جاب انٹرویو کے لیے آئی ہیں یا فیشن شو میں۔" ابتہاج چڑے ہوئے انداز میں اپنے بڑے بھائی سے بولا تھا جو کہ اُس کے ساتھ ہی بیٹھا تھا۔

"ہاہاہا!!" معراج نے بے اختیار قہقہہ لگایا تھا۔

"اگر کوئی ڈھنگ کی امیدوار باہر موجود ہو جو فیشن شو میں نہ آئی ہو تو اُسے اندر بھیج دو، باقی سب کو واپس بھیج دو مجھے سیکریٹری چاہیئے ماڈل نہیں۔" ابتہاج کی غصیلی آواز فون سے آرہی تھی جو کے باہر موجود ایمپلائی سُن رہا تھا۔

"ایکسکیوز می مس؟ آپ کا نام کیا ہے؟" امسال جو کے فون میں کچھ دیکھ رہی تھی اُسے لڑکے کی آواز سنائی دی تھی۔

"امسال ہمدان صدیقی۔" امسال نے جواب دیا تھا۔

"آپ اندر تشریف لے جائیں۔"اُس لڑکے کو امسال ہی سب سے سادہ لگی تھی۔

امسال کو اندر بھیج کر باقیوں کو باہر کا راستہ دکھایا تھا۔

"اسلام و علیکم!"امسال دستک دے کر داخل ہوئی تھی۔

"و علیکم اسلام! بیٹھیں۔"دونوں بھائیوں نے سلام کا جواب دیا تھا، معراج نے ساتھ بیٹھنے کا کہا تھا جب کے امسال کو دیکھ کر ابتہاج کا غصہ اُڑن چھو ہو گیا تھا۔

خانہ پوری کے لیے انٹرویو لیا گیا تھا جب کے ابتہاج تو سوچ چکا تھا کہ یہ جاب امسال کو ہی دینی ہے، آخر کو یہی تو اُس کا بنایا گیا منصوبہ تھا۔

"آج سے آپ میری پرسنل سیکریٹری ہیں، سیلری ڈسکس کر لیں؟"ابتہاج فائل میں کچھ لکھتے ہوئے بولا تھا۔

"سر میں چاہتی ہوں پہلے اپنے والدین اور ارحان سے اجازت لے لوں یقین دہانی کے لیے، اُس کے بعد ہی کچھ کہہ سکتی ہوں۔"امسال اپنا سکارف ٹھیک کرتے ہوئے بولی تھی جس کی وجہ سے اُس کے ہاتھ میں موجود منگنی کی انگوٹھی ابتہاج دیکھ چکا تھا۔

"آپ انٹرویو کے لیے آئی ہیں تو آپ کو یہ سب پوچھ کر آنا چاہیئے تھا، خیر آر یو انگیجڈ؟"

ابتہاج کے لہجے میں غصے اور سختی کا اُنصر تھا، ظریں امسال کی انگلی میں موجود انگوٹھی پہ تھیں۔

معراج نے کرسی پہ رکھے ابتہاج کے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھا تھا، مقصد اُسے ٹھنڈا رکھنا تھا کیونکہ وہ ابتہاج کو بہت اچھے سے جانتا تھا۔

"جی سر شائد آپ کو یاد ہو، میں نے آپ کو بتایا تھا ارحان کے بارے میں۔" امسال نے جواب دیا تھا معراج بظاہر خاموش تھا۔

"تم پہلے یہاں کام کر چکی ہو اِس لیے اتنی رعایت دے رہا ہوں، کال کر کے ایچ-آر میں بتا دینا، اب جا سکتی ہو تم۔" ابتہاج اپنے غصے پہ قابو کرتے ہوئے بولا تھا لیکن پھر بھی لہجے کی سختی چھپا نہیں پایا تھا۔

امسال کے جاتے ہی ابتہاج نے ٹیبل پہ موجود تمام چیزیں ہاتھ مار کے پھینکیں تھیں۔

معراج ابتہاج کو قابو کرنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔

"چھوٹے میر کیا کر رہے ہو یہ؟ پاگل ہو گئے ہو کیا!" ابتہاج نے غصے میں دیوار پہ اتنی زور سے مکا مارا تھا کہ اب وہاں سے خون نکلنا شروع ہو گیا تھا۔

"ہاں پاگل ہو گیا ہوں میں۔۔۔۔۔ جہاں میرے نام کی انگوٹھی ہونی تھی وہاں کسی اور کے نام کی انگوٹھی ہے بڑے میر، میں جان لے لوں گا اُس ارحان کی۔" ابتہاج غصے میں دھاڑ رہا تھا۔

"چھوٹے میر جوش سے نہیں ہوش سے کام لو، یہ وقت جزبات میں آنے کا نہیں ہے۔" معراج ابتہاج کو سمجھا رہا تھا ساتھ ہی فرسٹ ایڈ باکس نکال کے اُس کا زخم صاف کر رہا تھا۔

ابتہاج اب یہ سوچ رہا تھا کہ وہ آگے ایسا کیا کرے کہ امسال اُس کی ہو جائے۔

ہماری ویب میں شایع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔

ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین(New Era Magazine)کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشااللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین

امسال نے اپنے گھر سے اجازت لے لی تھی اور جیسا ابتہاج نے کہا تھا اس نے ویسے ہی ایچ-آر میں کال کر کے بتا دیا تھا۔ آج ایک بار پھر امسال ابتہاج کے آفس میں موجود تھی۔

"سر مجھے آج سے ہی جائن کرنا ہے؟" امسال نے پوچھا تھا۔

"کل سے کرنا آج ساری فارمیلیٹیز پوری کر لو۔" ابتہاج کی انگلیاں بہت تیزی سے لیپ ٹاپ کے کی-پیڈ پہ چل رہی تھیں۔

"ٹھیک ہے سر! کیا آپ میری تھوڑی سی رہنمائی کر سکتے ہیں کہ مجھے کیا کرنا ہو گا ایک سیکریٹری کے طور پہ؟" امسال نے مدد طلب لہجے میں ابتہاج سے درخواست کی تھی۔

"ہاں ضرور! تم پہلے جا کے ڈاکیومنٹس سائن کر لو۔" ابتہاج کے کہنے پہ امسال چلی گئی تھی۔ جن ڈاکیومنٹس کی بات ابتہاج کر رہا تھا وہ جاب کانٹریکٹ کے پیپرز تھے۔

ابتہاج نے اپنا کام مکمل کر لیا تھا اور اب امسال کا انتظار کر رہا تھا ساتھ ہی ٹیبل پہ موجود گیند کی شکل کے شو پیس کو گھما رہا تھا۔

"بیٹھو بھئی! بیٹھ جایا کرو تم میرے کہے بغیر، ایسے کھڑی مت رہا کرو۔" امسال کے آنے پہ ابتہاج بولا تھا۔

"جی تو آپ میرے سارے کام کریں گی، جو میں کہوں گا وہ آپ کو کرنا ہو گا، میری میٹنگ ڈیٹس اور باقی کا شیڈول بھی آپ ہی بنایا کریں گی۔ میرے آفس آنے سے پہلے آپ اپنی جگہ پہ موجود ہوں، یعنی کہ ٹھیک نو بجے۔ میرے آفس آنے کے ٹھیک پندرہ منٹ بعد آپ مجھے ایک کپ کافی بنا کر دیں گی اور پھر مجھے میرا شیڈول بتائیں گی۔ اگر کافی بنانا نہیں آتی تو کل تک کا وقت ہے آپ کے پاس سیکھ لیں، اور ہاں اگر مجھے کافی اچھی نہ لگی تو آپ کو تب تک بنانی ہو گی جب تک وہ میرے معیار کے مطابق نہ ہو۔ اس کے علاوہ آپ کو دیر تک بھی رکنا پڑ سکتا ہے جب تک میں اس آفس سے باہر نہیں نکلوں گا آپ بھی نہیں جا سکتیں۔ آخری بات یہ کے آپ کو میرے ساتھ آفیشل ڈنر یا لنچ بھی اٹینڈ کرنے ہونگے۔ میرے خیال سے میں نے بہت تفصیل سے آپ کو بتا دیا ہے، مجھے شکایت کا موقع نہ ملے۔" ابتہاج کی بات کچھ زیادہ ہی لمبی تھی کہ امسال بھی سب سن کے یہ محسوس کر رہی تھی جیسے وہ ابتہاج کی غلام بن چکی ہے۔

"شکر ہے یہ نہیں کہا کہ اس آفس کا جھاڑو پوچا بھی مجھے ہی کرنا ہو گا۔" امسال نے دل میں سوچا۔

"میری جگہ باہر والی ہو گی نا؟ جو زیب میم کی تھی۔" امسال نے تزدیک آمیز لہجے میں پوچھا تھا۔

"نہیں تم یہاں ہو گی، اُس روم میں۔" ابتہاج نے اپنے آفس میں ہی موجود ایک کمرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا۔

"لیکن سر زیب میم تو باہر ہوتی تھیں نا، پوزیشن تو ایک جیسی ہی ہے ہماری۔" امسال نے سوچتے ہوئے کہا تھا۔

"وہ زیب تھی، تم امسال ہو! اور ویسے بھی تمہیں سمجھ آ جائے گی اپنی پوزیشن جلد ہی۔" ابتہاج نے اپنی بات پہ زور دیتے ہوئے کہا تھا۔

"میں کچھ سمجھی نہیں؟" یہ انسان واقعی میں امسال کی سمجھ سے باہر تھا۔ ابتہاج کی باتوں میں امسال الجھ کر رہ جاتی تھی۔

"دماغ پہ زیادہ زور نہ ڈالو، سمجھ جاؤ گی وقت کے ساتھ ساتھ۔ کل سے پھر باقاعدہ آپ کی جاب کا آغاز ہو گا، میری میٹنگ ہے میں چلتا ہوں۔" ابتہاج اپنی کرسی سے کھڑا ہو گیا تھا، ساتھ ہی امسال بھی کھڑی ہو گئی تھی۔

ماہا اور ارشمیل کا نکاح ہو گیا تھا اور آج وہ دونوں اپنے دوستوں کو ٹریٹ دے رہے تھے۔ امسال کی جاب پکی ہو گئی تھی اس لیے سب اس سے بھی ٹریٹ مانگ رہے تھے۔

"میں تو نہیں دے رہی کوئی ٹریٹ وریٹ!" امسال نے صاف انکار کیا تھا۔

"کتنی کنجوس ہو تم، ہم سے ٹریٹ لے لی اور اب خود کی بات آئی تو بہانے۔" یہ ماہا بولی تھی۔

"ہاہاہا! وہ بیسٹ فرنڈ ہی کیا جو ٹریٹ دے دے۔" امسال نے آنکھ مارتے ہوئے کہا تھا۔

امسال کے انداز پہ سب ہنس دیے تھے جب کہ ارحان تو آج امسال میں ہی کھویا ہوا تھا، وہ اتنی پیاری جو لگ رہی تھی۔۔۔۔امسال ویسے ہی بہت پیاری تھی اور تھوڑا سا میک اپ اسے مزید خوبصورت بنا دیتا تھا، یہ الگ بات تھی کہ وہ میک اپ بہت کم کرتی تھی۔

"بھائی بس کر دے! کیا نظر لگائے گا تو میری بہن کو؟" ریحان جو کب سے ارحان کو نوٹ کر رہا تھا، آخر بول پڑا۔ ریحان کے بولنے کی دیر تھی کے سب ارحان کو چھیڑنے لگے تھے۔

سب لوگ ارحان کو چھیڑنے میں مصروف تھے لیکن امسال، وہ صرف المیر کو دیکھ رہی تھی۔ المیر کے چہرے کے تاثرات اچانک ہی بدلے تھے اور ان بدلے تاثرات نے امسال کو بہت کچھ سوچنے پہ مجبور کر دیا تھا۔ منگنی والے دن بھی امسال نے غور کیا تھا

کہ المیر بہت بجھی بجھی سی تھی،اور اُس دن جلدی چلی گئی تھی یہ کہہ کر کہ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں۔۔۔۔اُس دن تو امسال نے مان لیا تھا، لیکن آج بھی المیر کے تاثرات کا یوں بدلنا،امسال کو کچھ گڑبڑ محسوس ہوئی تھی اور اس نے المیر سے اس بارے میں بات کرنے کا سوچ لیا تھا۔امسال جانتی تھی المیر کو وہ کسی سے حسد کرنے والی نہ تھی۔

آج امسال کا پہلا دن تھا اور وہ آفس جلدی پہنچ گئی تھی،ابتہاج کے آنے میں ابھی وقت تھا جب تک امسال اس کا شیڈول تیار کر رہی تھی،امسال تھوڑی گھبرائی ہوئی بھی تھی کہ بارحال یہ کام وہ پہلی بار کر رہی تھی اور غلطی کی گنجائش صفر تھی۔

وقت گزرا اور میر ابتہاج صاحب بھی آفس تشریف لا چکے تھے،امسال ابتہاج کو سلام کر کے اب کافی بنا رہی تھی۔کافی بنانے میں ٹائم اس لیے لگا تھا کیونکہ امسال نے یہ تو پوچھا ہی نہیں تھا کہ ابتہاج کیسی کافی پیتا ہے۔اللہ اللہ کر کے اپنے حساب سے کافی بنائی اور ابتہاج کے آفس کی طرف چل دی۔

اجازت ملنے پہ اندر بڑھی اور کافی ابتہاج کے سامنے ٹیبل پہ رکھی،ابتہاج خود لیپ ٹاپ پہ کچھ دیکھ رہا تھا۔امسال اپنا آئی پیڈ لائی تاکہ ابتہاج کو اس کا شیڈول بتا سکے،یہ اُسے

آفس کی طرف سے ہی ملا تھا۔امسال کے مطابق بڑے لوگوں کے بڑے بڑے چونچلے۔امسال ابتہاج کے اگلے حکم کے لیے کھڑی تھی کہ وہ کہے تو وہ اسے بتانا شروع کرے۔ابتہاج کی نظریں لیپ ٹاپ پہ ہی مرکوز تھیں اور اس نے ہاتھ بڑھا کے بھانپ اڑاتی کافی کا کپ منہ سے لگایا۔امسال تو بس ابتہاج کو آنکھیں پھاڑے یہ کھولتی ہوئی کافی پیتے دیکھ رہی تھی۔کافی کا گھونٹ منہ میں لیتے ہی ابتہاج کے چہرے کے تاثرات بگڑے تھے اور اس نے کافی کو دیکھنے کے بعد امسال کو گھورا تھا۔

"لگتا ہے زبان جل گئی سر کی،اتنی گرم کافی کون پیتا ہے بھلا!"امسال دل ہی دل میں اندازے لگا رہی تھی،جبکہ ابتہاج کے گھورنے پہ اُسے خطرے کی گھنٹی سنائی دی تھی۔

"یہ کیا ہے؟"ابتہاج کا لہجہ سخت مگر دھیما تھا۔وہ اپنی کافی پہ ہرگز بھی سمجھوتہ نہیں کر سکتا تھا۔

"کافی ہے سر۔"امسال نے ایسے کہا تھا جیسے ابتہاج کو پتا ہی نہیں کی اس کے ہاتھ میں موجود کپ کے اندر کافی ہے۔

"میں اس قسم کی کافی نہیں پیتا!کس سے پوچھ کر اس میں دودھ ڈالا ہے تم نے ہاں؟ اور اتنی چینی!کافی ہے یا شربت؟"ابتہاج نے صبح صبح ہی امسال کی کلاس لے ڈالی تھی۔جب کے امسال کی شکل تو رونے والی ہو گئی تھی۔

"سر آپ نے بتایا ہی نہیں کہ آپ کیسی کافی پیتے ہیں۔" امسال نے گردن جھکا کے کہا تھا، اگر ابتہاج کو دیکھتی تو شائد رو دیتی۔

"تو آپ مجھ سے پوچھ سکتی تھیں۔ خیر، دوبارہ بنا کر لاؤ، اور اس بار بلکل ویسی ہونی چاہیئے جیسی میں بتا رہا ہوں! بلیک کافی، نو ملک! اور ہاں چینی ایک چمچ۔ جا سکتی ہیں اب آپ!" ابتہاج نے شہانہ انداز میں حکم جاری کیا تھا جبکہ امسال باہر چلی گئی تھی۔

امسال کے باہر جاتے ہی ابتہاج مسکرایا تھا، کافی اچھی تھی لیکن ابتہاج صبح بلیک کافی پیتا تھا۔ امسال کو کچھ تنگ بھی تو کرنا تھا ورنہ وہ امسال کے ہاتھ سے زہر بھی پینے کو تیار تھا۔

"ہنہہ! سمجھتے کیا ہیں خود کو، ایسے آرڈر دے رہے ہیں جیسے غلام ہوں میں ان کی۔ میری اتنی اچھی بنائی ہوئی کافی جس کی سب تعریف کرتے ہیں ان کو اچھی ہی نہیں لگی! کالی کافی پی پی کہ بلکل کڑوے اور بدزوق ہیں۔ اتنی گرم کافی پیتے ہیں کے انسان کے پھیپھڑے جل جائیں۔ دل تو کر رہا ہے زہر ملا دوں!" امسال نے پہلے والی کافی کا کپ پٹخا تھا اور اب غصے میں نجانے کیا کیا بڑبڑاتے ہوئے دوسری کافی بنا رہی تھی۔

امسال کو جوائن کئے ہوئے اب ایک مہینہ مکمل ہونے والا تھا۔ اب اُسے سب کچھ سمجھ میں آ گیا تھا اور وہ اپنا کام بہت اچھے انداز میں انجام دے رہی تھی۔ لنچ بریک چل رہا تھا

جس کے بعد ایک بہت اہم میٹنگ تھی اور اس میں امسال جہانگیر انٹرپرائزز کی جانب سے پریزینٹیشن دینے والی تھی۔امسال کچھ گھبرائی ہوئی تھی،ایک تو پہلی بار ملک کی نامور کمپنیوں کے سامنے اسے بولنا تھا دوسرا اس میٹنگ میں جہانگیر صاحب کے ساتھ ساتھ فورن ڈیلیگیشن بھی آنے والی تھی۔امسال اپنی جگہ پہ بیٹھی پریکٹس کر رہی تھی تاکہ وہاں کوئی غلطی نہ ہو۔

"امسال؟"ابتہاج جو کہ کافی دیر سے امسال کی حرکتیں دیکھ رہا تھا،آخر کار اس کو آواز دے ہی دی تھی۔

"جی سر؟کوئی کام ہے آپ کو؟"امسال ابتہاج کی آواز سنتے ہی باہر آئی تھی۔

"بس کر دو لڑکی،کیوں اتنا گھبرا رہی ہو تم؟ادھر آؤ اور بیٹھ کے لنچ کرو،میں نے منگوالیا ہے۔"ابتہاج کو صرف امسال کی فکر تھی۔ان کچھ ہفتوں کے عرصے میں ابتہاج اور امسال کی پروفیشنل ہی سہی مگر دوستی ہو گئی تھی۔

"نہیں سر مجھ سے نہیں کھایا جائے گا ابھی،میں ایک بار پریزینٹیشن چیک کر لوں کہ کوئی غلطی تو نہیں۔"امسال کہتے ساتھ ہی واپس جانے لگی تھی۔

"ادھر آ کر بیٹھو امسال، میں نے پریزینٹیشن دیکھ لی ہے بہت اچھی بنی ہے ساتھ ہی بھائی کو بھی دکھا چکا ہوں۔ اگر تم اس طرح گھبراؤ گی تو وہاں ہمارے مطالبات کو کیسے پیش کرو گی؟ کم آن! تم ایک پُراعتماد لڑکی ہو۔" ابتہاج امسال کو حوصلہ دے رہا تھا۔

"جی سر آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں، میں آتی ہوں لنچ کر کے۔" امسال دروازے کی طرف بڑھی تھی۔

"میں نے یہیں منگوالیا ہے، بیٹھ جاؤ۔" ابتہاج کے کہنے پہ امسال بیٹھ گئی تھی۔

لنچ آگیا تھا اور دونوں اس میں مصروف تھے۔ ساتھ ساتھ ابتہاج یہاں وہاں کی باتیں کر رہا تھا، اس کا مقصد صرف امسال کو ریلیکس رکھنا تھا۔ جب کہ امسال تو تھی ہی باتونی، فوراً باتوں میں لگ گئی تھی۔

"یہ تم مجھے دیکھتے ہی میرے سامنے ہمیشہ کھڑی کیوں ہو جاتی ہو؟" ابتہاج نے سوچتے ہوئے سوال کیا تھا۔

"کیونکہ آپ میرے باس ہیں اور یہ میری ڈیوٹی ہے۔" امسال نے جواب دیا۔

"باس ہوں لیکن غلام نہیں ہو تم میری۔" ابتہاج نے فوراً جواب دیا۔

"ایک بات پوچھوں آپ سے؟ اگر آپ کو بُرا نہ لگے تو، تھوڑی پرسنل ہے۔" امسال کو نجانے کیا سوجی تھی۔

"ہاں پوچھو!" ابتہاج نے کھاتے ہوئے جواب دیا تھا۔

"آپ کی شادی ہو گئی؟" امسال نے عام سے انداز میں سوال کیا۔

"نہیں ابھی نہیں ہوئی۔" ابتہاج چونکا تھا اس سوال پہ۔

"ویسے کوئی پسند ہے آپ کو؟" امسال نے ایک اور سوال کیا تھا۔

"ہاں بس بول نہیں پا رہا ہوں اُس کو۔" ابتہاج نے امسال کو اپنی نظروں کے حصار میں لیتے ہوئے کہا تھا جبکہ وہ کھانے میں مگن تھی۔

"واؤ! تو بول دیں جلدی اس سے پہلے کوئی دوسرا لے اُڑے اُسے۔۔۔۔اُوپس سوری!" امسال دوستانہ انداز میں بولی تھی لیکن پھر احساس ہوا تھا کے ابتہاج اس کا دوست نہیں بوس ہے۔

"ایسے کیسے لے اُڑے گا کوئی، میں پر کاٹ دوں گا اُس کے!" ابتہاج کے لہجے میں جنون سا بول رہا تھا۔

"آج کل کے زمانے میں کچھ بھی ہو سکتا ہے۔" امسال مسکراتے ہوئے بولی تھی۔

"میں اتنا کمزور نہیں ہوں کہ اپنی محبت سے دستبردار ہو جاؤں۔ کوئی مجھ سے میری محبت کو چھیننے کا سوچے گا بھی تو اس کا وہ حال کروں گا کہ اس کی نسلیں تک یاد رکھیں

گی۔"ابتہاج کے لہجے میں موجود جنونیت کو امسال نے محسوس کیا تھا اور ایک پل کو ڈر سی گئی تھی۔

"ارے ارے! آپ تو بلکل ناول کے ہیرو کے انداز میں بول رہے ہیں۔"امسال نے ماحول کو مزاحیہ بنانے کی کوشش کی اور کامیاب بھی ہو گئی۔

"ہاں! اور اب ہیروو الا ہی کام بھی کرنا ہے۔ منگنی تڑوانی ہے اُس کی۔"ابتہاج کا انداز بلکل نارمل تھا۔

"واٹ؟! اُس کی منگنی ہو چکی ہے؟"امسال جو کہ نوالہ منہ میں ڈالنے والی تھی، ابتہاج کی بات سن کر وہ ہوا میں ہی رہ گیا تھا۔امسال لہجے میں اس وقت حیرتوں کا سمندر تھا۔

"جی بلکل! ویسے تم بتاؤ، تم کیا کرتی اگر میری جگہ ہوتی تو؟"ابتہاج امسال کو دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

"پتہ نہیں۔"امسال کو کچھ سمجھ ہی نہ آیا کہ کیا جواب دے۔

"معراج سر کی شادی ہونے والی ہے، آپ لوگ تو کافی مصروف ہوتے ہوں گے۔"

امسال کو آج پتہ نہیں کیا ہو گیا تھا جو وہ اتنی باتیں کر رہی تھی، ابتہاج تو یہی سوچ رہا تھا۔

"ہاں لیکن ہمارا اتنا کوئی کام نہیں ہوتا فی الحال ماما، بابا اور غلام دین ہی سب دیکھتے ہیں۔"

ابتہاج نے جواب دیا۔

"بہت مشکل ہے شادی کی شاپنگ کرنا، میں تو تھک جاتی ہوں بزاروں میں گھوم گھوم کر اتنی گرمی میں۔۔۔۔۔میری بھی شادی کی شاپنگ چل رہی ہے، جلد ہی شادی ہے۔"امسال اپنی دکھی داستان سنا رہی تھی جب کہ اُس کی شادی کا ذکر شروع ہوتے ہی ابتہاج کی رگیں تن گئی تھیں۔

"ہاں کیوں نہیں بہت جلد۔"ابتہاج معنی خیز انداز میں بولا تھا لیکن سامنے امسال کھانے میں مصروف تھی۔

لنچ بریک کے بعد میٹنگ کا آغاز ہوا تھا اور امسال نے بہت اچھی پریزینٹیشن دی تھی، سب نے اُسے سراہا تھا۔۔۔۔۔جہانگیر صاحب نے بھی امسال کی تعریف کی تھی اور وہ پُرامید تھے کہ یہ ٹینڈر اُنہیں مل جائے گا۔ابتہاج بھی امسال کی کارکردگی سے خوش تھا، وہ امسال کی صلاحیتوں کو پہچان گیا تھا۔

کچھ دیر بعد امسال ابتہاج کے آفس میں آئی تھی اجازت ملنے پہ جب وہ اندر داخل ہوئی تو نظر کھڑکی کے پاس موجود وجود پہ پڑی جو لیب کوٹ پہنے کھڑا فون پہ بات کر رہا تھا، جب کہ ابتہاج کسی فائل میں سر دیے بیٹھا تھا۔ابتہاج کے کہنے پہ امسال کرسی پہ بیٹھی تھی اور ایک فائل ابتہاج کی طرف بڑھائی تھی جس پہ اب وہ سائن کر رہا تھا۔

"سر آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟" امسال سے تجسّس کے مارے رہا نہ جا رہا تھا، اس لیے پوچھ بیٹھی۔

"ہاں الحمد للہ! بلکل ٹھیک ہوں میں، مجھے کیا ہو گا؟" اپنے گھر والوں اور کچھ دوستوں کے علاوہ صرف امسال ہی تھی جس سے ابتہاج لمبے جملوں میں بات کرتا تھا ورنہ اس کے جوابات اکثر مختصر ہی ہوا کرتے تھے۔

"وہ یہ ڈاکٹر یہاں پہ موجود ہیں تو مجھے لگا شائد۔۔۔" امسال نے اپنی بات مکمل نہ کی تھی کہ پیچھے سے کوئی بولا تھا۔

"ارے ے!! بھابھی تشریف لائی ہیں۔" حیدر شوخ لہجے میں بولا تھا، منہ سے الفاظ پھسلے تھے۔

جہاں امسال پوری گھوم کہ حیدر کو الجھی نظروں سے دیکھ رہی تھی وہیں ابتہاج نے اپنا ماتھا پیٹا تھا اور حیدر کو ایسے گھور رہا تھا جیسے کہہ رہا ہو، 'تو میری کہانی شروع ہونے سے پہلے ہی کیوں ختم کر رہا ہے!'

"و۔۔۔وہ میرا مطلب تھا کہ۔۔۔۔۔ سوری مجھے لگا بھابھی بیٹھی ہیں، دراصل میری بھابھی بھی پیچھے سے ایسی ہی دکھتی ہیں۔" حیدر کو سمجھ نہ آ رہا تھا کہ کیسے بات سنبھالے

اور پھر اس نے انتہا کی بونگی وضاحت دی تھی جسے سنتے ہی ابتہاج نے ضبط سے آنکھیں بند کی تھیں۔

"آہمم! یہ میرا بھائی ہے، ڈاکٹر حیدر یزدانی۔۔۔۔اور یہ میری سیکریٹری ہیں مس امسال۔" اس سے پہلے کہ حیدر مزید کچھ فضول بولتا، ابتہاج نے تعارف کروایا تھا۔

"آپ سے مل کر خوشی ہوئی۔" امسال نے رسمی جملا کہا تھا جواب میں حیدر نے مسکرا کر سر کو خم دیا تھا اور امسال فائل واپس لے کر چلی گئی تھی۔

"بس بھی کر دے اب کتنا گھورے گا۔۔۔۔ غلطی سے مسٹیک ہو گئی!" حیدر کی بات پہ ناچاہتے ہوئے بھی ابتہاج کے لب مسکرا اٹھے تھے۔

ایک طرف میر معراج کی شادی کی تیاریاں زور و شور سے جاری تھیں تو دوسری جانب امسال کی شادی کی تیاریاں بھی چل رہی تھیں۔ ابتہاج اب مزید دیر نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے اس نے سوچ لیا تھا کہ اب وہ امسال کو سب کچھ بتا دے گا۔ وہ اسے بتائے گا کہ وہ امسال سے دیوانہ وار محبت کرتا ہے۔ ویسے بھی ابتہاج کسی کے باپ سے نہیں ڈرتا تھا، اگر امسال پیار سے مان جائے تو ٹھیک ورنہ ابتہاج کو اپنی پسند حاصل کرنا آتا ہے۔

"امسال چلو میرے ساتھ۔" دو بجے کا وقت ہو رہا تھا جب ابتہاج امسال کے پاس آیا تھا۔

"کہاں جانا ہے سر؟" امسال نے نہ سمجھی میں پوچھا۔

"لنچ پہ جانا ہے ہمیں، جلدی چلو لیٹ ہو رہا ہے۔" ابتہاج نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔

"لیکن سر میرے پاس جو شیڈول ہے اس میں ایسا کچھ نہیں لکھا۔" امسال نے شیڈول دیکھتے ہوئے کہا۔

"ایک تو تم سوال بہت کرتی ہو، ابھی ڈسائڈ ہوا ہے۔ اب چلو بھی!" ابتہاج کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ وہ امسال کو گود میں اٹھا کر لے جاتا۔

"اوکے سر چلیں۔" امسال کو ابتہاج کے تیور ٹھیک نہ لگ رہے تھے، اس سے پہلے کہ وہ غصہ ہوتا امسال نے چلنے میں ہی عافیت جانی۔

ابتہاج نے ایک ریستوران کے آگے گاڑی روکی تھی اور دونوں نکل کے اندر کی جانب بڑھ گئے تھے۔ ویٹر دونوں کو کونے میں موجود ایک ٹیبل کے پاس لے آیا تھا جو کہ ابتہاج نے بُک کروائی تھی۔

"سر یہ تو دو لوگوں کی ٹیبل ہے۔" امسال نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

"ابتہاج بولا کرو، سر زہر لگتا ہے مجھے تمہارے منہ سے!" ابتہاج نے سختی سے کہا تھا۔

"میں آپ کا نام کیسے لے سکتی ہوں، آپ میرے بوس ہیں۔" امسال نے جواب دیا۔

"بوس بس آفس کی حد تک ہوتا ہوں۔" ابتہاج چڑا تھا۔

"تو اب بھی آفس ٹائمنگ ہی ہیں اور ہم کسی میٹنگ کے لیے ہی آئے ہیں یقیناً۔" امسال نے فوراً جواب دیا۔

"بیٹھو مجھے تم سے بات کرنی ہے۔" ابتہاج کرسی کھینچتے ہوئے بولا تھا۔

"مطلب کہ کوئی میٹنگ نہیں ہے۔" امسال نے تزدیک آمیز لہجے میں پوچھا۔

"ہماری میٹنگ ہے یہ، بیٹھ جاؤ سب دیکھیں گے تو تمہیں ہی مسئلے ہوں گے۔" ابتہاج بہت چِل تھا۔

"آپ کو جو بھی بات کرنی تھی آپ آفس میں کر سکتے تھے، یہ سب کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔" ابتہاج مزید کچھ کہتا اس سے پہلے امسال بول پڑی، اسے یہ سب پسند نہ آیا تھا۔

"آفس میں تماشہ لگ جاتا، جو کہ میں نہیں چاہتا تھا۔" ابھی نے وجہ بیان کی۔

"آپ کیا کہہ رہے ہیں مجھے کچھ بھی سمجھ نہیں آرہا ہے۔" امسال کو واقعی یہ سب کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔

"غور سے اور تحمل سے سننا میری بات! تمہیں پتا ہے نہ جو لڑکی مجھے پسند ہے، میری محبت ہے، اس کی منگنی ہوئی وی ہے۔" ابتہاج نے بات کا آغاز کیا تھا۔

"جی تو؟" نا جانے کیوں امسال کا دل بہت زوروں سے دھڑک رہا تھا، جیسے کچھ غلط ہونے والا ہے۔

"تو وہ لڑکی کوئی اور نہیں بل کہ تم ہو امسال ہمدان صدیقی!" ابتہاج بہت اطمینان سے بولا تھا جبکہ امسال کے سر پہ گویا دھماکہ ہوا تھا۔

"واٹ؟! یہ کس قسم کا گھٹیا مزاق ہے۔" امسال غصے اور صدمے بھرے لہجے میں بولی تھی۔

"مزاق نہیں ہے یہ، تمہاری ایک جھلک مجھے کسی اور کو نا دیکھنے کا پابند کر گئی ہے۔" ابتہاج کا لہجہ سراپا محبت تھا۔

"آپ کو پتہ بھی ہے کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟" امسال غصے بھرے لہجے میں بولی تھی۔

"بہت اچھے سے پتہ ہے اور اس بات کو تم بھی اپنے دماغ میں بٹھا لو کہ تم صرف اور صرف میری ہو یعنی میرا ابتہاج جہانگیر کی۔۔۔۔اور ہاں اس ارحان سے منگنی ختم کرو

خود ہی ورنہ میں یہ کام کروں گا، بڑا مزہ آئے گا!" ابتہاج کے چہرے پہ معنی خیز مسکراہٹ تھی اور وہ امسال کو زہر لگ رہی تھی۔

"شٹ اَپ!! ایسا کچھ نہیں ہو گا سمجھے آپ، میں ارحان کی امانت ہوں اور اُسی سے شادی کروں گی یہ بات آپ اپنے دماغ میں بٹھا لیں۔" امسال ہلکی آواز میں پھنکاری تھی۔

"تمہیں پتا ہے آج تک کسی کی ہمت نہیں ہوئی مجھ سے اِس لہجے میں بات کرنے کی، تمہاری جگہ اگر کوئی اور ہوتا نہ تو کیا حال کرتا میں اس کا دنیا دیکھتی۔" ابتہاج کا لہجہ اچانک تبدیل ہوا تھا کہ ایک پل کو امسال بھی خوف زدہ ہو گئی تھی۔

"اور کیا کہا تم نے؟ تم ارحان کی امانت ہو؟" ابتہاج اتنا کہہ کے رو کا تھا اور امسال سے نزدیک چاہی تھی۔

"ہاں!" امسال سے اس کے علاوہ اور کچھ نہ بولا گیا۔

"ہاہاہا! جو بول رہا ہوں اُس کو پیار سے سمجھ لو اور مان لو ورنہ میرے طریقے تم برداشت نہیں کر پاؤ گی۔ تم صرف میرا ابتہاج کی امانت ہو خود کہ پاس بھی! اور ہاں آج کہ بعد نظر نہ آؤ تم مجھے ارحان کے ساتھ ورنہ پچھلی بار سے بھی زیادہ بُرا حشر کرواؤں گا میں اس کا۔" ابتہاج امسال کو اچھے خاصے انداز میں دھمکا کر وہاں سے چلا گیا تھا۔

امسال گنگ رہ گئی تھی، اُسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اچانک یہ سب کیا ہوا ہے۔ جب تھوڑے ہوش بہال ہوئے تو امسال ریستوران سے نکل کہ دوبارہ آفس آئی تھی، ابتہاج آفس نہ آیا تھا۔۔۔۔امسال ایچ-آر میں اپنا ریزیگنیشن لیٹر دے کر جہانگیر انٹرپرائزز سے نکلتی چلی گئی تھی۔

امسال کا ریزیگنیشن کانٹریکٹ کی بنیاد پر کینسل ہو گیا تھا۔ لیکن وہ بھی امسال تھی، نہ اسے دوبارہ وہاں جانا تھا نہ وہ گئی تھی۔ جو کچھ بھی ابتہاج نے امسال سے کہا تھا وہی باتیں اس کے دماغ میں گھوم رہی تھیں اور وہ بہت پریشان ہو گئی تھی، اُسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ یہ بات کس کو بتائے۔ گھر میں بھی اُس نے یہ کہہ دیا تھا کہ وہ اب اپنی ڈگری مکمل ہونے کہ بعد ہی جاب کرے گی، وہ اپنے والدین کو پریشان کرنا نہیں چاہتی تھی لیکن اُس کے دماغ میں اب ہر وقت بُرے خیالات آتے تھے۔ دل کو کچھ برا ہونے کا ڈر لگا رہتا تھا۔

خواب کا سلسلہ ایک بار پھر شروع ہو چکا تھا لیکن اب فرق یہ تھا کہ امسال کو اُس سنہری آنکھوں والے کی شکل صاف نظر آتی تھی اور وہ شخص اور کوئی نہیں بل کہ ابتہاج ہی تھا۔ خواب کے آنے کے ڈر سے امسال راتیں جاگنے لگی تھی۔

تہجد کا وقت تھا اور امسال کی آنکھ ایک بار پھر ڈر کے مارے کھلی تھی وہی کیفیت جو اُس خواب کو دیکھنے کہ بعد ہوتی تھی۔امسال وضو کر کے اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہوئی تھی، نماز ادا کر کے جب دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے تو آنسو خود بہ خود ہی بہنے لگے۔۔۔۔۔یہ اُس کی عادت تھی جب وہ کوئی بات کسی سے نہ کہہ پاتی تھی تو وہ ایسے ہی اپنے اللہ سے باتیں کیا کرتی تھی اور اپنے لیے عافیت کی دعا مانگتی تھی۔

"اے میرے پاک پروردگار! یہ اچانک کیا ہو گیا ہے میرے ساتھ؟ میرے مالک آپ تو جانتے ہیں نہ کہ میں نے کچھ نہیں کیا ہے، میں نہیں جانتی وہ شخص کب میری طرف مائل ہو گیا۔۔۔۔میرے اللہ آپ جانتے ہیں کہ میں نے کبھی کسی نامحرم کی توجہ اپنی طرف دلانے کی کوشش نہیں کی، تو پھر یہ کیا ہو گیا ہے؟ اے دو جہانوں کے رب میں جانتی ہوں میں بہت گناہگار ہوں لیکن میرے رب آپ تو غفور الرحیم ہیں۔میرے اللہ میرے لیے عافیت والا معاملہ کرنا، جو میرے حق میں بہتر ہے وہ کرنا، آمین!"

کرنے کہ تہجد ادا کرنے کے بعد امسال کو محسوس ہوا کہ جیسے کوئی بوج اُس پر سے اُترا ہو۔سوچتے سوچتے وہ ایک بار پھر نیند کی وادی میں اتر گئی تھی۔

میر معراج کی شادی کے فنکشنز شروع ہو چکے تھے، چونکہ وہ گھر کا بڑا بیٹا تھا اس لیے تمام فنکشنز بہت دھوم دھام سے کیے جا رہے تھے۔ ابتہاج اپنے بڑے بھائی کی شادی میں مصروف تھا جس کی وجہ سے وہ امسال پہ خاص توجہ نہیں دے پا رہا تھا۔۔۔۔ لیکن ابتہاج خود نہیں تو اس کے وفادار ملازم ہمہ وقت امسال پہ نظر رکھے ہوئے تھے اور ابتہاج کو آگاہ کرتے رہتے تھے۔

معراج کے ولیمے کی دعوت تو امسال کو بھی ملی تھی باقی کے کمپنی سٹاف کی طرح لیکن جو کچھ ہوا تھا، اب امسال مر کر بھی وہاں نہ جاتی۔ ابتہاج کی اتنے دنوں کی خاموشی کو دیکھ کر امسال نے یہی تصور کیا تھا کہ ابتہاج کو اُس سے صرف وقتی لگاؤ ہو گیا تھا۔ اسی سوچ نے امسال کو قدرے مطمئن کر دیا تھا اور وہ دوبارہ نارمل ہو گئی تھی۔۔۔۔۔ لیکن امسال یہ نہیں جانتی تھی کہ ابتہاج اس سے دیوانہ وار محبت کرتا ہے اور کسی بھی قیمت پہ اُس سے دستبردار نہیں ہو سکتا۔

اس تمام عرصے میں امسال دو بار ارحان کے ساتھ فیملی ڈنر پہ گئی تھی۔ ابتہاج کو جب اس بات کی خبر ہوئی تو اس نے امسال کو کال کی۔

"ہاں ارحان ہو گیا کام؟" امسال نے ارحان سے کسی کام کا کہا تھا اور وہ اُسے کال کرنے والا تھا، امسال نے بغیر دیکھے کال اٹھائی تھی یہ سمجھ کر کہ دوسری طرف ارحان ہو گا۔

"ہیلو!" ابتہاج کی غصیلی آواز آئی تھی۔

"ہیلو؟ تمہاری آواز کو کیا ہو گیا ارحان؟" امسال نے کہہ کر جب نمبر دیکھا تو وہ کوئی اجنبی نمبر تھا۔

"جتنا ارحان ارحان کرو گی اتنا ہی اُسے تکلیف میں ڈالو گی۔" ابتہاج بہت آرام سے بولا تھا لیکن لہجے میں دھمکی واضع تھی۔

"ک۔۔۔ کون بات کر رہا ہے؟" امسال کو کچھ گڑبڑ محسوس ہوئی تھی۔

"صرف آپ کا میرا ابتہاج جہانگیر اور کون، میری جان اتنی جلدی آواز بھول گئیں میری؟" ابتہاج ماصومیت سے بولا تھا۔

"شٹ اپ! آپ کی ہمت کیسے ہوئی مجھے فون کرنے کی۔" ابتہاج کا نام سنتے ہی امسال کو غصہ آیا تھا۔

"ہمت ابھی تم نے دیکھی کہاں ہے میری جان۔" ابتہاج مسکرایا تھا۔

"سٹاپ کالنگ می دیٹ! نفرت ہے مجھے آپ سے، آج کے بعد مجھے فون کرنے کی کوشش نہ کریے گا۔" امسال کے لہجے سے غصہ چھلک رہا تھا۔

"ہاہاہا! جان کو جان ہی بولوں گا نہ خیر، یہ بتاؤ کیسی ہو؟" ابتہاج نے بہت پیار بھرے انداز میں پوچھا تھا۔

"آپ سے مطلب؟ آپ کی عزت کرتی ہوں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ فری ہونگے مجھ سے۔" امسال نے جواب دیا۔

"عزت کرنا اچھی بات ہے۔ ابھی تو فرض نہیں ہے لیکن بہت جلد فرض ہو جائے گا تم پہ یہ۔۔۔۔ اور اُس لڑکے سے دور رہو، آئندہ کہیں آتی جاتی نہ دکھو تم مجھے اُس کے ساتھ۔" ابتہاج کا لہجہ سخت ہو چکا تھا۔

"آپ ہوتے کون ہیں مجھے آرڈر دینے والے؟" امسال کی پیشانی پہ بل نمایاں ہوئے تھے۔

"تمہارا ہونے والا شوہر ہوں! سرتاج! ہسبینڈ! اور کون سی لینگویج میں بتاؤں؟" ابتہاج کے لہجے میں شرارت ناچ رہی تھی۔

"میں نہیں کروں گی آپ سے شادی! سنا آپ نے؟" امسال کا دل کر رہا تھا چیخ چیخ کر یہ بات کہے۔

"شادی تو تمہاری مجھ سے ہی ہو گی ڈیئر، بہتر ہے پیار سے مان جاؤ ورنہ اپنی مرضی کی بساط بچھانا مجھے خوب آتا ہے۔۔۔۔ شطرنج کا ماہر ہوں میں، ایسی بساط بچھاتا ہوں کہ سامنے والے کے پاس میری مرضی کی چال چلنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہوتا اور جیت

کس کی ہونی ہے یہ بھی اختتام سے پہلے پتا چل جاتا ہے۔"ابتہاج کا انداز سرد تھا، برف کی مانند جماد ینے والا، اور اُس کی اِس بات سے امسال جم ہی تو گئی تھی۔

"خواب رہ جائے گا یہ آپ کا سمجھے آپ!"امسال نے اتنا کہہ کر کال کاٹ دی تھی اور ساتھ ہی نمبر بھی بلاک کر دیا تھا۔

"ارے میری جان، خوابوں کو حقیقت میں بدلنا آتا ہے مجھے۔"ابتہاج امسال کی تصویر دیکھتے ہوئے بولا تھا جو کہ اُس کے موبائل میں موجود تھی۔

ایک ہفتہ گزر گیا تھا لیکن ابتہاج کی دوبارہ کوئی کال نہ آئی تھی۔دوپہر کا وقت تھا، ہمدان صاحب آفس گئے ہوئے تھے، زوباریہ بیگم المان کہ ساتھ بزار گئی ہوئی تھیں جبکہ امسال گھر میں اکیلی بیڈ پہ کتابیں پھیلائے پڑھنے میں مصروف تھی۔

امسال کو دیکھے ہوئے ابتہاج کو ایک مہینہ ہو گیا تھا اور آج اُس کا بہت شدت سے دل چاہ رہا تھا کہ وہ امسال سے ملے، ابتہاج نے آج اپنے ہونے والے سسرال میں حاضری دینے کا فیصلہ کیا تھا۔ابتہاج کے ملازم نے اُسے بتایا تھا کہ امسال گھر پہ اکیلی ہے اور وہ ایک لمحے کی بھی دیر کئے بغیر نکل گیا تھا۔

امسال اپنا پڑھنے میں مصروف تھی جب اُسے گھنٹی کی آواز سنائی دی۔اُس کے خیال میں اُس کی ماما آگئی تھیں وہ فوراً سے اٹھ کہ دروازہ کھولنے کے لیے آگے بڑھی۔

"کون؟" عام پاکستانی کی طرح امسال کی بھی عادت تھی گیٹ کھولنے سے پہلے یہ لفظ کہنے کی۔ سامنے سے کسی نے جواب نہ دیا تھا وہ جو کوئی بھی تھا بس گھنٹی پہ ہاتھ رکھ کر بھول گیا تھا۔

"جی کس سے ملنا ہے آپ کو؟" امسال نے جالی سے جھانکا تھا، سامنے کوئی یونیفارم پہنے کھڑا تھا جسے یقیناً امسال جانتی نہ تھی اور نہ ہی دروازہ کھولا تھا۔

"آپ ہی سے ملنا ہے جناب کھولیں دروازہ۔" گارڈ کہ پیچھے سے ابتہاج نمودار ہوا تھا۔

"میں نہیں جانتی آپ کو۔" امسال کی تو ہوا ہی خشک ہو گئی تھی، آج ابتہاج گھر تک آ گیا تھا۔

"میں یہاں تماشہ نہیں کرنا چاہ رہا دروازہ کھول دو امسال۔" ابتہاج سخت اور غصے والے لہجے میں بولا تھا۔

"نہیں میں نہیں کھولوں گی۔" امسال کے ہاتھ پیر پھول رہے تھے۔ امسال جیسی پر اعتماد لڑکی اس وقت ڈری ہوئی لگ رہی تھی۔

"ٹھیک ہے پھر، مرضی تمہاری۔" کہہ کہ ابتہاج نے زور زور سے دروازہ پیٹنا شروع کر دیا تھا، اِدھر اُدھر کے لوگوں کو آواز جانے لگی تھی۔

"واٹ دا ہیل!! یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟" امسال ابتہاج کے اس عمل پہ گھبرا گئی تھی۔

"اوپن دا ڈور!" ابتہاج اطمینان بھرے لہجے میں بولا تھا۔

امسال کو مجبوراً دروازہ کھولنا پڑا تھا ورنہ ابتہاج کا ارادہ پورے محلے کو اکٹھا کرنے کا تھا۔

"کیا مسلئہ ہے آپ کے ساتھ؟" امسال گیٹ کھول کر وہیں کھڑی ہو گئی تھی۔

ابتہاج بہت آرام سے امسال کو سائڈ میں کر کے گھر میں داخل ہو گیا تھا اور دروازہ بھی بند کر دیا تھا۔

"کہاں گھسے چلے جا رہے ہیں آپ؟" امسال کو شدید غصہ آ رہا تھا۔

"اپنے سسرال میں۔" ابتہاج پلٹا تھا اور مسکرا کے جواب دیا تھا۔

اُس کی مسکراہٹ اتنی دلکش تھی کہ ایک پل کو امسال بھی اس میں کھو سی گئی تھی۔

"امسال یہ کیا سوچ رہی ہو، پاگل ہو گئی ہو؟" امسال نے دل میں خود کو ڈپٹا تھا، دل کی دھڑکنیں تیز چل رہی تھیں۔

"آپ نکلیں یہاں سے ورنہ میں شور مچا دوں گی۔" امسال نے ابتہاج کو ڈرانا چاہا تھا۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے مچاؤ شور، میرے لیے ہی آسانی کرو گی۔" ابتہاج امسال کے روم کی طرف بڑھ گیا تھا جو کہ سامنے ہی موجود تھا۔

"کیا چاہتے ہیں آپ؟" امسال دانت پیستے ہوئے بولی تھی۔

"تمہیں چاہتا ہوں، ارے واہ! پڑھائی کر رہی ہو۔" ابتہاج بیڈ پہ بیٹھ گیا تھا اور بُک اٹھا کر دیکھتے ہوئے بولا تھا۔ امسال کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ ابتہاج کا قتل کر دے۔

"چائے پانی پوچھنے کا رواج نہیں ہے تمہارے گھر میں داماد کو؟" ابتہاج نے عام سے لہجے میں طنز کیا تھا۔

"رواج ہے، لیکن آپ جیسوں کے لیے نہیں جو دوسروں کے گھر میں دندناتے ہوئے گُھس جاتے ہیں۔۔۔۔ اور جہاں تک بات ہے گھر کے داماد کی خاطر تواضع کی تو وہ بہت اچھے انداز میں کی جاتی ہے، آخر کو اس گھر کا اکلوتا داماد ہے۔" سامنے بھی امسال کھڑی تھی، ابتہاج کو منہ توڑ جواب دیا تھا اور آخری بات نہایت دل جلانے والے انداز میں کہی تھی کہ واقعی میں ابتہاج کو غُصہ آ گیا تھا لیکن وہ برداشت کر گیا۔

"تم نے مجھے بلایا نہیں تو میں خود ہی گُھس آیا اور ہاں داماد تو واقعی میں اکلوتا ہی ہے، جو کہ میں ہوں۔ خیر آؤ بیٹھو یہاں۔" ابتہاج کہاں پیچھے رہنے والا تھا۔

"آپ جائیں یہاں سے پلیز، کیوں آپ مجھے بدنام کرنے پہ تُلے ہوئے ہیں؟" امسال کو ڈر تھا کہ اگر کوئی آ گیا تو نجانے کیا ہو گا۔

"ارے نہیں میری جان، اپنی عزت کو کوئی خود بدنام کرتا ہے بھلا؟" ابتہاج نے فوراً جواب دیا تھا۔

"بند کریں اپنی یہ بکواس اور نکلیں یہاں سے!" امسال کو ایک بار پھر غصے نے آگھیرا تھا۔

"آؤ بیٹھو یار! ایک تو تم ہر وقت غصہ کرتی رہتی ہو۔" ابتہاج نے امسال کو کھینچ کر اپنے سے کچھ فاصلے پہ بٹھایا تھا۔

"آپ نے ہاتھ کیسے لگایا مجھے ہاں؟!" امسال پھنکاری تھی، ابتہاج کے چھونے سے اُسے کرنٹ سا لگا تھا۔

"جیسے لگاتے ہیں۔" ابتہاج کا انداز ایسا تھا جیسے کوئی نئی بات بتائی ہو۔

"مسٹر ابتہاج! آپ کے سرکل اور سٹیٹس کے لوگوں میں کسی نامحرم کو چھونا معیوب نہیں ہوگا لیکن میں ایسی نہیں ہوں نہ ہی مجھے یہ سب پسند ہے، آئندہ مجھے چھونے کی جرات بھی کی تو ہاتھ توڑ کر دوسرے ہاتھ میں دے دوں گی، سمجھے آپ!" امسال بہت مضبوط اور نڈر لہجے میں باور کروا گئی تھی۔

"ہائے! آج تو مزید دیوانہ کر دیا تم نے مجھے، آج تمہاری عزت و مقام میرے دل میں مزید بڑھ گئے ہیں۔" ابتہاج نے بہت محبت سے کہا تھا، اُسے ایسی ہی بیوی چاہیئے تھی۔

جبکہ امسال کو کوفت محسوس ہو رہی تھی کیونکہ ابتہاج پہ امسال کی کسی بات کا کوئی اثر ہی نہیں ہو رہا تھا۔

"دیکھیں آپ میرے صبر کا امتحان مت لیں اور چلتے بنیں یہاں سے۔۔۔۔۔میں آپ سے شادی نہیں کرنے والی، مرنا پسند کروں گی میں اسکی جگہ۔"امسال نے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے کہا تھا۔

"شادی تو میں تم سے ہی کروں گا بائے ہک اور بائے کروک! بہتر ہو گا پیار سے مان لو ورنہ تمہیں ہی مشکل ہو گی اور میں یہ نہیں چاہتا۔"ابتہاج کی وہی پہلے والی دھمکی۔

"میں ڈرتی نہیں ہوں آپ سے سمجھے آپ! کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہیں؟ کیا بگاڑا ہے میں نے آپ کا؟"امسال کے لہجے میں عجیب بے بسی تھی۔

"میرے دل و دماغ دونوں پہ سوار ہو گئی ہو تم، جس لڑکی کی مجھے تلاش تھی وہ تم ہو۔ اب تو میں تمہیں نہ کہیں جانے دوں گا نہ کسی اور کا ہونے دوں گا۔"ابتہاج کے لہجے میں پختگی واضح تھی۔

"لیکن مجھے نہیں ہونا آپ کا! میں کسی اور کو پسند کرتی ہوں، رہ لیں گے آپ ایسی لڑکی کے ساتھ جس کے دل میں کوئی اور ہو؟"امسال نے ابتہاج سے جان چھڑوانے کے لیے یہ کہا تھا۔

"ہاں مجھے اپنی محبت پہ بھروسہ ہے، یہ پاک محبت ہے، ایک بار حاصل کر لوں تمہیں پھر ایک دن دل سے بھی تم میری ہو جاؤ گی۔" ابتہاج کو اپنی محبت پہ پختہ یقین تھا۔

"ہنہہ! بھول ہے یہ آپ کی، ایسا کبھی نہیں ہو گا۔۔۔۔۔ جائیں یہاں سے میری ماما آنے والی ہوں گی کیا جواب دوں گی میں اُن کو۔" امسال کو ڈر تھا کیونکہ اُس کی ماما کو گئے ہوئے کافی وقت گزر گیا تھا۔ امسال کچھ نہ کر کے بھی خود کو مجرم سمجھ رہی تھی۔

"تم مت دینا، میں ہوں نہ میں دے دوں گا جواب۔ اُن سے مل بھی لوں گا، آخر کو ساس ہیں میری اور ہاں تمہاری شکایت بھی کروں گا۔" آخری بات ابتہاج بچوں کے انداز میں بولا تھا۔

"کیسی شکایت؟" امسال الجھے ہوئے انداز میں پوچھ رہی تھی۔

"یہی کہ تم نے نہ مجھے پانی پلایا نہ چائے، کتنی بے مروت ہو تم ویسے۔" ابتہاج منہ بنا کے بولا تھا۔

"زہر دے دوں؟" امسال نے ٹکا سا جواب دیا تھا۔

"ہاں اگر اپنے ہاتھ سے پلاؤ گی تو وہ بھی خوشی خوشی پی لوں گا۔" ابتہاج شوخ لہجے میں بولا تھا۔

"ڈائیلاگ بازیاں کروالو بس۔" امسال خود میں بڑبڑائی تھی لیکن ابتہاج نے اس کی بڑبڑاہٹ سن لی تھی اور مسکرایا تھا۔

"ڈائیلاگ نہیں مار رہا، آزما کر دیکھ لو۔" ابتہاج چیلنجنگ انداز میں بولا تھا۔

"زیادہ فری ہونے کی کوشش نہ کریں اور نکلیں میرے گھر سے فوراً، نفرت کرتی ہوں میں آپ سے۔" امسال کوئی دس مرتبہ یہ بات بول چکی تھی لیکن ابتہاج ٹس سے مس نہ ہو رہا تھا۔

"اور میں محبت، عشق سب کرتا ہوں تم سے جان۔" ابتہاج کی محبت اُس کے لہجے سے واضح تھی کہ اگر امسال ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچتی تو شائد ابتہاج کی محبت کو تسلیم کر لیتی۔

"مت مخاطب کریں مجھے ایسے الفاظوں سے۔" امسال کو ابتہاج کا طرزِ تخاطب ہر گز بھی پسند نہ آیا تھا۔

"میں تو کروں گا! کیا کر لو گی؟" ابتہاج تو سدا کا ڈھیٹ اور ضدی انسان تھا۔

امسال نے اپنا فون اٹھایا تھا اور سوچا تھا کی ارحان کو کال کر کہ سب بتا دے تا کہ وہ ابتہاج کو سنبھالے کیوں کہ امسال سے تو ابتہاج بلکل بھی نہیں سنبھل رہا تھا۔

"ارحان کو فون کر رہی ہو؟" ابتہاج اچانک بولا تھا۔

"ہاں!" امسال سوچ رہی تھی کہ اِس کو کیسے پتا چلا۔

"اچھا ہے بلا لو، ایک دو تھپڑ آج تمہارے سامنے بھی لگ جائیں گے اُسے اور وارن بھی کر دوں گا کہ دور رہے تم سے۔" ابتہاج کا لہجہ تبدیل ہوا تھا۔

"دیکھیں آ۔۔۔" امسال کو بات مکمل ہونے سے پہلے ہی ابتہاج اُس کی بات کاٹ چکا تھا۔

"تم سنو میری بات کان کھول کر! میں کسی کے باپ سے بھی نہیں ڈرتا ہوں، بہت شوک ہے نہ تمہیں بلانے کا اُسے۔ بلاؤ! یہیں گھر کے دروازے سے ہی وہ میرے پاس ہو گا، انتظار کروں گا میں اُس کا۔۔۔۔ اپنا خیال رکھنا، اللہ حافظ!" اتنا کہہ کر ابتہاج جیسے آیا تھا، ویسے ہی چلا گیا تھا۔

آخری ملاقات والے دن کے بعد سے ابتہاج نے امسال کے گھر کے باہر گاڑی کے ساتھ ڈرائیور اور چار گارڈز کھڑے کئے تھے جو امسال کو ڈرائیور اور گاڑی کے بغیر کہیں جانے نہیں دیتے تھے۔ عجیب دادا گری تھی اِس امیر زادے کی۔ امسال نے اپنے والدین کو سب کچھ بتا دیا تھا اور وہ لوگ بھی سب جان کر پریشان ہو گئے تھے، کچھ سمجھ

نہیں آرہا تھا کہ کیا کیا جائے اور کیا نہیں۔نہ ہی امسال اور اس کے گھر والوں کے کسی بااثر شخصیت سے تعلقات تھے کے وہ 'داجہا نگیرز' کا مقابلہ کر سکیں۔

امسال کو آج یونیورسٹی اپنے کچھ کاغزات کے سلسلے میں جانا تھا،اس لیے وہ تیار ہو کر گھر سے نکلی تھی۔ابھی اُس نے دروازے سے قدم باہر ہی نکالا تھا کہ یونیفارم میں ملبوس گارڈز اس کے سر پہ آدھمکے تھے۔

"کیا مسلئہ ہے؟"امسال نے تیوری چڑھاتے ہوئے سختی سے کہا تھا۔

"آپ کہاں جارہی ہیں میم؟"ایک گارڈ نے پوچھا۔

"آپ سے مطلب؟آپ میرے ابّا لگتے ہیں جو میں آپ کو بتاؤں؟"امسال ویسے تو بدتمیز نہ تھی لیکن ان سب سے اب تنگ آچکی تھی۔

"آپ کو جہاں بھی جانا ہے آپ ڈرائیور کے ساتھ جائیں،ہم ایسے آپ کو نہیں جانے دیں گے۔"گارڈ نے اپنی بات مکمل کی۔

"میں خود ہی چلی جاؤں گی،مجھے نہیں ضرورت اس سب کی۔آپ لوگ راستہ چھوڑیں میرا۔"امسال سختی سے بولی تھی۔

"میم ہمیں سر کے آرڈرز ہیں،ہم ان کی بات نہیں ٹال سکتے آپ سمجھیں پلیز،یہ ہماری ڈیوٹی ہے۔"گارڈ نے وضاحت دی تھی۔

"ایک تو یہ تمہارا سر۔۔۔۔۔بات کرواؤ میری اُن سے۔"امسال نے کوفت سے کہا تھا۔

وہ اس بات کو سمجھتی تھی کہ یہ لوگ بھی ابتہاج کے کہے کہ مطابق چل رہے ہیں اور اُس کی طرح ہی مجبور ہیں۔

"ہاں کیا ہوا؟"گارڈ نے نمبر ڈائل کر کے امسال کو فون دے دیا تھا،دوسری طرف سے کال ریسیو کر لی گئی تھی۔

"یہ کیا تماشہ لگا کر رکھا ہوا ہے آپ نے؟!"امسال کی غصیلی آواز ابتہاج کے کان میں گئی تھی۔امسال دوبارہ گھر میں آگئی تھی۔

"زہِ نصیب!کیسی ہیں آپ؟کیسے یاد کر لیا مجھ غریب کو؟"ابتہاج شوخ لہجے میں بولا تھا۔

"کیا ڈرامہ لگا کے رکھا ہوا ہے آپ نے؟!آپ کو زرا سی بھی شرم نہیں آتی؟"امسال کے لہجے میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔

"کونسا ڈرامہ میری جان؟اور ہاں شرم،وہ کیا ہوتی ہے؟"ابتہاج ڈھٹائی سے بولا تھا۔

"یہ گارڈز اور ڈرائیور کس خوشی میں کھڑے کئے ہیں آپ نے میرے گھر کے آگے ؟"امسال غصے میں بول رہی تھی اور اُس کی آواز سن کر زوباریہ بیگم بھی کچن سے باہر آگئی تھیں۔

"تمہاری اور تمہارے گھر والوں کی سیکیورٹی کے لیے۔"ابتہاج اُتنے ہی ٹھنڈے لہجے میں بات کر رہا تھا۔

"سب سے زیادہ مجھے اور میرے گھر والوں کو آپ ہی سے خطرہ ہے، آپ ہمارا پیچھا چھوڑ دیں تو ہم سیف ہی رہیں گے۔"امسال جلے بھنے انداز میں بولی تھی۔

"میں تمہیں چھوڑوں گا، اس کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، بھول جاؤ یہ بات۔"ابتہاج نے جواب دیا تھا۔

"آپ کو خدا کا واسطہ ہے پلیز اپنے لوگوں کو ہٹائیں میرے گھر کے آگے سے، محلے والے باتیں بناتے ہیں، میں نہیں چاہتی میں یا میرے گھر والے چار لوگوں میں بحث کا موضوع بنیں۔آپ کی مہربانی ہو گی مجھ پہ!"امسال التجاء کر رہی تھی۔

"کوئی کچھ بکواس کر کے تو دکھائے تمہارے بارے میں، گُدی سے زبان کھینچ لونگا میں اُس کی۔"ابتہاج سختی سے بولا تھا۔

"مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں، آپ بس اپنے ان گارڈز اور گاری وغیرہ کو ہٹوائیں۔"

امسال اب بھی التجاء ہی کر رہی تھی۔

"میری جان میں یہ نہیں کر سکتا وہ صرف تمہاری سیفٹی کے لیے ہیں، میں اُنہیں کہہ دونگا کل سے یونیفارم کی بجائے سادھے کپڑوں میں ہوں گے۔۔۔۔۔اور ہاں جہاں بھی جانا ہو تمہیں یا تمہارے گھر میں سے کسی کو بھی تو ڈرائیور کے ساتھ جایا کرو، مجھے نہیں اچھا لگتا کہ میرا ابتہاج کی ہونے والی بیوی بسوں میں دھکے کھائے۔ میرا جو کچھ بھی ہے وہ تمہارا ہی تو ہے، جاؤ اب شاباش ڈرائیور کے ساتھ جاؤ اور پریشان نہ ہو کوئی باتیں نہیں بنائے گا، اگر ایسا کچھ ہوا تو میں دیکھ لوں گا اُس کو۔" ابتہاج نے ایک سانس میں اپنی بات مکمل کی تھی، وہ کچھ جلدی میں لگ رہا تھا۔

"آپ کیا سمجھتے ہیں خود کو ہاں؟ میں کوئی کٹھ پتلی ہوں جسے جیسے آپ چلائیں گے وہ چلے گی!" امسال چڑ گئی تھی۔

"تمہیں ڈرائیور کے ساتھ نہیں جانا فائن، اُس سے گاڑی کی چابی لے لو اور خود ڈرائیو کر کہ چلی جاؤ۔۔۔۔۔میری میٹنگ ہے مجھے دیر ہو رہی ہے، بائے!" ابتہاج نے اپنی بات مکمل کر کے کال کاٹ دی تھی۔

"یہ شخص کچھ سمجھتا کیوں نہیں ہے؟!"امسال نے فون واپس کر دیا تھا اور غصے میں اپنا بیگ پھینکا تھا، ساتھ ہی جانے کا ارادہ بھی ترک کر چکی تھی۔

"میرا بچہ کیا ہو گیا؟"زوباریہ بیگم پریشانی سے بولی تھیں۔

"ماما میں کہاں پھنس گئی ہوں؟"امسال روتے ہوئے نیچے بیٹھ گئی تھی۔

"میری جان حوصلہ کرو۔"زوباریہ بیگم نے امسال کو گلے لگایا تھا، وہ نہیں دیکھ سکتی تھیں اپنی ہنستی کھیلتی بیٹی کو ایسے روتے ہوئے۔ آخر کو ماں جو تھیں، اور مائیں تو ایسی ہی ہوتی ہیں۔

"ماما میرا دل کرتا ہے کہ میں مر جاؤں! نہ میں ہونگی نہ وہ شخص ہمیں پریشان کرے گا۔"امسال کے رونے میں مزید روانگی آ گئی تھی۔

"اللہ نہ کرے! کیا بکواس کر رہی ہو!"زوباریہ بیگم تڑپ کر بولی تھیں۔

"مجھے کسی سے شادی نہیں کرنی ہے۔۔۔۔ماما کیوں ہم اتنے بے بس ہو گئے ہیں کہ کوئی راستہ ہی نہیں مل رہا؟"امسال زار و قطار رو رہی تھی جبکہ زوباریہ بیگم اپنی بچی کی حالت دیکھ خود بھی اشکبار تھیں۔ واقعی میں وہ لوگ کتنے بے بس تھے!

"کچھ نہیں ہو گا میری جان، اللہ پہ بھروسہ رکھو! جو ہمارے حق میں بہتر ہو گا اللہ وہی کرے گا انشاءاللہ۔"زوباریہ بیگم نے امسال کے آنسو صاف کئے تھے۔

میر معراج جہانگیر کی شادی کہ فنکشنز زور و شور سے جاری تھے جن میں شرکت کے لیے جہانگیر صاحب کے تمام رشتے دار حویلی سے شہر آئے ہوئے تھے اور جہانگیر مینشن میں ہی ٹھہرے ہوئے تھے۔ معراج کا نکاح اور مہندی دونوں ہو چکے تھے اور پرسوں بارات تھی۔ کھانے سے فارغ ہو کر تمام افراد لاؤنج میں بیٹھے ہوئے تھے اور ہلہ گلہ چل رہا تھا۔ معراج کے کزنز اُسے چھیڑنے میں لگے ہوئے تھے جن میں ابتہاج اور حیدر بھی شامل تھے۔ حویلی میں خواتین اور مرد حضرات ساتھ نہ بیٹھتے تھے، وہاں مردان اور زنان خانے الگ تھے لیکن جہانگیر مینشن کے طور طریقے مختلف تھے۔۔۔۔ حویلی کی لڑکیاں ابتہاج سے خائف رہتی تھیں کیونکہ اُس کے غصے کے چرچے سن رکھے تھے اور دوسری وجہ تھی اس کا لیا دیا سا بے گانہ انداز۔

"جہانگیر بھائی اب آپ ہمارے ابتہاج کی بھی شادی کرنے کا سوچیں، ماشاءاللہ سے اتنا خوبرو لڑکا ہے ہمارا۔" یہ ابتہاج کی سب سے بڑی تائی رومانہ بیگم بولی تھیں۔

"جی بھابھی کرتے ہیں ان کا بھی کچھ بندوبست۔" جہانگیر صاحب ابتہاج کو دیکھتے ہوئے بولے تھے جو ایسا لاتعلق بیٹھا تھا جیسے اُس کی نہیں کسی اور کی بات ہو رہی ہو۔

"کوئی لڑکی دیکھی پھر تم نے جنت؟" اب کے رومانہ بیگم اپنی دیورانی سے مخاطب تھیں۔

"نہیں بھابھی ابھی ایسا کچھ نہیں سوچا۔" جنت بیگم نے جواب دیا جب کہ معراج اور حیدر جو کہ ابتہاج کے برابر میں بیٹھے تھے دونوں نے اُسے کوہنی ماری تھی۔

"کیا لڑکیوں کی طرح کوہنیاں مار رہے ہو دونوں!" ابتہاج نے مزاق اڑاتے ہوئے کہا تھا جس پہ دونوں نے اُسے مکا جڑا تھا۔

"بھئی ہمارے گھر میں ہی اتنی پیاری بچیاں ہیں تو باہر کیا دیکھنا، اب میری پریشے کو ہی دیکھ لو۔" رومانہ بیگم نے اپنی سب سے چھوٹی بیٹی پریشے کا ذکر کیا تھا جو کہ عمر میں زوئیلا کے برابر تھی۔

پریشے جو کہ وہاں موجود تھی اپنے ذکر پہ گلاب ہو کر رہ گئی تھی، اُس کا تو خواب تھا ابتہاج سے شادی کرنے کا، آخر کو ابتہاج پورے خاندان کا سب سے خوبصورت مرد تھا اور سب سے بڑھ کر پریشے ابتہاج کے عشق میں گوڈے گوڈے ڈوبی ہوئی تھی۔

"ہائے میری ہونے والی بھابھی شرما رہی ہے۔" زوئیلا نے پریشے کو چھیڑا تھا جس پہ وہ مزید سرخ ہو گئی تھی، باقی تمام لڑکیاں دبی دبی آواز میں ہنس رہی تھیں۔

ابتہاج جو کہ بظاہر لاتعلق بیٹھا تھا اپنی تائی کے پریشے کا ذکر کرنے پہ اُس کی رگیں تن گئی تھیں۔ معراج اُس کے بدلتے تاثرات خوب اچھے سے سمجھ رہا تھا اس لیے اُس کے

کندھے پہ ہاتھ رکھ کے خاموش رہنے کو کہا تھا، لیکن وہ ابتہاج ہی کیا جو منہ توڑ جواب نہ دے۔

"گستاخی معاف تائی جان لیکن مجھے جب شادی کرنی ہو گی اور جس سے کرنی ہو گی میں کرلوں گا۔" بظاہر مسکراتے ہوئے ابتہاج سب کو بہت کچھ باور کرواچکا تھا۔

"چھوٹے میر!" جہانگیر صاحب کا انداز تنبیہ تھا۔ آنکھوں سے ابتہاج کو چپ رہنے اور یہاں سے جانے کا اشارہ کر دیا تھا، وہ اپنے لاڈلے کو بہت اچھے سے جانتے تھے۔

"اور ہاں، میں حویلی کی کسی بھی لڑکی سے شادی نہیں کروں گا۔" ابتہاج جاتے ہوئے یہ بات کہنا نہ بھولا تھا۔

ابتہاج کی بات سن کے پریشے کا منہ تو رونے والا ہو گیا تھا جب کہ رومانہ بیگم اپنی جگہ جل کر رہ گئی تھیں۔ جہانگیر صاحب نے معاملے کو سنبھال لیا تھا، حیدر اُٹھ کر ابتہاج کے پیچھے گیا تھا۔

خود امسال اور اُس کے والدین بہت پریشان تھے ابتہاج کے معاملے کو لے کر۔ کسی کو کچھ سمجھ نہ آرہا تھا کہ کیا کیا جائے، ہمدان صحاب نے کچھ بھروسے والے لوگوں سے بات کی تھی لیکن کوئی تیار نہ تھا "داجہانگیرز" سے ٹکر لینے کے لیے۔

"پاپا آپ مجھے کچھ عرصے کے لیے پھپھو کے پاس کینیڈا بھیج دیں۔" امسال کو ایک یہی حل سمجھ آیا تھا۔ ہمدان صاحب کی بہن شادی کے بعد کینیڈا میں مقیم تھیں۔

"ہمم! ٹھیک کہہ رہی ہو، میں بندوبست کرتا ہوں بیٹا آپ پیکنگ کر لو۔" ہمدان صاحب کو بھی یہی چیز سمجھ آئی تھی۔

"لیکن پاپا آپ سب کچھ محتاط ہو کر کریے گا، میرا ابتہاج بہت پاور فل ہے اور اُس نے ہمارے پیچھے اپنے جاسوس لگائے ہوئے ہیں۔" امسال نے اپنے پاپا کو خبردار کرنا چاہا تھا۔

"ہاں بیٹا آپ فکر نہ کرو۔" ہمدان صاحب کسی کو فون کرنے کے لیے اٹھ گئے تھے۔

معراج کی بارات اور ولیمے کا فنکشن بہت اچھے انداز میں ہوا تھا۔ ابتہاج اس سب میں بہت مصروف تھا اس لیے امسال پہ توجہ نہ دے پا رہا تھا، لیکن اُس نے اپنے ملازموں کو سختی سے تاکید کی ہوئی تھی کہ وہ امسال اور اس کے گھر والوں پہ نظر رکھیں۔

امسال کے پاپا نے ایک ہفتے میں فوری طور پر تمام انتظامات کروائے تھے ساتھ ہی امسال کے پھوپھا کی بھی کوششیں تھیں جس کے نتیجے میں ویزا لگ گیا تھا۔ امسال کی آج رات بارہ بجے کی فلائٹ تھی۔

امسال ائیر پورٹ کے لیے نکل گئی تھی، سب کچھ بلکل ٹھیک چل رہا تھا لیکن اللہ کو کچھ اور ہی منظور تھا، امسال کا امتحان ابھی شائد مزید باقی تھا۔ محتاط ہو کر نکلنے کے باوجود بھی ابتہاج کے ملازموں کو پتا چل گیا تھا اور انہوں نے ابتہاج کو سب کچھ بتا دیا تھا اور یہ سب جان کر ابتہاج کا غصہ آسمان سے باتیں کر رہا تھا۔ ابتہاج کو اتنا اندازہ تو تھا کہ امسال آسانی سے نہیں مانے گی لیکن وہ یہ بھی کر سکتی ہے اس کا ابتہاج کو اندازہ نہ تھا۔ ابتہاج ائیر پورٹ کے لیے نکل چکا تھا، اب دیکھنا یہ تھا کہ جیت کس کی ہونی تھی۔

امسال کو تو یہی لگتا تھا کے ابتہاج ایک ایاش انسان ہے چونکہ وہ امیر زادہ تھا اور امسال صرف اُس کی ضد تھی۔ جب کہ امسال اصل حقیقت کو پہچان نہ پا رہی تھی اور اس میں قصور ابتہاج کے انداز کا تھا۔

امسال ائیر پورٹ پہنچی تو دس بج رہے تھے، بورڈنگ گیٹ کھل گئے تھے اور وہ اپنے والدین سے مل کر اندر جا چکی تھی۔ امسال کے والدین باہر ہی موجود تھے جب بہت سی گاڑیاں آ کر رکی تھی۔ سب سے آگے موجود بلیک لینڈ کروزر سے ابتہاج باہر نکلا تھا۔ ابتہاج مکمل سیکیورٹی کے ساتھ اندر کی جانب بڑھ رہا تھا اور اُس کے اتنے تعلقات

تھے کے اُسے اندر جانے دیا گیا تھا۔کچھ وقت کے لیے فلائیٹس بھی لیٹ ہو گئی تھیں۔

امسال کے والدین ابتہاج کو دیکھ کر اپنی جگہ الگ پریشان ہو چکے تھے۔

ابتہاج اندر کھڑا یہاں وہاں نظریں دوڑا رہا تھا اور امسال زیادہ دیر اُس کی عقابی نظروں سے محفوظ نہ رہ سکی تھی۔امسال اپنا بیگ گھسیٹتے ہوئے وزن کروانے والے کاؤنٹر کی طرف بڑھ رہی تھی جب ابتہاج اُس تک پہنچ چکا تھا۔

"واٹ دا ہیل از رانگ ودیو!! سمجھتی کیا ہو تم اپنے آپ کو ہاں؟"ابتہاج نے امسال کو کوہنی سے پکڑ کے اپنی طرف گھمایا تھا اور غصے سے دھاڑا تھا۔

آس پاس موجود لوگ اپنا کام چھوڑے اُن کی جانب دیکھ رہے تھے جبکہ امسال ابتہاج کے اس انداز پہ سہم گئی تھی۔امسال نے خود کو فوراً ہی سنبھالا تھا اور بغیر جواب دیے اپنا ہاتھ چُھڑوا کے آگے بڑھ گئی تھی۔

"چلو تم میرے ساتھ بتاتا ہوں تمہیں کہ میں کیا چیز ہوں۔"ابتہاج نے امسال کا ہاتھ پکڑا تھا اور اس بار گرفت بہت مضبوط تھی ساتھ ہی امسال کو کھینچتے ہوئے باہر کی جانب بڑھ رہا تھا۔

"چھوڑیں مجھے!!"امسال اپنا ہاتھ ابتہاج کی گرفت سے آزاد کروانے کی کوشش کر رہی تھی۔

وہاں موجود سب لوگ یہ تماشہ دیکھ رہے تھے لیکن اُن میں سے کوئی بھی اُس کی مدد کو آگے نہ بڑھ رہا تھا۔یہی تو ہمارے معاشرے کی بے رحمی اور برائی ہے کہ غلط کے خلاف آواز اُٹھانے اور اُسے روکنے کی بجائے سب چپ چاپ تماشہ دیکھتے ہیں یا پھر ویڈیو بنانے میں لگ جاتے ہیں اور ظلم طاقتور ہوتا چلا جاتا ہے۔

ہمدان صاحب اور زوباریہ بیگم دونوں ابتہاج کی سمت بڑھے تھے لیکن ابتہاج کے گارڈز اُن کے سامنے کسی دیوار کی طرح کھڑے ہو گئے تھے اور اُنہیں وہاں سے ہلنے تک نہ دیا۔ابتہاج نے امسال کو زبردستی گاڑی میں تکریباً پھینکا تھا اور وہاں سے نکل گیا تھا،ساتھ ہی پیچھے اُس کے گارڈز بھی تھے۔

کتنی طاقت تھی اس امیر زادے کے پاس کہ کوئی اُسے روکنے والا نہیں تھا،ہمیشہ سے یہی تو ہوتا آیا ہے۔

ہمدان صاحب اور زوباریہ بیگم کا تو حال بُرا ہو گیا تھا،ایک نامحرم اُن کی آنکھوں کے سامنے اُن کی لاڈلی بیٹی کو لیے چلتا بنا تھا اور وہ کچھ نہیں کر پائے تھے۔۔۔۔۔زوباریہ بیگم تو رونا شروع ہو گئی تھیں،ہزار قسم کے وسوسے اُن کے دماغ میں جنم لے رہے تھے جس سے اُنہیں خوف محسوس ہو رہا تھا۔ہمدان صاحب نے اُنہیں سنبھالا تھا اور اپنے ساتھ لیے گاڑی کی طرف بڑھے تھے تاکہ ابتہاج کا پیچھا کر سکیں۔

"یہ کیا پاگل پن ہے؟! کہاں لے کر جا رہے ہیں مجھے؟" امسال اپنی جگہ مچل رہی تھی جبکہ ابتہاج راکٹ کی سپیڈ سے گاڑی دوڑا رہا تھا۔

"چپ کر کے بیٹھو۔۔۔۔۔ بلکل چپ!!" ابتہاج کی دھاڑ امسال کے کانوں میں گونجی تھی جسے سن کر اُس کے پورے وجود میں سنسنی دوڑی تھی۔ ابتہاج کی آنکھیں لال تھیں اور غصے کے باعث شولے برسا رہی تھیں۔

"روکیں گاڑی، مجھے اپنے گھر جانا ہے روکیں!" امسال چیخ رہی تھی لیکن ابتہاج بہرا بنا بیٹھا تھا۔

"کہاں لے کر جا رہے ہیں مجھے آپ؟" گاڑی کسی ویران راستے پر رواں دواں تھی جو کے امسال نہ جانتی تھی۔ اب اُسے ابتہاج سے خوف آ رہا تھا نہ جانے وہ اُسے کہاں لے جا رہا تھا۔

"بہت شوک ہے نا تمہیں بھاگنے کا، اب میں بتاؤں گا تمہیں کے اس کا کیا انجام ہے۔۔۔۔۔ کہا تھا نہ میں نے کہ میرے غصے کو ہوا مت دینا تم برداشت نہیں کر پاؤ گی۔" ابتہاج نے اپنے فارم ہاؤس کے پارکنگ ایریا میں گاڑی روکی تھی اور غصے میں دھاڑتا ہوا گاڑی سے باہر نکلا تھا ساتھ ہی امسال کی طرف کا دروازہ کھولا تھا۔ جب کہ امسال تو فارم ہاؤس دیکھ کر ہی چکرا گئی تھی۔

ابتہاج بہت مضبوط تھا اور امسال اُس کے کثرتی جسم کے آگے بہت نازک سی تھی، وہ بھلا کہاں مقابلہ کر سکتی تھی ابتہاج کا۔۔۔۔ابتہاج امسال کو گاڑی سے نیچے اُتار کے اندر کی جانب بڑھ رہا تھا۔

"چھوڑیں میرا ہاتھ!!" امسال بھرپور کوشش کر رہی تھی خود کو آگے بڑھنے سے روکنے کی۔

ابتہاج امسال کو ایک کمرے میں لایا تھا جو کہ بہت خوبصورت انداز میں سجا ہوا تھا، کمرے میں موجود ہر چیز بہت قیمتی معلوم ہوتی تھی۔ابتہاج نے امسال کا ہاتھ جھٹکے سے چھوڑا تھا جس کی وجہ سے وہ صوفے پہ گری تھی، ابتہاج نے دروازہ لاک کر دیا تھا۔ کمرے میں صرف ایک ہی کھڑکی تھی اور وہ بھی مکمل طور پہ بند تھی۔

"جانے دیں مجھے پلیز۔" ابتہاج کے دروازہ بند کرنے سے امسال کو خوف نے آگھیرا تھا ساتھ ہی بُرے وسوسے جو پچھلے کچھ دنوں سے اُس کا پیچھا ہی نہیں چھوڑ رہے تھے۔

"بولا تھا نہ پیار سے مان جاؤ شادی کے لیے!" ابتہاج کا غصہ کسی صورت بھی کم نہیں ہو رہا تھا۔اُس کے تیور امسال کو ٹھیک نہیں لگ رہے تھے۔

"نہیں کرنی مجھے آپ سے شادی! کون سی زبان میں بولوں؟" امسال اب بھی اپنی بات پہ ڈٹی ہوئی تھی۔

"ٹھیک ہے، ابھی کر کے دکھاتا ہوں میں نکاح تم سے۔" ابتہاج نے اپنی بات مکمل کر کے اپنی جیب سے موبائل نکالا تھا اور معراج کو کال کی تھی۔ دوسری جانب ابتہاج کی بات سن کر امسال کا خون خشک ہو گیا تھا۔

"میں نہیں کروں گی نکاح آپ سے چاہے آپ کچھ بھی کر لیں۔" امسال کسی بھی صورت میں ابتہاج سے شادی کرنے پہ راضی نہیں ہو سکتی تھی۔

ابتہاج نے امسال کی بات کا کوئی جواب نہ دیا تھا وہ معراج کو قاضی اور گواہوں کے ساتھ آنے کا کہہ رہا تھا جب کہ معراج اُسے سمجھا رہا تھا کہ یہ سب کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ ابتہاج کا غصہ بہت خطرناک تھا، وہ غصے میں آپے سے باہر ہو جاتا تھا اور اس وقت بھی وہ اپنی بات پہ ڈٹا ہوا تھا۔۔۔۔ ابتہاج ایسے ہر گز بھی قابو میں نہ آتا اس لیے معراج فارم آنے کے لیے نکل گیا تھا، وہ نہیں چاہتا تھا کہ اُس کا بھائی غصے میں کچھ بھی غلط کرے۔

"نفرت کرتی ہوں میں آپ سے، شدید نفرت!" بولتے ہوئے امسال کے آنسو لڑی کی صورت بہنا شروع ہو گئے تھے۔ ابتہاج کال کٹ کر کے امسال کے پاس آیا تھا۔

"ہاں چلو نفرت ہی کر لو، محبت میں بدل دوں گا میں یہ نفرت۔" ابتہاج اطمینان سے بولا تھا۔

"جسٹ لیٹ می گو!" امسال چیخی تھی۔

"نو وے جانِ من ابھی تو لایا ہوں۔" ابتہاج بلکل چِل تھا۔

"میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس حسین چہرے کے پیچھے ایک شیطان چُھپا ہو گا، کوئی مجھ سے پوچھے کہ آپ کیسے ہیں۔" امسال روتے ہوئے بولی تھی لہجہ بہت تھکا ہوا تھا۔

"دیکھو میری بات سنو، آئے ایم ناٹ آ بیڈ گائے۔ تم میرا جنون بن چکی ہو، دیوانہ بنا دیا ہے تم نے مجھے اپنا اور حاصل تو میں تمہیں کر کے رہوں گا۔" ابتہاج امسال کے بلکل سامنے بیٹھا تھا۔

"لیکن مجھے آپ کا ساتھ قبول نہیں۔" کہہ کر امسال بھاگی تھی اور دروازہ کھولنے کی کوشش کر رہی تھی۔

دروازے پہ بایو میٹرک لاک لگا ہوا تھا جو کہ صرف معراج، حیدر اور ابتہاج ہی کھول سکتے تھے، امسال نے اتنا دھیان نہ دیا تھا اور دروازے کا ہینڈل گھما رہی تھی۔ یہ فارم ہاؤس اِن تینوں کا تھا اور اس کے بارے میں کسی کو نہیں پتا تھا سوائے جہانگیر صاحب کے آخر کو وہ بھی اُن کے باپ تھے۔

"کوئی فائدہ نہیں ہے میری جان نہیں کھلے گا یہ تم سے، کیوں خود کو ہلکان کر رہی ہو، واپس آؤ یہاں، میری بات مکمل نہیں ہوئی ہے ابھی۔" ابتہاج سکون سے بیٹھا تھا کیونکہ امسال یہاں سے بھاگ نہیں سکتی تھی۔

"کہیں کا نہیں چھوڑا آپ نے مجھے، برباد کر کے رکھ دیا!! آخر میری غلطی کیا تھی؟ میری زندگی کو میرے لیے امتحان بنا دیا ہے آپ نے۔" امسال نے بہت کوشش کی لیکن لاک نہ کھلا تو وہ تھک کر وہیں نیچے بیٹھتی چلی گئی۔ یہ بات کہتے ہوئے امسال کے لہجے میں زمانے بھر کی بے بسی اور آنکھوں میں بے تحاشا آنسو تھے۔

"دیکھو میں تمہارے لیے ہرگز بھی مشکل پیدا نہیں کرنا چاہتا، یہاں نکاح کروانے میں مجھے زیادہ وقت نہیں لگے گا۔ قاضی صاحب آتے ہی ہوں گے۔" ابتہاج امسال کی طرف آیا تھا اور اُسے پکڑ کے کھڑا کیا تھا۔

"ہاتھ مت لگایا کریں مجھے آپ!! اور میں نکاح نہیں کروں گی چاہے پھر آپ میری جان ہی کیوں نہ لے لیں۔" امسال غصے اور بے بسی کی شدت سے چلائی تھی۔

"اتنا چیخ کیوں رہی ہو، بہرا نہیں ہوں میں۔۔۔۔۔ اور نہیں، تمہیں کیوں ماروں گا میں جان؟" ابتہاج نے اپنی بات کہہ کر امسال کا بایاں ہاتھ پکڑا تھا اور اُس کی تیسری انگلی میں موجود انگوٹھی اُتاری تھی جو کے ابھی تک امسال کے ہاتھ کی زینت بنی ہوئی تھی۔

ابتہاج کی گرفت اتنی سخت تھی کہ امسال کے مذمت کرنے کے باوجود بھی کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔

"مجھے میری انگوٹھی واپس دیں۔" امسال ابتہاج کے ہاتھ سے انگوٹھی واپس لینے کی کوشش کرتے ہوئے بولی تھی۔

"شش!! اب میری بات غور سے سنو، دو دن کا وقت دے رہا ہوں تمہیں مان جاؤ شادی کے لیے ورنہ پھر جو ہو گا اُس کی زمیدار تم خود ہو گی۔" ابتہاج نے ہلکے مگر سخت لہجے میں اپنی بات کہی تھی۔

"مجھے نہیں کرنی آپ سے شادی، دو دن بعد بھی یہی جواب ہو گا میرا۔" امسال اس وقت کسی آتش فشاں سے کم نہ لگ رہی تھی۔

"ٹھیک ہے مرضی تمہاری، تم نے بہت ہلکے میں لیا ہوا ہے مجھے۔۔۔۔۔ تمہیں کیا لگتا ہے تم سے محبت کرتا ہوں تو کچھ کر نہیں سکتا میں تمہارے یا تمہارے گھر والوں کے ساتھ؟ اتنی بات اپنے اس باغی دماغ میں بٹھا لو کہ تمہیں حاصل کرنے کے لیے، تمہیں اپنا بنانے کے لیے میں کچھ بھی کر سکتا ہوں۔" ابتہاج نے اپنی لال انگارا آنکھیں امسال کی وحشت زدہ پانی سے بھری آنکھوں میں ڈالی تھیں۔

"ا۔۔۔اس بات سے ک۔۔۔ کیا مطلب ہے آپ کا؟" امسال خوف سے ہکلائی تھی۔

"چلو گھر چھوڑ دوں، ساس سسر پریشان ہو رہے ہوں گے میرے۔ ابھی آگے اور بھی تو پریشانیاں دیکھنی ہیں انہیں۔" ابتہاج نے دروازہ کھولا تھا اور باہر نکل گیا تھا۔

امسال دوبارہ وہیں فرش پہ بیٹھے ہاتھوں میں چہرا دیے پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

کیا چھوٹے میر، اتنا غصہ؟" ابتہاج جو کہ باہر آیا تھا اُسی وقت معراج بھی اپنی گاڑی سے باہر آیا تھا۔ ابتہاج معراج کی طرف بڑھا تھا۔

"بڑے میر اُس کی حرکتیں بھی تو دیکھو، اتنی ہمت اُس کی کہ ملک چھوڑ کر جا رہی تھی وہ۔" ابتہاج کی رگوں میں ایک بار پھر غصے کی لہر دوڑی تھی اور اُس نے گاڑی کے ٹائر پہ لات ماری تھی۔

"اوو ہیلو بھائی! میری گاڑی ہے۔۔۔۔۔ اچھا کالم ڈاؤن! کہیں نہیں گئی نہ وہ، چلو اب گھر چھوڑ کر آؤ اُسے۔ عزت ہے وہ ہمارے گھر کی، کسی نے دیکھ لیا تو مشکل کھڑی کر دیں گے۔" معراج نے ابتہاج کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اُسے سمجھایا تھا۔

ابتہاج نے ایک لمبا سانس کھینچا تھا اور اپنے دماغ کو ٹھنڈا کیا تھا۔

"شاباش میر اشیر۔" معراج نے ابتہاج کی کمر پہ تھپکی دی۔

ابتہاج جب واپس اندر آیا اُس وقت بھی امسال رو رہی تھی، اُس کے آنسو تھمنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔ اس وقت امسال کا شدت سے دل چاہ رہا تھا کہ زمین پھٹے اور وہ اُس میں دفن ہو جائے۔

"چلو اُٹھو گھر چھوڑ دوں تمہیں اور اب اِدھر اُدھر بھاگنے کی جرأت نہ کرنا۔" ابتہاج نے امسال کو پکڑ کے کھڑا کیا تھا۔

"ہاتھ مت لگائیں مجھے! نفرت ہے مجھے آپ سے، آپ کے لمس سے۔" امسال کے لہجے اور آنکھوں دونوں میں ابتہاج کے لیے صرف نفرت تھی۔

"اچھا کرتی رہو نفرت لیکن گاڑی میں تو چل کر بیٹھو یا اُٹھا کر لے جاؤں؟" ابتہاج اپنی ہنسی دباتے ہوئے بولا۔

"نہیں جانا مجھے آپ کے ساتھ، میں خود ہی چلی جاؤں گی۔" امسال کہہ کر باہر کی جانب بڑھ گئی تھی اور اُس کے پیچھے ہی ابتہاج بھی۔

"زیادہ طرم خان بننے کی ضرورت نہیں ہے ورنہ تم جانتی ہو پھر میں کیا کر سکتا ہوں، سیدھے طریقے سے بیٹھو گی یا پھر میں انگلی ٹیڑھی کروں؟" ابتہاج امسال کو سخت نظروں سے گھورتے ہوئے بولا جس پہ وہ سہم کر چپ چاپ جا کے بیٹھ گئی۔

"کیوں کرنا چاہتے ہیں مجھ سے شادی؟ میں تو آپ کی کلاس، آپ کے سٹیٹس کی نہیں ہوں۔۔۔۔۔اگر آپ یہ سوچ رہے ہیں کے میں آپ کی راتیں رنگین کرنے کا سامان ہوں تو میں یہ نہیں کر سکتی۔" گاڑی میں پھیلی خاموشی کو امسال کی آواز نے توڑا تھا۔ اپنے لیے اس قسم کے الفاظ اُس نے کس دل سے کہے تھے یہ صرف وہی جانتی تھی۔

"کیا کہا تم نے؟ راتیں رنگین؟ آر یو کریزی؟ اُلٹے ہاتھ کا لگاؤں میں تمہیں؟" ابتہاج نے جھٹکے سے گاڑی روکی تھی اگر امسال نے سیٹ بیلٹ نہ لگایا ہوتا تو یقیناً اُس کا سر ڈیش بورڈ سی بُری طرح ٹکراتا۔ ابتہاج غصے میں پھنکارا تھا ساتھ ہی اپنا ہاتھ سٹیرنگ پہ مارا تھا۔

"ٹھیک ہی کہہ رہی ہوں ورنہ آپ جیسے رئیس امیر زادے مجھ جیسی مڈل کلاس لڑکی کو کیوں پسند کرنے لگے بھلا؟" ابتہاج کے رد عمل سے پہلے تو امسال ڈر گئی تھی لیکن پھر خود کو فوراً سنبھالا تھا۔

"چپ کر جاؤ امسال ورنہ میں کچھ کر دوں گا!! اگر میرا تعلق ایک رئیس گھرانے سے ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں حوس کا پجاری ہوں۔ کتنی چھوٹی سوچ ہے تمہاری۔۔۔۔۔مجھے اگر ایسا کوئی گرا ہوا گھٹیا فعل کرنا ہوتا تو ابھی فارم ہاؤس پہ ہی کر دیتا، یا پھر تمہیں ایک دن کے لیے غائب کرواتا اور کہیں بھی لے جاتا کون روکنے والا

تھا مجھے؟ لیکن نہیں میں اس قسم کی گری ہوئی حرکت کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ عشق کرتا ہوں میں تم سے، میری پاک محبت کو اس قسم کی گندی گالی مت دو۔ میں تمہیں اپنی عزت بنانا چاہتا تھا، بنانا چاہتا ہوں اور بنا کر رہوں گا۔" ابتہاج کے لہجے سے ہی ظاہر ہو رہا تھا کہ امسال کی اس بات سے اُسے کتنی تکلیف ہوئی ہے۔ ابتہاج کو امسال کی سوچ پہ بہت افسوس ہوا تھا۔

"آج تو یہ بات کر دی ہے لیکن آج کے بعد اگر اس قسم کی بات اپنی زبان پہ لائی تم تو زبان کھینچ لوں گا میں تمہاری، یہاں تک کے اگر ایسا دوبارہ سوچا بھی تم نے تو جان لے لوں گا!" ابتہاج نے امسال کو جھٹکے سے اپنی طرف کھینچا تھا جس سے وہ اُس کے بہت نزدیک آ گئی تھی اور پھر اپنی بات کہہ کر جھٹکے سے ہی چھوڑا تھا جس کی وجہ سے امسال دروازے سے ٹکرائی تھی۔

"لیکن میں نہیں بننا چاہتی آپ کی عزت، آپ کیوں زبردستی کر رہے ہیں میرے ساتھ؟" رو رو کر امسال کی آواز اب بھاری ہو چکی تھی۔

"بتا چکا ہوں تمہیں، میں اپنی باتیں بار بار دہرانے کا عادی نہیں ہوں۔" ابتہاج نے گاڑی دوبارہ سٹارٹ کر دی تھی۔

"چھوڑ دیں میرا پیچھا پلیز! ہم عزت دار شریف لوگ ہیں، خدارا میرے والدین کا سر نیچے نہ جھکائیں میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں۔" امسال نے اپنی انا کو پسِ پشت ڈال کر ابتہاج کے آگے ہاتھ جوڑ دیے تھے۔

امسال کو روتے ہوئے اور ایسے ہاتھ جوڑے دیکھ ابتہاج کو بہت تکلیف ہو رہی تھی، وہ یہ سب ہر گز بھی نہیں چاہتا تھا لیکن وہ بھی مجبور تھا۔ اپنی محبت کے ہاتھوں مجبور تھا، اپنے دل کے ہاتھوں مجبور تھا جو ہر پل بس امسال کے ساتھ کی چاہ کرتا تھا۔

"میں بھی بہت خاندانی شریف زادہ ہوں، تم آرام سے مان نہیں رہی اس لیے یہ سب کرنا پڑ رہا ہے مجھے۔۔۔۔ دو دن ہیں تمہارے پاس اپنا جواب بدل لو اور رونا بلکل بھی نہیں۔ جاؤ اب گھر آ گیا ہے تمہارا۔" ابتہاج جان بوجھ کر امسال کو نہیں دیکھ رہا تھا، اُس نے اپنی بات سامنے دیکھتے ہوئے سخت لہجے میں کہی تھی۔ امسال خاموشی سے اُتر کر چلی گئی تھی اور ابتہاج کی نگاہوں نے اُس وقت تک اُس کا پیچھا کیا تھا جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہیں ہو گئی۔

امسال جب گھر میں داخل ہوئی تو رات کے ایک بج رہے تھے۔ زوباریہ بیگم کا رو رو کر بُرا حال ہو گیا تھا، ہمدان صاحب اپنی جگہ الگ پریشان تھے کیونکہ پیچھا کرنے میں بہت دیر ہو گئی تھی۔

"میری بچی، میری جان!" امسال پہ نظر پڑتے ہی زوباریہ بیگم اُس تک گئی تھیں اور اُسے اپنے سینے سے لگایا تھا۔ امسال کا چہرا بلکل بے تاثر تھا۔

"کہاں لے کر گیا تھا وہ تمہیں؟ کیا کیا ہے اُس نے؟ کچھ تو بولو میری جان، چپ کیوں ہو تم؟" زوباریہ بیگم کو بہت سے خدشات لاحق تھے اور امسال کی خاموشی انہیں مزید ہولا رہی تھی۔

"کچھ بھی نہیں کیا ہے اُس نے ماما، آپ پریشان نہ ہوں۔" امسال نے زوباریہ بیگم کے آنسو صاف کرتے ہوئے انہیں یقین دلایا اور کچھ دیر بعد اپنے کمرے میں آ گئی۔

کمرے میں آتے ہی امسال اپنا ضبط کھو بیٹھی تھی۔ اُسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ ابتہاج کی تمام باتیں اُس کے دماغ پہ ہتھوڑے کی طرح لگ رہی تھیں۔ کچھ دیر کے بعد امسال واشروم گئی اور وضو کر کے اپنے رب کے حضور پیش ہو گئی۔ ایک یہی ذریعہ تھا مدد طلب کرنے کا اور بے شک اُس رب سے زیادہ کوئی بھی طاقت ور نہیں۔

امسال کو گھر چھوڑ کر ابتہاج دوبارہ فارم ہاؤس چلا گیا تھا۔ دونوں بھائی اس وقت ایک کمرے میں موجود تھے۔ ابتہاج ہاتھوں میں اپنا سر دیے بیڈ پہ بیٹھا تھا اور اُس کے برابر میں معراج بیٹھا تھا، دونوں ہی پریشان تھے۔ ابتہاج ہر قیمت پہ امسال کو حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اب اصل مرحلہ تھا جہانگیر صاحب اور جنت بیگم کو اس بارے میں بتانا۔ ابتہاج کو یہ ڈر تھا کے اگر جہانگیر صاحب کو یہ پتا چل گیا کہ ابتہاج امسال سے زبردستی شادی کر رہا ہے تو وہ کبھی بھی یہ شادی نہ ہونے دیں گے۔

"بڑے میر آج وہ بہت رو رہی تھی۔" ابتہاج کی آنکھوں کے سامنے اب بھی امسال کا روتا ہوا چہرا گھوم رہا تھا اور وہ بہت دکھی تھا۔

"وہ شریف لڑکی ہے چھوٹے میر، یہ تو ہو گا۔" معراج خود بھی پریشان تھا۔

"میں نہیں برداشت کر سکتا اُس کی آنکھ میں آنسو، جب اُسے روتے ہوئے دیکھتا ہوں تو دل کرتا ہے اُس کے قیمتی آنسو سمیٹ لوں اور اُس کے رونے کی ہر وجہ کو مٹا دوں۔ لیکن بڑے میر، اُس کے رونے کی وجہ تو میں خود ہوں۔" ابتہاج کے لہجے میں امسال کے لیے فکر تھی اور اپنے کئے کی ندامت۔

"حوصلہ رکھو چھوٹے میر، اب یہ راہ چنی ہے تو برداشت بھی کرنا پڑے گا۔" معراج اپنے چھوٹے بھائی کو غور سے دیکھ رہا تھا اور یہی سوچ رہا تھا کہ وہ کسی لڑکی کے پیچھے اتنا

پاگل بھی ہو سکتا ہے۔ وہ ابتہاج جو لڑکیوں میں کھڑوس بزنس مین کے نام سے مشہور ہے، کبھی کسی لڑکی کو روتے دیکھ اس قدر پریشان ہو گا۔

"ایک بار وہ میری ہو جائے بس، اُس کے بعد اُس کی زندگی خوشیوں سے بھر دوں گا اور جو کچھ ابھی کر رہا ہوں، اُس کا خمیازہ بھی بھروں گا۔" ابتہاج کے بولنے پہ معراج نے اپنے بھائی کی خوشیوں کی دعا کی تھی۔

ابتہاج نے امسال کو دو دن کا وقت دیا تھا اور یہ دو دن پر لگا کر گزر گئے تھے۔ امسال نے اپنے والدین کو سب کچھ بتا دیا تھا جو کچھ ابتہاج نے اُس سے کہا تھا۔ ہمدان صاحب نے امسال کو منع کر دیا تھا کہ وہ کسی صورت بھی شادی کے لیے ہاں نا کرے اور امسال نے خود بھی یہی سوچا ہوا تھا۔

دروازے پہ گھنٹی بج رہی تھی۔ المان جو امسال کا چھوٹا بھائی تھا دروازہ کھولنے گیا تھا۔ میر ابتہاج جہانگیر دو دن بعد اپنا جواب لینے آیا تھا اور اس وقت امسال کے گھر کے ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہوا تھا۔

"کون آیا ہے المان؟" امسال کی آواز آئی تھی جسے سن کر ابتہاج کے لبوں کو مسکراہٹ نے چھوا تھا۔

"ارے سالے صاحب بتائیں اپنی بہن کو کہ آپ کے فیوچر بہنوئی آئے ہیں۔" ابتہاج المان سے مخاطب تھا اتنے میں امسال خود ہی آگئی تھی اور اُس کے پیچھے زوباریہ بیگم داخل ہوئی تھیں۔

"اسلام وعلیکم!" زوباریہ بیگم کو دیکھ کر ابتہاج ادب سے کھڑا ہو گیا تھا اور یہ اُس کی اچھی تربیت کا صبوت تھا۔

"آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟" ابتہاج کو دیکھتے ہی امسال کا موڈ خراب ہو گیا تھا۔

"جی میں، کیسی ہو جان؟" ابتہاج اپنے دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے بولا تھا۔

"مر رہی ہوں بہت جلد۔" ابتہاج کے جان کہنے پہ امسال اُسے گھور رہی تھی اور ابتہاج کو امسال کی یہ ادا بہت پسند آئی تھی۔

"اوا چھا! تو پھر سوچ کے مرنا کہ تمہارے بعد تمہاری فیملی کتنی مصیبت میں آسکتی ہے۔" ابتہاج کے جملے میں دھمکی چھپی ہوئی تھی۔

"دھمکیاں دینے کے علاوہ بھی کچھ آتا ہے انہیں یا نہیں؟ بندہ سکون سے مر بھی نہیں سکتا یہاں پہ۔" امسال نے دل میں سوچا تھا اور اپنی آنکھیں گھمائی تھیں۔

"آپ کو مجھ سے مطلب ہونا چاہیئے میرے گھر والوں سے نہیں۔" ابتہاج کی دھمکی نے اپنا کام کیا تھا جس کا صبوت امسال کے لہجے میں موجود گھبراہٹ تھی۔

"کیوں؟ مجھے میرے سسرال سے مطلب نہیں ہو گا کیا؟ کیسی ہیں آنٹی آپ؟"

ابتہاج پہلے امسال اور پھر زوباریہ بیگم سے مخاطب ہوا تھا۔

"جن لوگوں کے پیچھے تم جیسے لوگ پڑ جائیں وہ بھلا کیسے ٹھیک ہو سکتے ہیں، چلے جاؤ یہاں سے اور دوبارہ مت آنا۔" زوباریہ بیگم سختی سے بولی تھیں۔

"آنٹی آپ کی بیٹی کو بھی بتایا تھا، چلیں آپ کو بھی بتا دیتا ہوں کہ اچھا انسان ہوں میں۔ وہ تو بس یہ میری بات نہیں مان رہی اس لیے یہ سب کچھ کرنا پڑ رہا ہے مجھے۔ عزت کے ساتھ اِسے اپنے گھر لے جانا چاہتا ہوں، اپنی بیوی بنانا چاہتا ہوں، اب آپ ہی بتائیں اس میں کیا غلط ہے؟" ابتہاج کا انداز بہت دھیما اور نرم تھا۔

"میری بیٹی کا رشتہ پہلے سے ہی طے ہو چکا ہے۔" زوباریہ بیگم نے باور کرایا۔

"وہ تو میں نے ختم کر دیا نہ، اب تو انگوٹھی بھی کہیں پڑی جل رہی ہو گی۔ جہاں تک بات ہے اُس لڑکے کی تو جہاں میں اتنا سب کچھ کر سکتا ہوں وہیں اُس ارحان نامی شخص کو غائب بھی کروا سکتا ہوں۔" ابتہاج بہت مزے لیتے ہوئے بولا تھا۔

"تم کیوں یہ سب کر رہے ہو؟ کیوں میری بیٹی کی زندگی جہنم بنا رہے ہو؟ نا میری بیٹی تمہیں پسند کرتی ہے اور نا ہی ہم۔" زوباریہ بیگم نے فوراً جواب دیا تھا۔

"پسند تو کیا آپ کی بیٹی محبت بلکہ عشق کرے گی مجھ سے، آپ ایک بار شادی تو ہونے دیں اور ویسے بھی آپ نے سنا تو ہو گا کہ نکاح کے دو بولوں میں بہت طاقت ہوتی ہے۔۔۔۔ خیر دو دن گزر چکے ہیں، کیا سوچا آپ نے میڈم؟" ابتہاج کے انداز میں اپنی محبت کا یقین چھلک رہا تھا۔

"کیا لیں گے آپ یہاں سے جانے کا؟" امسال نے جواب کی بجائے سوال کیا تھا۔

"تم سے کچھ پوچھا ہے میں نے، کیا سوچا پھر؟ زبردستی نکاح کرنا پسند کرو گی یا پھر مان رہی ہو زبردستی ہی سہی؟" ابتہاج نے اپنی بات دہرائی تھی جو وہ ہر کسی کے سامنے نہ دوہراتا تھا۔

"میرا جواب آج بھی وہی ہے کہ مجھے آپ سے شادی نہیں کرنی۔" امسال ابتہاج کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے بولی تھی۔

"چلو ٹھیک ہے، مرضی تمہاری۔ اب تمہیں ایڈونچر کا اتنا ہی شوق ہے تو تمہاری یہ خواہش بھی میں پوری کر دیتا ہوں۔ اچھا ہے ہمارے بچوں کو کہانی سنانے میں مزہ آئے گا۔ ایک بات کی گارنٹی میں تمہیں دیتا ہوں، اس بار میں نہیں بلکہ رات تک تم خود میرے پاس چل کر آؤ گی مجھ سے شادی کرنے۔۔۔۔ لگتا ہے مجبوراً کسی کو سولی چڑھانا ہی پڑے گا۔ اپنا خیال رکھنا بیب، رات میں ملاقات ہو گی۔" ابتہاج اپنے ہونٹوں

پہ شیطانی مسکراہٹ سجائے باہر چلا گیا تھا اور اپنے گارڈز کو کچھ کہا تھا۔ آگے کیا ہونے والا تھا یہ تو اللہ اور ابتہاج ہی جانتے تھے۔

ابتہاج چلا گیا تھا اور فی الحال امسال نے سکون کا سانس لیا تھا۔

شام کے وقت المان کوئی چیز لینے باہر گیا تھا لیکن اب اُسے گئے ہوئے کافی وقت گزر گیا تھا اور وہ واپس نہ آیا تھا۔ زوباریہ بیگم اور ہمدان صاحب بہت پریشان ہو گئے تھے، پریشان تو امسال بھی تھی۔ ایک کے بعد دوسری نئی مصیبت سر پہ آ کھڑی تھی، نجانے کیسا امتحان تھا ان لوگوں کا۔ امسال اور المان آپس میں بہت لڑتے تھے لیکن دونوں ہی ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے تھے۔ آخر کو بھائی بہن کا رشتہ ہوتا ہی ایسا ہے۔

ہمدان صاحب ایک بار پھر المان کو ڈھونڈنے باہر گئے تھے۔

ابتہاج کے گارڈز نے اُس کے کہنے پہ المان کو کیڈنیپ کیا تھا اور ابتہاج کے کہے کے مطابق اُسے جہانگیر انٹرپرائزز لے آئے تھے۔ المان کو اُٹھوانے کا مقصد صرف امسال اور اُس کے والدین پہ دباؤ ڈالنا تھا۔ ابتہاج کے آرڈرز تھے کے المان کو بہت شان سے رکھا جائے اور جو وہ کہے اُسے فراہم کیا جائے، آخر کو وہ اُس کا اکلوتا سالا تھا۔ المان کے لیے پلے سٹیشن کا بھی بندوبست کیا گیا تھا کیونکہ اُسے گیمنگ کا شوق تھا اور ابتہاج خود بھی اُس کے ساتھ گیمز کھیلنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

کافی دیر بعد ہمدان صاحب واپس آئے تھے لیکن المان ساتھ نہ تھا۔آس پاس کے لوگوں سے بس یہی پتہ چل سکا تھا کہ المان کسی بڑی گاڑی میں کچھ لوگوں کے ساتھ جا رہا تھا۔جب زوباریہ بیگم کو یہ پتا چلا تو وہ سدمے کی وجہ سے بے ہوش ہو گئی تھیں۔

جہاں امسال ہمدان صاحب کی لاڈلی تھی وہیں دوسری طرف المان زوباریہ بیگم کا لاڈلا تھا۔امسال کو بھی اس وقت کچھ سمجھ نا آرہا تھا کہ اچانک یہ ہوا کیا ہے،اس وقت اُس کا دماغ کچھ بھی سوچنے کے قابل نہ تھا۔

رات کے آٹھ بج چکے تھے اور اب تک المان کی کوئی خیر خبر نہ ملی تھی۔اپنے والدین کو اس قدر پریشان دیکھ کر امسال کو بہت تکلیف ہو رہی تھی۔امسال ابھی کچھ سوچ ہی رہی تھی کے کیا کیا جائے جب اچانک اُس کے دماغ میں جھماکا سا ہوا۔

"ایک بات کی گارنٹی میں تمہیں دیتا ہوں،اس بار میں نہیں بلکہ رات تک تم خود میرے پاس چل کر آؤ گی مجھ سے شادی کرنے۔۔۔۔لگتا ہے مجبوراً کسی کو سولی چڑھانا ہی پڑے گا۔"ابتہاج کے یہ الفاظ امسال کے کانوں میں گونجے تھے۔

"مجھے پتا ہے المان کہاں ہو گا اور یہ سب کس نے کیا ہے۔"امسال ایک ٹرانس کی کیفیت میں بولی تھی۔

"کیا مطلب ہے تمہارا بیٹا؟"ہمدان صاحب نا سمجھی میں بولے تھے۔

"میرا بتہاج جہانگیر! اُسی کا کام ہے یہ۔" امسال اپنے چہرے پہ پتھریلے تاثرات لیے بولی تھی۔

"کہاں لے کر گیا ہو گا وہ المان کو؟" زوباریہ بیگم جو کافی دیر پہلے ہوش میں آچکی تھیں روتے ہوئے بولی تھیں۔

"پتا نہیں، یہ تو وہی بتا سکتا ہے۔۔۔۔اب اگر کوئی کچھ کر سکتا ہے تو وہ میں ہوں۔ میں کرلوں گی اُس سے شادی پاپا! دے دوں گی میں اپنی اور اپنی انا کی قربانی۔" امسال کو آخر کار اپنی ضد سے پیچھے ہٹنا ہی پڑا تھا، وہ میرا بتہاج جیسے شخص کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔

"نہیں بیٹا، میں اپنے بیٹے کی زندگی کے لیے ہرگز بھی اپنی بیٹی کو قربان نہیں کروں گا۔ میں اُن جاہل آدمیوں میں سے نہیں ہوں جو اپنی بیٹیوں کو قربانی کا بکرا سمجھ کر سولیوں پر چڑھا دیتے ہیں۔۔۔۔ہم پولیس میں کمپلین کریں گے۔" ہمدان صاحب واقعی میں امسال کے آئیڈیل تھے۔

"میں جانتی ہوں پاپا، اور میں بہت خوش نصیب ہوں جو آپ میرے پاپا ہیں، جنہوں نے ہر قدم پہ میرا حوصلہ بڑھایا ہے، آپ میرے ہیرو ہیں پاپا۔" امسال کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے، ہمدان صاحب نے اُسے اپنے سینے سے لگایا تھا۔

"پولیس کمپلین کا کوئی فائدہ نہیں ہے،اُس سے کچھ نہیں ہو گا پاپا۔۔۔۔آپ نے اُس کی پاور دیکھی ہے نہ! آئے بیٹ پولیس بھی کچھ نہیں کر سکتی اُس کا۔"امسال بہت تلخی سے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے بولی تھی۔

"لیکن بیٹا جو تم کرنے کا کہہ رہی ہو وہ بھی ٹھیک نہیں ہے۔"ہمدان صاحب کا دل نہیں مان رہا تھا،اور مانتا بھی کیسے؟

"تو پاپا اور کیا کریں ہم؟اس کے علاوہ اور کوئی ہل نہیں ہے ہمارے پاس۔اُس نے آج یہ کیا ہے،کل کو وہ کچھ اور کر دے گا،میں نہیں برداشت کر سکتی آپ میں سے کسی کا بھی نقصان۔۔۔۔وہ یہ سب صرف ہم پہ دباؤ ڈالنے کے لیے کر رہا ہے۔اگر میں اُس سے شادی کر لوں تو اس صورت میں یہ سب ختم ہو سکتا ہے۔"امسال ٹھیک ہی تو کہہ رہی تھی۔

"مگر بیٹا۔۔۔"ہمدان صاحب نے زندگی میں کبھی بھی خود کو اتنا مجبور نہیں پایا تھا کہ آج اُن کے پاس واقعی میں کوئی حل نہیں تھا۔

"آپ کے پاس کوئی اور حل ہے پاپا؟"امسال نے سوال کیا تھا اور وہ جانتی تھی جواب کیا ہونا تھا۔

ہمدان صاحب خاموش رہے تھے کیونکہ اُن کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔آج انہیں ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ ایک ناکام باپ ہیں، جو اپنی اولاد کو تحفظ دینے میں ناکام ہو گئے۔

"میں جا رہی ہوں پاپا اور المان کو ساتھ لے کر ہی آؤں گی۔" اتنا کہہ کر امسال اٹھی تھی اور اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔

ہمدان صاحب اور زوباریہ بیگم ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے، وہ دونوں بے بس تھے، اتنے بے بس کے اپنی بیٹی کے لیے کچھ بھی نہیں کر پا رہے تھے۔وہ دونوں ہی نہیں چاہتے تھے کہ اپنی اس پیاری سی لاڈلی بیٹی کو ابتہاج کے ساتھ رخصت کر دیں۔

آج اُن دونوں کو ہی ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ ہار گئے ہوں۔

امسال اپنے کمرے میں آئی تھی اور ابتہاج کو کال کی تھی، تین بیل کے بعد فون اُٹھا لیا گیا تھا۔

"زہِ نصیب!! کیسے یاد کیا مجھ غریب کو؟ دوپہر میں ہی تو مل کر گیا ہوں جان۔" ابتہاج کی شوخ آواز امسال کے کانوں میں زہر گھول رہی تھی۔

"مجھے ملنا ہے آپ سے۔" امسال خود پہ ضبط کرتے ہوئے بولی تھی۔

"اس وقت ؟" ابتہاج کا انداز ایسا تھا جیسے وہ حیران ہو رہا ہو۔ ابتہاج ڈرامے کر رہا تھا اور اُسے بہت مزا آ رہا تھا اس سب میں۔

"میں نے کہا مجھے ملنا ہے آپ سے !" امسال نے اپنی بات کافی تیز لہجے میں دوہرائی تھی۔

"ریلیکس ! گاڑی تمہارے گھر کے نیچے کھڑی ہے۔ آ جاؤ ڈرائیور کے ساتھ آفس، آج میں وہیں ہوں۔" ابتہاج اب سیریس ہو گیا تھا۔

"میں جا رہی ہوں، تھوڑی دیر تک واپس آتی ہوں۔" امسال اپنی کالی چادر اوڑھے باہر نکلی تھی۔ ہمدان صاحب ساتھ جانا چاہ رہے تھے لیکن امسال نے انہیں منع کیا تھا، وہ مزید کوئی رسک نہیں لینا چاہتی تھی۔

"اللہ تمہیں اپنی امان میں رکھے میری جان۔" زوباریہ بیگم کے دل سے بے اختیار دعا نکلی تھی۔

امسال اپنے گھر کے باہر موجود گاڑی میں بیٹھ کر روانہ ہوئی تھی اور کچھ ہی دیر بعد گاڑی جہانگیر انٹرپرائزز کے سامنے رکی تھی۔ امسال گاڑی کے رکتے ہی فوراً باہر نکلی تھی،

اس وقت جہانگیر انٹر پرائزز میں ابتہاج اور اُس کے گارڈز کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

امسال نے بغیر یہاں وہاں رکے سیدھا ابتہاج کے آفس کا رخ کیا تھا۔

"ہیلو بیب! آخر کو تم آ ہی گئی، کہا تھا نا میں نے رات تک تم خود آؤ گی میرے پاس۔"

امسال کو اندر آتے دیکھ ابتہاج نے شوخی سے کہا تھا۔

امسال غصے میں چلتے ہوئے ابتہاج کی طرف آئی تھی اور اُس کے سامنے آکر کھڑی ہوئی تھی۔ کچھ سیکنڈ بعد آفس میں زناٹے دار تھپڑ کی آواز گونجی تھی۔ امسال نے ابتہاج کے گال پہ اپنی نرم و ملائم انگلیوں کے نشان چھوڑے تھے۔

ابتہاج کو امسال سے تھپڑ کی امید نہ تھی۔ آج زندگی میں پہلی بار اُسے کسی لڑکی نے تھپڑ مارا تھا اور وہ بھی اُس کی اپنی محبت نے۔۔۔۔۔ ابتہاج کو غصہ تو بہت آیا تھا لیکن بہت مشکل سے وہ برداشت کر رہا تھا کیونکہ وہ اپنے غصے کی وجہ سے امسال کو نقصان نہیں پہنچانا چاہتا تھا۔

"ہو گیا؟ یہ کرنے آئی تھی؟" ابتہاج نے بہت حد تک کوشش کی تھی اپنے لہجے کو درست رکھنے کی لیکن پھر بھی لہجہ سخت تھا اور ضبط سے آنکھوں میں لالی اترنا شروع ہو گئی تھی۔

امسال کو بعد میں احساس ہوا تھا کہ غصے میں اُس نے کیا کر دیا ہے۔اب اُسے ابتہاج سے ڈر لگ رہا تھا کیونکہ وہ اُس کے غصے کو ہوا دے چکی تھی لیکن ابتہاج کی بات اُس کی توقع کے خلاف تھی۔

"کس قسم کے ڈھیٹ اور بے غیرت انسان ہیں آپ!"امسال کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ وہ ابتہاج کو اس وقت تک قتل کر چکی ہوتی۔

"ڈھیٹ تو بہت ہوں میں لیکن بے غیرت نہیں ہوں۔۔۔۔آج مجھ پہ ہاتھ اُٹھانے کی غلطی کر لی ہے،آج کے بعد ایسا کرنا تو دور سوچنے کی بھی ہمت نہ کرنا ورنہ یہ جو تمہارا نازک سا ہاتھ ہے نا اس کو توڑنے کے لیے مجھے زیادہ محنت نہیں کرنی پڑے گی۔"

ابتہاج نے اچانک امسال کو اپنی طرف کھینچا تھا اور اُس کا دایاں ہاتھ اُس کی کمر کے پیچھے کر کے موڑا تھا جس کی وجہ سے امسال کو تکلیف ہوئی تھی۔

امسال اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی ساتھ ہی اپنے بائیں ہاتھ کی مدد سے ابتہاج کو پیچھے دھکیل رہی تھی مگر اُس نازک سی لڑکی میں کہاں اتنی طاقت تھی جو ابتہاج کو ہلا پاتی اور بدلے میں ابتہاج اُس کا بایاں ہاتھ بھی کمر کے پیچھے موڑ کر پکڑ چکا تھا۔ایسا کرنے کی وجہ سے امسال ابتہاج کے بہت قریب ہو گئی تھی،دونوں کے درمیان فاصلہ کم تھا۔

"میرے ہاتھ چھوڑیں اور دور ہٹیں مجھ سے!" امسال تو ڈر ہی گئی تھی پہلی بار وہ کسی مرد کے اتنا قریب کھڑی تھی اور ابتہاج کے اتنے قریب ہونے کی وجہ سے اُس کے اوسان خطا ہو رہے تھے۔

"ایسے کیسے چھوڑ دوں؟ اب زخم دیا ہے تو مرحم بھی تو لگاؤ۔" ابتہاج نے ایک جھٹکا دیا تھا جس سے امسال نے جو تھوڑا بہت فاصلہ بنایا تھا وہ ختم ہو گیا تھا اور اُس پہ جھکا تھا۔ اپنی ہنسی کو روکنے کی کوشش کرتے ہوئے ابتہاج نے اپنی بات کہی تھی۔ اُسے سہمی سہمی، ماصوم سی امسال بہت پیاری لگ رہی تھی جبکہ اُس کا غصہ تو نجانے کہاں کھو گیا تھا۔

"چھ۔۔۔ چھوڑیں مجھے پلیز۔" ابتہاج کو خود پہ جھکتے دیکھ امسال کی سانسیں رک گئی تھیں، وہ ہلکی آواز میں منمنائی تھی ساتھ ہی آنکھ کے کونے سے ایک ننھا آنسو کا قطرہ گرا تھا۔ ابتہاج کی گرم سانسیں امسال کا چہرا جھلسا رہی تھیں۔

"ہاہاہا!! چڑیا کے جیسا تمہارا دل ہے اور میرے سامنے شیرنی بنتی ہو۔۔۔۔ پریشان نہیں ہو نکاح سے پہلے کچھ نہیں کروں گا۔" ابتہاج نے آہستہ سے امسال کو چھوڑ دیا تھا کیونکہ جتنا تیز اُس کا دل دھڑک رہا تھا ابتہاج کو ڈر تھا کہ کہیں باہر ہی نہ آ جائے۔

ابتہاج کی بات سے ناچاہتے ہوئے بھی شرم سے امسال کے گالوں پہ لال رنگ نمایاں ہوا تھا جسے ابتہاج نے بھی نوٹ کیا تھا اور اُس کے لبوں کو مسکراہٹ نے چھوا

تھا۔۔۔۔امسال اپنا چہرا نیچے کئے سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی کے اُس کو ہوا کیا، ساتھ ہی خود کو دل میں ڈھیروں سلواتیں سنائی۔

"میرا بھائی کہاں ہے؟" المان کا خیال آتے ہی امسال پھر سے اپنے پرانے غصے والے موڈ میں آگئی تھی۔

"بیٹھو آرام سے، اپنا ہی آفس سمجھو اس کو، کسی زمانے میں تم بھی یہیں کام کرتی تھیں۔" ابتہاج نے امسال کی بات کو نظر انداز کیا تھا۔

"میں نے پوچھا میرا بھائی کہاں ہے؟" امسال نے سخت لہجے میں اپنی بات دہرائی تھی۔

"میرے پاس ہے، مزے میں ہے، تم کیوں پوچھ رہی ہو؟" ابتہاج بہت چِل انداز میں بولا تھا جیسے امسال کے نہیں بلکہ اپنے بھائی کے بارے میں بات کر رہا ہو۔

"چھوڑ دیں اُسے پلیز!" امسال کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنا شروع ہو گئے تھے۔

"چھوڑ دوں گا ہمارے نکاح کے بعد، بلکہ ساتھ لے کے آؤں گا نکاح والے دن۔" ابتہاج نے جواب دیا تھا۔

"چھوڑ دیں اُسے وہ چھوٹا ہے، میں تیار ہوں آپ سے نکاح کرنے کے لیے۔" امسال روتے ہوئے بولی تھی۔

"ویسے اتنا بھی چھوٹا نہیں ہے، کافی سمجھدار ہے ماشاءاللہ لیکن پھر بھی میں نے اُس کے لیے کھانے پینے اور گیمز وغیرہ سب چیزوں کا انتظام کروایا ہے۔ میرا ابتہاج جہانگیر کا اکلوتا سالا ہے وہ اُسکی خاطر تواضع بھی شاہانہ ہو گی۔" ابتہاج امسال کو تفصیل سے بتا رہا تھا۔

"مان گئی ہوں نا میں، اب چھوڑ دیں اُس کو میں نے وعدہ کیا ہے اپنے ماما پاپا سے کہ المان کو ساتھ لے کر آؤں گی میں۔" امسال التجا کر رہی تھی۔

"وعدے کرو تم اور پورے کروں میں واہ!! کل چھوڑ دوں گا پکا پرومس۔۔۔۔ میرے والدین آئیں گے پرسوں باقاعدہ رشتہ لینے اور نکاح کی ڈیٹ فائنل کرنے۔" ابتہاج کے لہجے سے ہی خوشی جھلک رہی تھی۔

"نہیں ابھی کے ابھی چھوڑیں میرے بھائی کو، جب میں نے کہہ دیا ہے کہ میں نکاح کرلوں گی تو میں کرلوں گی۔" امسال کسی بچے کی طرح ضد کر رہی تھی۔

"آئے سیڈ نو!" ابتہاج تو سدا کا ڈھیٹ تھا۔

"پلیز میں ہاتھ جوڑتی ہوں پلیز۔" امسال دھواں دھار رونا شروع ہو گئی تھی۔

"اُف! رو نہیں یار، مجھے تکلیف ہوتی ہے تمہارے رونے سے۔ چھوڑ دوں گا نا کچھ کر تھوڑی رہا ہوں اُسے میں۔" امسال کا رونا واقع ابتہاج برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

"نہیں! نہیں! نہیں! ابھی چھوڑیں ورنہ میں بھی شادی نہیں کروں گی۔" امسال نے بہت بے کار سی دھمکی دی تھی۔

"اور ئیلی؟ بھائی تو پھر میرے پاس ہی ہے تمہارا۔" ابتہاج بھی بہت مزے سے بولا تھا۔ آخر دھمکیاں دینے میں ماہر تھا۔

"کچھ تو بھروسہ کر لیں مجھ پہ، جب میں نے کہہ دیا ہے ایک بار۔" امسال منہ بناتے ہوئے بولی تھی۔

اس وقت دونوں ایسے بحث کر رہے تھے جیسے پرانے دوست ہوں اور دونوں کے درمیان سب کچھ ٹھیک ہو۔ فی الحال امسال یہ بات بھولی ہوئی تھی کے اُسے سامنے موجود شخص سے نفرت ہے۔

"نہیں! ایک دفعہ بھاگنے کی ہمت کر سکتی ہو تو بھروسہ کرنا مشکل ہے۔" ابتہاج نے امسال کو یاد دلایا تھا کے وہ کیسے ملک چھوڑ کر جا رہی تھی۔

"نہیں بھاگوں گی کہیں بھی، پلیز چھوڑ دیں المان کو۔" امسال نے بے بس ہو کر دوبارہ اپنے ہاتھ جوڑ دیے تھے۔ زندگی میں کبھی بھی اُس نے کسی کی اتنی منت سماجت نہ کی تھی جتنی آج کرنی پڑ رہی تھی۔

"اچھا ناٹھیک ہے! یہ ہاتھ مت جوڑا کرو میرے سامنے، تمہیں تو حکم کرنے کا اختیار دیا ہے میں نے۔۔۔۔ماما بابا کے علاوہ ایک تم ہی تو ہو جو مجھ پہ حکم چلا سکتی ہو۔" ابتہاج نے امسال کے جڑے ہوئے ہاتھ کھولتے ہوئے کہا۔

ناجانے کیوں امسال کا دل زوروں سے دھڑک رہا تھا جسے اُس نے ڈانٹ کے خاموش کروایا تھا۔

"لیکن اگر اب کوئی بھی ہوشیاری کی تو تمہارا بھائی اور وہ ارحان نامی چیز دونوں کا میں جو حال کروں گا، تم یاد رکھو گی۔" ابتہاج کا لہجہ ایک دم ہی تبدیل ہوا تھا اور سختی اختیار کر گیا تھا۔

"میں کچھ نہیں کروں گی۔" امسال بہت خوف زدہ ہو گئی تھی ابتہاج کی دھمکیوں اور باتوں سے آخر کو وہ لڑکی تھی۔

"گُڈ! اب ایک آنسو بھی باہر نہ آئے ورنہ چھوڑوں گا نہیں تمہارے بھائی کو۔" ابتہاج کا لہجہ اب بھی سخت تھا۔

"نہیں رو رہی میں آپ المان کو بلائیں پلیز۔" امسال نے فٹافٹ اپنے آنسو ساف کئے تھے کیونکہ ابتہاج کا کوئی بھروسہ نہیں تھا۔

ابتہاج کو امسال کی اس حرکت پہ ہنسی آئی تھی اور وہ کھل کر مسکرایا بھی تھا ساتھ ہی کال کر کے المان کو بلوایا تھا۔ جیسے ہی المان آیا تھا امسال اُس سے گلے ملی تھی اور اُسکی خیریت پوچھی تھی۔

"چھوٹے ہیرو، آپ کی بہنا پریشان ہو رہی تھیں۔ بتاؤ انہیں کے آپ نے انجوائے کیا میرے ساتھ۔" ابتہاج المان سے مخاطب تھا۔

"جی بہت مزا آیا ابتہاج بھائی، آپ بہت اچھے ہیں۔۔۔۔ آپی ابتہاج بھائی بہت اچھے ہیں سیریسلی میری ان سے اچھی دوستی ہو گئی ہے۔" المان پہلے ابتہاج اور پھر امسال سے مخاطب ہوا تھا۔ المان کو ابتہاج بہت اچھا لگا تھا۔ دوسری جانب امسال المان کو ایسے دیکھ رہی تھی جیسے کہہ رہی ہو یہ میرا ہی بھائی ہے نا؟

"ہاہاہا! شکریہ بچے! چلو اب گھر جاؤ، سب پریشان ہو رہے ہیں۔" ابتہاج نے المان کے بال خراب کرتے ہوئے کہا تھا۔

"آج آپ نے امسال ہمدان صدیقی کو مار دیا میرا ابتہاج! میری انا، میری ذات سب خاک میں مل گئی۔" المان آگے چلا گیا تھا۔ امسال جاتے ہوئے ابتہاج سے کہنا نا بھولی تھی۔

"میں ہوں نا، سب کچھ ٹھیک کروں گا۔" ابتہاج خود بھی خوش نا تھا یہ سب کر کے۔

"آج جو بے بسی اپنے والدین کی آنکھوں میں دیکھی ہے میں نے، اُس کا حساب آپ کو دینا ہو گا۔" امسال مضبوط لہجے میں بولی تھی۔

"خیال سے جانا۔" ابتہاج بولا تھا جب کے امسال بغیر کوئی جواب دیے چلی گئی تھی۔

امسال اور المان گھر پہنچ گئے تھے۔ زوباریہ بیگم المان کو اپنے ساتھ لگائے بیٹھی ہوئی تھیں جب کہ المان انہیں یقین دلا رہا تھا کے وہ بلکل ٹھیک ہے۔ تھوڑی دیر سب کے ساتھ بیٹھنے کے بعد امسال اپنے کمرے میں چلی گئی تھی، اُسے خود کو راضی کرنا تھا اس کڑی مسافت کے لیے۔

"ماما؟ پاپا؟" امسال کے جانے کے بعد المان گویا ہوا تھا۔

"ہاں بیٹا بولو؟ کیا بات ہے؟" ہمدان صاحب بولے تھے۔

"اگر میں آپ لوگوں کو کچھ بتاؤں، تو کیا آپ لوگ میری بات مانیں گے؟" المان تمہید باندھ رہا تھا۔

"ہاں بیٹا کہو، کیا بات ہے؟" اس بار زوباریہ بیگم بولی تھیں۔

"آپ دونوں آپی کے لیے پریشان نہ ہوں پلیز، ابتہاج بھائی بہت اچھے ہیں پاپا۔" المان نے اپنی بات کہی تھی۔

"کیا کہہ رہے ہو تم؟ وہ بدماش وڈیرا اور اچھا ہو سکتا ہے؟" ہمدان صاحب کے لہجے میں غصہ تھا۔

"پاپا وہ بدماش نہیں ہیں، وہ بہت اچھے ہیں میں یہ بات یقین سے کہہ سکتا ہوں۔" المان نے پھر اپنی بات دہرائی تھی اس بار انداز سمجھانے والا تھا۔

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے المان؟ کیا پٹیاں پڑھا کر بھیجا ہے اُس نے تمہیں جو تم اُس کی زبان بول رہے ہو۔" زوباریہ بیگم بھی المان کی بات سے کافی غصے میں آ گئی تھیں۔

"کوئی پٹیاں نہیں پڑھائیں اُنہوں نے مجھے ماما، میں بس وہی کہہ رہا ہوں جو میں دیکھ کر آیا ہوں۔۔۔۔یقین کریں میرا آپ لوگ، وہ آپی کو بہت خوش رکھیں گے۔اُن سے زیادہ محبت آپی کو کوئی نہیں کر سکتا۔" المان اپنے والدین کو یقین سے سب بتا رہا تھا۔

"تم چھوٹے ہو ابھی تمہیں کچھ نہیں پتا، جاؤ اپنے کمرے میں۔" ہمدان صاحب سختی سے بولے تھے۔

"پاپا میں کوئی دودھ پیتا بچہ نہیں ہوں جو یہ سب سمجھ نہ سکوں، میں وہاں اُس لڑکے کی دیوانگی دیکھ کر آیا ہوں۔۔۔۔اور میں یہ بات یقین سے کہہ سکتا ہوں کے آپی کے لیے اُن سے بہتر اور کوئی نہیں ہو سکتا۔وہی آپی کو برداشت کر سکتے ہیں۔آج یہ بات میں کہہ رہا ہوں کل کو آپ دونوں بھی کہیں گے۔میں وہاں پانچ گھنٹے یا شائد اس سے

بھی زیادہ رہا ہوں اور اتنے عرصے میں دیکھ لیا میں نے جس کے نتیجے میں یہ بات آپ لوگوں سے کر رہا ہوں۔" المان جو شرارتیں ہی کرتا تھا، آج کسی بڑے بھائی کی طرح اپنی بہن کے مستقبل کے لیے ابتہاج کو پرکھ کے آیا تھا۔

المان کی باتیں سن کر زوباریہ بیگم اور ہمدان صاحب دونوں کو ہی یقین نہ آرہا تھا۔ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے اور دونوں کے ہی دماغ میں ایک جنگ چھڑی ہوئی تھی۔

"جب مجھے ابتہاج بھائی کے لوگ لے کر گئے تو میری عجیب کیفیت تھی، پھر جب میرا ابتہاج بھائی سے سامنا ہوا تو مجھے بہت غصہ آیا تھا کیونکہ میرے سامنے موجود شخص کی وجہ سے میرے گھر والے پریشان تھے۔ میں نے غصے میں اُن کا گریبان پکڑ لیا تھا پاپا! میرا دل چاہ رہا تھا اُن کو جان سے مار دوں۔ لیکن پھر ابتہاج بھائی نے جس طرح مجھ سے برتاؤ کیا اور مجھ سے جو باتیں شئیر کیں، اُس کے بعد مجھے سمجھ آیا کہ وہ بُرے انسان نہیں ہیں، وہ صرف آپی کے لیے بُرے بن گئے ہیں۔۔۔۔۔ میرے خیال سے اب آپ لوگوں کو پریشان نہیں ہونا چاہیئے، ویسے بھی آپی شادی کے لیے ہاں کر چکی ہیں۔" اپنی بات مکمل کر کے المان چلا گیا تھا۔ دوسری جانب ہمدان صاحب اور زوباریہ بیگم اپنی سوچوں میں گم ہو گئے تھے۔

"جیک تجھے پتا ہے آج ایک بار پھر وہ روئی ہے اور اُس کے آنسوؤں کی وجہ پھر سے میں ہی بنا ہوں۔" ابتہاج اپنے پالتو کتے کے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے بول رہا تھا، لہجے میں ہی اُس کی اُداسی آیاں تھی۔

"میں کیا کروں جیک؟ اُسے کسی بھی صورت چھوڑ نہیں سکتا میں۔ کیا میں غلط کر رہا ہوں؟" ابتہاج اپنے کتے سے سوال کر رہا تھا یہ جانتے ہوئے بھی کے وہ جواب نہیں دے گا۔ لیکن ابتہاج کو اداس دیکھ کر جیک بھی اداس لگ رہا تھا۔

"ہاں غلط کر رہے ہو تم چھوٹے میر!" معراج جو ابتہاج کو ڈھونڈتے ہوئے لان میں آیا تھا۔ اُس کے برابر میں بیٹھتے ہوئے بولا تھا۔

"میں کیا کروں بڑے میر؟" ابتہاج کے چہرے پہ تھکن واضع تھی، وہ شخص جو کبھی نا تھکتا تھا آج اپنے محبوب کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کمزور پڑ رہا تھا۔

"تم خود غرضی کر رہے ہو چھوٹے میر، لیکن اب کچھ نہیں ہو سکتا تم بہت کچھ کر چکے ہو۔" معراج نے سچائی ہی تو بتائی تھی۔ معراج نے پہلے بھی ابتہاج کو یہ سب کرنے سے روکا تھا۔

"جانتا ہوں میں کہ کتنا خود غرض ہو گیا ہوں محبت کے دریا میں اترتے ہی۔" ابتہاج تلخی سے ہنستے ہوئے بولا تھا۔

"تم ایسے تو کبھی نہیں تھے چھوٹے میر۔" معراج کو یقین نہیں آ رہا تھا کے یہ وہی ابتہاج ہے جسے وہ بچپن سے جانتا ہے۔

"بس دیکھ لیں! محبت اچھے اچھوں کو بدل دیتی ہے۔" ابتہاج اب اپنے شوخ موڈ میں آ گیا تھا جس کا وہ کچھ ہی لوگوں کے سامنے اظہار کرتا تھا۔

"ہاں وہ تو ہے، آج دیکھ رہا ہوں آنکھوں سے۔۔۔۔ خیر جو ہونا تھا ہو گیا لیکن تم نے اگر میری بہن جیسی بھابھی کو تنگ کیا تو مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہو گا۔" معراج نے بھی اپنا موڈ بدل دیا تھا، وہ ابتہاج کی رگ رگ سے واقف تھا۔

"ابھی بھابھی آئی بھی نہیں ہے اور آپ نے ابھی سے رنگ دکھانا شروع کر دیے۔" ابتہاج منہ بناتے ہوئے بولا تھا۔

"ہاہاہا! بلکل اتنی پیاری اور چھوٹی سی بھابھی ہے میری۔" معراج بولا تھا۔

"ہاہاہا! ہاں چھوٹی سی تو ہے وہ معصوم سی، لیکن بہت غصے والی ہے۔" ابتہاج مسکراتے ہوئے بولا تھا، آنکھوں کے سامنے امسال کا غصے والا چہرا آیا تھا۔

"اچھی بات ہے نا کوئی تو ہو جس کے غصے سے تم ڈرو، ہمیں تو تم نے اپنے غصے سے ڈرا دھمکا کے رکھا ہوا ہے۔" معراج نے ابتہاج کے غصے پہ چوٹ کی تھی۔

"اب تک غصے سے ہی بات کی ہے اُس نے مجھ سے جب بھی کی ہے، پتا نہیں پیار سے بات کرتے ہوئے کیسی لگتی ہو گی۔" ابتہاج آنکھوں میں شرارت لیے بولا تھا۔

"فکر نہیں کرو، مجھے یقین ہے سب ٹھیک ہو جائے گا اور اُسے تم سے محبت بھی ہو جائے گی۔۔۔۔ بھئی آخر کو میرا چھوٹا بھائی ہے ہی اتنا خوبرو۔" معراج بولا تھا۔

"یقین تو مجھے بھی ہے بڑے میر، ایک بار وہ میری ہو جائے دنیا کی تمام خوشیاں اُس کے قدموں میں ڈھیر کر دوں گا۔" ابتہاج عزم سے بولا تھا۔

"اے میرے اللہ!! اتنا ظلم مجھ معصوم پہ ہی کیوں ہوتا ہے؟" حیدر کی دکھ بھری دہائی معراج اور ابتہاج کو سنائی دی تھی اور اب دونوں اُس طرف متوجہ ہوئے تھے۔

"سہی ہے بھئی پارٹی بدل لی، مجھے نکال دیا دونوں نے اپنی ٹیم سے، لیکن میں نے سب سن لیا ہے۔" حیدر کی بات پہ معراج اور ابتہاج دونوں ہنسے تھے اور پھر تینوں کا پاگل پن شروع ہو گیا تھا۔

تینوں بھائی اپنی باتوں میں مصروف تھے لیکن تینوں ہی نا جانتے تھے کے کوئی پیچھے کھڑا اُن کی باتیں سن چکا ہے۔

رات کے کھانے کے بعد ابتہاج اپنے والدین کے کمرے کے باہر کھڑا دروازے پر دستک دے رہا تھا، آج وہ اُنہیں امسال کے بارے میں بتانا چاہتا تھا۔ جنت بیگم نے دروازہ کھولا تھا اور اب ابتہاج اپنے والدین کے سامنے ادب سے بیٹھا تھا۔

"برخوردار آج کیسے تم یہاں کا راستہ بھول گئے؟" جہانگیر صاحب کوئی کتاب پڑھنے میں مصروف تھے اُسے بند کرتے ہوئے ابتہاج سے مخاطب ہوئے تھے۔

"بابا آپ تو ایسے بول رہے ہیں جیسے میں یہاں کبھی آتا ہی نہیں ہوں۔" ابتہاج منہ بناتے ہوئے بولا تھا۔

"ہاہاہا! کیا فرمائش لے کر آئے ہو بتاؤ؟" جہانگیر صاحب کو ابتہاج آج بھی وہ چھوٹا والا ابتہاج لگا تھا جو اپنی فرمائشوں کی پوٹلی اُٹھائے اُن کے پاس آتا تھا۔ آج بھی وہ اپنی فرمائش لے کر آیا تھا بس فرق یہ تھا آج وہ کوئی چھوٹا بچا نہیں بلکہ پچیس سالا جوان مرد تھا۔

"آپ کو کیسے پتا میں فرمائش لے کر آیا ہوں؟" ابتہاج مصنوئی حیرت سے بولا تھا۔

"باپ ہوں میں تمہارا، تمہاری رگ رگ سے واقف ہوں۔ یہ بال ایسے ہی دھوپ میں سفید نہیں کئے میں نے۔" جہانگیر صاحب محبت سے بولے تھے۔

"لیکن آپ کے بال تو براؤن ہیں بابا۔" ابتہاج لہجے میں شوخی اور آنکھوں میں شرارت لیے بولا تھا بدلے میں جہانگیر صاحب نے اُسے گھوری سے نوازہ تھا۔

یہ سچ تھا کے جہانگیر صاحب نے خود کو بہت اچھے سے مینٹین کر کے رکھا ہوا تھا۔ باقاعدہ ایکسرسائز اور کچھ اُنکی خاندانی جینز کا کمال تھا جس کی وجہ سے وہ اپنی عمر سے چھوٹے لگتے تھے۔ بالوں میں کہیں کہیں ہلکی سفیدی تھی جو غور کرنے پہ نمایاں ہوتی تھی ورنہ وہ اپنے بیٹوں کے بڑے بھائی لگتے تھے۔

"پھر کوئی نئ گاڑی چاہیئے ہو گی صاحب زادے کو۔" جنت بیگم بیڈ پہ بیٹھتے ہوئے بولی تھیں۔

ابتہاج گاڑیوں کا بہت شوقین تھا اور کچھ مہینوں بعد مارکیٹ میں آئی نئ گاڑی اُسے چاہیئے ہوتی تھی۔ لیکن اپنی بلیک لینڈ کروزر سے وہ بے پناہ محبت کرتا تھا کیونکہ وہ اُس کی زندگی میں ملنے والی پہلی گاڑی تھی جو اُس کی ملکیت تھی۔

"ہاہاہا نہیں ماما، آج گاڑی کی فرمائش کرنے نہیں آیا میں۔" ابتہاج ہنستے ہوئے بولا تھا۔

"تو پھر؟ اب بول بھی دو؟" جنت بیگم بولی تھیں۔

"میں شادی کرنا چاہتا ہوں۔" ابتہاج نے بہت آرام سے اپنی بات کہی تھی۔

"تم سچ کہہ رہے ہو؟" جنت بیگم خوشی سے بولی تھیں، اُنہیں یقین نہیں آرہا تھا کہ اُن کا یہ بیٹا جو لڑکیوں سے دور بھاگتا ہے کبھی شادی کی بات کرے گا۔

"جی بلکل میری پیاری ماما۔" ابتہاج جنت بیگم کو یقین دلا رہا تھا جب کہ جہانگیر صاحب چپ کر کے اُنکی باتیں سن رہے تھے۔

"پھر پریشے کیسی رہے گی؟ مجھے تو بہت پسند ہے وہ، گھر کی بچی ہے، ہماری آنکھوں کے سامنے بڑی ہوئی ہے، خوبصورت بھی بہت ہے ماشاءاللہ تمہارے ساتھ خوب جچے گی۔" جنت بیگم نے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ بلاشبہ پریشے بہت خوبصورت تھی۔

"مجھے نہیں پسند وہ اور ویسے بھی میں نے اُسے ہمیشہ اپنی بہن سمجھا ہے۔" پریشے کا نام سن کر ابتہاج کا حلق تک کڑوا ہو گیا تھا۔

"ہاں تو اس میں کونسی بڑی بات ہے، پہلے نہیں سوچا تو اب سوچ لو۔" جنت بیگم کو شاید پریشے کو ہی اپنی بہو بنانا تھا۔

"میرے ساتھ جو جچے گی اُسے میں پسند کر چکا ہوں ماما۔" ابتہاج بہت چِل انداز میں بولا تھا اور اُس کا یہی چِل انداز کب غصے میں تبدیل ہو جاتا تھا یہ اُسے خود بھی پتا نہ چلتا تھا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" جنت بیگم نے آئی برو اُچکا کر پوچھا تھا۔

"مطلب یہ کہ آپ کی ہونے والی بہو کو میں بہت پہلے پسند کر چکا ہوں۔اُس کا نام امسال ہے، میں محبت کرتا ہوں امسال سے اور اُسی سے شادی کروں گا۔"ابتہاج نے تفصیلی جواب دیا۔

"کہیں یہ بچی وہی تو نہیں جو ہماری کمپنی میں جاب کرتی تھی؟"اتنے عرصے میں پہلی بار جہانگیر صاحب بولے تھے،انداز تزدیک آمیز تھا۔

"جی بابا یہ وہی ہے،امسال ہمدان صدیقی۔"ابتہاج نے تزدیک کی۔

"ہمم! ماشاءاللہ اچھی اور پیاری بچی ہے وہ،مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔۔۔۔کب جانا ہے اُس کے گھر؟"جہانگیر صاحب بہت پہلے ہی امسال کی جانب ابتہاج کا جھکاؤ نوٹ کر چکے تھے اور اُنہیں اپنے بیٹے کی خوشیاں بہت عزیز تھیں۔

"میں تو کہتا ہوں ابھی ہی چلے جائیں۔۔۔۔ہاہاہا! کل جایئے گا آپ لوگ۔"ابتہاج ہنستے ہوئے بولا تھا۔

"ٹھیک ہے مجھے ایڈریس دے دینا،ہم کل ہی جائیں گے۔"جہانگیر صاحب نے فیصلہ کیا تھا۔

"تھینک یو سو مچ بابا،آئی لو یو۔"ابتہاج خوشی سے اپنے بابا کے گلے ملا تھا جس پہ جہانگیر صاحب نے مسکرا کر لو یو ٹو کہا تھا۔

"مجھے نہیں منظور یہ رشتہ، آخر آپ اپنے بھائی کی بیٹی پہ کسی باہر کی لڑکی کو کیسے فوقیت دے سکتے ہیں؟" جنت بیگم نے اعتراض کیا تھا۔ ابتہاج جا چکا تھا۔

"مجھے صرف اور صرف اپنے بیٹے کی خوشی عزیز ہے بیگم اور میں وہی کروں گا جس میں اُس کی مرضی شامل ہو گی۔ ویسے بھی وہ بچی بہت سلجھی ہوئی اور ذہین ہے۔" جہانگیر صاحب فیصلہ کر چکے تھے اور اُس پہ سے اُنہیں کوئی نہیں ہٹا سکتا تھا۔

جہانگیر صاحب نے ابتہاج اور معراج کی تمام باتیں سن لی تھیں لیکن آدھی۔۔۔۔ اُنہیں اس بات کی خبر نہ تھی کہ امسال اس شادی کے لیے دل سے راضی نہیں اور یہ بھی کے اُن کا لاڈلا بیٹا اُس سے زبردستی شادی کر رہا ہے کیونکہ اگر اُن کے علم میں یہ بات ہوتی تو وہ کبھی ایسا نہ ہونے دیتے۔

اگر امسال یا اُس کے والدین جہانگیر صاحب سے ہی مدد مانگتے تو وہ یہ شادی کسی بھی صورت میں نہ ہونے دیتے لیکن یہ بات امسال یا اُس کے والدین کو بتاتا کون؟ شاید اللہ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔

اگلے روز جہانگیر صاحب اور جنت بیگم امسال کے گھر آئے تھے اپنے چھوٹے بیٹے میر ابتہاج جہانگیر کا رشتہ لے کر۔ امسال کے والدین کو جہانگیر صاحب بہت سلجھے ہوئے

اور بھلے آدمی لگے تھے۔۔۔۔۔خانہ پوری کے لیے ہمدان صاحب نے کچھ دنوں کا وقت مانگا تھا، جواب تو اُنہیں ابتہاج کی مرضی کا ہی دینا تھا۔

تین روز کے بعد امسال کے گھر والوں نے ہاں میں جواب دیا تھا۔ جہانگیر مینشن میں شادی کی تیاریاں بہت زور و شور سے شروع ہو چکی تھیں آخر کو گھر کے آخری اور لاڈلے سپوت کی شادی ہونے والی تھی۔۔۔۔۔ابتہاج کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا، اُس کی محبت اُسے جلد ملنے والی تھی یہ سوچ کر ہی وہ خوشی سے پاگل ہو رہا تھا۔

ابتہاج کی شادی ہونے والی ہے یہ خبر حویلی والوں کو بھی پتا چل گئی تھی اور پریشے کے لیے تو اُس کی دنیا ہی اُلٹ گئی تھی۔ تین دن سے وہ اپنی محبت کا ماتم منا رہی تھی، نہ کچھ کھا رہی تھی نہ پی رہی تھی بس دکھ کی مورت بنی اپنے کمرے میں رہتی تھی۔ رومانہ بیگم اپنی بچی کا یہ حال دیکھ خاصی پریشان تھیں لیکن اُنہوں نے یہ بات حویلی میں کسی کو بھی پتا چلنے نہ دی تھی۔

جنت بیگم کو امسال کچھ خاص پسند نہیں آئی تھی جبکہ وہ بہت خوبصورت تھی، اس ناپسندیدگی کی وجہ اُس کا مڈل کلاس گھرانے سے تعلق رکھنا تھا لیکن وہ کسی قسم کا اعتراض نہیں کر پائی تھیں۔ جنت بیگم مغرور تو نہ تھیں لیکن اپنے اتنے خوبصورت بیٹے کے لیے وہ بہو بھی کسی امیر خاندان سے لانا چاہتی تھیں۔ امسال کی طرف سے جنت

بیگم کا دل خراب کرنے میں بہت بڑا ہاتھ رومانہ بیگم کا تھا جو وقتاً فوقتاً انہیں تیلی لگاتی رہتی تھیں۔ جنت بیگم اُن کے مکار کھیل کو سمجھ نہیں پا رہی تھیں۔

امسال کے حصّے میں ابھی اور کتنی مشکلات آنے والی تھیں یہ اللہ کی ذات کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا۔

امسال کے گھر والوں کی طرف سے جواب موصول ہونے کے بعد ایک بار پھر جہانگیر صاحب جنت بیگم کے ہمراہ شادی کی تاریخ طے کرنے آئے تھے، اس بار معراج بھی اُن کے ساتھ تھا۔

"تو بھائی صاحب پھر کیا سوچا ہے آپ نے؟ کب کی تاریخ رکھی جائے؟" میر جہانگیر نے بات کا آغاز کیا۔

"جیسے آپ کو مناسب لگے، بس ہمیں کچھ وقت درکار ہے تیاری کے لیے۔" ہمدان صاحب نے جواب دیا تھا۔

"دیکھیں بھائی اللہ نے ہمیں ہر چیز سے نوازہ ہے بلکہ اوقات سے بڑھ کر ہی نوازہ ہے الحمداللہ۔۔۔۔ ہمیں کسی بھی چیز کی ضرورت نہیں ہے اس لیے آپ اس کی فکر نہ

کریں، ہمیں تو بس اپنی بیٹی چاہیئے۔" جہانگیر صاحب عاجزی سے بولے تھے۔اُن کے لہجے کی مٹھاس اُن کی طبیعت کا خاصہ تھی۔

"جی وہ سب تو ٹھیک ہے لیکن پھر بھی میں اپنی لاڈلی کو خالی ہاتھ تو رخصت نہیں کروں گا۔اُس کی ضرورت کی ہر چیز کے لیے کچھ وقت تو چاہیئے ہو گا اور ساتھ ہی شادی کے انتظامات کے لیے بھی۔" ہمدان صاحب نے اپنا موقف بیان کیا۔

"آپ کی بات بھی ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ پھر ایسا کرتے ہیں اگلے مہینے کی تاریخ طے کرتے ہیں اور شادی کے جو بھی انتظامات ہیں وہ ہم مل بانٹ کر کر لیں گے۔" جہانگیر صاحب نے حل پیش کیا جو کے امسال کے والدین کو بھی مناسب لگا۔

"جی بہتر، اگلے مہینے کی تاریخ ٹھیک رہے گی۔" ہمدان صاحب مان گئے تھے وہ چاہ کر بھی مزید دیر نہیں کر سکتے تھے اور اس کا کچھ فائدہ بھی نا تھا۔

ڈرائنگ روم کے باہر کھڑی امسال تمام باتیں سن رہی تھی۔امسال سے اپنے ماں باپ کی بے بسی برداشت نہ ہو رہی تھی اور آنسو تھے جو لڑیوں کی صورت بہہ رہے تھے۔ لیکن اب اُسے مضبوط ہونا تھا، اُسے اپنے ماں باپ کی ہمت بننا تھا اور وہ اُن کے لیے کچھ بھی کر سکتی تھی۔

یونیورسٹی سے کچھ دنوں کے لیے انتظامیہ کی جانب سے چھٹیاں دی گئی تھیں جس کی وجہ سے یہ چھ دوست کافی دنوں سے ایک دوسرے سے نہ ملے تھے۔آج سب نے ملنے کا پلین بنایا تھا لیکن امسال اس وقت کسی سے ملنے یا کسی کا سامنا کرنے کے موڈ میں نہیں تھی اس لیے اُس نے بہانا بنا کر سہولت سے انکار کر دیا تھا۔

اس پورے عرصے میں امسال ارحان کو بلکل ہی فراموش کر گئی تھی۔اب ایک اور بہت مشکل مرحلہ تھا امسال کے سامنے اور وہ تھا ارحان کو شادی سے انکار کرنا۔یہ سب وہ کیسے کرے گی اس بارے میں سوچ کر ہی امسال بہت پریشان تھی،پریشانیاں تو جیسے اُس سے کسی آسیب کی طرح چمٹ گئی تھیں۔یہ سوچ ہی امسال کو شرمندگی کی گہری کھائی میں دھکیل دیتی تھی،آخر وہ کس منہ سے ارحان کا سامنا کرے گی۔ٹینشن سے اور صبح شام رو رو کر اب امسال کی طبیعت خراب ہو گئی تھی۔

"ایک مہینے بعد کی ڈیٹ کیوں رکھ دی آپ لوگوں نے؟اگلے ہفتے کی ڈیٹ فکس کرنے کا کہا تھا میں نے بابا۔"ابتہاج ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے منہ کے آڑے ٹیڑھے زاویے بنائے اپنے بابا سے مخاطب تھا۔

"اتنی جلدی کس بات کی ہے تمہیں؟"میر جہانگیر اپنی ایک آئی برو اُچکاتے ہوئے پوچھ رہے تھے۔

"نہیں رہ سکتا نا میں زیادہ دن آپ کی بہو کے بغیر۔"ابتہاج آنکھ مارتے ہوئے شرارت سے بولا تھا۔میر جہانگیر اپنے بچوں کے ساتھ بلکل دوستوں جیسا رویہ رکھتے تھے اور ابتہاج تو تھا ہی اُنکا لاڈلا۔

"ادھر آؤ ذرا میں تمہارا سارا اچھچھورپن نکالتا ہوں۔"جہانگیر صاحب نے آنکھیں دکھاتے ہوئے کہا تھا لیکن وہ صرف مزاک کر رہے تھے کیونکہ ابتہاج اپنے بابا سے ایسے ہی بات کرتا تھا۔

"بابا میری محبت کو چھچھورپن تو نہ کہیں۔"ابتہاج کسی چھوٹے بچے کی طرح منہ پھلائے بولا تھا۔

"زیادہ باتیں نہیں کرو میرے ساتھ کام کرو جا کے اپنا، مجھے دو گھنٹے کے اندر پریزینٹیشن مکمل چاہیئے گاٹ اِٹ؟"جہانگیر صاحب اپنے ورک موڈ میں آ گئے تھے۔جہانگیر صاحب کو ہر کام میں پرفیکشن چاہیئے ہوتی تھی۔

ابتہاج بہت اچھے سے جانتا تھا کے جہانگیر صاحب کے دو گھنٹے کا مطلب دو گھنٹے ہی تھا اُس سے ایک منٹ بھی زیادہ نہیں۔جہانگیر صاحب آفس میں اپنے بیٹوں کا بلکل بھی

لحاظ نہیں کرتے تھے اور غلطی پہ اُنہیں بھی وہی کچھ سننا پڑتا تھا اور اُن کی بھی ویسی ہی شامت آتی تھی جیسے کسی بھی عام ایمپلائی کی۔ یہی وجہ تھی کے جہانگیر صاحب کو اُنکی کمپنی کا ایک ایک ایمپلائی پسند کرتا تھا۔ وہ اپنے بیٹوں اور باقی لوگوں میں فرق نہ کرتے تھے۔

"دولہے سے کون کام کرواتا ہے؟ بہت ظالم ہیں آپ بابا۔" ابتہاج کہتا ہوا باہر چلا گیا تھا جبکہ جہانگیر صاحب نے مسکرا کر نفی میں سر ہلایا تھا۔

ابتہاج کافی دیر سے امسال کو کال کر رہا تھا لیکن اُس کا فون مسلسل بند جا رہا تھا۔ ابتہاج کو امسال سے ملنا تھا اور وہ یہ بھی جانتا تھا کے امسال اُس سے کبھی نہیں ملے گی۔

"میرا ابتہاج بہت محنت کرنی پڑے گی بیٹا تجھے ابھی۔" ابتہاج خود سے مخاطب تھا، نظریں سامنے رکھے لیپ ٹاپ کی سکرین پہ تھیں۔

"تمہاری یہی ہنسی تمہارے چہرے پہ واپس لے کے آؤں گا میری جان، یہ میرا وعدہ ہے تم سے اور میرا ابتہاج اپنے وعدے کبھی نہیں توڑتا۔" اب بھی ابتہاج سکرین پہ نظریں جمائے بولا تھا جس پہ امسال کی تصویر تھی جس میں وہ کھلکھلا کر ہنس رہی تھی۔

امسال کی ایسی ہی بہت سی تصویریں ابتہاج کے لیپ ٹاپ میں تھیں اور اُن میں سے بہت سی تصویریں اُس نے خود کھینچیں تھیں۔

امسال کے بخار میں کمی آئی تھی لیکن کمزوری اب بھی تھی، دواؤں کے زیرِ اثر امسال بے وقت سو گئی تھی اور اب رات کا ایک بج رہا تھا لیکن اُسے نیند نہیں آ رہی تھی۔

امسال اپنے کمرے میں موجود اپنا سب سے پسندیدہ کام کر رہی تھی اور وہ تھا ناول پڑھنا۔ امسال پڑھنے میں مصروف تھی جب اُسے ایسا محسوس ہوا جیسے گیلری میں کوئی کھڑا ہے۔ اب امسال کی ساری توجہ اُس طرف تھی اور ڈر بھی لگ رہا تھا، جن وغیرہ سے سب کی طرح وہ بھی بہت ڈرتی تھی اور ویسے ہی آدھی رات ہو رہی تھی۔ شیطانی خیالات تھے کے دوڑے دوڑے اُس کے دماغ میں آ رہے تھے۔

امسال یہی سوچ رہی تھی کے اب کیا کرے جب اُسے ایک سایا نظر آیا جو گیلری میں یہاں سے وہاں چلتا محسوس ہو رہا تھا۔ امسال نے اپنے منہ پہ سختی سے ہاتھ رکھ لیا تھا تاکہ کوئی آواز نا نکلے، اُس کے ہاتھ پیر کانپنا شروع ہو گئے تھے لیکن پھر دماغ میں ایک خیال آیا کہ کہیں کوئی چور نا ہو۔ یہی سوچ کر امسال نے ہمت کی تھی اور ناول بیڈ پہ رکھ کر وہاں سے بغیر آواز کئے اُٹھی تھی۔

کمرے کے ایک کونے میں موجود سٹڈی ٹیبل پہ فروٹ باسکٹ رکھی تھی جس میں سے امسال نے چھری اُٹھائی تھی اور ساتھ ہی دوسرے ہاتھ میں سائڈ ٹیبل پہ موجود گل دان اُٹھالیا تھا۔اپنی حفاظت کے لیے چیزیں ہاتھ میں پکڑے امسال اب گیلری کی جانب بڑھی تھی کہ اچانک گیلری کا دروازہ کھلا تھا۔۔۔۔امسال ایک دم سے بد حواس ہو گئی تھی اور آنے والے پہ چھری سے وار کر بیٹھی تھی۔سامنے والے کو مار کر اب چیخنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ اُس کے منہ پہ کسی کے بھاری ہاتھ نے اُسکی چیخ کو اُسی پل دبا دیا تھا۔

ابتہاج کا دل کسی بھی طور سکون نہ لے رہا تھا،اُسے ہر حال میں امسال سے ملنا تھا۔دل کی ضد کے آگے ہار کر آخر کو رات ساڑھے بارہ بجے ابتہاج نکل گیا تھا امسال سے ملنے۔ رات کا وقت تھا اس لیے روڈ پہ زیادہ ٹریفک نہ تھا،ابتہاج تیز ڈرائیو کرتے ہوئے بیس منٹ بعد امسال کے گھر کے نیچے کھڑا تھا۔ایک بار پھر امسال کو کال کی تھی لیکن اُس کا فون اب بھی بند جا رہا تھا۔اب ایک ہی راستہ تھا امسال تک پہنچنے کا اور وہ تھا امسال کے کمرے کی گیلری تک جاتا پائپ۔

"کیسے دن آگئے ہیں میرے اب یہ بھی کرنا پڑے گا مجھے۔"ابتہاج پائپ کو دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

پانچ منٹ کی محنت کے بعد ابتہاج اُوپر چڑھ گیا تھا اور امسال کی گیلری میں کودا تھا، یہ اُس کے لیے کوئی مشکل کام نہ تھا۔ ابتہاج مارشل آرٹس میں بلیک بیلٹ تھا، پائپ چڑھنا تو اُس کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ گیلری کا دروازہ لاک تھا اور اب ابتہاج وہیں ٹہلتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ دروازہ کیسے کھولے۔۔۔۔۔ابتہاج کے والٹ میں سم ایجیکٹر موجود ہوتا تھا اور اب اُس کی مدد سے ابتہاج لاک کھول رہا تھا۔

تالے کھولنے میں تو ابتہاج ویسے بھی ماہر تھا کیونکہ بچپن میں اُس نے حیدر کے ساتھ مل کر بہت تالے کھولے تھے۔ یہ کام دونوں کو ہمیشہ سے ایڈونچر سے بھرپور اور تھرلنگ لگتا تھا۔ کچھ ہی دیر میں لاک کھل چکا تھا اور جیسے ہی ابتہاج دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہوا، سامنے سے اُس پر وار ہوا تھا۔

سب کچھ اتنا اچانک ہوا تھا کہ ابتہاج کو ایک پل کے لیے کچھ سمجھ ہی نہ آیا لیکن پھر دیکھا تو سامنے امسال ہاتھ میں چھری لیے کھڑی آنکھیں پھاڑے ابتہاج کو دیکھ رہی تھی۔ چھری کے کنارے سے خون ٹپک رہا تھا اور ابتہاج کے کندھے سے سفید شرٹ لال ہونا شروع ہو گئی تھی۔ خون دیکھ کر امسال کا منہ کھلا تھا۔ امسال کیا کرنے والی ہے یہ سمجھ آتے ہی فوراً ابتہاج نے اُس کے منہ پر اپنا بھاری مردانہ ہاتھ رکھ دیا تھا۔

ابتہاج کا ہاتھ اب بھی امسال کے منہ پہ سختی سے رکھا ہوا تھا جبکہ امسال خود دیوار کے ساتھ لگی ہوئی تھی، ایک ہاتھ میں چھری تھی اور دوسرے میں گل دان، آنکھیں ابتہاج کے کندھے سے نکلتے ہوئے خون پہ ٹکی ہوئی تھیں۔ جب ابتہاج کو تسلی ہوئی تو اُس نے اپنا ہاتھ ہٹایا تھا اور اب خود بھی کبھی امسال کے ہاتھ میں پکڑی چھری اور ساتھ ہی اپنے کندھے سے نکلتا ہوا خون دیکھ رہا تھا۔

"آپ یہاں کیا کرنے آئے ہیں۔" امسال گل دان اُس کی جگہ پہ رکھتے ہوئے بولی تھی۔

"ملنے آیا ہوں تم سے، فون کیوں بند ہے تمہارا؟" ابتہاج اپنے بہتے خون کی پرواہ کئے بغیر بول رہا تھا، ساتھ ہی امسال کے بیڈ پہ بیٹھ گیا تھا۔

"دفعہ ہو جائیں یہاں سے، مجھے شکل نہیں دیکھنی آپ کی۔" امسال نفرت سے بولی تھی۔

"یار کتنی بے حس ہو تم، پہلے تھپڑ مارا اور میرا گال لال کر دیا اور اب مجھ پہ دوبارہ حملا کیا اور اتنی نفرت سے بول رہی ہو کے چلا جاؤں یہاں سے۔" ابتہاج اب کھڑا ہو کے امسال کی طرف بڑھا تھا، جو دیوار سے کسی چھپکلی کی طرح چپکی ہوئی تھی اور آخری بات امسال کے انداز میں ہی کہی تھی۔

"دور جائیں بلکل دور!" امسال نے ابتہاج کو اپنی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا تھا تو ایک دم بدحواس ہو کر بولی تھی۔

"ارے میری بلی! اپنے شیر کو زخمی کر کے بول رہی ہو دور رہوں؟" ابتہاج نے ایک آئی برو اُٹھاتے ہوئے کہا تھا اور امسال کے قریب آ کے اپنا ایک ہاتھ دیوار پہ رکھا تھا۔

"بلی کس کو بولا؟!" امسال نے اچانک ہی کمر پہ ہاتھ رکھ کے لڑاکا عورتوں کی طرح کہا تھا۔

"تم میری بلی ہی تو ہو یار، میرے سامنے شیرنی بنتی ہو لیکن پھر میری ایک اونچی آواز پہ ہی شیرنی سے بھیگی بلی۔ تو ہوئی نا تم میری بلی!" ابتہاج نے چڑانے والے انداز میں کہا تھا۔

"خود ہوں گے باگڑ بلے!" امسال نے نروٹھے پن سے کہا تھا اور ابتہاج نے قہقہہ لگایا تھا۔

"باگڑ بلا نہیں میری جان، شیر ہوں تمہارا اور جانتی ہو نا کہ زخمی شیر کتنا خطرناک ہوتا ہے؟" ابتہاج نے اچانک ہی اپنا لہجہ تبدیل کیا تھا اور اب لہجے میں صرف اور صرف غصہ تھا۔ ابتہاج کے اس انداز سے امسال خوف زدہ ہوئی تھی۔

"آپ۔۔۔آپ کا خون بہہ رہا ہے۔"امسال سے بولا بھی نہیں جا رہا تھا اتنا خون دیکھ کر اور دوسری وجہ ابتہاج کا غصہ۔

"یہی تو میں تمہیں سمجھا رہا ہوں کہ میرا خون بہہ رہا ہے اور تم کہہ رہی ہو کہ میں جاؤں یہاں سے۔"ابتہاج نے منہ بناتے ہوئے کہا،اب انداز بلکل نارمل تھا۔

"گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا ہے یہ انسان۔"امسال نے دل میں خود سے کہا تھا کیونکہ ابتہاج کا موڈ بلکل ویسے ہی بدل رہا تھا جیسے گرگٹ اپنا رنگ۔

"ہاں تو ہسپتال جائیں،میں کوئی ڈاکٹر نہیں ہوں جو آپ کا علاج کروں گی۔"امسال نے ابتہاج کو پیچھے کر کے کچھ فاصلہ قائم کیا تھا ورنہ تو امسال کو سانس لینے میں بھی مشکل پیش آ رہی تھی۔

"تم واقعی بہت بے حس ہو!مجھے پتا ہے تمہیں فرسٹ ایڈ دینا آتی ہے اور سچ بتاؤں تو میرا علاج صرف تمہارے پاس ہی ہے۔۔۔۔چلو شاباش اب مرحم لگاؤ اس زخم پہ جو تمہاری دین ہے۔"ابتہاج دوبارہ بیڈ پہ بیٹھ گیا تھا۔

"چیپ باتیں کرنے میں تو ماہر ہیں ہنہہ!آپ کو کیسے پتہ یہ بات؟"پہلی بات امسال خود میں ہی بڑبڑائی تھی جبکہ دوسری بات حیرت سے پوچھی تھی۔

"تمہارے بارے میں تو مجھے وہ سب بھی پتا ہے جو شائد تم خود بھی نہیں جانتی۔
تمہارے بچپن سے لے کر موجودہ وقت تک کی ساری خبریں ہیں میرے پاس۔"
ابتہاج نے جواب دیا تھا جبکہ امسال ہونقوں کی طرح ابتہاج کو دیکھ رہی تھی، بخار کے بعد دماغ کام نہیں کر رہا تھا شاید۔

"اب وہاں کیا مجسمے کی طرح کھڑی ہو یہاں آکر بینڈیج کرو میری ورنہ اگر زیادہ خون بہہ گیا تو تم ہی سے لوں گا پھر۔" ابتہاج بہت مزے لیتے ہوئے بولا تھا۔

"شرٹ اُتاریں میں فرسٹ ایڈ باکس لے کر آرہی ہوں۔" کہہ کر امسال کمرے سے باہر چلی گئی تھی کیونکہ ابتہاج اتنی آسانی سے ٹلنے والا تھا نہیں۔

ابتہاج نے اپنی شرٹ کے بٹن کھولے تھے لیکن شرٹ اُتارنے میں خاصی تکلیف ہو رہی تھی اس لیے ویسے ہی بیٹھا رہا تھا۔

"میں آپ سے کچھ کہہ کر گئی تھی شاید۔" امسال کی ایک آئی برو اُٹھ چکی تھی، اُسے غصہ جو آرہا تھا ساتھ ہی باکس بیڈ پہ رکھ کر اُس میں سے سامان نکال رہی تھی۔

"میری مدد کرو اُتارنے میں پلیز، تکلیف ہو رہی ہے ہاتھ موڑنے سے۔" ابتہاج نے گزارش کی تھی لیکن چہرے پہ تکلیف کے آثار نہ تھا، وہ ماہر تھا اپنی تکلیف چھپانے میں۔

امسال سوچ رہی تھی کہ اُس پہ یہ وقت بھی آنا تھا۔امسال کو اچھا نہیں لگ رہا تھا ابتہاج کو اس حال میں دیکھ کر پھر چاہے سامنے وہ ظالم ہی کیوں نہ تھا، آخر کو یہ سب امسال کی وجہ سے ہی ہوا تھا۔ایسی ہی تھی امسال، اُس کی وجہ سے کسی کو تکلیف پہنچے یہ اُسے ہر گز بھی قبول نہ تھا۔اپنے آس پاس لوگوں میں خوشیاں بانٹ کر وہ خود بھی خوش رہتی تھی۔امسال خاموشی سے بیڈ پہ چڑھی تھی اور پیچھے سے ابتہاج کو شرٹ اُتارنے میں مدد کر رہی تھی۔

ہماری ویب میں شایع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔

ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین(New Era Magazine)کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشااللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین

ابتہاج اب صرف بلیک بنیان اور بلیک ہی جینز میں مزے سے بیٹھا تھا جبکہ امسال اُس کے زخم کا معائینہ کسی ماہر ڈاکٹر کی طرح کر رہی تھی۔ابتہاج کے کسرتی سرخ و سفید بازو نا جانے کیوں امسال کا دل دھڑکا رہے تھے۔یہ وقت امسال کے لیے مشکل ہونے والا تھا یہ سوچ اُس کے دماغ میں آئی تھی جس پہ اُس نے خود کو کافی ڈپٹا تھا۔

"اچھے ہیں نا؟"ابتہاج کی آنکھیں شرارت سے بھری ہوئی تھی۔

"کیا؟"امسال جواب بھی ابتہاج کا بازو دیکھ رہی تھی ابتہاج کے اس سوال پہ سوالیہ نظروں سے پوچھا تھا۔

"مائے مَسلز ڈمبو!"ابتہاج نے آنکھیں چڑھاتے ہوئے اپنے کسرتی بازوؤں کی نمائش کی تھی۔

"آپ اتنی فضول باتیں کیسے کر لیتے ہیں؟"امسال کو آگ لگ گئی تھی ابتہاج کی اس بات سے۔

"فضول تو نہیں ہیں، لڑکیاں مرتی ہیں۔"ابتہاج نے فخریہ انداز میں کہا تھا۔

"دماغی مریضہ ہوں گی اسی لیے مرتی ہیں۔۔۔آج کے بعد مجھ سے ایسی فالتو باتیں نہ کریے گا۔"امسال روئی پہ اینٹی سیپٹک ڈالتے ہوئے سختی سے بولی تھی اور ابتہاج کا منہ بن گیا تھا کیونکہ امسال نے بے عزتی جو کر دی تھی۔

"کٹ تو گہرا لگا ہے۔فروٹ نائف سے گہرا کٹ کیسے لگ سکتا ہے؟"امسال روئی سے خون صاف کرتے ہوئے خود سے کہہ رہی تھی۔

"تمہیں مار کر بتاؤں کہ جب پوری طاقت سے وار کیا جائے تو گہرا کٹ کیسے لگتا ہے؟" ابتہاج نے اپنے ہاتھ میں چھری لیتے ہوئے طنز کیا تھا۔

"دیکھیں جو کچھ بھی ہوا وہ انجانے میں ہوا میں نے جان بوجھ کر نہیں کیا۔۔۔۔میں سوری کر لیتی ہوں لیکن مجھے نا مارئیے گا۔"ابتہاج کی بات سن کر اور اُس کے ہاتھ میں چھری دیکھ کر امسال بیڈ سے اُتر کے گیلری کے دروازے تک بھاگ گئی تھی۔

"ہاہاہا!تمہارا دل واقعی میں چڑیا جیسا ہے۔۔۔۔ادھر آؤ اور مرحم پٹی کرو، تمہیں نقصان پہنچانے کا تو میں سوچ بھی نہیں سکتا۔"ابتہاج ہنستے ہوئے بولا تھا اور امسال کو اُس کے ہنسنے پہ غصہ آ رہا تھا۔

امسال واپس آ کر چپ چاپ پٹی کر رہی تھی،خون ایک بار پھر بہنے لگا تھا جس کو امسال نے اینٹی سیپٹک کی مدد سے روکا تھا اور اب پٹی کرنے میں مصروف تھی۔امسال کے لمبے بال اس وقت جوڑے میں قید تھے لیکن کچھ شریر لٹیں اُس کے چہرے کا احاطہ کئے ہوئے تھیں۔ابتہاج کو اپنا دل ان لٹوں میں اُلجھتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔وہ امسال کو

دیکھنے میں مصروف تھا،اُسے ان آوارہ لٹوں سے رقابت بھی محسوس ہو رہی تھی کیونکہ وہ امسال کے گال چھو رہی تھیں۔

"ہو گیا فائینلی!" امسال چیزیں واپس باکس میں رکھتے ہوئے بولی تھی۔

"اتنے پیار سے بینڈیج کی ہے تم نے، اگر ایسے ہی کرو گی تو میں روز خود کو زخمی کر کے تمہارے پاس آجایا کروں گا۔ قسم سے اس زخم سے محبت ہو گئی ہے مجھے۔" ابتہاج کا لہجہ محبت سے چور تھا۔

"عجیب چھچھورے انسان ہیں یہ۔۔۔۔۔ دماغ کے اسکرو بلکل ہی ڈھیلے ہیں شاید۔" امسال خود میں بڑبڑاتے ہوئے روم سے باہر نکل گئی تھی۔ اُسے کہاں پتا تھا کے ابتہاج کے اسکرو اُس کو دیکھتے ہی ڈھیلے ہو جاتے تھے۔

امسال کے ذہن میں اس وقت ڈھیروں سوال تھے۔ کچھ دیر پہلے اُسے کیا ہوا تھا؟ کیوں آج اُسے ابتہاج پہ غصہ نہیں آیا تھا؟ کیوں آج وہ بہت دنوں کے بعد نارمل تھی؟ کیوں وہ آج ابتہاج کے سامنے پرانی امسال تھی؟ ان تمام سوالوں کا جواب اُس کے دماغ میں یہی تھا کہ ابتہاج اُس کی وجہ سے زخمی ہوا تھا اس لیے وہ کچھ نرم تھی اور بس۔

"چھوٹے میر رات کے اس پہر تم کہاں ہو؟" کال اُٹھاتے ہی پہلا سوال یہی کیا گیا تھا۔

امسال کے باہر جانے کے بعد ابتہاج کا فون بجا تھا۔

"ارے ارے!! نہ سلام نہ دعا۔" ابتہاج ہنستے ہوئے بولا تھا۔

"اوہاں اسلام و علیکم! میں پریشان ہو گیا تھا کیونکہ تم ایسے مجھے بغیر بتائے نہیں جاتے ہو۔" میر معراج کے لہجے میں اپنے چھوٹے بھائی کے لیے فکر تھی۔

"وعلیکم اسلام! وہ کیا ہے کہ میں ایک ضروری مشن پہ نکلا ہوا ہوں بس دعا کریں شہید نا ہو جاؤں کیونکہ یہاں حالات خاصے خراب چل رہے ہیں۔۔۔۔ آپ کو اس لیے نہیں بتایا کیونکہ اب آپ بیوی والے ہو گئے ہیں، ایسے ڈسٹرب کرنا مجھے کچھ مناسب نہیں لگا۔" ابتہاج مزاحیہ انداز میں بولا تھا۔

"میں بہت اچھے سے سمجھ رہا ہوں کہ تم کونسے مشن پہ ہو۔۔۔۔ تم سُدھر جاؤ ابتہاج ورنہ میں بابا سے کہہ کر تمہیں ٹھیک کرواؤں گا۔" معراج سیریس تھا۔

"اب آپ تو دھمکیاں نہ دیں مجھے بڑے میر۔" ابتہاج ناراض ہوتے ہوئے بولا تھا۔

"فوراً گھر آؤ ٹائم دیکھو کیا ہو رہا ہے۔" معراج نے آرڈر دیا تھا۔

"جی ابو جان آتا ہوں تھوڑی دیر میں۔" ابتہاج نے کہہ کر کال کاٹ دی تھی۔

امسال جب واپس کمرے میں آئی تو ابتہاج ویسے ہی شہانہ انداز میں بیڈ پہ براجمان تھا جیسے وہ چھوڑ کر گئی تھی۔ابتہاج کو ایسے بیٹھے دیکھ امسال کا خون کھول گیا تھا،دل تو چاہ رہا تھا کہ گل دان سے ابتہاج کا سر پھاڑ دے۔

"آپ پلیز اپنی شرٹ پہنیں اور جائیں یہاں سے،اس سے زیادہ میں آپ کو برداشت نہیں کر سکتی اپنی آنکھوں کے سامنے۔"امسال نظریں جھکائے بولی تھی لیکن لہجہ سخت تھا۔

"اب تو ساری زندگی یہی شکل دیکھنی پڑے گی تمہیں، حکم کرو تو پلاسٹک سرجری کروا لوں؟"ابتہاج نے آنکھ مارتے ہوئے کہا تھا ساتھ ہی شرٹ اُٹھائی تھی جسے پہننے میں اُسے تکلیف ہوئی تھی۔

"اسکی ضرورت نہیں ہے بس دور چلے جائیں آپ میری نظروں سے۔"امسال نے اپنا منہ پھیر لیا تھا۔

"آج کے بعد مجھ سے کبھی بھی منہ نہ موڑنا اور نہ ہی کبھی خود سے دور کرنا ورنہ مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہوگا۔"امسال کے منہ موڑنے پہ ابتہاج کو پتنگے لگ گئے تھے۔وہ غصے سے اُٹھا تھا اور امسال کو بازو سے پکڑ کر دیوار سے لگایا تھا۔

"مجھے درد ہو رہا ہے چھوڑیں میرا بازو۔" امسال نے آنکھوں میں پانی لیے ابتہاج کو کہا تھا کیونکہ ابتہاج کی گرفت امسال کے بازو پہ اس قدر سخت تھی کہ اُسے ابتہاج کی انگلیاں اندر دھنستی محسوس ہو رہی تھیں۔

"جان لے لوں گا میں تمہاری اگر آج کے بعد ایسا کیا تو!!" ابتہاج کو اچانک ہی اتنا غصہ آگیا تھا اور امسال اُس کے عتاب کا شکار ہو رہی تھی۔ اپنی بات کہہ کر ابتہاج نے امسال کو جھٹکے سے چھوڑا تھا۔

"ہاں تو مار دیں نا، اچھا ہے جان چھوٹے گی میری آپ سے!" امسال غصے سے تقریباً چیخی ہی تھی۔

امسال بیچاری تو ابتہاج کے ایسے غصہ ہونے پہ کانپ کے رہ گئی تھی۔ امسال کو عادت نہ تھی اتنے سخت رویوں کی، اُس سے تو ہمیشہ سے ہی بہت نرمی سے بات کی گئی تھی۔

امسال نے ایک بات تو سوچ لی تھی کہ اب وہ ابتہاج کے غصے کا سبب نہیں بنے گی کیونکہ اس سر پھرے شخص کا کوئی بھروسہ نہ تھا، غصے میں کہیں اُسے سچ میں ہی نہ مار دے۔

"سوری جان ڈرا دیا نا میں نے تمہیں؟" ابتہاج نے محسوس کیا کہ امسال اُس سے ڈر گئی ہے اس لیے اپنے دماغ کو ٹھنڈا کیا تھا اور پھر سے امسال کی طرف بڑھا تھا لیکن امسال ڈر کر پیچھے ہوئی تھی مگر ہائے رے قسمت! وہ ایک بار پھر دیوار سے جا لگی تھی۔

"پل۔۔۔پلیز جائیں یہاں سے۔" ڈر کے مارے امسال کی آواز نہ نکل رہی تھی۔اُسے ابتہاج اس وقت کسی سائیکو سے کم نہیں لگ رہا تھا۔

"کیوں دلاتی ہو مجھے اتنا غصہ ہاں؟ کتنی بار وارن کر چکا ہوں تمہیں کے مجھے غصہ نہ دلایا کرو تم سے برداشت نہیں ہو گا۔۔۔۔بتا چکا ہوں نہ؟" ابتہاج نے اپنے دونوں ہاتھ دیوار پہ رکھے تھے اور امسال اُن کے درمیان قید ہو چکی تھی۔

"ج۔۔۔جی۔" امسال بولتے ہوئے اٹکی تھی،اُسے خود سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ ابتہاج سے کیوں اتنا ڈر رہی ہے۔

"تمہیں پتا ہے میرے سارے گھر والے میرے غصے سے ڈرتے ہیں،اُن سب کی کوشش ہوتی ہے کہ مجھے غصہ نہ آئے جانتی ہو کیوں؟ کیونکہ غصے میں مجھے سمجھ نہیں آتا میں کیا کر رہا ہوں، میں اپنے حواسوں میں نہیں ہوتا اُس وقت۔" ابتہاج کو امسال کی ڈری ہوئی شکل دیکھ کر بہت ہنسی آ رہی تھی لیکن وہ پھر بھی اُسے مزید ڈرا رہا تھا،ابتہاج چاہتا تھا کہ امسال کے اندر اُس کا ڈر ہو۔

اب تو امسال کو سمجھ ہی نہ آ رہا تھا کہ وہ کیا جواب دے اس لیے خاموشی سے خود میں ہی سمٹ کے کھڑی تھی۔ ابتہاج کو امسال پہ ترس آ رہا تھا اس لیے مزید تنگ کرنے کا پلین ترک کر چکا تھا۔

"اب میں نے ایسا بھی کچھ نہیں کیا جو تم اتنا ڈر گئی ہو مجھ سے۔۔۔۔۔ چھری مارنے پہ کچھ نہیں کہا میں نے تمہیں ورنہ اگر تمہاری جگہ کوئی اور ہوتا یا ہوتی تو بہت اچھے انداز میں شکار کرتا میں اُس کا۔" ابتہاج باز نہ آیا تھا جب کہ اُسکی بات سن کر امسال آنکھوں میں حیرانی لیے اُسے دیکھ رہی تھی۔

"مجھے یہ ڈری ڈری سہمی ہوئی امسال نہیں بلکہ اپنی پُر اعتماد امسال زیادہ پسند ہے۔۔۔۔۔ چلو اب نارمل ہو جاؤ، کھا نہیں جاؤں گا میں تمہیں۔" ابتہاج ہنستے ہوئے بولا تھا اور اپنی پینٹ کی جیب میں سے ایک مخملیں خوبصورت سی ڈبیہ نکالی تھی۔

ابتہاج کے نارمل ہوتے ہی امسال نے بھی خود کو سنبھال لیا تھا اور دوبارہ سے اپنے غصے والے موڈ میں آ گئی تھی ساتھ ہی وہاں سے نکلنے لگی تھی لیکن اُس کا بایاں ہاتھ ابتہاج کے شکنجے میں آ گیا تھا۔

"جس کام کے لیے آیا تھا وہ تو کرنے دو۔" کہہ کر ابتہاج اپنے ایک گُھٹنے کے بل امسال کے سامنے زمین پہ بیٹھا تھا اور بہت ہی خوبصورتی سے تراشی ہوئی ہیرے کی انگوٹھی امسال کی تیسری انگلی میں پہنائی تھی۔

امسال کے لیے یہ سب بہت اچانک ہوا تھا وہ کسی قسم کا کوئی ردِ عمل ظاہر نہیں کر پائی تھی اور اسی کا فائدہ اُٹھا کر ابتہاج نے انگوٹھی پہنا دی تھی۔ امسال حیران و پریشان سی کبھی ابتہاج کو دیکھ رہی تھی تو کبھی اپنی انگلی میں موجود خوبصورت انگوٹھی کو۔

"ایسے کیا گھور رہی ہو؟ انگوٹھی پسند نہیں آئی کیا؟ ویسے میرا پلین تو یہ تھا کہ تمہیں لے کر جاتا اور بہت ہی رومینٹک انداز میں یہ رنگ پہناتا۔۔۔۔ لیکن پھر مجھے یاد آیا کہ تم تو مجھے کسی خاطر میں ہی نہیں لاتی، اس لیے مجبوراً ایسے ہی پہنانی پڑی۔" ابتہاج نے اپنی دکھی داستان سنائی تھی۔

جب امسال کے حواس بحال ہوئے تو وہ اپنی انگلی سے انگوٹھی اُتارنے لگی لیکن انگوٹھی بھی ابتہاج کی طرح ڈھیٹ تھی جو اُتر ہی نہیں رہی تھی۔

"نہ! نہ! یہ تمہاری انگلی سے اُتری ہوئی نہ دیکھوں میں۔۔۔۔ مجھے پتہ تھا کہ تم اس قسم کی حرکتیں ضرور کرو گی اسی لیے چھوٹے سائز کی رنگ بنوائی تھی تاکہ تم چاہ کر بھی

اسے اُتار نہ سکو۔پہنانے کی بھی ٹرک تھی ایک، پھر کبھی بتاؤں گا۔"ابتہاج بہت ہی اطمینان سے بول رہا تھا اور ساتھ ہی اپنی انگلی انگوٹھی پہ پھیر رہا تھا۔

"ہو گیا آپ کا؟اب پلیز چلے جائیں یہاں سے اگر کسی کو پتا چلا تو میں کیا جواب دوں گی ؟کیا منہ دکھاؤں گی؟"امسال بے بسی سے بولی تھی۔اب نہ لہجے میں غصہ تھا نا ہی نفرت،بس بے بسی تھی جو اُسکی تھکن کا پتہ دے رہی تھی۔وہ تھک گئی تھی ابتہاج سے بحث کر کر کے۔

"اچھا جا رہا ہوں ایسے بے بسی سے مخاطب نہ ہوا کرو مجھ سے،مجھے نئے سرے سے تکلیف ہوتی ہے۔۔۔۔اور ہاں کال اُٹھا لیا کرو میری ورنہ یہیں آجایا کروں گا تمہیں دیکھنے۔"ابتہاج نے دھمکی دینے والے انداز میں کہا تھا۔دل تو چاہ رہا تھا کہ کوئی شوخ سی گستاخی کرے لیکن ابھی اُس کا نہ تو حق تھا اور نہ ہی وقت اس لیے جیسے آیا تھا ویسے ہی واپس چلا گیا تھا۔

صبح سویرے کا وقت تھا فجر کی آذان ہوئے کچھ وقت گزر چکا تھا اور اب ہلکی روشنی آسمان پہ پھوٹنا شروع ہوئی تھی۔ہر سو تازگی بھری ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ایسے میں وہ بلیک بنیان پہ بلیک ہی جیکٹ اور ٹراؤزر میں ملبوس تھا۔پیروں میں بلیک جو گرز پہن

رکھے تھے۔ جیکٹ کی آستینیں کوہنیوں تک مڑی ہوئی تھیں اور اُس میں سے نظر آتے سرخ و سفید مضبوط ہاتھوں میں کالا بینڈ پہن رکھا تھا۔ کانوں میں ائر پوڈز لگائے آس پاس سے بے نیاز وہ تیزی سے دوڑ رہا تھا۔ دوڑنے کے باعث اُس کے گھنے گولڈن براؤن بال ماتھے پہ گر رہے تھے جنہیں وہ ایک ہاتھ سے بار بار اوپر کر رہا تھا۔

خوبصورتی سے تراشے ہوئے مغرور نقوش والا یہ شہزادہ کسی بھی لڑکی کا آئیڈیل ہو سکتا تھا۔

کچھ وقت گزرنے کے بعد ابتہاج جوگنگ سے فارغ ہوا تھا اور اب اُس کا رخ گھر کی جانب تھا۔ بائیں ہاتھ سے اپنے بالوں کو ٹاول سے صاف کرتے ہوئے اور دائیں ہاتھ سے پانی کی بوتل منہ سے لگائے وہ اپنے رستے پہ چل رہا تھا۔ بلیک ٹریک سوٹ ابتہاج پہ خوب جچتا تھا۔

ابتہاج کی چھٹی حس بہت تیز تھی اور وہ کافی دیر سے محسوس کر رہا تھا جیسے کوئی اُس کا پیچھا کر رہا ہے۔ چلتے چلتے ابتہاج اچانک سے پلٹا تھا جب اُس کی نظر اپنے سے کچھ فاصلے پہ محتاط ہو کر چلتی ہوئی دو لڑکیوں پہ پڑی تھی جو ابتہاج کے پلٹنے پہ گھبرا کر اپنی جگہ رک گئی تھیں۔ ابتہاج کو دونوں ہی مشکوک لگی تھیں اور وہ اُنہیں جانچتی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"ہائے! کین آئے گیٹ یور نمبر؟" دونوں میں سے ایک لڑکی نے ہمت کر کے پوچھا تھا۔

ابتہاج دونوں کو ناگواری سے دیکھتا ہوا پلٹ گیا تھا اور واپس اپنے راستے پہ چل پڑا تھا کیونکہ یہ سب اکثر اوقات ہوتا رہتا تھا اور وہ اب اس سب کا عادی ہو چکا تھا۔

ابتہاج نے گھر میں داخل ہوتے ہی اپنی جیکٹ اُتار دی تھی۔ اُس کے ذہن سے اس وقت یہ بات بلکل نکل چکی تھی کہ اُس کے کندھے پہ پٹی کی ہوئی ہے۔ جیسے ہی ابتہاج راہداری سے چلتے ہوئے لاؤنج میں آیا تو وہاں صوفے پہ جہانگیر صاحب، جنت بیگم اور معراج بیٹھے ہوئے تھے۔

"یااللہ خیر! یہ کیا ہو گیا میرے بچے کو۔" جنت بیگم کی نظر جیسے ہی ابتہاج کے کندھے پہ بندھی پٹی پہ گئی تو وہ فکر مندی سے کہتے ہوئے ابتہاج کی جانب آئیں۔

"کیا ہو گیا ماما؟" ابتہاج کو کچھ سمجھ نہ آیا تھا جبکہ میر جہانگیر اور معراج بھی اُس کی طرف آ گئے تھے۔

"یہ تمہارے کندھے پہ کیا ہوا ہے چھوٹے میر؟ کس نے نقصان پہنچایا ہے تمہیں؟" میر جہانگیر کے پوچھنے پہ ابتہاج نے اپنی غلطی پہ خود کو کوسا تھا کہ کیوں اُس نے جیکٹ اُتاری؟ ابتہاج اپنے گھر والوں کو پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"آپ کی بہو نے۔" بے اختیار ہی ابتہاج کے منہ سے نکلا تھا لیکن آواز دھیمی تھی جس کی وجہ سے کسی کو سمجھ نہ آیا۔

"کیا کہا تم نے؟" جنت بیگم نے پوچھا تھا۔

"میں کہہ رہا ہوں کہ پریشان نہ ہوں ایسے ہی بس چوٹ لگ گئی تھی رات کو، کسی نے کچھ نہیں کیا مجھے۔۔۔۔۔آپ کو لگتا ہے کہ مجھے کوئی کچھ کر سکتا ہے؟" ابتہاج نے اپنی والدہ کو تسلی دی تھی۔ معراج ابتہاج کی پہلے کہی گئی بات سن چکا تھا اور اب مسکرا رہا تھا۔

امسال کی شادی کی تیاریاں چل رہی تھیں جس میں اُس کی کوئی بھی دلچسپی نہ تھی، وہ بہت بے دلی سے اپنی ماما کے ساتھ بازار جاتی تھی اور وہاں بھی بس خاموش ہی رہتی تھی۔ زوباریہ بیگم کو اپنی ہر وقت چہکتی ہوئی بیٹی کی خاموشی تکلیف دیتی تھی، اُن کو اس بات کا بہت ملال تھا کہ وہ اپنی بیٹی کے لئے کچھ بھی نہیں کر پا رہیں۔

امسال جس چیز کے لیے سب سے زیادہ پریشان تھی وہ تھا ارحان کو سب کچھ بتانا، اُس میں ہمت ہی نہ تھی ارحان کا سامنا کرنے کی اسی لیے وہ اُس سے کوئی رابطہ بھی نہیں کر رہی تھی۔

"کیسی ہو المیر؟" فون بجنے پہ جب المیر نے فون اُٹھایا تو ارحان کی کال آرہی تھی، ایسا کم ہی ہوتا تھا کہ ارحان کی کال اُس کو موصول ہو۔

"میں ٹھیک ہوں، تم بتاؤ سب خیر ہے؟" المیر نے جواب دیا۔

"میں ٹھیک نہیں ہوں۔۔۔۔۔مجھے یہ پوچھنا تھا کہ تمہاری امسال سے کوئی بات ہوئی ہے؟ وہ میری کال ہی نہیں اُٹھا رہی، مجھے ٹینشن ہو رہی ہے اُس کے لیے۔ میں فی الحال کراچی میں نہیں ہوں ورنہ خود ہی اُس کے گھر چلا جاتا۔" ارحان کا لہجہ اُداس اور پریشان کن تھا۔

"ہاں میری پرسوں بات ہوئی تھی اُس سے، وہ کہہ رہی تھی اُسکی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اس لیے کسی سے بات نہیں کر پا رہی، تم فکر مند نہ ہو۔" المیر نے ارحان کو تسلی دی تھی۔

"اچھا ٹھیک ہے شکریہ، میں آتا ہوں کراچی واپس۔" ارحان نے اپنی بات کہہ کر کال کاٹ دی تھی جبکہ المیر بس فون کو دیکھ کر رہ گئی تھی۔

"کاش ارحان تم میرے لیے بھی ایسے ہی فکر مند ہوتے، لوگ سچ کہتے ہیں کہ یک طرفہ محبت بہت تکلیف دیتی ہے۔" المیرا اپنے فون میں ارحان کی تصویر دیکھتے ہوئے خود سے مخاطب تھی اور کئیں آنسو اُس کی آنکھوں سے گرے تھے۔

بہت مشکل ہوتا ہے اپنی محبت کو کسی اور کے لئے فکر مند ہوتے دیکھنا لیکن المیر یہ سب کتنے سالوں سے برداشت کر رہی تھی، وہ روز جیتی تھی اور روز ہی مرتی تھی۔ یک طرفہ محبت بہت جان لیوا ہوتی ہے، اس میں صرف ایک ہی فرد کو تمام قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔ المیر بھی تو قربانی دے رہی تھی۔۔۔۔۔ اپنی محبت کی قربانی!

ارحان کسی کام کے سلسلے میں لاہور گیا ہوا تھا لیکن جیسے ہی اُسے المیر کے ذریعے امسال کی خراب طبیعت کا پتہ چلا تھا تب سے وہ بہت بے چین ہو گیا تھا۔ اُس نے اپنا کام جلد سے جلد ختم کیا تھا اور اگلی فلائیٹ سے واپس کراچی آ رہا تھا۔ اُسے اب بس امسال سے ملنا تھا۔

ہفتے کا دن تھا، صبح کے نو بج رہے تھے جب امسال کا فون چیخنا شروع ہو گیا تھا، امسال نیند کی بہت پکی تھی لیکن مسلسل فون بجنے سے اُسکی نیند ٹوٹی تھی۔

"ہیلو؟" امسال کی نیند میں ڈوبی آواز دوسری جانب سنائی دی تھی، اُس نے بغیر دیکھے ہی کال اُٹھائی تھی۔

"ہیلو امسال؟" ارحان بے چینی سے بولا تھا۔

"کون بات کر رہا ہے؟" امسال اب بھی نیند میں ہی تھی۔

"امسال میں ارحان بات کر رہا ہوں۔" ارحان سمجھ گیا تھا کہ امسال نیند میں ہے اسی لیے ایسے اُلٹے جواب دے رہی ہے۔

"اوہ ارحان، کیسے ہو؟" ارحان کا نام سنتے ہی امسال کا دماغ جاگا تھا اور نیند تو بھک سے اُڑ گئی تھی۔ امسال اُٹھ کے بیٹھی تھی اور کچھ دیر تو بولنے کے قابل نہ رہی تھی لیکن پھر ہمت کر کے گویا ہوئی تھی۔

"مجھے چھوڑو اپنا بتاؤ؟ المیر سے پتہ چلا کہ تمہاری طبیعت خراب ہے، کیسی ہو اب؟ تم اپنا خیال کیوں نہیں رکھتی ہو ہاں؟ اور میرا فون کیوں نہیں اُٹھا رہی تھی؟ جانتی بھی ہو میں کس قدر پریشان ہو گیا تھا۔" ارحان ایک سانس میں ہی شروع ہو گیا تھا۔

"ہاں میں ٹھیک ہوں ارحان۔" امسال بس اتنا ہی جواب دے پائی تھی۔ ارحان کے لہجے میں اپنے لئے فکر محسوس کر کے اُس کی آنکھیں بھیگی تھیں۔

"تھینک گاڈ! مجھے ملنا ہے تم سے لنچ ساتھ کرتے ہیں، میں تمہیں دو بجے لینے آؤں گا تیار رہنا۔" کہہ کر ارحان نے فون بند کر دیا تھا جب کہ امسال کوئی مزاحمت نہ کر پائی تھی۔

"تو امسال آج وہ دن آ گیا ہے جب تم اپنے سب سے اچھے دوست کی نظروں میں گر جاؤ گی۔۔۔۔۔میرا ابتہاج تم نے مجھے کہیں کا نہیں چھوڑا، میں تمہاری زندگی کو جہنم بنا دونگی کہ تم خود مجھے چھوڑ دو گے۔" امسال نے نفرت بھرے لہجے میں اپنی بات کہی تھی، آنکھیں تھیں کہ بھیگے جا رہی تھیں۔

امسال کے لیے یہ وقت بہت مشکل ہونے والا تھا لیکن اُس نے خود کو تیار کر لیا تھا ارحان سے سامنہ کرنے کے لیے۔ آج وہ ارحان کو تمام سچائی سے آگاہ کرنے والی تھی، آج وہ کسی کے خواب توڑنے والی تھی، خواب تو اُس کے بھی ٹوٹ گئے تھے۔ اُسے فینٹسیز پسند تھیں لیکن وہ ان میں جیتی نہیں تھی، وہ حقیقت پسند تھی لیکن اُس کی زندگی اس وقت شاید کوئی فینٹسی ہی بن گئی تھی۔

پونے دو بج رہے تھے جب امسال کپڑے تبدیل کر کے اپنے کمرے سے باہر آئی تھی۔ زوباریہ بیگم کی اُس پہ نظر پڑی تو وہ کہیں جانے کے لیے تیار لگ رہی تھی۔

"ماما ارحان لینے آ رہا ہے، میں اُس کے ساتھ جا رہی ہوں۔ اُسے سب کچھ بتانے کا وقت آ گیا ہے، دعا کریں ماما کہ اللہ مجھے ہمت دے۔" امسال کے لہجے میں ہمیشہ جیسی مضبوطی اور اعتماد نہیں تھا۔

کچھ دیر میں ارحان آ گیا تھا اور امسال زوباریہ بیگم سے مل کر چلی گئی تھی۔ زوباریہ بیگم پیچھے آہ بھر کر رہ گئی تھیں۔

امسال اور ارحان اس وقت ایک ریستوران میں بیٹھے ہوئے تھے۔ امسال معمول سے بہت زیادہ خاموش تھی، ارحان کی باتوں کا جواب بس ہوں ہاں میں دے رہی تھی۔

"امسال کیا ہو گیا ہے یار، پریشان ہو؟ اتنا عجیب اور اجنبی انداز کیوں ہے آج تمہارا؟" ارحان سے اب برداشت کرنا مشکل ہو رہا تھا اس لیے پوچھ بیٹھا۔

"ہاں بہت زیادہ پریشان ہوں میں ارحان۔" امسال نے بھی بولنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

"ہاں تو کیوں پریشان ہو، کیا ہوا ہے؟ شئیر کرو مجھ سے۔" ارحان بلکل سنجیدہ ہو گیا تھا۔

"ارحان میں تمہیں کچھ بتانا چاہتی ہوں۔" کچھ دیر کی خاموشی کے بعد امسال نے بات کا آغاز کیا تھا۔

"ہاں تو کہو نہ تم کب سے تمہید باندھنا شروع ہو گئی؟ سیریسلی امسال آج تم مجھے امسال کی شکل میں کوئی اور لگ رہی ہو۔" ارحان سینڈوچ کھاتے ہوئے بولا تھا۔

"دیکھو ارحان اب میں جو کہنے والی ہوں اُس بات کو بہت تحمل سے سننا کیونکہ میں جانتی ہوں تم نہیں سن پاؤ گے اور نہ میں بول پا رہی ہوں۔" امسال کچھ بھی بولنے کی ہمت جمع نہ کر پائی تھی۔

"اب تم مجھے ڈرا رہی ہو یار، بول دو ورنہ ٹینشن سے میرا بی-پی شوٹ ہو جائے گا اور میں اللہ کو پیارا ہو جاؤں گا۔" ارحان سے مزید برداشت نہ ہو رہا تھا امسال کا ایسے تمہید پہ تمہید باندھنا۔

"ارحان ہماری شادی نہیں ہو سکتی۔" امسال نے گہری سانس کھینچی تھی اور آنکھیں بند کئے اپنی بات بول چکی تھی۔

"کیا؟! پھر سے کہنا؟" ارحان کو یقین تھا کہ اُسے سننے میں غلطی ہوئی ہے۔

"ٹھیک سنا ہے تم نے ارحان، ہماری شادی نہیں ہو سکتی اب۔" امسال نے اپنی بات دہرائی۔

"کیا مطلب؟ کیوں؟ مجھ سے ایسے فالتو مزاک مت کرو امسال۔" ارحان کے لہجے میں غصہ شامل ہو گیا تھا۔

امسال نے ارحان کو شروع سے لے کر آخر تک ہر بات بتادی تھی اور اس دوران نا چاہتے ہوئے بھی اُس کی آنکھیں بھیگی تھیں۔ ارحان سب کچھ سننے کے بعد سناٹے میں آگیا تھا اور کچھ بھی بولنے کے قابل نہ رہا تھا۔ کچھ وقت گزرا تھا، دونوں کے درمیان خاموشی تھی، پھر ارحان نے بل پے کیا تھا اور اپنی جگہ سے اُٹھا تھا ساتھ ہی امسال کا ہاتھ پکڑ کے ریستوران سے باہر نکل گیا تھا۔ اب دونوں گاڑی میں موجود تھے۔

"تم ایک بار مجھے سب بتاتی تو امسال، کیا بلکل بھی بھروسہ نہیں ہے تمہیں مجھ پہ؟"

ارحان کا لہجہ ایسا تھا جیسے کوئی ہارا ہوا جواری۔

"ایسی بات نہیں ہے ارحان میں تمہیں کسی مشکل میں نہیں ڈالنا چاہتی تھی، وہ بہت خطرناک ہے۔" امسال نے وضاحت دی۔

"تو اس وقت کون سا تم مجھے زندگی کی نوید سنا رہی ہو!! میں ایسا ہرگز نہیں ہونے دوں گا۔ تم صرف میری ہو سمجھ آ رہا ہے تمہیں؟ میں نہیں ہونے دوں گا تمہیں کسی اور کا۔" ارحان پوری طاقت سے چلایا تھا۔

امسال کوئی بے جان چیز نہیں تھی بلکہ جیتی جاگتی انسان تھی جس کو حاصل کرنے کے لیے دو مرد پاگل ہو رہے تھے۔ کوئی امسال سے تو پوچھتا کہ وہ کیا چاہتی ہے؟

ارحان کے چلانے سے امسال سہم گئی تھی کیونکہ اُس نے ان چار سالوں میں کبھی بھی ارحان کا یہ روپ نہیں دیکھا تھا۔ امسال کے سہمنے پہ ارحان نے خود کو قابو کرنا چاہا تھا اور سارا غصہ اپنا ہاتھ سٹیرنگ پہ مار کے نکالنا چاہا تھا لیکن اس کے باوجود بھی غصہ کم نہ ہو رہا تھا۔

"ارحان شادی ہے میری اگلے مہینے، میں نہیں چاہتی کہ تمہیں کوئی نقصان پہنچے، تم سب کی زندگی اور خوشیوں کے لیے ہی میں قربانی دے رہی ہوں۔" امسال روتے ہوئے بولی تھی۔

"کوئی شادی وادی نہیں ہو گی تمہاری اُس سے میں دیکھ لوں گا اُس کو۔ تم نے مجھے اتنا کمزور سمجھا ہوا ہے کہ میں اپنی محبت سے دستبردار ہو جاؤں گا؟ ہر گز بھی نہیں!!"

ارحان کسی صورت ماننے کو تیار نہ تھا اور مانتا بھی کیوں؟

امسال کے پاس تو بولنے کو کچھ بچا ہی نہیں تھا وہ تو پہلے ہی خود کو ارحان کا مجرم سمجھ رہی تھی۔

"ارحان تم اپنے ماں باپ کے اکلوتے بیٹے ہو، اُن کا سوچو پلیز، میں آج کل کی لڑکی ہوں جسے تمہاری زندگی میں آئے چند سال ہی ہوئے ہیں۔ اپنے والدین کی محبت پہ تمہارے دل میں موجود میری محبت کو غالب مت کرو۔ میں جانتی ہوں میرا بتہاج کو وہ کچھ بھی کر سکتا ہے، اب تک اُس نے جو کچھ کہا ہے وہ کیا بھی ہے۔" امسال کافی دیر بعد بولی تھی۔

"میں اپنے ماں باپ سے بہت محبت کرتا ہوں امسال، اُنکی جگہ کوئی نہیں لے سکتا بلکل اسی طرح تمہاری جگہ بھی کوئی نہیں لے سکتا۔۔۔۔۔ یہ الگ بات ہے کہ تم نے مجھ

سے کبھی محبت نہیں کی اسی لیے یہ سب کہنا تمہارے لیے بہت آسان ہے، لیکن تم سے دستبردار ہونا میرے لیے موت کے برابر ہے۔" ارحان نے آج غصے میں وہ بات بول دی تھی جو کافی عرصے سے اُس کے دل میں چبھتی تھی۔

"ہاں میں نے محبت نہیں کی تم سے ارحان، نہیں کی میں نے تم سے ویسی محبت جیسی تم مجھ سے کرتے ہو کیونکہ میں اپنے محرم سے محبت میں کوئی کھوٹ نہیں کرنا چاہتی اسی لیے اپنے دل کو کبھی اُس کی حدود توڑنے نہیں دی۔" امسال سے ارحان کا طعنہ برداشت نہیں ہوا تھا۔

"تو تم اُس سے محبت کرلو گی امسال؟" ارحان کے لہجے میں نجانے ایسا کیا تھا کہ اُس کی بات سن کر امسال ششدر رہ گئی تھی۔

"پتا نہیں۔۔۔۔ لیکن اس وقت میں اُس سے صرف اور صرف نفرت کرتی ہوں۔" امسال کے چہرے پہ سختی آگئی تھی۔

"دل کے ٹوٹنے کی تکلیف کیا ہوتی ہے یہ تم نہیں سمجھو گی، کیونکہ تم نے کبھی کسی سے دل لگایا ہی نہیں۔۔۔۔ جب دل ٹوٹتا ہے نہ تو اُس کا درد آپ کی روح کو جلا کر راکھ کر دیتا ہے۔" ارحان کے لہجے اور آنکھوں سے اُس کی تکلیف کا اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔

ارحان نے گاڑی سٹارٹ کی تھی اور جتنی تیزی سے ڈرائیو کر سکتا تھا کر رہا تھا۔ کچھ ہی دیر میں امسال کو واپس چھوڑ کے بغیر کچھ کہے ارحان چلا گیا تھا۔ امسال بھی اُسے کچھ وقت دینا چاہتی تھی کیونکہ یہ سب کچھ تسلیم کرنا آسان بات نہ تھی۔

ابتہاج کے وفاداروں نے اُسے یہ خبر دے دی تھی کہ امسال ارحان کے ساتھ کہیں گئی ہے۔ یہ بات سنتے ہی ابتہاج نے غصے سے جبڑا بھینچا تھا۔ ایسا نہ تھا کہ اُسے امسال پہ بھروسہ نہیں تھا، ابتہاج کے غصے کی وجہ امسال کا اُسکی بات نہ ماننا تھا۔ امسال ضد میں آ کے ہر وہ کام کرتی تھی جس سے ابتہاج نے اُسے منا کیا تھا۔

امسال نے گھر آ کر اپنی ماما کو ساری صورتحال بتا دی تھی اور پھر اپنے کمرے میں آ گئی تھی اُسے کچھ وقت چاہیئے تھا خود کو بہلانے کے لیے۔ امسال واشروم سے باہر آئی تو اُس کا موبائل مسلسل بج رہا تھا لیکن وہ اُٹھانے کی زحمت نہ کر رہی تھی اور شیشے کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے گیلے بال سلجھا رہی تھی۔ کافی دیر کے بعد بھی جب فون کرنے والا بعض نہ آیا تو امسال نے غصے سے فون اُٹھا کر کان سے لگایا۔

"کیا مصیبت ہے آپ کو؟ جب کوئی فون نہیں اُٹھا رہا تو اس کا مطلب ہے وہ بات نہیں کرنا چاہتا۔" امسال کی چنگارتی ہوئی آواز ابتہاج کے کانوں نے سنی تھی۔

"تم پیار سے بات نہیں کر سکتی؟ ہر وقت چیختی ہی رہتی ہو!" ابتہاج نے امسال پہ چوٹ کی تھی۔

"کرتی ہوں پیار سے بات لیکن صرف اُن لوگوں سے جن سے پیار کرتی ہوں، جن سے نفرت کرتی ہوں اُن سے بات تک کرنا پسند نہیں کرتی میں۔" امسال نے شانِ بے نیازی سے کہا تھا۔

"اُف! آپ کی یہ ادائیں، معصوم بندہ کہاں جائے؟" ابتہاج نے آہ بھری تھی۔

"کیوں فون کیا ہے؟" امسال بے زاری سے بولی تھی۔

"تم اُس چوزے سے کیوں ملی ہو؟" ابتہاج سنجیدہ ہو گیا تھا اور لہجے میں سختی آ گئی تھی۔

"ہیں؟! کون چوزا؟" امسال کو ابتہاج کی بات سمجھ نہ آئی تھی۔

"وہی ارحان۔" ابتہاج دانت پیستے ہوئے بولا تھا۔

"ہاں ملی ہوں تو؟ اور وہ کوئی چوزا نہیں ہے، اچھا خاصہ ہینڈسم بندہ ہے۔" امسال نے چڑانے والے انداز میں کہا۔ ایک سیر تھا تو دوسرا سوا سیر۔

"میرے سامنے چوزے سے زیادہ اُسکی اہمیت نہیں ہے۔ کیوں ملی ہو تم اُس سے؟ میری ایک بار کی کہی بات تمہیں سمجھ نہیں آتی؟ ہر بار کر کے دکھانا پڑے گا؟" ابتہاج غُرایا تھا۔

"کیا چاہتے ہیں آپ مجھ سے ہاں؟ اب میں اپنے دوستوں سے مل بھی نہیں سکتی۔۔۔۔۔آپ کیا چاہتے ہیں سانس بھی آپ کی مرضی سے لیا کروں میں؟ اتنی پابندیاں میرے ماں باپ نے کبھی نہیں لگائی مجھ پہ جتنی آپ لگا رہے ہیں یہ جانتے ہوئے بھی کہ میرے سامنے اُنکی کوئی اہمیت نہیں ہے۔" امسال تو پہلے ہی غصے میں بھری بیٹھی تھی موقع ملتے ہی پھٹ پڑی۔

"تم ایسے نہیں سُدھرو گی، ٹھیک ہے ٹھکانے لگواتا ہوں میں تمہارے عاشق کو کہیں۔" ابتہاج کی برداشت بس اتنی ہی تھی اور وہ تھا بھی غصے کا تیز۔

"میرا ابتہاج اُس کو کوئی نقصان نہیں پہنچنا چاہیئے، آپ جو چاہتے ہیں میں کر رہی ہوں۔" ہمیشہ کی طرح وہ ابتہاج کی دھمکی سے ڈری تھی۔

"جب میں نے منع کیا ہوا ہے تو کیوں ملی ہو تم اُس سے؟" ابتہاج کا غصہ اتنی آسانی سے ختم ہونے والا نہیں تھا۔

"بتانے کے لیے ملی تھی کہ شادی نہیں کر سکتی میں اُس سے، آج خود کو اُسکی نظروں میں گرا کر آرہی ہوں۔ یہی چاہتے تھے نہ آپ!!" امسال نے کہہ کر کال کاٹ دی تھی اور ساتھ ہی فون بھی پاور آف کر دیا تھا۔

"یہ چھٹانک بھر کی لڑکی مجھ پہ چلا رہی ہے!" ابتہاج نے غصے میں اپنا فون دیوار پہ دے مارا تھا جو کہ دو ٹکڑوں میں بٹ گیا تھا ساتھ ہی ابتہاج کی آواز کمرے میں گونجی تھی۔

ارحان نے گھر پہنچ کر اپنا سارا غصہ چیزوں پہ نکالا تھا اور کچھ ہی دیر میں کمرے کی حالت ایسی ہو گئی تھی جیسے وہاں کوئی طوفان آکر گزرا ہو۔ کافی دیر چیزوں کی توڑ پھوڑ کے بعد ارحان کے ہوش بحال ہوئے تھے اور سب سے پہلا خیال اُسے امسال کا ہی آیا تھا۔ وہ غصے میں نا جانے کیا کیا بول گیا تھا اور اب امسال کو کال کر رہا تھا لیکن اُس کا نمبر بند جا رہا تھا۔

"میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا امسال، تم کیوں نہیں سمجھتی یہ بات؟ میں تمہیں ضرور اپنی زندگی میں شامل کروں گا۔" ارحان خود سے کہتے ہوئے رو دیا تھا۔ یہ سچ تھا کہ ارحان نے امسال سے سچی محبت کی تھی، لیکن ہر بار وہی نہیں ہوتا جو ہم چاہتے ہیں۔ ارحان نے جوش سے نہیں ہوش سے کام لینے کا فیصلہ کیا تھا کیونکہ اُسے ابتہاج کا مقابلہ کرنا تھا اور یہ ہوش و حواس میں رہ کر ہی ممکن تھا۔ ارحان کا دماغ تیزی سے چل رہا تھا اور پھر بل آخر کچھ وقت سوچنے کے بعد اُس کے دماغ میں ایک ترکیب آئی تھی لیکن اُس پہ عمل کرنے کے لیے اُسے سب کا ساتھ چاہیئے تھا۔ ارحان فریش ہو کر اب ارشمیل اور ریحان کی طرف جانے والا تھا۔

ارحان نے ارشمیل اور ریحان کو تمام حقیقت بتادی تھی اور ساتھ ہی اپنا بنایا ہوا منصوبہ بھی۔دونوں اپنے بھائی جیسے دوست کی مدد کرنے کو تیار تھے۔ارشمیل نے ماہا جو کہ اب اُسکی منکوحہ تھی کو سب بتایا تھا سوائے ارحان کے پلین کے۔

ماہا اور المیر دونوں آج امسال سے ملنے جانے والی تھیں،اُن کی دوست پہ مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹے تھے اور دونوں کتنی بے خبر تھیں۔

چار بجے کا وقت تھا جب ماہا اور المیر ڈرائنگ روم میں بیٹھیں امسال کا انتظار کر رہی تھیں۔امسال دونوں سے ملی تھی اور پھر اُنہیں ساتھ لیے اپنے کمرے میں آگئی تھی۔

"اتنا سب کچھ ہو گیا امسال اور تم نے ہمیں بتانا بھی گوارہ نہ کیا کیوں؟ اگر ارش مجھے نہ بتاتے تو ہم بے خبر ہی رہتے۔" ماہا بولی تھی لہجے میں شکواہ تھا۔

"کیا بتاتی یار میں،پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی کسی کو۔" امسال نے پھیکی مسکراہٹ لبوں پہ سجاتے ہوئے کہا،آج اُس کی مسکراہٹ میں بھی غم شامل تھا۔

"کیا ہو گئی ہو تم یار،ایسی تو نہیں تھیں۔ہمیں بتاتی تو ایک بار،مجھے تو افسوس ہو رہا ہے کہ کیسی دوست ہوں میں جسے تمہاری تکلیف سمجھ نہ آئی۔" المیر امسال کو ایسے دیکھ بہت دکھی ہو گئی تھی۔

"بس یار وقت نے کیا یہ حسین ستم۔" امسال نے اپنی بات کو مزاق کا رنگ دینا چاہا تھا لیکن اُسکی آنکھوں میں اُداسی نمایاں تھی۔

المیرا اور ماہا دونوں ہی خاموش تھیں، دونوں کے پاس ایسے الفاظ ہی نہ تھے کہ وہ امسال کو کوئی تسلّی دیتیں۔

"چھوڑو یار یہ باتیں، مجھے ڈسکس نہیں کرنا یہ موضوع، میں قسمت کا لکھا سمجھ کے قبول کر چکی ہوں حالات کو۔ مجھے یقین ہے اس میں اللہ کی کوئی نہ کوئی مصلحت ہو گی۔ تم دونوں بتاؤ، آؤ گی نہ میری شادی میں؟" امسال نے اپنا موڈ تبدیل کیا تھا، وہ خود بھی تنگ آ گئی تھی روز روز کے رونے سے۔

"یہ کوئی پوچھنے والی بات ہے؟ بن بلائے بھی آ جائیں گے ہم لوگ تو۔" ماہا بھی اپنے مستی والے موڈ میں آئی تھی۔

اسی طرح اُن تینوں نے ہنسی مزاق کیا تھا اور کچھ دیر کے لیے امسال اپنی تمام تکالیف بھول گئی تھی۔

ارحان ہمدان صاحب سے ملنے اُن کے آفس آیا تھا کیونکہ وہ اُن سے اکیلے میں کچھ بات کرنا چاہتا تھا۔

"انکل آپ کو میرا ساتھ دینا ہو گا امسال کے لیے پلیز۔" ارحان نے ہمدان صاحب کو اپنا منصوبہ بتایا تھا جس کے بعد وہ سوچ میں پڑ گئے تھے۔

"انکل اگر آپ امسال کو اُس شخص سے بچانا چاہتے ہیں تو ہمیں یہ قدم اُٹھانا پڑے گا، کیونکہ اس کے بعد وہ کچھ بھی نہیں کر پائے گا۔" ارحان اپنی پوری کوشش کر رہا تھا کہ ہمدان صاحب مان جائیں۔

"ٹھیک ہے بیٹا مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے، میں امسال اور زوباریہ سے بات کروں گا گھر جا کر۔" ہمدان صاحب کچھ دیر سوچنے کے بعد بولے تھے۔ اُن کے پاس بھی کوئی اور ترکیب نہ تھی اپنی بیٹی کو بچانے کے لیے۔

"نہیں انکل آپ امسال کو کچھ نہ بتائیں، میں خود اُسے بتاؤں گا بھی اور لے کر بھی آؤں گا۔۔۔۔ بس پرسوں آپ آنٹی کو لے کر آ جایئے گا۔" ارحان کے کہنے پر ہمدان صاحب مان گئے تھے۔

ارحان کیا کرنے والا تھا امسال اُس سے بے خبر تھی، لیکن بہت جلد ہی اُسے خبر ہونے والی تھی اور شاید اُس کی زندگی کی دہلیز پر ایک اور طوفان تیار کھڑا تھا۔

ابتہاج آج کل اپنے کسی بزنس پروجیکٹ کے سلسلے میں بہت مصروف تھا۔ بزنس کے معاملے میں بھی وہ کافی حد تک جنونی تھا۔ جو پروجیکٹ اُسے چاہیئے ہوتا تھا وہ اُس پہ اپنی سر توڑ محنت کرتا تھا اور اُس پروجیکٹ کو حاصل کر لیتا تھا۔ انٹرنیشنل ڈیلیگیشن ایک بہت بڑا ٹینڈر لے کر اس وقت اسلام آباد میں موجود تھی اور اس ٹینڈر کو حاصل کرنے کے لیے دو کمپنیاں اپنی پوری کوشش کر رہی تھیں۔ یہ دو کمپنیاں جہانگیر انٹرپرائزز اور دُرانی گروپ تھیں۔

دُرانی گروپ جہانگیر انٹرپرائزز کی ٹکر کا نہ تھا اور نہ ہی وہ کوئی بڑی کمپنی تھی لیکن اس ٹینڈر کو حاصل کرنے کے لیے اُنہوں نے بھی بہت محنت کی تھی۔ اگر دُرانی گروپ کو یہ ٹینڈر مل جائے تو اُس کا شمار نامور کمپنیوں میں ہو سکتا ہے۔

دُرانی گروپ کے مخالف جہانگیر انٹرپرائزز کا ہونا کوئی خاص اچھی بات نہ تھی کیونکہ جہانگیر انٹرپرائزز ملک کی مشہور و معروف کمپنی تھی اور اپنے پروجیکٹس کے معاملے میں ان کا ریکارڈ بہت طاقتور تھا۔

اس ٹینڈر کو حاصل کرنے کے لیے ابتہاج اور اُسکی ٹیم سرگرم تھی اور اب ایک آخری میٹنگ ہونا باقی تھی جس کے بعد یہ معلوم ہونا تھا کہ ٹینڈر آخر کس کو ملے گا۔ میٹنگ

اسلام آباد میں رکھی گئی تھی اور ابتہاج بھی اپنی ٹیم کے ساتھ اسلام آباد میں موجود تھا۔ لیکن ابتہاج کو یہ اندازہ نہ تھا کہ اُس کے پیچھے کیا کھچڑی پک رہی ہے۔

ظہر کے بعد کا وقت تھا، امسال گھر پہ اکیلی تھی۔ امسال اپنا اسائنمنٹ بنانے میں مصروف تھی جب گھر کی بیل بجی تھی۔ دروازہ کھولا تو سامنے ارحان کھڑا تھا، امسال نے اُسے اندر آنے کے لیے راستہ دیا تھا اور پانی پلایا تھا۔

"امسال مجھے معاف کر دو پلیز، اُس دن میں نے غصے میں نجانے تمہیں کیا کیا کہہ دیا میں بہت شرمندہ ہوں اُس سب کے لیے۔" ارحان کے لہجے میں ندامت تھی۔

"ارحان تمہیں معافی مانگنے کی ضرورت نہیں ہے، میں تو تمہارا اور زیادہ بُرا رویہ سوچ کہ بیٹھی تھی۔" امسال نے ارحان کی ندامت کو دور کرنا چاہا۔

"خیریت تم یہاں کیسے آئے؟ ماما بھی گھر پہ نہیں ہیں اس وقت۔" امسال نے ارحان سے اُس کے آنے کی وجہ معلوم کرنا ضروری سمجھا۔

"میں تمہیں لینے آیا ہوں، چلو میرے ساتھ۔" ارحان کھڑے ہوتے ہوئے بولا تھا۔

"کہاں جانا ہے؟" امسال نے پوچھا۔

"بس جانا ہے ایک جگہ پہنچ کر تمہیں پتہ چل جائے گا، اب چلو۔" ارحان نے امسال کا ہاتھ پکڑا تھا۔

"ارحان میں نہیں چل رہی تمہارے ساتھ کہیں بھی، ماما بھی نہیں ہیں یہاں۔"

امسال نے ارحان سے اپنا ہاتھ چھڑواتے ہوئے کہا تھا۔

"آنٹی سے میں بات کر چکا ہوں، تم فی الحال چلو میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔"

ارحان نے امسال کا ہاتھ دوبارہ اپنی گرفت میں لیا تھا اور اُسے لیے باہر کی جانب بڑھا تھا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے ارحان چھوڑو مجھے! میری چادر تو لینے دو۔" امسال کو ارحان کا رویہ کچھ سمجھ نہ آ رہا تھا۔

"جلدی لو، ہمارے پاس وقت نہیں ہے امسال۔" ارحان اُجلت میں تھا۔

"سب خیریت تو ہے نہ ارحان؟" امسال کو اب پریشانی ہو رہی تھی۔

"بس دعا کرو سب کچھ خیریت سے ہو جائے۔" ارحان امسال کو لیے نکل گیا تھا جب کہ وہ ارحان کی باتوں سے پریشان ہو گئی تھی اور اپنا فون بھی گھر ہی بھول گئی تھی۔

امسال کے بیٹھتے ہی ارحان نے اپنی گاڑی آگے بھگالی تھی، دونوں ہی کسی کی موجودگی کو فراموش کر گئے تھے اور یہ ارحان کو مہنگا پڑنے والا تھا۔

میٹنگ کامیاب رہی تھی اور ٹینڈر سب کی امیدوں کے مطابق جہانگیر انٹرپرائزز کو ہی ملا تھا۔ابتہاج کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ تھا اب وہ جلد سے جلد واپس کراچی پہنچنا چاہتا تھا اور کچھ ہی گھنٹوں بعد اُسکی فلائیٹ تھی۔

ارحان امسال کو لیے اپنے گھر پہنچ گیا تھا۔امسال کو حیرت کا جھٹکا لگا تھا کیونکہ ارحان کے گھر میں امسال کے گھر والے اور دوست موجود تھے۔ارحان کے والد و قاص دُرانی اسلام آباد میں تھے اور جلد ہی کراچی پہنچنے والے تھے۔امسال اپنے گھر والوں کی ارحان کے گھر میں موجودگی کو سمجھ نہ پائی تھی اور نہ ہی اُسے یہ سمجھ آرہا تھا کہ یہاں چل کیا رہا ہے۔

ارحان کی والدہ نے امسال کو پیار کیا تھا اور بہت محبت سے اُس کے سر پہ لال نیٹ کا دوپٹہ اوڑھایا تھا، پھر المیرا اور ماہا کی ہمراہی میں اُسے ایک کمرے میں بھیج دیا تھا۔ارحان اور امسال کا نکاح ہو رہا تھا یہ خبر امسال کے سر پہ کسی بم کی طرح پھٹی تھی۔امسال کی آنکھوں کے سامنے ابتہاج کی شکل اور کانوں میں اُس کی دھمکیاں گونج رہی تھیں۔

ارحان، ارشمیل اور ریحان نے تمام تیاریاں مکمل کر لی تھیں، قاضی صاحب بھی موجود تھے۔ارحان کے والد کے پہنچتے ہی نکاح شروع ہونا تھا۔سب کچھ بلکل ویسے ہی ہو رہا تھا جیسے ارحان نے سوچا تھا، وہ خوش تھا کیونکہ کچھ ہی دیر میں وہ اپنی محبت کو

حاصل کرنے والا تھا۔ لیکن ہوتا وہی ہے جو اُس رب کی رضا ہوتی ہے اور شاید اُسکی رضا کچھ اور ہی تھی۔ جب ارحان امسال کو اپنے ساتھ لیے جا رہا تھا تو اُس کے پیچھے ابتہاج کے ملازم تھے اور وہ ساری بات جان چکے تھے۔

آسلام آباد سے کراچی آنے والی پرواز جناح انٹر نیشنل ایئرپورٹ پر لینڈ کر چکی تھی اور ابتہاج اپنی ٹیم کے ساتھ پلین سے نکل کر ائیر ٹیوب سے گزر رہا تھا۔ ابتہاج نے بورڈنگ گیٹ سے نکل کر ائیر پورٹ پر قدم رکھا ہی تھا کہ اُس کا فون بجنا شروع ہو گیا تھا۔ امسال کے گھر کے باہر کھڑے گارڈز میں سے ایک کی کال تھی، ابتہاج نے فارن سے فون کان سے لگایا تھا، جو خبر ابتہاج کو ملی تھی اُسے سن کر ابتہاج کے پیروں تلے زمین نکل گئی تھی۔ غصہ تھا کے آسمان چھو رہا تھا، کچھ پل کے لیے ابتہاج سوچنے، سمجھنے، بولنے یہاں تک کے ہلنے کے بھی قابل نہ رہا تھا۔

"میری بات غور سے سنو، کچھ بھی ہو جائے چاہے آندھی آئے یا طوفان، یہ نکاح کسی صورت نہیں ہونا چاہیئے۔ کچھ بھی کرو، کسی بھی طرح روکو ایسا ہونے سے میں پہنچ رہا ہوں اور ہاں بابا کو کچھ بھی پتا نہیں چلنا چاہیئے۔۔۔۔۔ اگر یہ نکاح ہو گیا نا تو تم سب کی جان لے لوں گا میں سمجھے!!" ابتہاج فون پہ ہی دھاڑا تھا اور اپنا حکم جاری کیا تھا۔ ابتہاج

کی بات سن کر اُس کے ملازم اپنے کام میں لگ گئے تھے کیونکہ بہر حال اُنہیں اپنی جان پیاری تھی اور غلطی کی صورت میں کیا ہوتا یہ بھی وہ اچھے سے جانتے تھے۔

ابتہاج جو کچھ دیر پہلے بہت خوش تھا اب وہ خوشی کہیں غائب ہو گئی تھی۔ چہرے اور انداز میں صرف ایک ہی تاثر تھا اور وہ تھا غصہ۔ ابتہاج کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ امسال کو کھو دے گا۔ ابتہاج کے دل سے اس وقت صرف ایک ہی دعا نکل رہی تھی اور وہ تھی امسال کی ہمراہی۔ امسال کو کھونے کا احساس ہی اُسکی جان لے رہا تھا اور اُسکی سُنہری شہد جیسی آنکھوں میں ہلکی نمی نمایاں تھی۔ اب بس کسی بھی طرح ابتہاج کو اُس جگہ پہنچنا تھا جہاں اُس کی بربادی کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ اور یہ انٹی کیا بول رہی تھیں؟" امسال صدمے سے بولی تھی۔

"نکاح ہو رہا ہے تمہارا اور کیا۔" ماہا بڑے مزے سے بولی تھی۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ مجھے کسی نے کچھ بتایا کیوں نہیں؟" امسال کو یقین نہ آ رہا تھا۔

"ارحان نے منع کیا تھا یار، اُسی کا منصوبہ ہے یہ۔" ماہا نے جواب دیا۔

ماہا ہی تمام باتوں کا جواب دے رہی تھی جب کہ المیر بلکل خاموش تھی۔آج اُسے اپنی دنیا لٹتی محسوس ہو رہی تھی۔المیر کی آنکھوں میں موجود اُداسی اور مرجھایا ہوا چہرا امسال سے چھپا نہ تھا۔

"وہ ایسا کیسے کر سکتا ہے؟ وہ جانتا نہیں ہے میرا ابتہاج کو، اگر اُسے پتا چل گیا تو جان لے لے گا وہ ارحان کی۔"امسال کے لہجے میں پریشانی اور ڈر تھا۔

"اگر اب کوئی بھی ہوشیاری کی تو تمہارا بھائی اور وہ ارحان نامی چیز دونوں کا میں جو حال کروں گا، تم یاد رکھو گی۔"امسال کے دماغ میں ابتہاج کی کہی گئی یہ بات گھوم رہی تھی اور اُس کے سر میں درد شروع ہو گیا تھا۔

"ایک بار نکاح ہو گیا تو وہ کیا کر لے گا؟ کچھ نہیں کر پائے گا وہ اور تمہاری اُس سے جان بھی چھوٹ جائے گی۔"ماہا نے اپنی طرف سے پتے کی بات کی تھی۔

"تم لوگ نہیں جانتی ہو اُس کو، میں نے دیکھا ہے اُس کا جنون بھی اور اُس کی دیوانگی بھی، وہ ارحان کو جان سے مار دے گا اور پھر مجھ سے شادی کر لے گا۔"امسال ٹھیک ہی تو کہہ رہی تھی شاید ابتہاج ایسا ہی کر گزرے۔

"نا کرو یار، سچ میں؟ اتنا پاگل ہے وہ تمہارے لیے!! میرے پیچھے کوئی ایسے پاگل ہوتا تو کتنی تفریح آتی اُف!"ماہا کو تھرلر چیزیں بہت پسند تھیں۔

"اوپس! سوری۔" امسال کی سخت گھوری نے ماہا کی فراٹے بھرتی زبان کو بریک لگایا تھا۔

"کب تک ایسے خاموش رہو گی المیر؟" امسال اب المیر سے مخاطب تھی۔

"ماہا صاحبہ چپ ہوں گی تب ہی مجھے کچھ بولنے کا موقع ملے گا نا۔" المیر کو امسال کی بات کا مفہوم سمجھ نہ آیا تھا جب کہ ماہا نے المیر کی بات کے جواب میں اُسے منہ چڑایا تھا۔

"کب اپنے لیے کھڑی ہو گی المیر؟ آخر کب تک چھپا کے رکھو گی اپنی محبت کو؟" امسال آج دو ٹوک بات کرنے کے موڈ میں تھی۔

"ک۔۔۔ کیا مطلب ہے ت۔۔۔ تمہارا؟" المیر امسال کی بات سن کر گھبرا ہی تو گئی تھی۔

"میرا وہی مطلب ہے جو تم سمجھ رہی ہو، میں بہت عرصے سے جانتی ہوں کے تم ارحان سے بے حد محبت کرتی ہو۔" امسال کی بات سن کر المیر نے گردن جھکائی تھی جب کہ ماہا کا منہ حیرت کے مارے کھل گیا تھا۔

"یہ سب کب ہوا بھئی؟ اور مجھے کیوں نہیں پتہ؟" ماہا کے پیٹ میں مروڑ اُٹھنے لگے تھے۔

"شاید یونیورسٹی کے پہلے سال سے، پہلے مجھے لگتا تھا کہ یہ میرا وہم ہے۔ لیکن اس کی آنکھیں مجھے مجبور کرتی تھیں یہ سوچنے پہ کے یہ میرا وہم نہیں۔ پھر جب میری ارحان سے منگنی ہوئی، اُس وقت مجھے یقین ہو گیا کہ یہ باولی ارحان سے محبت کرتی ہے۔ میں انتظار ہی کرتی رہ گئی کہ المیرا اب بولے گی! اب بولے گی! لیکن نہیں، یہ میڈم تو اپنی محبت قربان کرنے کے ارادے رکھتی ہیں۔" امسال نے المیر کی اچھی خاصی کلاس لے ڈالی تھی۔

ماہا کو بھی ساری بات سمجھ آگئی تھی جب کہ المیر کی آنکھیں برسنا شروع ہو گئی تھیں۔

"اتنی بہادر ہو تم میرو کہ اپنی محبت کو ہی قربان کرنے چلی تھیں؟" امسال نے المیر کو گلے لگایا تھا اور اُس کے آنسو صاف کئے تھے۔ وہ المیر کو پیار سے کبھی کبھی میرو کہہ کر پکارتی تھی۔

"میں تم سے تمہاری خوشیاں نہیں چھیننا چاہتی تھی امسال اور ویسے بھی ارحان تم سے محبت کرتا ہے۔" المیر روہانسے لہجے میں بولی تھی۔

"بہت ہی کوئی پاگل لڑکی ہو تم قسم سے، مجھ سے ایک بار کہتی تو پھر میں دیکھتی کیسے نہیں کرتا وہ تم سے شادی۔ تم جانتی ہو میں ارحان سے تو کیا کسی سے محبت نہیں کرتی۔

اُس سے شادی میں اُس کی پسند اور اپنے والدین کی خوشی کے لیے کر رہی تھی کہ بہر حال مجھے کسی نہ کسی سے تو شادی کرنی ہی تھی۔" امسال المیر کو سمجھا رہی تھی۔

"میں ڈرتی تھی امسال کہ اگر میں نے ارحان کو بتا دیا تو جو اُس سے دوستی ہے وہ بھی ٹوٹ جائے گی اور ہم دونوں کے درمیان یہ سٹیٹس کی دیوار بھی تو ہے۔" المیر نے اپنے دوبارہ امڈ آنے والے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا تھا۔

"سٹیٹس تو میرا بھی ارحان کے برابر نہیں میں بھی تو تمہاری طرح ہی مڈل کلاس گھرانے سے تعلق رکھتی ہوں، ارحان ایسا نہیں ہے المیر۔۔۔۔ خیر جو ہونا تھا وہ ہو گیا، تمہاری شادی ارحان سے میں خود کرواؤں گی انشاءاللہ!" امسال کچھ سوچتے ہوئے بولی تھی۔

"تو پھر ابھی کیا کرنے والی ہو تم؟" ماہا جو اتنی دیر سے خاموش تھی بول پڑی۔

"اگر یہ میرا ابتہاج کا مسئلہ درمیان میں نہ بھی ہوتا تب بھی شاید میں ارحان سے شادی نہ کرتی کیونکہ میں سب جانتے ہوئے بھی اپنی بہن جیسی دوست کو برباد نہیں کر سکتی۔ اگر میرا ابتہاج نہ ہوتا تو یقیناً ارحان کبھی بھی المیر سے شادی نہ کرتا، لیکن المیر کی محبت اور دعاؤں میں بہت طاقت ہے، یہ سب جو ہو رہا ہے اللہ نے ایسے ہی طے کیا ہے۔۔۔۔ میں سمجھاؤں گی ارحان کو، بہت ناراض ہو گا وہ لیکن اُس کو ماننا پڑے گا

کیونکہ ہم دونوں کا نکاح کسی کے حق میں بھی بہتر نہیں۔میں خود کو بچانے کے لیے باقی سب کی زندگی تباہ نہیں کر سکتی۔"امسال نے اپنے دل کی بات کہی تھی۔

"لیکن امسال تمہارا کیا؟تم اپنے آپ کو چھوڑ کر ہم سب کے بارے میں سوچ رہی ہو، تم کیسے رہو گی اُس شخص کے ساتھ؟"المیر کے لہجے میں اپنی اس عظیم دوست کے لیے فکر تھی۔المیر نے امسال کو ہمیشہ اپنی بہن ہی سمجھا تھا۔

"جو میرے نصیب میں لکھا ہے وہ تو ہو کر ہی رہے گا،یہ سب جو میں سوچ رہی ہوں، بول رہی ہوں یہ سب اللہ کے حکم سے ہی تو ہے۔میرا ابتہاج جہانگیر،اُسکی محبت میں بہت طاقت ہے یا پھر دعاؤں میں شدت!"امسال اس افسردہ ماحول کو ختم کرنا چاہتی تھی اور اپنی دوستوں کو اپنی جانب سے بے فکر بھی۔

اُس نے جو کچھ بھی کہا اس کا یہ مطلب ہر گز بھی نہیں تھا کہ وہ ابتہاج سے متاثر ہو گئی ہے یا پھر اُس کے دل میں ابتہاج کے لیے کوئی نرم گوشہ پیدا ہو گیا ہے۔

"مجھے سینٹی کر دیا ظالم تم نے۔۔۔۔اللہ تم جیسی دوست ہر کسی کو دے آمین!"ماہا نے امسال کو گلے لگایا تھا،ماہا کی انکھوں میں بہت کم ہی نمی آتی تھی لیکن آج وہ بھی رو دی تھی۔

"المیر ایک وعدہ چاہیئے مجھے تم سے، پورا کرو گی؟" امسال نے ماہا کی پیٹھ تھپکتے ہوئے کہا تھا۔

"یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے!" المیر نے ناراض ہوتے ہوئے کہا تھا۔

"ارحان میرا سب سے بہترین دوست ہے، میں جانتی ہوں کہ آج کے بعد وہ ٹوٹ کر بکھر جائے گا، لیکن میں یہ بھی جانتی ہوں کہ تم اُس کا بکھرا وجود سمیٹ لو گی۔۔۔۔ کرو گی نہ؟" امسال کے لہجے میں آس تھی۔

"میں پوری کوشش کرونگی۔" المیر نے امسال کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا تھا۔

"مجھے بھروسہ ہے تم پہ، تمہاری محبت ملتے ہی ارحان بھول جائے گا کہ اُس نے کبھی کسی اور سے محبت کی تھی۔" امسال نے بہت مان سے کہا تھا۔ امسال کی بات پوری ہوتے ہی دروازے پہ دستک ہوئی تھی۔

دروازہ کھلا تو سامنے ارحان اور امسال دونوں کی والدہ کھڑی تھیں۔ وقاص دُرانی پہنچ چکے تھے اور اب نکاح کے لیے امسال کو بلایا گیا تھا۔ امسال نے کچھ بولنا چاہا تھا لیکن اُسکی بات سنے بغیر ہی ارحان کی ماما اُسے باہر لے آئی تھیں۔ امسال کے چہرے پہ لال نیٹ کے دوپٹے سے گھونگھٹ کیا گیا تھا۔

باہر آ کر بھی امسال نے اپنے پاپا سے بات کرنا چاہی لیکن وہ وقاص صاحب کے ساتھ کسی بات میں مصروف تھے اور امسال کو ارحان کے برابر کچھ فاصلے پر بٹھا دیا گیا تھا۔ امسال کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ یہ سب کیسے روکے، امسال المیر اور ماہا کی جانب دیکھ رہی تھی جنہیں خود کچھ سمجھ نہ آ رہا تھا۔

"جی قاضی صاحب، نکاح شروع کریں۔" وقاص دُرانی بولے تھے۔

ابھی قاضی صاحب نے نکاح کے کلمات شروع کئے ہی تھے کہ باہر سے فائرنگ کی آواز آئی تھی اور کوئی گھر کا مین دروازہ کھول کے خوف ناک تیور لیے گھر میں داخل ہوا تھا۔ آنے والے کو دیکھ کر امسال اور اُس کے گھر والوں کو سانپ سونگھ گیا تھا۔

"یا اللہ رحم!! یہ نہیں ہونا چاہیئے تھا۔" امسال کو اپنے آس پاس خطرے کی گھنٹیاں نہیں بلکہ باجے سنائی دے رہے تھے۔ امسال بس اتنا ہی بول پائی تھی۔

ابتہاج جتنی تیزی سے ڈرائیو کر سکتا تھا وہ کر رہا تھا، دو بار اُس کا ایکسیڈنٹ ہوتے ہوتے بچا تھا۔ اُسے بس جلد سے جلد امسال تک پہنچنا تھا۔ ابتہاج کے لوگوں کو نکاح روکنے کے لیے زیادہ محنت نہیں کرنی پڑی تھی کیونکہ وقاس دُرانی کو پہنچنے میں کافی وقت لگ گیا تھا۔ وقاس دُرانی کے پہنچنے کے پندرہ منٹ بعد ابتہاج دیے گئے اڈریس پہ پہنچ گیا تھا۔

ابتہاج کے پاس ہر وقت ایک پستول موجود ہوتی تھی جس کا اُس کے پاس لائیسنس بھی تھا اور ایک پستول وہ گاڑی میں رکھتا تھا۔ آج گاڑی والی پستول اُس کے کام آنی تھی۔

ابتہاج غصے میں کسی بھوکے شیر کی مانند بپھرا ہوا، ہاتھ میں پستول لیے دُرانی ہاؤس کی جانب بڑھ رہا تھا۔ گیٹ پہ موجود گارڈ نے اُسے آگے بڑھنے سے روکا تھا لیکن ابتہاج کو کون روک سکتا تھا؟ گارڈ کو ابتہاج کے لوگوں نے پکڑا تھا جب کہ ابتہاج خود آگے بڑھا تھا اور گھر کے مین دروازے پہ فائر کیا تھا جس کی وجہ سے لاک ٹوٹ گیا تھا۔ پستول پیچھے کمر پہ لگائے ابتہاج اب گھر کے اندر کھڑا تھا اور سامنے کا منظر دیکھ وہ اپنے آپے سے باہر ہونے لگا تھا۔

امسال کو ارحان کے برابر میں لال دوپٹے کے گھونگھٹ میں بیٹھے دیکھ ابتہاج کچھ دیر کے لیے صدمے میں چلا گیا تھا۔ اُس سے پہلے امسال کے ہاتھ میں انگوٹھی بھی اسی ارحان نے پہنائی تھی اور آج یہ لال دوپٹہ بھی ابتہاج سے پہلے ارحان کے لیے اُڑھایا گیا تھا۔ نیٹ کے دوپٹے میں چھپا امسال کا چہرا ابتہاج کو صاف دکھ رہا تھا اور چہرے پہ پھیلا ڈر بھی۔

ابتہاج تن فن کرتا آگے بڑھا تھا۔اُس کے پیچھے اُس کے گارڈز بھی آ گئے تھے اور گھر کے دروازے پہ ہی کھڑے ہو گئے تھے۔ابتہاج سیدھا ارحان کی طرف آیا تھا اور اُسے گریبان سے پکڑ کے کھڑا کیا تھا۔وقاص دُرانی ابتہاج کو یہاں دیکھ کر حیران تھے۔

"تیری ہمت کیسے ہوئی یہ کرنے کی بول؟"ابتہاج چیخا تھا ساتھ ہی ارحان کے منہ پر ایک زوردار تھپڑ رسید کیا تھا جس کی وجہ سے اُس کے ہونٹ کا کونا پھٹ گیا اور وہاں سے خون بہنا شروع ہو گیا تھا۔

"اب آ ہی گئے ہو تو نکاح میں شرکت بھی کر لو،چاہو تو گواہ کے لیے تمہارا نام درج کروا دوں؟"ارحان اپنا ہونٹ صاف کرتے ہوئے جلانے والی مسکراہٹ کے ساتھ بولا تھا۔

"نکاح تو نہیں لیکن تیرا جنازہ ضرور پڑھاؤں گا میں۔۔۔۔۔بہت شوق ہیں نہ یہ پھول سجانے کا تجھے،اب ان ہی پھولوں کو تیری قبر کی زینت بناؤں گا میں۔"ابتہاج نے پھولوں کی ہلکی پھلکی سجاوٹ پہ چوٹ کی تھی اور ساتھ ہی ارحان کو مارنا شروع کر دیا تھا۔

ابتہاج نے ارحان کو مار مار کر اُسکی حالت بری کر دی تھی لیکن اب بھی اُس کا دل نہیں بھر رہا تھا،وہ اس قدر آپے سے باہر تھا کہ کسی کے قابو میں نہیں آ رہا تھا۔ریحان اور

ارشمیل جو ارحان کو بچانے کے لیے آگے آئے تھے وہ خود بھی ابتہاج کے عتاب کا شکار ہو گئے تھے۔امسال جس کا ہاتھ ماہا اور المیر نے پکڑ رکھا تھا ابتہاج کی طرف بڑھی تھی۔

"چھوڑ دیں ارحان کو پلیز، وہ مر جائے گا۔" امسال ابتہاج کے سامنے آئی تھی اور روتے ہوئے گزارش کی تھی۔

"تم خود کو سمجھتی کیا ہو؟ تمہیں کیا لگا تھا کہ اس سے نکاح کر لو گی تو میں تمہیں چھوڑ دوں گا؟ کبھی نہیں، جو میرا ہے وہ بس میرا ہی ہے اور تم صرف اور صرف میری ہو تمہیں یہ بات سمجھ کیوں نہیں آتی!! کیا کہا تھا میں نے تم سے، کہ اب کوئی ہوشیاری نہ کرنا، تو پھر کیوں امسال؟" امسال کو دیکھتے ہی ابتہاج نے ارحان کو دور پھینکا تھا اور امسال کو بازوؤں سے پکڑے جھنجھوڑ رہا تھا۔امسال کے سر پہ موجود لال دوپٹہ اُتر کے کندھوں تک آ گیا تھا جسے ابتہاج خونخوار نظروں سے گھور رہا تھا۔

ارحان ابتہاج کے جھٹکے سے دور جا گرا تھا۔اُس کے والدین فوراً سے اُس کی طرف بڑھے تھے اور اُس کی حالت دیکھ پریشان ہو گئے تھے۔ارحان کی والدہ اپنے بیٹے کو تکلیف میں دیکھ رونے لگی تھیں جنہیں زوباریہ بیگم چپ کروا رہی تھیں۔

"ایسا کچھ نہیں ہے، میں یہ نکاح نہیں کر رہی تھی۔" امسال روتے ہوئے بولی تھی ساتھ ہی خود کو ابتہاج کی گرفت سے آزاد کرنے کی کوشش میں لگی تھی۔

"اچھا؟ تم نہیں کر رہی تھی ایسا؟ تو پھر یہ سب جو ابھی میں نے دیکھا وہ کیا تھا؟" ابتہاج کی گرفت ایسی تھی کہ چھڑائی نہیں جا سکتی تھی۔

"ابتہاج میرا ہاتھ چھوڑیں پلیز۔۔۔۔۔مجھے بہت تکلیف ہو رہی ہے۔" امسال نے شاید آج پہلی بار ابتہاج کا نام لیا تھا لیکن ابتہاج کو فی الحال اس کی کوئی خوشی نہیں ہو رہی تھی۔ تکلیف کے باعث امسال سے بولا نہ جا رہا تھا، ابتہاج کے غصے کی شدت امسال کے بازوؤں سے برداشت نہ ہو رہی تھی۔

ابتہاج کی آنکھیں غصے کے باعث لال انگارا ہو رہی تھیں لیکن اُن میں ہلکی نمی بھی تھی، ابتہاج بہت کچھ برداشت کر رہا تھا۔ امسال کو جھٹکے سے چھوڑ کر ایک بار پھر ارحان کی جانب رخ کیا تھا لیکن امسال جس نے ابتہاج کے جھٹکے سے خود کو گرنے سے بچایا تھا دوبارہ ابتہاج اور ارحان کے درمیان دیوار بنی تھی۔

"میرے راستے سے ہٹو ورنہ میں تمہیں بھی جان سے مار دوں گا!!" ابتہاج دھاڑا تھا۔ امسال ڈری تھی لیکن اپنی جگہ سے ہلی نہیں تھی۔

"اس وقت جتنا ہو سکے اتنا دور رہو مجھ سے امسال ورنہ میں غصے میں سچ میں ہی مار دوں گا۔" ابتہاج نے اپنی کمر کے ساتھ لگی گن ہاتھ میں لی تھی، گن دیکھتے ہی سب کا حلق

خشک ہو گیا تھا۔ ہمدان صاحب اپنی بیٹی کی جانب بڑھے تھے لیکن امسال نے اُنہیں مزید آگے آنے سے روک دیا تھا، وہ نہیں چاہتی تھی کہ اُنہیں کوئی نقصان پہنچے۔

"مار دیں مجھے اچھا ہے فساد کی جڑ ہی ختم ہو جائے گی۔" امسال نے بغیر ڈرے کہا تھا۔ وہ بہت مضبوط تھی یا شاید حالات نے بنا دیا تھا۔

"میں اپنی مرضی کا مالک ہوں، کسی اور کی سننا میں نے سیکھا نہیں۔" ابتہاج کبھی بھی امسال کو مار نہیں سکتا تھا۔ امسال کو آگے سے ہٹا کر وہ ارحان کی طرف آیا تھا۔

"چھوڑ دو میرے بیٹے کو، اب تمہارے راستے میں نہیں آئے گا وہ۔" وقاص دُرانی نے التجا کی تھی۔ ابتہاج کا جنون تو وہ دیکھ ہی چکے تھے۔

"دنیا تنگ کر دوں گا میں سب پہ۔۔۔۔۔ دُرانی گروپ کے چیئرمین ہیں نہ آپ؟ تباہ کر دوں گا میں دُرانی گروپ کو وہ بھی ایسے کہ کبھی دوبارہ کھڑی نہیں ہو پائے گی آپ کی کمپنی۔" ابتہاج نے دھمکی نہ دی تھی، وہ ایسا کر بھی سکتا تھا بس اُس کا ایک اشارہ ملنے کی دیر تھی۔ یہ بات وقاص صاحب بھی بہت اچھے سے جانتے تھے۔

اس وقت ابتہاج کے لہجے میں ہلکا غرور تھا لیکن وہ غصے میں کیا بول رہا تھا اُسے خود بھی سمجھ نہیں آ رہا تھا ورنہ غرور نہ تو وہ کرتا تھا نہ ہی اُسے پسند تھا۔

"تم ایسا کچھ نہیں کرنا، میں یقین دلاتا ہوں کہ اب میرا بیٹا تمہارے راستے میں نہیں آئے گا۔" وقاص دُرانی کے لہجے میں ڈر کی جھلک تھی جو صرف ابتہاج ہی محسوس کر سکتا تھا۔

ابتہاج اس وقت کچھ بھی سننے کے موڈ میں نہیں تھا۔اس وقت اُس کے سر پہ خون سوار تھا۔اشارہ کرنے پہ اُس کے گارڈز نے اندر آکر ارحان کو پکڑا تھا جب کہ ابتہاج نے اپنی گن ارحان کے ماتھے کہ بیچ و بیچ رکھی تھی۔

"بیٹا پلیز چھوڑ دو میرے بیٹے کو تمہیں اللہ کا واسطہ ہے، میری گود مت اُجاڑو میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں۔" ارحان کی والدہ ابتہاج کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے بولی تھیں۔ارحان جو کہ کچھ ہوش میں تھا اُس سے یہ برداشت نہ ہو رہا تھا۔

"صرف آپ کی وجہ سے اس کی جان بخش رہا ہوں لیکن اگر آئندہ آپ کا بیٹا میرے راستے میں آیا تو واقع میں اُسکی جان لے لوں گا۔" ابتہاج کی ایسی تربیت نہ تھی کہ وہ اپنے بڑوں کی تزلیل کرتا اسی لیے غصے میں ہونے کے باوجود بھی گن ہٹا دی تھی اور دوبارہ اپنی کمر پہ لگالی۔ارحان کی والدہ کے ہاتھ نیچے کر کہ ابتہاج نے اپنی بات کہی تھی۔

"میری محبت کو اپنے نام کی چنری پہنانے کی بہت بڑی غلطی کی ہے تو نے، اس کا حساب تو میں الگ سے لوں گا۔۔۔۔۔لے جاؤ اس کو یہاں سے، پہلے ہسپتال لے جانا اُس کے بعد بیسمینٹ میں ڈال دینا باقی میں دیکھ لوں گا۔" ابتہاج نے ارحان کو گریبان سے پکڑا تھا اور اُس کے کان میں سرگوشی کی تھی پھر اپنے گارڈز کو مخاطب کیا تھا۔

ابتہاج کا حکم ملتے ہی گارڈز ارحان کو اٹھا کر لے گئے تھے اور کوئی کچھ نہیں کر پایا تھا۔

"آپ پلیز ارحان کو چھوڑ دیں، کہاں بھیج رہے ہیں اُسے؟ میں نہیں کر رہی تھی اُس سے نکاح۔" امسال ارحان کے والدین کی حالت دیکھ ابتہاج کے پاس آئی تھی جواب اپنا غصہ ٹھنڈا کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"تم تو بات بھی مت کرو مجھ سے، اس وقت تمہاری شکل دیکھنے کا بھی دل نہیں کر رہا میرا۔" ابتہاج نے اپنا چہرا امسال کی طرف سے پھیر لیا تھا۔

"بے شک مجھ سے بات نہ کریں، لیکن ارحان کو چھوڑ دیں۔" امسال دوسری طرف آئی تھی اور روتے ہوئے ابتہاج سے بولی تھی۔

"یہ تم جس کے لیے میرے سامنے گڑگڑا رہی ہو اور آنسو بہا رہی ہو، یقین کرو مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا ہے کہ تم کسی دوسرے مرد کے لیے رو۔۔۔۔۔تمہاری آنکھ سے اُس چوزے کے لیے نکلے ایک ایک آنسو کا حساب اور بدلا میں اُس سے ضرور لوں گا۔"

ابتہاج نے اپنی شولے برساتی آنکھوں سے امسال کو گھورتے ہوئے کہا تھا اور امسال اُس کے انداز پہ سہم گئی تھی۔

"میں اُس کے لیے نہیں رو رہی بلکہ میں اپنے نصیب کو رو رہی ہوں۔۔۔۔ چھوڑ دیں اُس کو وہ ایک ہی بیٹا ہے اپنے ماں باپ کا۔" امسال کو ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ پاگل ہو جائے گی۔

"ہمارے نکاح کے بعد چھوڑ دوں گا، ویسے ہی میرے کسی کام کا نہیں ہے وہ۔۔۔۔ اور ہاں ایک اور بات نکاح اگلے ماہ کے بجائے جمعے کے دن ہو گا اور آئندہ ہفتے میں باقی تمام فنکشنز کے ساتھ رخصتی۔ مجھے اب آپ لوگوں پہ بلکل بھی بھروسہ نہیں ہے اسی لیے جو میرا ہے اُسے میں جلد سے جلد لے جاؤں گا۔ شادی کے انتظامات کی فکر نہ کریں آپ لوگ، تمام انتظامات ہو جائیں گے۔" ابتہاج نے فیصلہ کن لہجے میں اپنی بات کہی تھی۔

امسال اور اُس کے والدین ابتہاج کی بات سن کر سناٹے میں آ گئے تھے۔

"نکاح پہ ملاقات ہو گی میری جان اور سارے بدلے لوں گا میں تم سے۔" ابتہاج نے امسال کے کان میں سرگوشی کی تھی اور اُس کے سر سے لال دوپٹہ اُتار کر اپنے ہاتھ میں لپیٹتے ہوئے شانِ بے نیازی سے چلتا ہوا گھر سے باہر نکل گیا تھا۔

امسال وہیں زمین پہ ڈھے گئی تھی۔المیر فوراً امسال کی طرف گئی تھی وہ بھی ارحان کے لیے بے حد پریشان تھی۔ماہا ارشمیل سے خیریت پوچھ کر امسال کے پاس آئی تھی۔ ہمدان صاحب اور زوباریہ بیگم ارحان کے والدین کو تسلی دے رہی تھے اور شرمندہ بھی تھے جب کہ اُن کا کوئی قصور نہ تھا۔

ابتہاج دُرانی ہاؤس سے نکل کے بلاوجہ سڑکوں پہ گاڑی بھگا رہا تھا اور اپنا غصہ کم کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔کافی دیر ایسے ہی سڑکوں پہ پھرنے کے بعد اب وہ ساحلِ سمندر پہ موجود تھا۔سمندر پہ چلتی ٹھنڈی ہوا سے اُس کے بال ماتھے پہ گرتے تھے اور پھر خود ہی ہٹ بھی جاتے تھے۔وہ خود اپنی گاڑی کے بونٹ سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔۔۔۔پہلے سے ہلکی سرخ آنکھیں نیچے پڑے لال دوپٹے پہ ٹکی تھیں جو جل رہا تھا۔اُس کے ایک ہاتھ میں سگریٹ تھی جس کی مدد سے وہ اپنے اندر کے غصے کو دھویں کی صورت اڑا رہا تھا۔ابتہاج سگریٹ کا شیدائی نہ تھا لیکن اپنے غصے کو ختم کرنے کے لیے وہ سگریٹ پھونکتا تھا۔

جیسے جیسے دوپٹہ جل کر راکھ کی صورت اختیار کر رہا تھا ابتہاج کا غصہ بھی کم ہو رہا تھا۔ جب دوپٹہ پوری طرح سے جل گیا تو ابتہاج کو بھی کچھ سکون محسوس ہوا اور اُس نے اپنے گھر کی راہ لی کیونکہ گھر والوں کے فون پہ فون آ رہے تھے۔

ابتہاج نے کسی طرح بہانے بنا کر جہانگیر صاحب کو راضی کر لیا تھا اور وہ ابتہاج کی باتوں میں آ کر مان گئے تھے اگلے جمعے کو نکاح اور آئندہ ہفتے میں باقی فنکشنز کے لیے۔ابتہاج لوگوں کو اپنی باتوں میں اُلجھانے میں ماہر تھا۔یہ بھی سچ تھا کہ جہانگیر صاحب اُسکی باتوں میں کم ہی آتے تھے کیونکہ وہ اپنے بیٹے کو خوب جانتے تھے لیکن جلدی شادی والی بات میں اُنہیں بھی کچھ غلط نہیں لگا تھا کیونکہ ابتہاج نے امسال کے فائنل پیپروں کا بہانا بنایا تھا۔چونکہ وقت بہت ہی کم رہ گیا تھا اس لیے میر جہانگیر نے تمام انتظامات کی زمہ داری لے لی تھی،اُن کے لیے یہ کوئی مشکل کام نہ تھا۔

بدھ کا دن تھا میر جہانگیر جنت بیگم اور اپنی بڑی بہو یعنی میر معراج کی بیوی ماہروش کے ہمراہ امسال کے گھر آئے تھے نکاح کے لیے بری دینے۔امسال سب سے مل کر اور کچھ دیر وہاں بیٹھ کر دوبارہ اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔

ماہروش خوبصورت تو تھی ہی ساتھ ہی خوش اخلاق بھی تھی۔اُسے اپنی ہونے والی دیورانی سے دوستی کرنی تھی کیونکہ یہ اُس کی اور امسال کی پہلی ملاقات تھی۔ماہروش جنت بیگم کو بتا کر اور زوباریہ بیگم سے اجازت لے کر امسال کے پاس آئی تھی۔

"آپ؟اندر آئیں۔"دروازے پہ دستک دی گئی تھی۔امسال نے جب دروازہ کھولا تو سامنے ماہروش کو کھڑا پایا۔ماہروش کو اندر آنے کی دعوت دے کر امسال بھی اُس کے پیچھے چلنے لگی تھی۔

"ہاں وہاں بڑوں کی کمپنی میں بور ہو رہی تھی اس لیے سوچا اپنی ہونے والی دیورانی سے دوستی ہی کر لوں۔"ماہروش مسکراتے ہوئے بولی تھی۔

"بلکل کیوں نہیں میں بھی بور ہو رہی تھی۔آپ بیٹھیں نا۔"امسال خود بھی دوستانہ طبیعت کی مالک تھی اور ماہروش اُسے بہت اچھی لگی تھی۔

"تمہیں پتا ہے مجھے بہت شوق تھا تمہیں دیکھنے کا تم سے ملنے کا، لیکن ابتہاج بد تمیز لے کر ہی نہیں آتا تھا مجھے۔"ماہروش نے ابتہاج کا ذکر کرتے ہوئے سڑا ہوا منہ بنایا تھا جس پہ امسال کو ہنسی آئی تھی۔

"ہاہاہا! ویسے آپ کو مجھ سے ملنے کا اتنا شوق کیوں تھا؟"امسال دلچسپی سے گویا ہوئی تھی۔

"مجھے یہ دیکھنا تھا کہ آخر وہ کون لڑکی ہے جس نے میرے دیور جیسے پتھر کو دیوانہ بنا دیا ہے۔"ماہروش ہنستے ہوئے بولی تھی اور اُسکی باتوں پہ امسال مسکرا رہی تھی۔

"تم بہت اچھی ہو امسال، تم میری دیورانی بنو گی تو ہم دونوں بہت مزے کریں گے اور دونوں بھائیوں کو ساتھ ہی تنگ کیا کریں گے، اتنی ایکسائیٹڈ ہوں میں۔" ماہروش کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ابھی امسال کو اُٹھا کر اپنے ساتھ لے جائے۔

"ہاہاہا کیوں نہیں ضرور، مزا آئے گا۔ اب تو ویسے بھی ہم دوست ہیں۔" امسال بھی ماہروش کی باتوں سے خوشی محسوس کر رہی تھی۔

"اب میں چلتی ہوں، پرسوں ملاقات ہو گی۔" ماہروش امسال سے مل کر چلی گئی تھی کیونکہ اُن کے جانے کا وقت ہو رہا تھا۔

امسال کو ماہروش بہت پسند آئی تھی، وہ اُسے بلکل اپنی طرح لگی تھی۔ امسال کو صرف ابتہاج سے مسئلہ تھا اس لیے وہ صرف ابتہاج سے چڑتی تھی لیکن ابتہاج کے تمام گھر والوں کی وہ بہت عزت کرتی تھی اور اُن سے امسال کو کوئی گلہ یا چڑ نہ تھی۔

ایک دن بعد نکاح تھا میر جہانگیر نے تمام انتظامات خوب اچھے سے سنبھال لیے تھے اور ہمدان صاحب کو بھی مطمئن کر دیا تھا۔ دونوں گھروں میں شادی کی تیاریاں زور و شور سے جاری تھی تمام افراد مختلف کاموں میں مصروف تھے، خود ابتہاج بھی گھن چکر بنا پھر رہا تھا کیونکہ اُسے اپنی شادی میں ہر چیز پرفیکٹ چاہیئے تھی۔

ہمدان صاحب اور زوباریہ بیگم بھی بیٹی کی شادی کی تیاریوں میں لگ گئے تھے۔امسال کی شادی اب ابتہاج سے ہی ہونی تھی تو بہتر یہی تھا وہ اپنی اکلوتی بیٹی کو اپنی دعاؤں کے سائے میں اچھے سے رخصت کریں۔ابتہاج کے گھر والوں سے مل کر ہمدان صاحب کچھ مطمئن تھے کہ اُن کی بیٹی کہیں ایروں غیروں میں نہیں بلکہ خاندانی لوگوں میں جا رہی تھی۔

امسال کو اپنی ماما سے پتہ چلا تھا کہ رخصتی اگلے ہفتے ہی ہو گی۔یہ بات اُس دن ابتہاج نے بھی کہی تھی لیکن پھر بھی امسال اتنی جلدی رخصتی کے لیے ذہنی طور پر تیار نہ تھی۔

کچھ سوچ کر امسال نے ابتہاج کو فون کیا تھا۔

"ہیلو؟" ابتہاج روکھے پھیکے انداز میں بولا تھا۔آج اُس کے لہجے میں وہ شوخی نہیں تھی جو ہر بار ہوتی تھی۔شاید ابتہاج اب بھی امسال سے ناراض تھا لیکن یہاں کس کو فرق پڑتا تھا؟

"مجھے آپ سے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔" امسال نے بھی صاف بات کرنا چاہی تھی۔

"بولو سن رہا ہوں۔" ابتہاج بہت سنجیدہ انداز میں بولا تھا۔

"آپ اگلے ہفتے رخصتی نہ کروائیں، بے شک نکاح کر لیں لیکن رخصتی ابھی نہیں پلیز۔" امسال نے التجا کی تھی۔

"وجہ؟ کوئی ٹھوس جواز پیش کرنا اس بات کا ورنہ اپنا ٹائم ضائع نہ کرو اور نہ ہی میرا۔" ابتہاج کے لہجے میں موجود بے رخی امسال کو عجیب لگ رہی تھی۔

"میں ابھی تیار نہیں ہوں رخصتی کے لیے۔" امسال نے صاف گوئی سے کام لیا تھا۔

"ہاں تو پارلر جا کر تیار ہو گی نا، اس میں کیا مسئلہ ہے۔" ابتہاج مزاک کرتے ہوئے بولا لیکن انداز بلکل سنجیدہ تھا۔

"میں وہ تیار ہونے کی بات نہیں کر رہی، میرے کہنے کا مطلب ہے کہ میں ذہنی طور پہ تیار نہیں ہوں ابھی۔" امسال کا دل کر رہا تھا یا تو اپنا سر دیوار میں مار دے یا پھر ابتہاج کا۔

"ہاں تو ابھی پورا ہفتہ باقی ہے کر لو اپنے ذہن کو تیار، ناٹ آ بگ ڈیل! اینی تھنگ ایلس؟" ابتہاج کے پاس ہر مسئلے کا حل تھا۔

"دیکھیں میرے پیپر ہونے والے ہیں، اُس کے بعد کروالیں رخصتی۔" امسال کو اچانک سے اپنے پیپر یاد آئے تھے۔

"تمہارے پیپر دو مہینے بعد ہیں۔۔۔۔ سوری نو!" ابتہاج اپنی بات پہ قائم تھا۔

"مجھے تیاری کرنی ہے پیپرز کی ویسے ہی آپ کی وجہ سے میرا بہت نقصان ہو چکا ہے۔"

امسال بھی اپنی ضد پہ قائم تھی۔

"ہاں تو رخصتی ہو جائے گی اچھا ہے آرام سے تیاری کرنا اپنے پیپرز کی ٹینشن فری ہو کر۔۔۔۔ چلو میں خود تمہیں ٹیوشن دے دوں گا اور پیسے بھی نہیں لوں گا، کیا یاد کرو گی تم بھی۔" ابتہاج کو مزا آ رہا تھا امسال کو تنگ کرنے میں۔

"آپ سمجھ نہ۔۔۔" امسال بول ہی رہی تھی کہ ابتہاج نے اُس کی بات کاٹی۔

"رخصتی تو اگلے ہفتے ہی ہو گی اینڈ ڈیٹس فائنل۔۔۔۔ میری میٹنگ ہے میں جا رہا ہوں اللہ حافظ!" ابتہاج نے اپنی بات کہہ کر کال کاٹ دی تھی۔

"اس شخص سے تو بات کرنا ہی فضول ہے۔۔۔۔ گنڈا کہیں کا!" امسال نے غصے سے پیچ و تاب کھاتے ہوئے کہا تھا اور فون بیڈ پر پھینک کر باہر چلی گئی تھی۔

ابتہاج نے کال کاٹ کر اپنا فون پھینکا تھا۔ اس وقت وہ آفس میں نہیں بلکہ اپنے گھر کے جِم میں موجود تھا۔ ابتہاج کو جب زیادہ غصہ آتا تھا تو اکثر وہ جِم میں ہی پایا جاتا تھا اور اپنا سارا غصہ پنچنگ بیگ پہ اُتارتا تھا۔ حیدر اور معراج بھی اس وقت جِم میں موجود تھے اور ابتہاج کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہے تھے۔

"کیا ہو گیا ہے تجھے؟ ٹھنڈا ہو جا، جب سے اسلام آباد سے آیا ہے مرچیں چبائے بیٹھا ہے۔" حیدر جو ٹریڈ مل پہ بھاگ رہا تھا، رفتار ہلکی کرتے ہوئے بولا تھا۔

ابتہاج کوئی جواب نہ دے رہا تھا بس پنچنگ بیگ پہ مکّے برسا رہا تھا۔ کالے رنگ کے سینڈو اور ٹراؤزر میں ملبوس، چہرے پہ موجود پسینے کے ننھے قطرے اُس کے حسن میں مزید اضافہ کر رہے تھے، ہاتھوں کی رگیں ہمیشہ کی طرح اُبھری ہوئی تھیں۔

حیدر اور معراج دونوں کو ابتہاج کے غصے کی وجہ سمجھ نہ آ رہی تھی۔ حیدر ٹریڈ مل سے اُترا تھا اور معراج اپنی سائیکلنگ مشین سے، دونوں ابتہاج کے پاس گئے تھے۔

"چھوٹے میر، کیا مسئلہ ہے بتاؤ ہمیں؟ کیوں اتنے غصے میں ہو تم؟" معراج نے پنچنگ بیگ پکڑا تھا جو کہ ابتہاج کے زوردار مکّوں سے جھول رہا تھا۔ ابتہاج کو معراج کا ایسے کرنا پسند نہ آیا تھا۔

"اب بول بھی دے کیا مسئلہ ہے، کیوں اتنا ایٹیٹیوڈ دکھا رہا ہے؟ ہزار بار کہا ہے غصہ کم کیا کر، دماغ کی نس پھٹ جائے گی تیری کسی دن۔" حیدر کو ابتہاج کا تیز غصہ سخت ناپسند تھا۔

"امسال ہے میرا مسئلہ۔۔۔۔ سنتی ہی نہیں ہے کچھ بس اپنی ہی کرتی ہے، چھٹانک بھر کی ہے وہ میرے سامنے لیکن شیرنی بنتی ہے۔ سب ڈر جاتے ہیں میرے غصے سے

ایک وہ ہی نہیں ڈرتی، اُلٹا چیخ کر میرے غصے کو مزید ہوا دیتی ہے۔" ابتہاج چڑے ہوئے لہجے میں بولا تھا۔ اُس کو شاید اس بات کا علم نہیں تھا کہ اُس کے غصے سے امسال کی روح فنا ہونے لگتی ہے۔

ابتہاج کی بات سن کر حیدر اور معراج جو کب سے اپنی ہنسی روکنے کی ناکام کوشش کر رہے تھے بل آخر ہنس پڑے تھے اور اُنکی ہنسی پورے جِم میں گونج رہی تھی۔ حیدر تو ہنستے ہنستے نیچے لیٹ گیا تھا۔ دونوں اپنے چھوٹے بھائی کا مزاک اُڑا رہے تھے۔ کس نے سوچا تھا کہ کبھی میرا ابتہاج کی ایسی حالت بھی ہو گی۔

"شٹ اپ!!" ابتہاج کی دھاڑ اُن دونوں کی ہنسی سے زیادہ تیز تھی۔ دونوں کی ہنسی کو بریک لگا تھا جب کہ ابتہاج دونوں کو خونخوار نظروں سے گھور رہا تھا۔

"ٹھ۔۔۔ ٹھنڈا ہو جا بھائی، کول کول، لمبی سانس لے شاباش۔" حیدر نا جانے کیا اول فول بکنے لگا تھا۔

"اب جب محبت کی ہے تو بھگتو بھی۔" معراج نے اپنی ہنسی پہ قابو پاتے ہوئے سیریس انداز میں کہنا چاہا تھا لیکن ناکام۔

"آپ دونوں نے بھی تو کی ہے محبت، آپ لوگوں کے ساتھ تو ایسا کچھ نہیں ہوا۔۔۔۔میرے ساتھ ہی کیوں؟"ابتہاج نے اپنے غصے کو دبایا تھا آخر کو وہ اپنے بھائیوں پہ غصہ نہیں کر سکتا تھا۔

"میں نے تو تجھے کہا تھا کہ لڑکیوں کا دل مت توڑ، اب دیکھ تجھے سزا مل رہی ہے۔بھابی سہی کا نچا رہی ہیں اس کو۔"حیدر کی بات پہ ایک بار پھر دونوں ہنسنے لگے تھے۔

"تیری ہی بددعا لگی ہے مجھے کمینے کالی زبان ہے تیری۔"ابتہاج نے جلے ہوئے انداز میں کہا تھا اُسے حیدر کی کہی بات یاد آگئی تھی جو حیدر نے بہت پہلے کہی تھی۔

"جیسے تم ہو تمہیں قابو کرنے کے لیے امسال جیسی ہی لڑکی کی ضرورت ہے چھوٹے میر۔"معراج اور حیدر ابتہاج کی حالت کے خوب مزے لے رہے تھے۔ابتہاج دونوں کی طرف اُنہیں مارنے کی غرض سے بڑھا تھا۔اُس کا ارادہ بھانپ کر دونوں نے باہر کی طرف دوڑ لگائی تھی۔

جنت بیگم، زوئیلا اور ماہروش تینوں لاونج میں بیٹھی امسال کے لیے جیولری منتخب کر رہی تھیں جب معراج اور حیدر بھاگتے ہوئے لاؤنج میں آئے تھے اور اُن دونوں کے پیچھے ابتہاج آتا دکھائی دیا تھا۔تینوں عورتیں اِن تین جوان مردوں کو بچوں کی طرح یہاں سے وہاں بھاگتے دیکھ رہی تھیں۔زوئیلا اور ماہروش تو تینوں کو دیکھ ہنسنے میں

مصروف تھیں جب کہ جنت بیگم نے اپنا سر تھام لیا تھا۔اِن کے یہ تینوں بیٹے اکثر اوقات ایسے ہی پاگل ہو جایا کرتے تھے اور بچوں کی طرح لڑتے تھے۔

"ماما بچائیں!! یہ آپ کا چھوٹا سپوت آج ہماری جان لے لے گا۔" حیدر جنت بیگم کے پیچھے کھڑے ہوتے ہوئے بولا تھا۔

معراج سیڑیوں پہ کھڑا تھا تاکہ آسانی سے اوپر اپنے کمرے میں بھاگ سکے۔ابتہاج لاؤنج کے بیچ میں کھڑا دونوں کو کھا جانے والی نظروں سے گھور رہا تھا۔

"تم تینوں چھوٹے بچے ہو کیا جو ایسے گھر میں بھاگم دوڑ مچا رکھی ہے۔باپ بننے کی عمر ہے تینوں کی اور تینوں بچے بنے ہوئے ہیں۔" جنت بیگم نے تینوں کو ڈانٹا تھا۔

"اور ابتہاج تم، شادی ہے تمہاری اور حرکتیں دیکھو اپنی۔" جنت بیگم کے لہجے میں افسوس تھا۔

"ہاہاہا! شادی ہے اسی لیے تو یہ حالت ہے بچارے کی۔" حیدر کہتے ہوئے سیڑیوں کی جانب بھاگا تھا اور پھر وہ اور معراج دونوں اوپر بھاگ گئے تھے۔

"چھوڑوں گا نہیں میں دونوں کو!!" ابتہاج بھی چیختا ہوا دونوں کے پیچھے بھاگا تھا جب کہ جنت بیگم اپنا سر پکڑ کے بیٹھ گئی تھیں کیونکہ ان تینوں کا کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔

وقت کم ہونے کے باوجود بھی داجہا نگیرز کی سپورٹ کے ساتھ شادی کی تیاریاں اپنے آخری مراحل میں تھیں۔امسال اور ابتہاج کی شادی کے کارڈز بٹ چکے تھے اور کچھ ہی دنوں میں شادی کے فنکشنز شروع ہونے والے تھے۔

امسال،المیر اور ماہا کی بیسٹ فرنڈ تھی۔وہ دونوں امسال کی شادی کو سپیشل بنانا چاہتی تھیں،وہ چاہتی تھیں کے اُنکی دوست خوش رہے۔جو حالات چل رہے تھے،امسال کا خوش رہنا اور اپنی شادی انجوائے کرنا اس سب کے چانسز بہت کم تھے۔المیر اور ماہا نے امسال کے لیے سرپرائز برائیڈل شاور پلین کیا تھا اور اس کے متعلق دونوں زوباریہ بیگم سے بات کر چکی تھیں.امسال کی کزنز کو بھی دونوں نے دعوت دی تھی۔

چار بجے کا وقت ہو رہا تھا جب دونوں امسال کے گھر آئی تھیں اُسے لینے۔برائیڈل شاور ماہا کے گھر کے لان میں رکھا گیا تھا۔دونوں کا منصوبہ تھا کہ امسال کو اسکی بھنک بھی نہیں پڑنی چاہیئے اس لیے ماہا کے گھر ساری سجاوٹ رکھی گئی تھی۔تمام ڈیکوریشن ماہا اور المیر نے مل کر کروائی تھی۔

"امسال میرے ساتھ چلو گھر۔"کچھ دیر کے بعد ماہا بولی تھی۔

"کس کے گھر؟"امسال نے سوال کیا تھا۔

"میرے گھر اور کس کے۔"ماہا نے جواب دیا تھا۔

"آپ بتانا پسند کریں گی کہ کیوں آؤں میں آپ کے گھر؟" امسال نے تفتیشی انداز میں پوچھا تھا کیونکہ اچانک ہی ماہا اُسے اپنے گھر لے جانے کی بات کر رہی تھی۔

"یار تم بہت سوال کرتی ہو، جب چلو گی تو پتا چل جائے گا۔" اس بار المیر نے جواب دیا تھا۔

"نہیں یار پھر کبھی، گھر میں کافی کام ہیں ماما کی ہیلپ کروانی ہے مجھے۔" امسال نے جانے سے منع کر دیا تھا۔

"ہم نے آنٹی سے بات کر لی ہے اور ویسے بھی وہ بازار جا رہی ہیں انکل کے ساتھ، تم چلو زیادہ ٹائم نہیں لگے گا۔" ماہا اُجلت میں بولی تھی۔

"اچھا بھئی چلو، تم دونوں نے کہاں سننی ہے میری۔۔۔۔۔ میں آتی ہوں کپڑے بدل کے۔" امسال بولتے ساتھ ہی الماری سے کپڑے نکال کر باتھروم میں چلی گئی تھی۔

"ان میڈم کو کیا پتا کہ ابھی انہیں میرے گھر پہنچ کر بھی کپڑے تبدیل کرنے ہیں۔" ماہا نے المیر کو تالی مارتے ہوئے کہا تھا اور دونوں ہنسی تھی۔

"ابتہاج فری ہو؟" ابتہاج آستینوں کے کف بند کرتے ہوئے سیڑیوں سے اُتر رہا تھا جب نیچے کھڑی ماہروش نے اُس سے پوچھا تھا۔ ماہروش کہیں جانے کے لیے تیار کھڑی تھی۔

"آفس جا رہا ہوں میٹنگ ہے ایک، کیوں کوئی کام ہے آپ کو؟" ابتہاج ماہروش تک پہنچ گیا تھا۔

"مجھے امسال کی دوست ماہا کے گھر چھوڑ دو گے؟ معراج بھی نہیں ہیں اور ڈرائیور بھی کسی کام سے گیا ہوا ہے۔" ماہروش نے معصومانہ انداز میں کہا تھا۔

"کہاں کی سواری ہے بھئی؟ کس کی شادی میں جا رہی ہیں وہ بھی اس وقت؟" ابتہاج نے دوستانہ انداز میں کہا تھا۔ ابتہاج کی اپنی بھابھی سے کافی بنتی تھی۔

"اپنی دیورانی کے برائیڈل شاور میں جا رہی ہوں۔" ماہروش نے مسکراہٹ چھپاتے ہوئے کہا تھا۔

"امسال کی بات کر رہی ہیں آپ؟" ابتہاج جو کوئی میسج ٹائپ کر رہا تھا فوراً گردن اُٹھا کر پوچھا تھا۔

"ہاں تو اور کتنی دیورانیاں ہیں میری؟" ماہروش نے ابتہاج کے رد عمل پہ ہنستے ہوئے کہا تھا۔

"کتنی غلط بات ہے دُلہے کو تو بلایا ہی نہیں۔" ابتہاج نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا تھا۔

"لڑکیوں کا فنکشن ہے یہ تم آ کر کیا کرو گے۔ تمہاری بیچلر پارٹی کروائیں گے۔"

ماہروش نے ہنستے ہوئے ابتہاج کو لارا دیا تھا۔

"بس کر دیں، میں گاڑی میں انتظار کر رہا ہوں آ جائیں آپ۔" ابتہاج کہتے ساتھ ہی باہر کی جانب بڑھ گیا تھا جبکہ ماہروش مسکراتے ہوئے اپنا بیگ لینے گئی تھی۔

"زوئی نہیں جا رہی آپ کے ساتھ؟" ماہم گاڑی میں آ کر بیٹھی تو ابتہاج نے پوچھا تھا۔

"نہیں اُس کا کسی نمائش میں جانا ضروری تھا اس لیے وہ نہیں آ سکی۔" ماہروش نے جواب دیا تھا۔

"اُسکی تصویر ضرور لائیے گا بھابھی۔" ماہا کے گھر کے سامنے گاڑی روکتے ہوئے ابتہاج نے کہا تھا جس پہ ماہروش اُسے چھیڑتے ہوئے ہامی بھر کر گاڑی سے اُتر گئی تھی۔

ماہروش کے اندر جاتے ہی ابتہاج وہاں سے چلا گیا تھا۔

المیرا اور ماہا نے امسال کو ایک بار پھر کپڑے تبدیل کرنے ڈریسنگ روم میں بھیج دیا تھا۔

امسال سمجھ گئی تھی کہ یہ دونوں کچھ کرنے والی ہیں لیکن کیا اس چیز کا اُسے کوئی اندازہ نہ تھا۔ امسال کپڑے بدل کر باہر آئی تھی پھر المیرا اور ماہا نے اُسے تیار ہونے میں مدد کی تھی۔

لان کو بہت نفیس اور خوبصورت انداز میں سجایا گیا تھا۔ایک طرف پھولوں کی لڑیوں سے سجا بیک گراؤنڈ بنایا گیا تھا جس کے آگے ایک بڑا سا ٹیبل رکھا ہوا تھا جس کو مختلف چیزوں سے سجایا گیا تھا۔ ٹیبل پہ بڑا سا بلیک فوریسٹ کیک موجود تھا جس پہ 'برائیڈ ٹوبی' لکھا ہوا تھا اور 'کانگریچولیشن' کا گولڈن پروپ لگا ہوا تھا۔لان کا ایک کونا جہاں کیاریوں میں مہک دار گلاب کے پھول لگے تھے اُس طرف فوٹو بوتھ بنایا گیا تھا۔امسال کی تمام دوستیں اور کزن آچکی تھیں اور تمام تیاریاں بھی مکمل تھیں۔اب صرف اُس کے آنے کا انتظار تھا جس کے لیے یہ سب کچھ کیا گیا تھا۔

"آخر تم دونوں کرنا کیا چاہ رہی ہو میرے ساتھ؟"امسال کو کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔

اُس کی آنکھوں پہ سِلک کی پٹی باندھی گئی تھی۔امسال کے ایک طرف المیر تھی جب کہ دوسری طرف ماہروش جس کی موجودگی سے امسال بے خبر تھی،ماہا نے پیچھے سے امسال کا گھیر دار لونگ سکرٹ پکڑا ہوا تھا۔تینوں امسال کو لان کی جانب لے جارہی تھیں۔

"ابھی پتہ چل جائے گا بس پہنچنے والے ہیں۔"المیر نے جواب دیا تھا اور اب لان میں آ چکے تھے۔

"ریڈی؟!" ماہا چیخی تھی اور امسال کو آنکھوں سے پٹی ہٹانے کے لیے کہا تھا۔ امسال نے محسوس کیا تھا کہ وہ اس وقت اکیلی کھڑی ہے کیونکہ ماہا کی آواز فاصلے سے آئی تھی۔

"سرپرائز!!" سب ایک ساتھ چیخے تھے جب کہ امسال ششدر رہ گئی تھی۔

"ارے!! یہ کیا ہو رہا ہے بھئی؟" المیر بولی تھی۔ امسال لان کے بیچ و بیچ کھڑی تھی، تمام سجاوٹ اور سب کی اپنے لیے محبت دیکھ ایمو شنل ہو گئی تھی، آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔

سب امسال کے پاس آئے تھے اور اُسے چپ کروایا تھا۔ امسال سب سے ملی تھی اور پھر باقائدہ تقریب کا آغاز ہوا تھا۔ امسال کو وہیں بٹھایا گیا تھا جہاں چمیلی اور موتیے کے پھولوں کی لڑیاں لگی تھیں جو منظر اور ہوا کو مزید تازہ بنا رہی تھیں، ان پھولوں کی خوشبو امسال کی پسندیدہ ترین خوشبوؤں میں سے ایک تھی۔

امسال نے ملٹی رنگوں کی شارٹ شرٹ اور اُس پہ سفید اور گولڈن رنگ کا لانگ سکرٹ زیب تن کیا ہوا تھا۔ دوپٹہ بھی سفید رنگ کا تھا جس پہ شرٹ جیسے ہی رنگ برنگے موتیوں کا کام کیا ہوا تھا۔ لمبے بالوں کو کھلا چھوڑا گیا تھا جو کہ امسال کی کمر سے بھی نیچے تک آتے تھے۔ ہلکے میک اپ نے امسال کی خوبصورتی کو مزید نکھار دیا تھا۔

سب نے مل کر امسال کو پھولوں سے بنا زیور پہنایا تھا۔ کسی نے بالیاں تو کسی نے کنگن۔ یہ تمام منظر کیمرے کی آنکھ میں محفوظ ہو رہے تھے۔ امسال اس وقت اپنے تمام غم بھول گئی تھی اور بہت خوش تھی۔ اتنے دنوں بعد وہ کھل کے دل سے مسکرا رہی تھی اور اُسکی یہی پُر کشش مسکراہٹ اُسکی خوشی کا ثبوت تھی۔

"تم سب نے تو میرا مایوں آج ہی کر دیا۔" امسال کی بات پہ سب ہنسے تھے۔

کچھ دیر بعد کیک کاٹا گیا تھا پھر فوٹو سیشن ہوا تھا اور ایک خوش گوار ماحول میں کھانا کھانے کے بعد یہ تقریب اپنے اختتام کو پہنچی تھی۔ آج کا دن امسال کے لیے بہت خاص تھا اور وہ یہ دن زندگی بھر نہ بھولنے والی تھی۔

سچے اور مخلص دوست ایسے ہی ہوتے ہیں، مشکل وقت میں سہارا بن جاتے ہیں، روتے ہوئے بھی ہنسا دیتے ہیں کہ انسان اپنے غم کچھ پل کے لیے ہی سہی بھول جاتا ہے۔ ایک اچھا اور مخلص دوست اللہ کی نعمت ہوتا ہے اور ہمیں ایسے دوستوں کی دل و جان سے قدر کرنی چاہیئے۔

وہ ہنس رہی تھی، ہر دکھ، ہر غم سے پاک اُسکی یہ شفاف ہنسی۔ اُسکی اس ہنسی کے لیے تو وہ اپنی جان بھی قربان کر سکتا تھا۔ اُسے لگ رہا تھا جیسے اس وقت اُس کے سامنے اُسکی

عزیز جان کی تصویر نہیں بلکہ وہ خود بیٹھ کر ہنس رہی ہو۔ جس کسی نے بھی یہ تصویر لی تھی ابتہاج اُس کا دل سے مشکور تھا۔

ابتہاج کی آنکھوں کے سامنے اُس کا فون تھا اور اُس میں اُسکی جانِ بہاراں کی تصویر جسے وہ بہت محبت سے دیکھ رہا تھا۔ یہ امسال کے برائیڈل شاور کی تصویر تھی جس میں وہ کھل کے ہنس رہی تھی اور اسی وقت یہ تصویر لی گئی تھی۔ تمام تصویریں موصول ہونے کے بعد ماہر وش نے وہ ابتہاج کو بھی بھیجی تھیں اور یہ تصویر ابتہاج کی پسندیدہ تصویر بن گئی تھی۔

جمعے کا دن آن پہنچا تھا اور آج امسال کو ابتہاج کے نام ہو جانا تھا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔ نکاح کا دن ہر لڑکی کی زندگی میں بہت اہمیت رکھتا ہے، اس دن کے لحاظ سے ہر لڑکی کے الگ الگ خواب ہوتے ہیں لیکن امسال کا معاملہ مختلف تھا۔ امسال اپنی زندگی کے اتنے خوبصورت دن پہ بلکل بھی خوش نہ تھی۔ آج کا دن شاید اُس کے لیے اپنی موت کا دن تھا کیونکہ اُس کے بقول آج پرانی امسال مرنے والی تھی۔ امسال اپنے کمرے میں تیار بیٹھی تھی اور ابتہاج بھی اپنے گھر والوں کے ہمراہ موجود تھا۔ کچھ ہی دیر میں نکاح کی تقریب شروع ہونے والی تھی۔

امسال چاہتی تھی کہ اُس کا نکاح اُس کے اپنے ہی گھر میں ہو اس لیے نکاح کی تقریب گھر میں ہی منعقد کی گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد امسال کو باہر لایا گیا تھا۔ سفید رنگ کی شارٹ شرٹ اور سفید ہی رنگ کا گھیر دار فلیپر پہن رکھا تھا۔ دونوں پہ میرون رنگ کا نفیس کام کیا ہوا تھا۔ سفید ہی رنگ کا دوپٹہ تھا جس پہ میرون رنگ کے بارڈرز بنے ہوئے تھے، دوپٹہ سر پہ ہیئر سٹائل کے ساتھ سیٹ کیا ہوا تھا۔ ایک لال نیٹ کے دوپٹے کا اضافہ کیا گیا تھا جس کی مدد سے امسال کے چہرے کو چھپایا گیا تھا۔ نکاح کی مناسبت سے میک اپ کیا گیا تھا جس کے بعد امسال مزید پیاری لگ رہی تھی۔ آج امسال ابتہاج پہ بجلیاں گرانے والی تھی اور دوسری جانب ابتہاج بھی امسال کو دیکھنے کے لیے بے تاب تھا۔

امسال کو ایک صوفے پہ بٹھایا گیا تھا۔ ابتہاج سامنے موجود صوفے پہ اپنی پوری شان سے براجمان تھا، دونوں کے درمیان پردہ حائل تھا جو کہ موتیے کی لڑیوں سے بنایا گیا تھا۔ ابتہاج نے سفید رنگ کا کرتا پاجامہ اور اُس پہ میرون رنگ کی ویسٹ کوٹ پہن رکھی تھی۔ ابتہاج اپنا شہزادوں سا روپ لیے بہت جچ رہا تھا، ہر دیکھنے والی آنکھ کو امسال

کی قسمت پر رشک ہوا تھا۔ ابتہاج کے برابر میں جہانگیر صاحب اور جنت بیگم بیٹھے تھے، جب کہ امسال کے برابر میں ہمدان صاحب اور زوباریہ بیگم بیٹھے تھے۔

"امسال ہمدان صدیقی بنتِ ہمدان صدیقی، آپ کا نکاح میر ابتہاج جہانگیر ولد میر جہانگیر سے حق مہر پچاس لاکھ طے پایا ہے، کیا آپ کو قبول ہے؟" قاضی صاحب نے نکاح کے کلمات ادا کئے تھے۔

"(میں تمہاری زندگی کو جہنم بنادوں گی!) قبول ہے!" امسال نے دھڑکتے دل کے ساتھ کہا تھا۔

"آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟" ایک بار پھر سے سوال ہوا تھا۔

"(تم بہت پچھتاؤ گے!) قبول ہے!" امسال نے ایک بار پھر رضامندی دی تھی۔

"قبول ہے؟" ایک بار پھر سے وہی سوال ہوا تھا جو امسال کو اندر سے مار رہا تھا۔

"(امسال مر گئی میر ابتہاج جہانگیر!) قبول ہے!" امسال نے رضامندی دے دی تھی اور ہمیشہ کے لیے خود کو ابتہاج کے نام کر دیا تھا۔

ایک جانب امسال نے کانپتے ہاتھوں سے نکاح نامے پہ سائن کئے تھے، اس عرصے میں ہمدان صاحب کا ہاتھ امسال کے سر پہ موجود تھا۔ دوسری جانب ابتہاج کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔

"میرا ابتہاج جہانگیر ولد میر جہانگیر آپ کا نکاح امسال ہمدان صدیقی بنتِ ہمدان صدیقی سے حق مہر پچاس لاکھ طے پایا ہے، کیا آپ کو قبول ہے؟" قاضی صاحب اب ابتہاج سے رضامندی لے رہے تھے۔

"قبول ہے!" ایک لمحے کی دیر کئے بغیر ابتہاج کی مردانہ آواز آئی تھی۔

"کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟" دوبارہ سوال کیا گیا۔

"قبول ہے!" ایک بار پھر جواب دیا گیا۔

"قبول ہے؟" آخری بار سوال ہوا۔

"(میں وعدہ کرتا ہوں تم سے کہ تمہیں ہمیشہ خوش رکھوں گا، نکاح مبارک ہو میری جان!) قبول ہے!" ابتہاج نے رضامندی دے کر خود کو امسال کے لیے محفوظ کر لیا تھا۔ ابتہاج نے نکاح نامے پر دستخط کئے تھے اور اُس کے پورے وجود میں سکون کی لہر دوڑی تھی کیونکہ امسال اب اُسکی ہو چکی تھی۔ دعا کے بعد مبارک باد کا دور چلا تھا۔

"تو بھی ہماری لائن میں آ ہی گیا فائینلی، نکاح مبارک ہو میری میرو!" حیدر نے ابتہاج کو آنکھ مارتے ہوئے کہا تھا اور ساتھ ہی گلے ملا تھا۔ حیدر کے میرو کہنے پہ ابتہاج نے اُسے گھورا تھا جب کہ معراج نے منہ پہ ہاتھ رکھ کر اپنے قہقہے کا گلا گھونٹا تھا۔

"انسان بن جا، سسرال میں کھڑا ہوں میں اپنے۔ یہاں کچھ عزت رہنے دے میری۔" ابتہاج نے حیدر سے گلے ملتے ہوئے اُس کی کمر پہ مکا جڑا تھا اور ساتھ ہی گھورنا جاری تھا۔ حیدر بھی ڈھیٹوں کی طرح دانت نکالے ہنس رہا تھا۔

"اب پتا چلے گا تجھے بھی بیٹا کہ کتنے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں، صرف منانے کے لیے۔۔۔۔ ہمارا مزاک اُڑاتا تھا نہ، اب ہم بھی اُڑایا کریں گے۔" حیدر جلے ہوئے دل سے بولا تھا لیکن آخر میں اپنی شریر مسکراہٹ کی نمائش کرنا نہیں بھولا تھا۔

"میں پہلے سے ہی بہت پاپڑ بیل رہا ہوں اس لیے چپ کر کے کھڑا رہ!" ابتہاج نے حیدر کو ایک اور دھموکا جڑا تھا۔

دونوں کے درمیان حائل پردے کو اب ہٹا دیا گیا تھا اور ساتھ ہی امسال کا گھونگھٹ بھی۔ ابتہاج کی پہلی نظر جب امسال پہ پڑی تو وہ اُسی میں گم ہو گیا۔ اپنی دلہن کے روپ میں آج امسال ابتہاج کو سب سے زیادہ حسین لگ رہی تھی۔ دونوں کو ایک ساتھ بٹھایا گیا تھا۔

ابتہاج کی نظریں بار بار بھٹک کے اپنے برابر میں بیٹھے وجود سے ٹکرا رہی تھیں۔امسال جو کہ ابتہاج کے برابر میں بیٹھی تھی بظاہر تو سامنے دیکھ رہی تھی لیکن اُسے ابتہاج کی نظروں کی تپش اپنے وجود پہ محسوس ہو رہی تھیں۔ابتہاج کی نظروں کی تپش امسال سے برداشت نہ ہو رہی تھی،وہ یہاں سے بھاگ جانا چاہتی تھی لیکن بھاگ نہیں سکتی تھی کیونکہ وہ خود کو اپنے برابر میں بیٹھے دیو کے پاس قید کر چکی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد بل آخر امسال کو موقع مل گیا تھا۔سب لوگوں سے مل کر امسال اپنے کمرے میں بند ہو گئی تھی۔اتنی دیر بھی وہ باہر صرف اپنے والدین کے لیے بیٹھی تھی تاکہ کسی کو باتیں بنانے کا موقع نہ ملے۔ابتہاج کو امسال سے تنہائی میں ملنے کی بہت خواہش تھی لیکن امسال نے صاف انکار کر دیا تھا۔گھر میں کافی مہمان تھے اس لیے ابتہاج نے بھی کچھ نہ کہا تھا۔

آدھی رات ہو رہی تھی جب امسال کے کمرے میں موجود گیلری میں ابتہاج کود اتھا۔ ایسا کیسے ہو سکتا تھا کہ نکاح والے دن ابتہاج اپنی منکوحہ سے نہ ملتا۔آج بھی دروازہ بند تھا اور ابتہاج پہلے کی طرح ہی دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہوا تھا۔امسال اب تک اپنے نکاح والے کپڑوں میں ملبوس تھی اور سامنے موجود بیڈ پر سو رہی تھی۔اُس کے پُر

کشش چہرے پہ آنسوؤں کی لکیروں کے مٹے مٹے سے نشان تھے، جیسے بہت روئی ہو اور روتے روتے ہی سو گئی ہو۔

ابتہاج کی نظر جب امسال کے سوتے ہوئے وجود پہ پڑی اور غور کرنے پہ امسال کو اپنے بھیجے گئے کپڑوں میں پایا تو اُسے بے اختیار ہی امسال پہ بہت سا پیار آیا تھا۔ لیکن جیسے ہی ابتہاج کی نظریں امسال کے چہرے سے ٹکرائی تو اُسے ندامت نے آن گھیرا جیسے اُس نے بہت غلط کیا ہو جو کہ اُس نے کیا تھا۔ اب پچھتاوے کا وقت نکل چکا تھا اور نہ ہی اس کا کوئی فائدہ تھا۔

ابتہاج کی نظروں کی ہی تپش تھی جس کی وجہ سے امسال کی نیند ٹوٹی تھی۔ امسال اُٹھ کے بیٹھی تھی، دوپٹہ سرہانے رکھا ہوا تھا، لمبے بھورے بال کسی آبشار کی طرح اُسکی کمر پہ گرے ہوئے تھے۔ مسلسل رونے کی وجہ سے آنکھیں سوج گئی تھیں اور اُن میں لالی نمایاں تھی۔ امسال کو ابتہاج کی موجودگی کا علم نہ تھا کیونکہ اُس طرف اُس کی پیٹھ تھی۔

"نکاح مبارک ہو میری جان۔" ابتہاج کی آواز نے کمرے میں موجود خاموشی کو چیرا تھا۔

"آپ؟" امسال نے آواز کے تعاقب میں دیکھا تھا اور ابتہاج کو سامنے کھڑا پا کر پوری طرح سے جاگ گئی تھی، ساتھ ہی اپنا غم تازہ ہوتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

"جی میں۔" ابتہاج چلتا ہوا امسال کی سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔

"اب کیوں آئے ہیں آپ یہاں؟" امسال نے فوراً اپنے سرہانے پہ رکھا دوپٹہ اُٹھا کر اوڑھا تھا۔

"ملنے آیا ہوں اپنی منکوحہ سے، تم بھی نہ بہت تنگ کرتی ہو مجھے، کبھی پائپ چڑھو تو پتا چلے۔" ابتہاج ہمیشہ کی طرح بہت چِل تھا۔

"چلے جائیں یہاں سے، مجھے آپ کی شکل نہیں دیکھنی۔" امسال ہلکی آواز میں چیخی تھی۔

"شش! چیخو نہیں ورنہ پھر تمہیں ہی مسئلہ ہو گا اور اب تو میری شکل روز دیکھنی پڑے گی۔" ابتہاج امسال کے بیڈ پہ اُس کے برابر میں بیٹھ گیا تھا۔

"ہاں کیونکہ میری قسمت جو پھوٹ گئی ہے۔" امسال بیڈ سے اُٹھ گئی تھی۔

"نہیں یار قسمت بلکل ٹھیک ہے تمہاری۔" ابتہاج بڑے مزے سے بولا تھا۔

"میں نے پوچھا ہے کے آپ کیوں آئے ہیں اب؟ میری موت کا تماشہ دیکھنے؟"

امسال کی آنکھ سے آنسو ٹپک کر نیچے گرا تھا۔

"ٹِک ٹاک کم دیکھا کرو تم!" ابتہاج کچھ زیادہ ہی ڈھیٹ تھا۔

"میرے پاس آپ کی طرح ان فضولیات کا وقت نہیں ہے۔" امسال کے تن بدن میں آگ لگ گئی تھی ابتہاج کی اس بات سے۔

"ڈائیلاگ بازی تو ویسی ہی کر رہی ہو۔" ابتہاج کو امسال کو چڑانے میں ناران کاغان کی ٹھنڈی ہوائیں لگتی تھیں۔

"آئی ہیٹ یو میرا ابتہاج۔۔۔۔۔ جسٹ گو اوے!" امسال نے بہت ضبط سے کہا تھا۔

"آئی لو یو مور میری جان۔" ابتہاج کا انداز بھی اتنا ہی چڑانے والا تھا۔

"میں سر پھاڑ دوں گی آپ کا بتا رہی ہوں!!" امسال کا دل سچ میں یہی کرنے کے لیے بے تاب ہو رہا تھا۔

"کیوں غصہ کر رہی ہو اتنا؟" ابتہاج امسال کا لال دوپٹہ پکڑے اُسے بہت محبت سے دیکھ رہا تھا۔

"کیونکہ آج آپ نے مجھے برباد کر دیا ہے۔" امسال نفرت بھری نظروں سے ابتہاج کو دیکھ رہی تھی۔

"نہیں ایسی بات نہیں ہے، زندگی سنوار دوں گا تمہاری۔" ابتہاج نے امسال کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"مجھے نہیں سنوارنی آپ کے ساتھ زندگی۔ نکاح کا شوق پورا ہو گیا نہ آپ کا، اب طلاق دیں مجھے۔" امسال کو اس وقت اندازہ نہ تھا کہ وہ کیا بول رہی ہے۔

"وہ تو اب تمہیں کبھی بھی نہیں ملے گی سمجھی، آج کے بعد ایسے الفاظ اگر اپنی زبان پہ لائی تو گُدی سے زبان کھینچ لوں گا میں تمہاری!" ابتہاج غصے میں اُٹھ کے امسال کی طرف آیا تھا اور اُسے اپنے ہاتھوں میں جکڑ لیا تھا۔ کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ تھوڑی دیر پہلے والا ابتہاج ہے۔

"مجھے طلاق چاہیئے، ابھی دیں۔" امسال بھی ابتہاج کی طرح خاصی ڈھیٹ تھی۔

"نہیں دے رہا کیا کر لو گی؟!" ابتہاج نے خود پہ قابو رکھتے ہوئے کہا تھا، وہ نہیں چاہتا تھا کہ غصے میں کچھ کر دے۔

"میں اپنی جان لے لوں گی!!" امسال نے خود کو ابتہاج کی گرفت سے آزاد کیا تھا اور پاس پڑی چھری اُٹھا کر اپنی کلائی پر رکھ دی تھی۔

"اوہ رئیلی؟! میں یہیں ہوں، ٹرائے کرو تم پھر دیکھنا میں کیا کرتا ہوں۔" ابتہاج کو ڈر تو تھا کیونکہ اس وقت امسال اپنے حواسوں میں نہیں تھی لیکن ابتہاج نے اظہار نہ کیا تھا اور سختی سے اپنی بات کہی تھی، وہی چٹانوں سی مضبوطی جیسے لہجے میں۔

"میں سچ میں اپنی نس کاٹ لوں گی۔" امسال اس وقت جنون کی کیفیت میں تھی۔

"ارے انکل آپ؟ آئیں دیکھیں اپنی بیٹی کی حرکتیں۔" ابتہاج نے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ جیسے ہی امسال نے اُس طرف دیکھا تھا، ابتہاج نے آگے بڑھ کے امسال کے ہاتھ سے چھری لے کر دور پھینکی تھی اور اُسے ایک بار پھر اپنے ہاتھوں میں قید کیا تھا۔

"چھوڑیں مجھے!" امسال ابتہاج کی باہوں میں خود کو چھڑانے کے لیے مچل رہی تھی، لیکن اُس میں اتنی طاقت نہ تھی کہ ابتہاج کو ایک انچ بھی ہلا پاتی۔

"چپ بلکل!! ایک آواز نہ نکلے اب تمہاری!!" ابتہاج کی بس ہو گئی تھی اور وہ دھاڑا تھا۔ ابتہاج کی دھاڑ سے امسال کی زبان کو بریک لگا تھا اور مزاحمت کرتا وجود ساکت ہوا تھا۔ امسال ایک دم سے سفید پڑنے لگی تھی۔

"اگر میرے پیچھے ایسی کوئی بھی بے وقوفانہ حرکت تم نے کی تو یاد رکھنا کے میں کس کے ساتھ کیا کروں گا۔" ابتہاج اب بھی غصے میں بول رہا تھا لیکن پھر امسال کا ساکت وجود دیکھ ٹھنڈا پڑا تھا اور اپنی گرفت کو نرم کر دیا تھا۔

"یہی دھمکیاں آپ کی۔۔۔" امسال اپنی بات بھی مکمل نہ کر سکی تھی اور رو دی تھی۔ اُس کا جسم ہولے ہولے کانپ رہا تھا، کچھ رونے کی وجہ سے اور کچھ ابتہاج کا ڈر تھا۔

"اُف پھر سے رونا شروع کر دیا۔۔۔۔اچھا نا کچھ نہیں کروں گا بھئی، اب بلکل چپ۔" ابتہاج نے پہلے اپنا ماتھا پیٹا تھا اور پھر امسال کو اپنے سینے سے لگا کر تحفظ فراہم کیا تھا۔

ابتہاج امسال کے سامنے کمزور پڑ جاتا تھا، چاہ کے بھی اُس پہ زیادہ سختی نہیں کر پاتا تھا۔ امسال بھی سہارا پاتے ہی اُسی شخص کے سینے پہ سر رکھے زار و قطار رو رہی تھی جو اُس کے دکھوں کی وجہ تھا۔

"کیوں اس طرح رو رو کر خود کو ہلکان کر رہی ہو یار؟ ریلیکس ہو جاؤ، میں کوئی زندگی تنگ نہیں کر رہا ہوں تم پہ۔" ابتہاج سے مزید امسال کا رونا برداشت نہ ہوا تھا۔

"زندگی مشکل کر دی ہے آپ نے میری، بلکہ مجھے جیتے جی مار دیا ہے۔" امسال نے خود کو الگ کیا تھا ابتہاج سے۔ ابتہاج نے فوراً امسال کا ہاتھ پکڑا تھا اور اُسے بیڈ پہ بٹھایا تھا اور خود گھٹنوں کے بل امسال کے سامنے بیٹھا تھا۔

"وہ دن ضرور آئے گا جب تم میری محبت کو قبول کر لو گی، تمہیں بھی مجھ سے ایسی ہی محبت ہو گی اور تم خود اس بات کا اقرار کرو گی۔۔۔۔انشاءاللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

ابتہاج اپنی زندگی میں پہلی بار کسی لڑکی کے سامنے نیچے جھکا بیٹھا تھا اور وہ لڑکی اُسکی محرم تھی جس سے اُس نے بے تحاشہ محبت کی تھی۔

"وہ دن کبھی نہیں آئے گا۔۔۔۔میں نفرت کرتی ہوں آپ سے سمجھے آپ، شدید نفرت!!"امسال فوراً بولی تھی۔

"چلو میں وعدہ کرتا ہوں تم سے کہ تمہاری اس نفرت کو محبت میں بدل دوں گا اور اگر میں ناکام رہا تو تمہاری زندگی سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خود کو دور کر دوں گا۔"ابتہاج کو اپنی محبت اور اپنے رب پہ ایمان تھا۔

"مجھے یقین ہے کہ ایسا کبھی بھی نہیں ہو گا، آپ میرے جسم تک تو رسائی حاصل کر سکتے ہیں لیکن میرے دل تک کبھی نہیں۔"امسال کو بھی اپنے اوپر یقین تھا۔

"تم میری ہو گئی ہو مجھے اور کچھ نہیں چاہیئے۔ تمہارے جسم کی مجھے کوئی بھوک نہیں ہے امسال ابتہاج جہانگیر، ہاں تمہارے دل تک رسائی ضرور حاصل کروں گا۔ آخری بات بس یہی کہوں گا کہ اتنے بڑے بول نہیں بولنے چاہیئے، اللہ کو غرور پسند نہیں۔" ابتہاج اپنی بات کہہ کر کھڑا ہو گیا تھا جانے کے لیے۔

"اللہ کرے تم مر جاؤ میر ابتہاج جہانگیر!!"امسال نے نفرت بھرے لہجے میں الوداعی کلمات کہے تھے۔

"کیوں خود کو بد دعائیں دے رہی ہو، بیوا ہو جاؤ گی۔"ابتہاج نے امسال کا ہاتھ پکڑ کے اُسے کھڑا کیا تھا اور مسکرا کر بولا تھا۔

"میں وہ پہلی بیوا ہوں گی جسے اپنے بیوا ہونے کا کوئی دکھ نہیں ہو گا۔" امسال کے لہجے میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔

"اپنا بہت سا خیال رکھنا، اگر تمہاری دعا قبول نہ ہوئی تو آؤں گا اگلے ہفتے بارات لے کر۔" ابتہاج نے امسال کے ماتھے پہ اپنی محبت کی پہلی مہر لگائی تھی اور کچھ دیر اپنے لب ایسے ہی رہنے دیے تھے۔

ابتہاج نے آخری بار امسال کو نظر بھر کے دیکھا تھا اور جیسے آیا تھا ویسے ہی چلا گیا تھا۔

امسال اس بات سے بے جبر تھی کہ اُس نے اپنی آخری بات سے ابتہاج کو کتنی تکلیف دی تھی۔ ابتہاج اپنی منکوحہ کا دیا ہوا درد چہرے پہ مسکراہٹ لیے سہہ گیا تھا، لیکن بہت کچھ تھا جو ابتہاج کے اندر ٹوٹا تھا۔

اب دیکھنا یہ تھا کہ کس کا یقین زیادہ پختہ تھا۔ یا پھر امسال کی دعا قبول ہونے والی تھی؟

نکاح ہوئے چند دن گزر گئے تھے۔ امسال اور ابتہاج کی شادی کے فنکشنز شروع ہو گئے تھے اور آج مہندی کی تقریب تھی۔ شہر کے نامور فائیو سٹار ہوٹل میں یہ تقریب رکھی گئی تھی۔ مہمان آنا شروع ہو گئے تھے اور دونوں طرف سے میزبان بھی استقبالیہ پہ موجود تھے چونکہ یہ تقریب مشترکہ رکھی گئی تھی۔ برائیڈل روم میں

امسال تیار بیٹھی تھی، تھوڑی ہی دیر میں اُسے باہر کسی مجسمے کی طرح بیٹھنا تھا۔ابتہاج بھی پہنچ چکا تھا۔

تمام مہمانوں کے آنے کے بعد خوب دھوم دھام،ڈھول دھماکے اور شور وغل کے ساتھ ابتہاج کو سٹیج پہ لایا گیا تھا۔ابتہاج کے فوراً بعد ہی امسال کو لایا گیا تھا،اُس کا استقبال بھی ابتہاج سے کم نہ تھا۔مختلف رنگ کے پھولوں سے سجی گاڑی میں امسال بیٹھی ہوئی تھی جسے اُس کا بھائی اور دوست دھکا لگا رہے تھے۔امسال کے چہرے پہ سب کی خوشی دیکھ ہلکی مسکراہٹ تھی۔

امسال نے پیلے اور ہرے رنگ کا ڈھول فراک پہن رکھا تھا جو کہ گھٹنوں سے تھوڑا اوپر تھا ساتھ ہی ہم رنگ غرارا تھا،دونوں پہ بہت خوبصورت کام کیا گیا تھا۔لمبے بالوں کو کھجوری چوٹی میں قید کیا گیا تھا اور ساتھ ہی بہت خوبصورت انداز میں موتیے کے پھولوں سے بنی لڑیاں بالوں اور دوپٹے کہ ساتھ سیٹ کی گئی تھیں۔پھولوں سے بنا زیور پہنے خوشبوؤں میں نہائی امسال ابتہاج کا دل دھڑکا رہی تھی۔

ابتہاج خود اپنی تمام تر وجاہت کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور نجانے وہاں موجود کتنی لڑکیوں کے دل دھڑکا رہا تھا۔ابتہاج امسال کو دیکھتے ہی اُس میں کھو سا گیا تھا اور وارفتگی سے اُسے تک رہا تھا۔معراج نے اُسے کوہنی مار کر ہوش دلایا تھا۔

تقریب کا آغاز ہو چکا تھا اور سب ایک ایک کر کے مہندی کی رسم ادا کرنے آ رہے تھے۔ رسم ختم ہوتے ہی ڈانس کا دور چلا تھا، ابتہاج کے تمام دوست اور کزن اپنے یار کی شادی میں خوب ناچ رہے تھے آخر کو سب نے اتنے دن پہلے سے تیاری جو شروع کر دی تھی۔ امسال بھی فل وقت سب کی مستیاں دیکھ کر لطف اندوز ہو رہی تھی۔ آخر میں ابتہاج اور امسال کو بھی ڈانس فلور پہ لایا گیا تھا اور اُن سے بھی ڈانس کی فرمائش کی جا رہی تھی۔ یہ سن کر امسال نے منت بھری نظروں سے ابتہاج کو دیکھا تھا جس کا مطلب تھا کہ وہ ڈانس نہیں کر سکتی۔ ابتہاج نے امسال کی نظروں کا مفہوم سمجھ کر سب کو بہت مہارت سے ٹال دیا تھا۔ سب دونوں کو بیچ میں کھڑا کر کہ ایک بڑا سا گول دائرہ بنا کر گھوم رہے تھے ساتھ میں دونوں کو خوب تنگ کر رہے تھے۔ امسال مسکرا کر سب کے ساتھ تالی بجا رہی تھی اور ابتہاج، اُسکی نظروں کا مرکز وہ مسکراتی ہوئی رگِ جاں تھی۔

کافی ہلے گلے کے بعد ایک کامیاب تقریب اپنے اختتام کو پہنچی تھی۔ امسال بھی اس تقریب سے خوب لطف اندوز ہوئی تھی، اُس نے سوچ لیا تھا کہ اب وہ روئے گی نہیں بلکہ رلائے گی، کیونکہ رونے دھونے کا کوئی فائدہ نہ تھا۔ امسال کا ماننا تھا کہ شادی ایک ہی بار ہوتی ہے اس لیے اُس کا خوب مزا لینا چاہیئے۔ امسال اپنے نکاح والے دن تمام

آنسوں بہا چکی تھی اور اُسی رات اُس نے خود سے ایک عہد کیا تھا کہ اب وہ مزید دکھی آتما نہیں بنے گی کیونکہ وہ کوئی دبو سی لڑکی نہیں ہے۔امسال اپنے رب کی رضا میں راضی تھی اور جو اُس پاک ذات کی رضا میں راضی رہتا ہے وہ بے شک کامیاب اور پُر سکون زندگی گزارتا ہے۔

مہندی کی تقریب کے ٹھیک دو دن بعد آج جمعے کے ہی دن امسال کی رخصتی کی تقریب رکھی گئی تھی۔آج اُسے رخصت ہو کر اپنے نئے گھر جانا تھا۔امسال تیار ہونے کے لیے پارلر چلی گئی تھی اور دل میں یہی ارادہ کیا تھا کہ ابتہاج کو ناک وچنے چبوا دے گی۔

رخصتی کی تقریب بھی بڑے پیمانے پہ منعقد کی گئی تھی،امسال ہمدان صاحب کی اکلوتی بیٹی تھی اور وہ اُسکی شادی میں کسی بھی قسم کی کوئی کمی نہیں چھوڑنا چاہتے تھے۔مہمان آنا شروع ہو گئے تھے اور معمول کی طرح میزبان سب کو خوش آمدید کہہ رہے تھے۔

امسال تیار ہو کر پارلر سے سیدھا ہال میں آگئی تھی اور وہاں موجود برائیڈل روم میں بیٹھی ہوئی تھی۔امسال کے ساتھ المیرا اور ماہا موجود تھیں جبکہ ارشمیل اور ریحان باہر تمام انتظامات دیکھ رہے تھے،دونوں کے لیے امسال صرف اُن کی دوست نہیں بلکہ بہن تھی۔

ابتہاج نے اپنے کہے کے مطابق نکاح کے بعد ارحان کو چھوڑ دیا تھا لیکن اس سے پہلے اُسے اچھا خاصہ سبق پڑھا چکا تھا۔امسال کے تمام دوست موجود تھے سوائے ارحان کہ اور وہ آتا بھی کیوں؟ کچھ ابتہاج کے سبق کا اثر تھا اور دوسرا اپنی محبت کو کھونے کا غم اُس سے چمٹ گیا تھا۔وہ کیسے برداشت کرتا امسال کو کسی اور کے پہلو میں؟

"امسال یار تم دلہن بنی ہوئی ہو چپ ہو جاؤ کچھ دیر، سارا میک اپ خراب ہو جائے گا۔"امسال جو کافی دیر سے کچھ نا کچھ بول رہی تھی اس لیے ماہا نے اُس کو چپ کروانا چاہا تھا۔

"کیا مسئلہ ہے یار ابھی باہر جا کر مجھے بُت بن کے ہی بیٹھنا ہے، ابھی بولنے دو مجھے۔" امسال مسکراہٹ دباتے ہوئے بولی۔

"تم نہیں سدھر سکتی بھئی، اللہ خیر کرے ابتہاج بھائی کی۔"المیر نے ابتہاج کے لیے دل سے دعا کی۔

"اوو ہیلو!! کوئی شریف نہیں ہیں وہ اور دوسری بات انہوں نے خود ہی بہت شوق سے اس بلا کو اپنے سر لیا ہے، بھگتیں اب۔۔۔۔ایسا مزا چکھاؤں گی نا کہ یاد رکھیں گے۔" امسال اپنے نیک ارادوں کو بیان کر رہی تھی۔

"استغفر اللہ! ! توبہ توبہ آج کل کی لڑکیاں۔" ماہا نے کانوں کو ہاتھ لگایا تھا۔

"ہاں اور تم تو دادی ہو نا ہم سب کی۔" امسال کی بات پہ المیر زور سے ہنسی تھی اور ماہا نے منہ بنایا تھا۔

"ویسے یار مجھے تو بہت بھوک لگ رہی ہے، کچھ کھانے کو لا دو پلیز۔" امسال کی شکل سے لگ رہا تھا کہ اس وقت اسے کتنی بھوک لگ رہی ہے۔

"خدا کو مانو! شادی ہے تمہاری آج، لڑکیوں کی گھبراہٹ کے مارے بھوک ختم ہو جاتی ہے اور ان محترمہ کو بھوک لگ رہی ہے۔" المیر امسال کو گھورتے ہوئے بول رہی تھی۔

"شادی ہے تو کیا کھانا پینا چھوڑ دوں؟ میں سب چھوڑ سکتی ہوں لیکن کھانا نہیں۔ دوپہر سے پارلر میں بٹھا دیا مجھے ٹھیک سے کھانا بھی نہیں کھایا تھا میں نے۔ اُس وقت سے بیٹھی ہوئی ہوں میں اب تو میری کمر میں بھی درد ہو رہا ہے۔" امسال نے رونی صورت بنا کر معصومیت سے کہا۔

"کھانا نہیں چھوڑ سکتی کی بچی، تمہیں دیکھ کر لگتا تو نہیں ہے کہ کھانا کھاتی بھی ہو گی۔" ماہا بولی تھی ساتھ ہی انداز میں رشک تھا کیونکہ وہ خود جلدی موٹی ہو جاتی تھی۔

"یہ میرا شرارہ پکڑو میں اب لیٹ رہی ہوں کچھ دیر بہت ہو گیا۔اتنا بھاری ڈریس مجھ معصوم کو پہنا دیا ہے۔مجھے لگ رہا ہے باہر ایک بار تو ضرور گروں گی میں۔"امسال لیٹنے کی تیاری کرتے ہوئے دہائی دے رہی تھی۔

"اوئے!!چپ کر کے بیٹھی رہو شرافت سے ورنہ قسم سے مار کھاؤ گی مجھ سے۔"المیر کو امسال کے ارادے ٹھیک نہ لگ رہے تھے اس لیے سختی سے گویا ہوئی تھی۔

"بہت ہی کوئی ظالم ہو تم،تمہاری شادی میں انتقام لوں گی میں بچے صبر کرو۔"امسال نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا تھا جس پہ المیر نے ایسی شکل بنائی تھی جیسے کہہ رہی ہو'ہاں لے لینا'اور پھر تینوں ہی ہنس دی تھیں۔

المیر اور ماہا دونوں نے ہی امسال کی آنکھوں ہی آنکھوں میں نظر اتاری تھی اور اُسکی دائمی خوشیوں کی دل سے دعا کی تھی۔

جہانگیر مینشن میں سب لوگ اکھٹے تھے۔آج میرا بتاج جہانگیر کی بارات جانی تھی، میر جہانگیر کے تمام رشتہ دار جو حویلی میں رہتے تھے نکاح والے دن سے شہر آئے ہوئے تھے اور جہانگیر مینشن میں ہی قیام پزیر تھے۔

ابتہاج آج بہت خوش تھا اتنا کہ اُس کی خوشی لفظوں میں بیان نہیں کی جا سکتی تھی۔اپنے کمرے میں شیشے کے سامنے کھڑے وہ بہت انہماک سے تیار ہو رہا تھا۔آج وہ اپنی محبت اپنے عشق کو ہمیشہ کے لیے اپنے پاس لانے والا تھا۔

"بس بھی کر دو چھوٹے میر،اتنا وقت تو امسال کو بھی نہیں لگا ہو گا تیار ہونے میں۔"

میر معراج ابتہاج کے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولا تھا۔پورا کمرا تازہ پھولوں کی خوشبو میں مہک رہا تھا۔

"بڑے میر میری شادی ہے آج میں نہیں چاہتا کہ کوئی کمی رہ جائے،ٹھیک لگ رہا ہوں؟"ابتہاج مصروف سے انداز میں بولا تھا۔

"میرے شیر بہت شاندار لگ رہے ہو،بلکل شہزادے ہمیشہ کی طرح۔میرا بھائی ماشاءاللہ ہے ہی اتنا خوبصورت کہ اُسے زیادہ کچھ کرنے کی ضرورت ہے ہی نہیں۔۔۔۔تمہارے تو عام سے حُلیے پہ لڑکیاں دل ہار جاتی ہیں،آج تو تمہاری بات ہی الگ ہے۔مجھے تو ہمدردی ہو رہی ہے لڑکیوں سے۔"میر معراج اپنے چھوٹے بھائی کی دل سے تعریف کر رہا تھا،آخر کو ابتہاج ایسا ہی تو تھا۔

"بڑے میر جو آپ کی بھابھی ہے نہ اُسے امپریس کرنا دنیا کا مشکل ترین کام ہے۔ایسے بہت سے کام ہے جو میں نہیں کر سکتا اُن میں سے ایک امسال کو امپریس کرنا ہے۔وہ

عام لڑکیوں سے بہت مختلف ہے بھائی، اسی لیے تو میری جان بستی ہے اُس میں۔"

ابتہاج کی سنہری آنکھوں میں آج ایک الگ ہی چمک تھی۔

"اگر میرا لختِ جگر تیار ہو گیا ہو تو چلیں؟ آپ کی بارات لے کر جانی ہے وہاں انتظار ہو رہا ہے۔" دونوں بھائیوں کو میر جہانگیر کی آواز اپنے عقب سے سنائی دی تھی۔

"جی بابا چلیں۔" ابتہاج جہانگیر صاحب کی طرف آیا تھا اور ان سے گلے ملا تھا۔

"سدا خوش رہو میری جان۔" میر جہانگیر کی آنکھوں میں ابتہاج کے لیے محبت تھی اور لبوں پہ دعا۔

بہت سی گاڑیوں کے قافلے میں میر ابتہاج جہانگیر کی شہانہ بارات اپنی منزل کی جانب روانہ ہو گئی تھی۔

بارات آ گئی ہے!! کا شور اٹھا تھا اور المیر ماہا کے ہمراہ باہر بھاگ گئی تھی۔ بہت ہی دھوم دھام سے گاڑیوں کے ہجوم میں میر ابتہاج جہانگیر اپنی دلہن کو لینے آیا تھا۔ دیکھنے والے تمام لوگ دیکھتے رہ گئے تھے، بہت سے لوگوں نے امسال کی قسمت پہ رشک کیا تھا ساتھ ہی کچھ لوگوں کا حسد بھی شامل تھا۔ ابتہاج کی اینٹری ہو گئی تھی اور اب وہ سٹیج پہ بیٹھا اپنی دلہن کا انتظار کر رہا تھا۔

"امسال!! کیا بارات آئی ہے یار اُف!! اور ابتہاج بھائی تو اتنے ڈیشنگ لگ رہے ہیں کہ کیا کہنے۔۔۔۔۔بہت خیال رکھنا پڑے گا تمہیں اُن کا، بچارے ابھی بھی لڑکیوں اور آنٹیوں کے جھرمٹ میں پھنسے ہوئے ہیں۔" ماہا برائیڈل روم کا دروازہ کھولتے ہی جوش سے بول رہی تھی۔

"ہاں بلکل سہی کہہ رہی ہے ماہا، میرا تو دل کر رہا تھا رضیہ گنڈوں میں پھنس گئی والا گانا بجواؤں۔" المیر بھی ہنستے ہوئے بولی تھی اور اُس کی بات پہ امسال اور ماہا دونوں اپنا قہقہہ نہ روک پائی تھیں۔

"ایسا بھی کیا ہو گیا؟ ہیلی کاپٹر میں آئے ہیں کیا وہ لوگ؟" امسال نے سوچتے ہوئے پوچھا۔

"اتنی شاندار بارات میں نے اپنی زندگی میں پہلی بار دیکھی ہے, اتنی ساری گاڑیاں اور سیکیورٹی، دھوم دھام مزا آگیا۔" ماہا کے لہجے میں امسال کے لیے رشک اور خوشی تھی۔ اُسے ویسے بھی اس قسم کی چیزیں پسند آتی تھیں۔

"اتنا دکھاوا کرنے کی کیا ضرورت تھی ہنہہ!" امسال نے سڑا ہوا منہ بناتے ہوئے کہا تھا۔

"دکھاوا نہیں تھا وہ یار وہ لوگ بلکل نارمل لگ رہے تھے۔اب بندے کے پاس طاقت ہو گی تو وہ استعمال تو کرے گا نا باولی۔مجھے دکھاوے جیسا کچھ محسوس نہیں ہوا۔"اس بار المیر بولی تھی۔

"واٹ ایور!! ویڈیو ہی بنا لیتے تم لوگ میں بھی دیکھتی ایسا کیا تھا، کسی کام کے نہیں ہو۔"امسال کو تجسّس ہو رہا تھا دونوں کی باتیں سن کر۔

"ابھی تو محترمہ دکھاوے کا نام دے رہی تھیں اور اب دیکھنا ہے خود کو واہ!"ماہا نے امسال کی بات پکڑ لی تھی۔

"زیادہ ساس مت بنو تم میری۔"امسال نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"پوری تقریب کی ویڈیو بن رہی ہے باہر، دیکھتی رہنا سسرال میں بیٹھ کر۔۔۔۔۔اب چلو تمہاری اینٹری کی باری ہے، آنٹی نے ہمیں تمہیں لینے بھیجا ہے۔"المیر نے امسال کا دوپٹہ سیٹ کرتے ہوئے کہا تھا جب کہ ماہا امسال کا بھاری شرارہ پکڑ رہی تھی۔

ابتہاج سٹیج پہ بیٹھا معراج اور حیدر سے کچھ بات کر رہا تھا جب ہال کی تمام لائیٹس بند ہو گئی تھیں، صرف ایک سپاٹ لائٹ روشن تھی جس کا رخ امسال کی طرف تھا۔

امسال دروازے سے تھوڑا آگے کھڑی نظر آ رہی تھی۔

امسال سپاٹ لائٹ کی روشنی میں دھیمی چال چلتی ہوئی سٹیج کی طرف بڑھ رہی تھی۔ امسال کی دائیں جانب ہمدان صاحب اور بائیں جانب زوباریہ بیگم تھیں۔امسال نے دونوں کے ہاتھ پکڑ رکھے تھے بلکل ایسے جیسے وہ چھوٹی بچی ہو اور اُس کے ماں باپ اُسے چلنا سکھا رہے ہوں۔اپنے والدین کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں دیکھ امسال کی آنکھوں میں نمی اترنے لگی تھی جس پہ اُس نے قابو کیا تھا۔پسِ پردہ گانے چل رہے تھے۔تمام مہمانوں کی نظریں امسال پہ ٹکی تھیں۔

"ماما تھوڑا تیز چلتے ہیں نا۔"امسال نے زوباریہ بیگم کے کان میں کہا تھا جس پہ انہوں نے اُسے گھوری سے نوازہ تھا۔امسال مسکرائی تھی۔

ابتہاج کی نظر جب امسال پہ پڑی تو ہمیشہ کی طرح اُسی پہ ٹھہر گئی۔امسال اتنی خوبصورت لگ رہی تھی کہ بے اختیار ہی ابتہاج نے اپنے منہ پہ ہاتھ رکھا تھا،اُس سے اپنی خوشی سنبھالے نہیں سنبھل رہی تھی۔ابتہاج کا ردِ عمل کیمرے کی آنکھ میں محفوظ ہوا تھا۔

امسال نے گلاب کے پھول کی طرح لال اور میرون کے امتزاج کی شارٹ شرٹ اور لہنگا زیب تن کر رکھا تھا،دونوں چیزوں پہ ڈم گولڈن رنگ کا بھرا ہوا نفیس کام کیا گیا تھا۔دیکھنے میں ہی ڈریس کافی بھاری معلوم ہو رہا تھا۔امسال کے بقول ڈریس کم تھا جو

اُسے بھاری زیور بھی پہنایا گیا تھا۔ دوپٹہ بالوں کے ساتھ سر پہ سیٹ کیا گیا تھا۔ برائیڈل میک اپ کے ساتھ امسال کوئی حسن کی دیوی لگ رہی تھی۔

ابتہاج نے کالے رنگ کی شیروانی زیب تن کی ہوئی تھی جس پہ امسال کے کپڑوں جیسی ہم رنگ شال سیٹ کی ہوئی تھی۔ بال ہمیشہ کی طرح خوبصورتی سے سیٹ کیے ہوئے تھے اور بائیں ہاتھ میں رولیکس پہنی ہوئی تھی۔ ابتہاج اپنا شہزادوں سے بھی زیادہ حسن لیے پورے فنکشن پہ چھایا ہوا تھا۔

امسال کو سٹیج کے قریب آتے دیکھ ابتہاج تھوڑا اور آگے بڑھا تھا اور سیڑیوں تک آگیا تھا۔ امسال بھی کچھ دیر میں سٹیج تک پہنچ گئی تھی اور جب اُس نے ابتہاج کو دیکھا تھا تو ایک پل کو اُسے دیکھتی ہی رہ گئی تھی۔ ابتہاج کی مسکراہٹ تو اُسے ویسے ہی بہت پسند تھی اور وہ یہ بات مانتی بھی تھی لیکن صرف اُس وقت تک جب اُس کو ابتہاج کے اصل جزبات معلوم نہ تھے، اب وہ اس بات کی نفی کرتی تھی۔

ابتہاج نے امسال کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا تھا اور اُس کے والدین نے اُس کا ہاتھ ابتہاج کے ہاتھ میں دے دیا تھا۔ یہ لمحہ بھی کیمرے میں قید کیا گیا تھا۔ امسال ابتہاج کا ہاتھ تھامے سٹیج پہ آگئی تھی۔

فوٹو شوٹ کا مرحلہ امسال کے لیے بہت مشکل تھا۔ جھوٹی مسکراہٹیں دینا اور ایسے دکھانا جیسے اُس سے زیادہ خوش تو اور کوئی ہے ہی نہیں اس شادی سے، یہ امسال کو زہر لگ رہا تھا اُس پر ستم ابتہاج کا اتنے قریب کھڑے ہونا۔ سونے پہ سہاگا فوٹو گرافر کے عجیب و غریب رومینٹک پوز جنہیں اتنے لوگوں کی موجودگی میں امسال نہیں کر سکتی تھی۔ ابتہاج تو تھا ہی سدا کا بے شرم، اُس کو بہت مزا آ رہا تھا امسال کی حالت پہ۔

"پلیز ان کو بولیں اب بس کریں مجھ سے نہیں ہو رہا۔ سب ایسے گھور گھور کر دیکھ رہے ہیں۔" بل آخر تنگ آ کر امسال بول پڑی تھی۔

"بس فی الحال کے لیے روک دیں۔" ابتہاج کے کہنے کی دیر تھی اور فوٹو شوٹ رک گیا تھا۔ ابتہاج جانتا تھا کہ امسال سب کی موجودگی میں فوٹو شوٹ نہیں کروا سکے گی اس لیے ابتہاج نے اس کا الگ سے انتظام کر رکھا تھا۔

امسال ابتہاج کے برابر میں بیٹھ گئی تھی، سب سے پہلے اُس کے سسرال والے ملنے آئے تھے۔ صنوبر جو کہ ابتہاج کی سب سے بڑی بہن تھی اپنے بھائی کی شادی میں کینیڈا سے آئی ہوئی تھی اور اس وقت امسال کے پاس بیٹھی اس سے ہلکی پھلکی بات کر رہی تھی۔ امسال کو صنوبر کی عادت بھی بہت اچھی لگی تھی۔ صنوبر بہت ہی نرم اور شائستہ طبیعت کی مالک تھی۔ رسم چل رہی تھی اور رسموں کے اختتام پہ اب باقی مہمان

امسال سے ملنے آرہے تھے۔ابتہاج کو کوفت محسوس ہو رہی تھی کیونکہ اُسے امسال سے بات کرنی تھی لیکن کوئی موقع ہی نہیں دے رہا تھا۔

"تھوڑی دیر کے لیے کسی کو بھی سٹیج پہ نہیں آنے دینا۔"ابتہاج نے اپنے گارڈ سے کہا تھا جو سٹیج کے سائڈ میں ہی کھڑا تھا۔اب سٹیج پہ کوئی نہ تھا۔

"بہت حسین لگ رہی ہو،اتنی کہ میری نظریں اور میرے جزبات مجھ سے بغاوت کرنے کو آمادہ ہو گئے ہیں۔"ابتہاج نے محبت سے چور لہجے میں امسال کی طرف جھک کر سرگوشی کی تھی۔

امسال نے کوئی جواب نہ دیا تھا بس اپنی نظریں جھکالی تھیں۔اُس میں ہمت نہ تھی ابتہاج کی طرف دیکھنے کی کیونکہ آج ابتہاج کی مسکراہٹ اُس کے چہرے سے جا ہی نہیں رہی تھی۔امسال کو ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ اگر اُس نے ابتہاج کی جانب دیکھا تو ہار جائے گی اور اپنا مقصد پورا نہیں کر پائے گی۔امسال کی جب پہلی نظر ابتہاج پہ پڑی تھی تو اُس کے دل نے گواہی دی تھی کہ ماہا نے ٹھیک کہا تھا،ابتہاج واقعی بہت ڈیشنگ لگ رہا تھا۔اگر حالات مختلف ہوتے تو شاید امسال بھی ابتہاج کے حسن میں کھو جاتی۔

امسال کے جواب نہ دینے پہ ابتہاج نے بہت استحاق سے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔امسال جو اپنی سوچوں میں گم تھی اُسے ابتہاج کا لمس بجلی کے جھٹکے کی مانند محسوس ہوا تھا اور

نظریں نا چاہتے ہوئے بھی ابتہاج کی طرف اُٹھی تھیں۔اسی اثناء میں بجلی کی چمک سی ہوئی تھی جو یقیناً سامنے موجود فوٹو گرافر کی جانب سے تھی۔یہ لمحہ جس میں دونوں بلا ارادہ ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے، فوٹو گرافر اپنے کیمرے میں محفوظ کر چکا تھا۔ ابتہاج کے چہرے پہ دل چرا لینے والی مسکراہٹ تھی جبکہ امسال کی آنکھوں میں ناگواری کے ساتھ ایک اور رنگ بھی شامل تھا جسے وہ ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"ہاتھ چھوڑیں میرا۔" امسال ہوش میں آئی تھی اور سامنے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"چھوڑنے کے لیے تھوڑی نہ پکڑا ہے، ساری زندگی یہ ہاتھ تھامے رکھوں گا۔وعدہ ہے تم سے سب ٹھیک کر دوں گا۔" ابتہاج کی نظریں امسال پہ ہی تھیں۔

"کوئی فائدہ نہیں ہے اب۔۔۔۔۔ نفرت ہے مجھے آپ کے لمس سے!" امسال نے فوراً سے جواب دیا تھا۔

"اچھا ریلیکس! بہت ظالم ہو تم۔" ابتہاج نے امسال کا ہاتھ بہت نرمی سے چھوڑ دیا تھا کیونکہ سامنے سے لوگ سٹیج کی طرف آتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔

دودھ پلائی کی رسم کے لیے تمام ینگ پارٹی سٹیج پہ ڈیرا جما چکی تھی۔امسال کی کوئی بہن تو تھی نہیں اس لیے یہ رسم اُس کی کزن اور دوستیں ادا کر رہی تھیں۔سب سے آگے ماہا اور المیر ہی تھیں۔

"چلیں جی دلہا بھائی، تیار ہو جائیں جیب خالی کرنے کی لیے۔" امسال کی ایک کزن بولی تھی۔

تمام لڑکیوں نے ابتہاج کے گرد گھیرا بنا لیا تھا۔ ویسے تو ابتہاج اکیلا ہی کافی تھا لیکن پھر بھی اُس کی مدد کے لیے حیدر اور معراج ابتہاج کے پیچھے ہی کھڑے تھے۔

"بتائیں کون سا والا دودھ پینا پسند کریں گے آپ؟" المیر ہاتھ میں ٹرے لیے کھڑی تھی اور ساتھ ہی سوال بھی کیا تھا۔

"کتنی قسموں کا موجود ہے؟" ابتہاج نے سوچنے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے پوچھا تھا۔

"ہمیں بھی ملے گا کیا؟" کسی کے جواب دینے سے پہلے ہی حیدر نے معصومانہ سوال کیا تھا۔

"اگر آپ بھی پیسے دیں گے تو کیوں نہیں، ضرور ملے گا۔" المیر کی جانب سے جواب دیا گیا تھا۔

"مجھے اچانک ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے میرا پیٹ بھرا ہوا ہے۔" حیدر نے یوٹرن لیا تھا۔

"ویسے خاصی کنجوسی کا مظاہرہ کیا ہے آپ نے۔" ماہا نے چوٹ کی تھی۔

"میں تو غریب سا ڈاکٹر ہوں، یہ اپنے جیجا کو ہی لوٹو اس کے پاس بہت پیسہ ہے۔" حیدر نے پارٹی بدل لی تھی اور اُس کے خود کو غریب کہنے پہ ابتہاج نے کانوں کو ہاتھ لگایا تھا۔

"یہ دیکھیں، اس کی پرائس ہے صرف اور صرف ایک لاکھ، پھر آتا ہے یہ والا اس کی پرائس ہے پچاس ہزار اور آخر میں یہ کیوٹ سا فیڈر اس کی پرائس ہے صرف اور صرف پچیس ہزار۔۔۔۔ آپ کون سا نوش فرمانا پسند کریں گے بھائی؟" ماہا نے سب سے پہلے خوبصورتی سے سجا گلاس دکھایا تھا پھر اُس سے تھوڑے چھوٹے گلاس کی طرف اشارہ کیا تھا اور آخر میں بے بی فیڈر تھا۔ سب کے اوپر ایک پیپر چٹ لگی تھی جس پہ پیسے لکھے ہوئے تھے۔ فیڈر دکھاتے ہوئے سب کی ہنسی نکلی تھی، امسال بھی اپنی ہنسی روکنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔

"پچیس ہزار کا فیڈر!!" یہ حیدر تھا اور اس کے ایسا کہنے پہ سب ہنسے تھے۔

"یہ فیڈر تو میرے پیارے پیارے بچوں کے لیے محفوظ رہنے دو۔" ابتہاج بہت مزے سے بولا تھا، شرم کس بلا کا نام تھا یہ وہ نہیں جانتا تھا۔ ابتہاج کے ایسا کہنے پہ تمام لڑکیوں نے 'اوہووو!' کی آوازیں نکالی تھی۔ امسال کے گالوں پہ ناچاہتے ہوئے بھی سرخی آئی تھی۔

"ان دونوں میں سے انتخاب کریں پھر جلدی۔" امسال کی ایک اور کزن بولی تھی۔

"ایسا بھی کیا خاص ہے اس دودھ میں؟ مجھے نہیں پینا لے جائیں آپ لوگ۔" ابتہاج اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا تھا۔

"یہ بات۔۔۔۔ گُڈ جاب برو!" حیدر نے ابتہاج کی پیٹھ تھپکی تھی۔

"جیجا جی یہ رسم ہے اور آپ کو ایسا کرنا پڑے گا۔ دودھ نہیں پہنا بے شک نہ پیئیں لیکن پیسے تو دینے ہوں گے۔" ماہا بولی تھی۔

"ایسی رسم کا آج میں خاتمہ کرتا ہوں۔" ابتہاج کے پاس ہر بات کا جواب تھا۔

"بھائی جلدی کریں ورنہ ہم پیسے بڑھا دیں گے۔" المیر نے ابتہاج کو دھمکی دی تھی جسے سن کر ابتہاج ہنسا تھا۔ اُسے المیر کا اتنے مان سے بھائی بولنا اچھا لگا تھا۔

"اچھا چلو یہ والا ڈن کرو۔" ابتہاج نے پچاس ہزار والے گلاس کی جانب اشارہ کیا تھا۔

"کیوں بھائی؟ یہ والا لیں نا یہ زیادہ لزیز ہے، اس میں بادام پستے بھی ڈالے ہیں ہم نے۔" ماہا نے لاکھ والے گلاس کی خوبیاں بتائی تھیں۔

"محترمہ آپ تو ایسے کہہ رہی ہیں جیسے ہمارے لڑکے نے کبھی بادام پستے کھائے ہی نہیں۔" حیدر نے جس انداز میں کہا تھا اُس پہ سٹیج پہ موجود تمام لوگوں کا قہقہہ لگا تھا۔

"کیا خیال ہے بیگم صاحبہ، یہ والا ڈن کر دوں؟" ابتہاج نے اچانک ہی امسال کو مخاطب کیا تھا جو کہ سب کی باتوں سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔

"اوہوووو!! ہمارا ساتھ دینا امسال۔" تمام لڑکیاں بولی تھیں۔

"لڑکا تو ابھی سے زن مرید ہو رہا ہے، آگے کی خیر ہو!" حیدر نے ابتہاج کے کان میں کہا تھا جس پہ ابتہاج نے اُسے آنکھ ماری تھی۔

"جیسے آپ کو ٹھیک لگے۔" امسال کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا بولے۔

"اُف! آپ کی یہ فرمابرداری، کہیں میں بے ہوش ہی نہ ہو جاؤں۔" ابتہاج نے امسال کے کان میں سرگوشی کی تھی۔ جب کے امسال کا دل کر رہا تھا کہ ابتہاج کو سخت گھوری سے نوازے۔

"کیا یاد کرو گی تم سب بھی کہ کتنا سخی جیجا ملا ہے۔۔۔۔ شاہذین چیک بک؟" ابتہاج نے پہلے تمام لڑکیوں اور پھر اپنے ایک کزن کو مخاطب کیا تھا۔ سب نے ہوٹنگ کی تھی۔

"یہ لیں ایش کریں۔" ابتہاج نے چیک سائن کر کے دیا تھا۔

"یاہو!! ابتہاج بھائی زندہ باد!!" سب نے نارہ لگایا تھا جبکہ المیر نے ابتہاج کو دودھ پلایا تھا اور پھر سب سٹیج سے نیچے اُتر گئے تھے۔

زوئیلا اپنا دوپٹہ سنبھالتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی جب سامنے سے آتے ریحان سے اُس کا زبردست تصادم ہوا تھا۔اس سے پہلے کہ ریحان اُسے گرنے سے بچاتا، دو مضبوط ہاتھوں نے زوئیلا کو اپنی حفاظت میں لیا تھا۔

حیدر جو کہ قریب سے گزر رہا تھا زوئیلا کو کسی سے ٹکراتے دیکھ فوراً اُس کی طرف بڑھا تھا اور اُسے تھام لیا تھا۔دوسری جانب ریحان کچھ پل کے لیے زوئیلا کو دیکھتا رہ گیا تھا۔

حیدر نے ریحان کو جب زوئیلا کو تکتا پایا تو اُس کے اندر غصے کی لہر دوڑی تھی۔حیدر کو غصہ بہت کم ہی آتا تھا لیکن جب آتا تھا تو اچھا پیغام نہ لاتا تھا۔

"بیوی ہے میری!" حیدر زوئیلا کا ہاتھ تھامے آگے بڑھا تھا، ریحان کے برابر سے گزرتے ہوئے اُسے سخت لہجے میں باور کروایا تھا۔حیدر کی آنکھوں میں کچھ ایسا تھا کہ ریحان کے وجود میں سنسنی دوڑ گئی تھی۔

ریحان دل پھینک قسم کا لڑکا نہ تھا، وہ لڑکیوں کی عزت کرنا جانتا تھا لیکن زوئیلا کو دیکھ نجانے کیوں وہ اپنی نظروں کو قابو میں نہ رکھ پایا تھا۔ریحان اپنے خیالات کو جھٹک کر آگے بڑھ گیا تھا۔

"کہاں لے کر جا رہے ہیں؟ ہاتھ چھوڑیں میرا۔" زوئیلا کو سمجھ نہ آیا تھا حیدر کا یوں اچانک اُسے لیے ایک کونے میں آنا۔

"تم دھیان سے نہیں چل سکتی؟" حیدر کے لہجے میں خفگی تھی۔

"دھیان سے ہی چلتی ہوں۔" زوئیلا کو حیدر کا یوں اچانک آگ کے شولے کی طرح بھڑکنا سمجھ آ گیا تھا لیکن وہ جان کر انجان بنی تھی۔

"اگر دیکھ کر چلتی تو یوں نہ ٹکراتی کسی سے۔" حیدر منہ بناتے ہوئے بولا تھا لہجے سے ہی واضح تھا کہ اُس کا موڈ خراب ہو چکا ہے۔

"آپ جیلس ہو رہے ہیں؟" زوئیلا نے اپنی ہنسی دباتے ہوئے پوچھا تھا۔

"ہاں ہو رہا ہوں! کیسے دیکھ رہا تھا وہ تمہیں، دل تو کر رہا ہے آنکھیں باہر نکال دوں اُس کی۔" حیدر کے انداز میں غصہ تھا۔

"اُف!! آج میرا گلیشیئر شولا جوالا کیوں بنا ہوا ہے؟ اچھا نا آگے سے دھیان رکھوں گی اور ویسے بھی آپ ہیں نہ مجھے بچانے کے لیے۔ جس لڑکی کے پاس آپ جیسا سہارا ہو وہ بھلا کبھی گر سکتی ہے؟" زوئیلا نے حیدر کا گال تھپتھپاتے ہوئے کہا تھا اور آگے بڑھ گئی تھی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اب حیدر کا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ چکا ہے۔

"کیا کروں میں اس لڑکی کا؟" حیدر خود سے پوچھتے ہوئے سٹیج کی جانب بڑھ گیا تھا۔

امسال کافی دیر سے یہاں وہاں کسی گھر والے کو ڈھونڈ رہی تھی، سب لوگ مہمانوں کے ساتھ مصروف تھے کھانا جو کھل گیا تھا۔ ابتہاج امسال کی تمام حرکتیں دیکھ رہا تھا جو اپنی گردن یہاں وہاں گھما کر کسی کو ڈھونڈ رہی تھی۔

"کس کو ڈھونڈ رہی ہو جان؟" ابتہاج نے بل آخر پوچھ لیا تھا۔

"کسی گھر والے کو دیکھ رہی ہوں۔" امسال نے مصروف سے انداز میں ناچاہتے ہوئے جواب دیا تھا۔

"کیا ہوا؟ کوئی مسئلہ ہے؟ مجھے بتاؤ۔" ابتہاج مکمل طور پہ امسال کی طرف متوجہ تھا۔

"مجھے بھوک لگ رہی ہے۔۔۔۔ دوپہر سے کچھ نہیں کھایا اور اب ایسا لگ رہا ہے کہ بے ہوش ہو جاؤں گی۔" امسال نے میسنی سی شکل بناتے ہوئے کہا تھا۔

"ہاہاہا! اتنی سی بات پہ تم نے رونے والی شکل بنالی ہے۔۔۔۔ رکو میں ابھی اپنی بیگم کے لیے کھانا حاظر کرواتا ہوں۔" ابتہاج نے محبت سے امسال کو پچکارا تھا اور پھر پاس کھڑے گارڈ کو کچھ کہہ رہا تھا۔

سب کھانے وغیرہ سے فارغ ہو گئے تھے اور اب رخصتی کا وقت ہو رہا تھا۔ امسال کو رخصت کروانے کے لیے ابتہاج کے گھر والے سٹیج پر موجود تھے۔ امسال اپنے دوستوں اور کچھ بڑوں سے ملی تھی، کسی سے مل کر ناروئی تھی لیکن اپنے والدین اور

بھائی سے ملتے وقت اُسے اپنے آنسوؤں پہ کوئی اختیار نہ رہا تھا۔امسال ہمدان صاحب سے ملتے وقت پھوٹ پھوٹ کر روئی تھی ساتھ ہی اُنہیں بھی رلا دیا تھا۔امسال کے پیچھے کھڑے ابتہاج کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اُس کے تمام آنسو مٹا دے،امسال کو ایسے روتے دیکھ اُسے بہت تکلیف ہو رہی تھی۔ہمدان صاحب اور زوباریہ بیگم نے اپنی لاڈلی کو اپنی محبتوں اور بہت سی دعاؤں کے سائے میں رخصت کر دیا تھا اور امسال اپنے پیا دیس سدھار گئی تھی۔

تمام گاڑیاں جہانگیر مینشن کے ڈرائیوے میں رکی تھیں۔آج امسال،میر ابتہاج جہانگیر کی دلہن اور جہانگیر مینشن کی بہو کی حیثیت سے اس محل نما گھر میں موجود تھی۔پورے گھر کو کسی دلہن کی مانند سجایا گیا تھا۔امسال کو گاڑی سے اتار کر گھر کے لان کی جانب لے جایا گیا تھا جہاں خصوصی سجاوٹ تھی،وہاں میر خاندان کی کچھ رسمیں ہونی تھیں،ابتہاج بھی امسال کے ساتھ ہی تھا۔۔۔۔مزید رسموں کا سن کر امسال کا سر گھوم گیا تھا،وہ دوپہر سے بیٹھ بیٹھ کر تھک گئی تھی اوپر سے برائیڈل ڈریس نے اُس کا الگ کچومر نکال دیا تھا۔امسال بے چاری اب کچھ کہہ بھی نہیں سکتی تھی اور اب اُس کو مزید ایک دو گھنٹے کے لیے چہرے پہ مسکراہٹ سجا کر بیٹھنا تھا۔

اللہ اللہ کر کے رسمیں ختم ہوئی تھیں اور پھر ماہر وش امسال کو ابتہاج کے کمرے کی جانب لے گئی تھی۔امسال کو بیڈ پہ بٹھا کر اور کچھ دیر اُس کے پاس بیٹھ کر اب ماہر وش بھی اپنی خواب گاہ کی جانب بڑھ گئی تھی۔۔۔۔۔باہر امسال کی حالت کسی مردے سے کم کی نہ تھی لیکن کمرے میں آتے ہی نا جانے اُس میں کہاں سے اتنی طاقت آگئی تھی کہ وہ اپنے آپ کو توانا محسوس کر رہی تھی، آخر کو ابھی سے ابتہاج کو تنگ جو کرنا تھا۔ ابتہاج کے دوست اور کزن اُسے اپنے ساتھ لے گئے تھے اور آج سب نے منصوبہ بنایا تھا ابتہاج کو پھنسا کر رکھنے کا کیونکہ ابتہاج نے بھی سب کی شادیوں میں اسی طرح کے بہت سے کارنامے کیے تھے۔ابتہاج سب سے اپنی جان چھڑانے کی کوششیں کر رہا تھا لیکن ایک بھی کوشش کامیاب نہ ہو رہی تھی۔اس وقت ابتہاج کو صرف اور صرف امسال کے پاس جانا تھا جس کا انتظار اُس نے ہر پل ہر لمحے کیا تھا۔

امسال بیڈ پہ بیٹھی پورے کمرے کا جائزہ لے رہی تھی۔کمرہ بہت بڑا اور کشادہ تھا۔ کمرے کی ایک ایک چیز دیکھ کر اس کے مالک کی منفرد پسند کا اندازہ خوب ہو رہا تھا۔ پورے کمرے کو بہت ہی خوبصورت اور نفیس انداز میں سجایا گیا تھا، گلاب کے پھولوں کی مہک پورے کمرے میں پھیلی ہوئی تھی اور فضا کو ایک الگ ہی سُرور بخش رہی

تھی۔کمرہ اتنا خوبصورت لگ رہا تھا کے امسال اُسکی خوبصورتی میں کچھ دیر کے لیے کھو گئی تھی۔

ہماری ویب میں شایع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔

ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین(New Era Magazine)کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول،ناولٹ،افسانہ،کالم،آرٹیکل،شاعری،پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشااللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین

کمرے کو پھولوں سے سجا دیکھ امسال کو اس پل اچانک ہی وہ خواب یاد آیا تھا جو وہ کافی عرصے سے دیکھتی تھی۔اُس خواب میں بھی تو وہ ایک باغ میں ہوتی ہے، مختلف پھولوں سے سجا خوشبو بکھیرتا ایک خوبصورت باغ۔خواب میں وہ سنہری آنکھوں والا

اُسے اپنی دنیا میں لے جاتا ہے اور حقیقت میں بھی تو یہی ہوا تھا۔ وہ سنہری آنکھوں والا شہزادہ آخر کو اُسے اپنی دنیا میں لے ہی تو آیا تھا۔

"کیا وہ خواب اللہ کی طرف سے میرے لیے اشارہ تھا؟ کیا اللہ مجھے پہلے سے ہی مستقبل کے لیے تیار کر رہا تھا؟" امسال اپنے آپ سے سوال کر رہی تھی اور اُس کا دل تمام سوالوں کے جواب مثبت دے رہا تھا۔ دل تو اللہ کا گھر ہوتا ہے۔

ہر لڑکی اپنی شادی کے حوالے سے اپنے دماغ میں بہت سے خاکے تیار کرتی ہے جس میں دھوم دھام سے شادی، محبت کرنے والا شوہر اور ایک بہترین سسرال ہوتا ہے۔ امسال کے کچھ خوابوں میں یہ خواب بھی شامل تھے، اُس نے بھی اپنی شادی کے لیے بہت کچھ سوچ رکھا تھا اور جیسے تمام فنکشنز ہوئے تھے پھر یہ کمرے کی سجاوٹ، امسال کو اپنے خواب پورے ہوتے محسوس ہو رہے تھے۔ یہی وجہ تھی جو وہ اس منظر میں کھو گئی تھی اور اس لمحے کو جی رہی تھی۔

امسال اپنے خیالوں سے اچانک باہر آئی تھی اور وقت دیکھا تو دو بجنے والے تھے۔

ابتہاج کو تنگ کرنے کے لیے کیا کرنا چاہیئے یہی سوچتے سوچتے اُس کے دماغ میں ایک آئیڈیا آیا تھا اور اُس پہ عمل کرنے کا فیصلہ بھی منٹوں میں ہوا تھا۔ امسال بیڈ سے فوراً نیچے اُتری تھی، یہ سوچتے ہوئے کہ وہ ابھی تک اپنا عروسی لباس پہن کر کیوں بیٹھی ہے

؟وہ دلہن بن کر ابتہاج کا انتظار کیوں کرے؟اُن کی شادی کوئی عام شادی نہیں بلکہ زبردستی کی شادی ہے۔

سب سے پہلے امسال نے کمرے کا دروازہ لاک کیا تھا اور پھر ڈریسنگ روم میں کپڑے تبدیل کرنے چلی گئی تھی ویسے بھی اُس میں اب مزید ہمت نہ تھی کہ وہ اس بھاری عروسی جوڑے کو پہنے رکھتی۔کچھ دیر بعد امسال ڈریسنگ روم سے باہر آئی تھی،اب وہ اپنی اصلی حالت میں موجود تھی اور خود کو کافی ہلکا پھلکا محسوس کر رہی تھی۔

"اب مزہ آئے گا نا جب میر ابتہاج جہانگیر کی ویڈنگ نائٹ برباد ہو گی۔"امسال کی آنکھوں میں چمک تھی اور لبوں پہ شیطانی مسکراہٹ۔

بڑی مشکل سے سب سے پیچھا چھڑا کر اب ابتہاج اپنے کمرے کے باہر کھڑا تھا۔ایک لمبی سانس ہوا کے سپرد کر کے ابتہاج نے دروازے کا ہینڈل گھمایا تھا لیکن ہینڈل گھماتے ہی دروازے نے ابتہاج کو منہ چڑایا تھا اور نہ کھل کر اس بات کا پتہ دیا تھا کہ دروازہ اندر سے بند ہے۔

"ہمم!!تو قبضہ مافیا کی طرح ابھی سے قبضہ کر لیا میری بلی نے۔۔۔۔ابھی آپ بچی ہیں چندا،اپنے کمرے میں گھسنے کے بہت سے طریقے ہیں میرے پاس۔"ابتہاج

مسکراتے ہوئے بولا تھا اور لاک کھولنے لگا تھا۔ آخر کو گھر کا ایسا کون سا تالا تھا جو وہ نہیں کھول سکتا تھا؟ بچپن میں وہ اور حیدر یہی تو کام کرتے تھے۔

کمرے کا دروازہ کھلتے ہی جو منظر ابتہاج کی انکھوں کے سامنے آیا، ایک پل کو ابتہاج کو اپنے آنکھوں دیکھے پر یقین نہ ہوا تھا۔

امسال کو ہمیشہ سے ہی رات میں بھوک لگتی تھی اور وہ رات کے لیے کوئی نا کوئی انتظام ضرور کر کے رکھتی تھی۔ فی الحال بھی امسال کو بھوک کا احساس ہو رہا تھا اور دلہن بنے اُس نے ٹھیک سے کھانا نہیں کھایا تھا۔ نئے شادی شدہ جوڑے کا خیال کرتے ہوئے کمرے میں ٹیبل پہ کھانے پینے کی چیزیں موجود تھیں۔ کھانے کو دیکھتے ہوئے امسال کو فی الحال جنت میں ہونے کا احساس ہوا تھا کیونکہ فل وقت اُسکی یہی خواہش تھی اور وہ پوری ہو گئی تھی۔ امسال آرام سے صوفے پہ بیٹھ کر پیٹ پوجا کر رہی تھی، ویسے بھی اُسے کسی چیز کا ڈر نہ تھا کیونکہ اُس کے بقول ابتہاج کمرے میں نہیں آسکتا تھا۔

ابتہاج کمرے میں داخل ہوا تھا اور دروازہ دوبارہ لاک کر دیا تھا۔ ابتہاج اب امسال کی طرف بڑھا تھا اور جس صوفے پہ وہ بیٹھی ہوئی تھی اُس سے کچھ فاصلے پہ اپنے ہاتھ سینے پہ باندھے کھڑا ہو گیا تھا۔ ابتہاج نے امسال کو اپنی نظروں کے حصار میں لیا ہوا تھا جو کہ

بہت انہماک سے بریانی کھا رہی تھی لیکن پھر ابتہاج پہ نظر پڑتے ہی اب اُسے دیکھ رہی تھی۔

"ارے رک کیوں گئیں؟ پلیز کمٹینیو۔" ابتہاج جلے ہوئے انداز میں بولا تھا۔

"آپ اندر کیسے آئے؟" امسال حیرت سے بولی تھی۔ ہاتھ میں موجود چاول سے بھرا چمچا ہوا میں ہی تھا۔

"دروازے سے اور کہاں سے۔" ابتہاج کو غصہ آ رہا تھا اس لیے روکھے پھیکے لہجے میں جواب دیا تھا۔

"دروازہ تو میں نے لاک کر دیا تھا۔" امسال سوچتے ہوئے خود سے بولی تھی جو کہ ابتہاج نے بھی سنا تھا۔

"مجھے اپنے کمرے میں گھسنا آتا ہے ڈیئر۔" ابتہاج اپنی شال اُتارتے ہوئے بولا تھا جبکہ امسال دوبارہ بریانی کھانے میں مگن ہو گئی تھی ایسے جیسے اُس کے علاوہ اس کمرے میں اور کوئی ہے ہی نہیں یا بریانی کھانے سے زیادہ ضروری کام اس وقت اور کوئی نہیں۔

ابتہاج اس چیز کے لیے تو تیار تھا کہ اُس کی شادی کی پہلی رات ویسی نہیں ہو گی جیسی سب کی ہوتی ہے کیونکہ امسال نے اُسے نکاح والی رات ہی بہت کچھ باور کرا دیا تھا۔

لیکن ابتہاج نے یہ بھی نہیں سوچا تھا کہ اُسکی نئی نویلی دلہن شادی کی رات ایسے بھوکوں کی طرح مگن ہو کر بریانی کھائے گی۔

"یہ تم کیا کر رہی ہو؟" ابتہاج امسال کو گھورتے ہوئے بولا تھا فی الحال اُسے غصہ آ رہا تھا۔

"دکھ نہیں رہا بریانی کھا رہی ہوں۔" امسال نے شانِ بے نیازی سے جواب دیا تھا۔

"دکھ رہا ہے، بلکہ یہ منظر دیکھ کر میری آنکھیں باہر آتے آتے رہ گئیں۔" ابتہاج نے طنز کیا تھا۔

"آئی تو نہیں نہ؟ اب گھورنا بند کریں۔" امسال کو بہت خوشی ہو رہی تھی ابتہاج کا موڈ خراب کر کے کیونکہ وہ اپنے پہلے منصوبے میں کامیاب ہو گئی تھی۔

"تم نے کپڑے کیوں بدل لیے ابھی سے؟" ابتہاج اب بھی اپنے سینے پہ ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔

"ابھی سے کا کیا مطلب ہے؟ ابھی نہیں تو کیا صبح تک اُسی جوڑے میں رہتی میں؟" امسال نے ابتہاج کی عقل پہ ماتم کیا تھا۔

"صبح تک کس نے کہا ہے؟ کم از کم اچھی دلہن بن کر میرے آنے کا انتظار کر لیتی لیکن تم تو خاصی بے شرم ہو۔" ابتہاج کا لہجہ ہی بتا رہا تھا کہ اندر سے اس وقت وہ کتنا چڑا ہوا ہے۔

"بے شرم تو نہیں ہوں میں اور ہاں اچھی دلہن بھی نہیں ہوں اور آپ نے کس خوشی میں مجھ سے یہ توقع کی کے میں آپ کے لیے سج سنور کر بیٹھی رہوں گی؟" امسال کا لہجہ اُس کے اندر کی خوشی کو ظاہر کر رہا تھا۔

"ٹھیک ہے پھر تمہیں منہ دکھائی بھی اُس وقت ہی ملے گی جب تم مجھے دلہن کے روپ میں دکھائی دو گی۔" اپنی بات کہہ کر ابتہاج ڈریسنگ روم میں چلا گیا تھا اور دروازہ دھاڑ کی آواز سے بند کیا تھا جو کہ اُس کے غصے کی چھوٹی سی جھلک تھی۔

ابتہاج کے ایسا کرنے سے امسال اپنی جگہ اچھل گئی تھی لیکن پھر ہنسنا شروع ہو گئی تھی۔

"ہاں تو میں کون سا ان کی منہ دکھائی لینے لے لیے مر رہی ہوں ہنہہ!! خیر بڑا مزہ آئے گا اس گیم میں۔" امسال خود سے مخاطب تھی اور اپنی کامیابی پہ خوش ہوتے ہوئے بیٹھے بیٹھے ہی ناچ رہی تھی۔

ہمدان صاحب اور زوباریہ بیگم اپنی بیٹی کو رخصت کر کے گھر آ گئے تھے اور ابھی سے ہی گھر سونا سونا محسوس ہو رہا تھا۔ دونوں ہی اپنی بیٹی کی خوشیوں کی دعا کر رہے تھے۔ شادی جیسے بھی حالات میں ہوئی تھی لیکن وہ ایک بات تو جان گئے تھے کہ ابتہاج واقعی میں امسال سے بہت محبت کرتا ہے بلکہ محبت لفظ بھی چھوٹا تھا ابتہاج کے جزبات بیان کرنے کے لیے۔ ہمدان صاحب نے ابتہاج کو ہر گز بھی معاف نہ کیا تھا، جو کچھ ابتہاج کر چکا تھا معافی ملنا مشکل تھی۔ ہمدان صاحب نے زوباریہ بیگم کو کہہ دیا تھا کہ جب تک امسال ابتہاج کو معاف نہیں کر دیتی وہ لوگ بھی اُسے معاف نہیں کریں گے۔ امسال فی الحال تو ابتہاج کو معاف کرنے کے موڈ میں ہر گز بھی نہ تھی۔

ابتہاج ٹیریس پہ کھڑا سگریٹ پی رہا تھا اور اُس کے دھویں کے ساتھ اپنے غصے کو اُڑا رہا تھا۔ ابتہاج کا دل تو سب کچھ تہس نہس کرنے کو چاہ رہا تھا لیکن وہ ابھی کچھ اُلٹا سیدھا کرنے سے خود کو باز رکھے ہوئے تھا۔ تھوڑی دیر بعد ابتہاج کمرے میں آیا تھا یہ سوچ کر کہ ویڈنگ نائٹ تو برباد ہو ہی گئی ہے، اب نیند برباد کرنا کچھ مناسب نہیں۔

"اب کیا منصوبے بنا رہی ہو تم؟" ابتہاج نے ایک آئی برو اُچکاتے ہوئے امسال سے پوچھا تھا جو کمرے میں یہاں سے وہاں چکر لگا رہی تھی۔

ابتہاج کو اس بات کا اندازہ ہو گیا تھا کہ امسال سب کچھ جان بوجھ کر کر رہی ہے۔

"میں کیوں کوئی منصوبہ بناؤں گی بھلا؟" امسال نے انجان بنتے ہوئے کہا۔

"سو جاؤ چپ چاپ، میرا دماغ مزید مت گھماؤ۔" ابتہاج بیڈ پہ ایک طرف لیٹنے کے انداز میں بیٹھا تھا۔

"ابھی سے دماغ خراب ہونے لگ گیا۔" امسال نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"سو جاؤ امسال!" ابتہاج سخت لہجے میں بولا تھا۔

"اُٹھیں آپ یہاں سے اور صوفے پہ جا کر سوئیں، میں بیڈ شئیر نہیں کروں گی۔" امسال نے حکم نامہ جاری کیا تھا۔

"واٹ؟! میں؟ میرا ابتہاج جہانگیر، صوفے پے سوئے گا؟" ابتہاج کا تو دماغ ہی گھوم گیا تھا امسال کے حکم نامے پہ۔

"جی بلکل آپ، میرا ابتہاج جہانگیر صوفے پہ لے کر جائیں اپنا بوریا بستر۔" امسال ایک ہاتھ کمر پہ رکھے کھڑی بول رہی تھی۔

"نہ میں صوفے پہ سوں گا نہ تمہیں سونے دوں گا سمجھی! ادھر آجاؤ شرافت سے مجھے سختی کرنے پہ مجبور مت کرو۔" ابتہاج کا لہجہ روب دار تھا۔

"آپ کے ساتھ بیڈ شئیر کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" امسال تکیہ اور چادر اُٹھائے صوفے پہ آکر بیٹھی تھی۔

"ٹھیک ہے سو جاؤ۔۔۔۔۔ویسے دوپہر میں کافی بڑی اور موٹی چھپکلی دیکھی تھی میں نے صوفے کے نیچے۔"ابتہاج بہت نارمل انداز میں بولا تھا جب کہ اُس کی بات سن کر امسال صوفے سے اچھل کر کھڑی ہو گئی تھی۔

بظاہر تو ابتہاج آنکھوں پہ ہاتھ رکھے بے نیاز سا لیٹا ہوا تھا لیکن حقیقت میں وہ امسال کی ساری حرکتیں دیکھ بھی رہا تھا اور بھرپور انداز میں لطف بھی لے رہا تھا۔

"یا اللہ! کیا کروں اب؟ اگر چھپکلی میرے اوپر چڑھ گئی تو؟"امسال دل میں اللہ سے مخاطب تھی اور ذہن میں آنے والی دوسری بات پہ جھرجھری لی تھی۔

تھوڑی دیر ایسے ہی سوچنے کے بعد ڈرتے ڈرتے امسال صوفے پر ہی لیٹ گئی تھی کیونکہ ابتہاج کے پاس تو جانا نہیں تھا آخر کو امسال کی بھی کوئی عزتِ نفس تھی۔ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی تو وہ ابتہاج کو حکم نامہ جاری کر رہی تھی۔

"چھوٹے میر صاحب آپ کی بیوی بھی اپ کی طرح ضدی ہے،ڈر ڈر کے وہاں رہے گی لیکن یہ نہیں ہو گا ان سے کے اپنے بے چارے شوہر کے پاس آ جائے۔"ابتہاج لیٹے لیٹے سوچ رہا تھا۔

"یا اللہ پلیز، اگر چھپکلی واقعی صوفے کے نیچے ہے تو بھگا دیں اُسے۔" امسال چادر سر تک تانے لیٹی تھی اور ساتھ ہی بڑبڑا رہی تھی۔ اُسکی بڑبڑاہٹ ابتہاج باآسانی سن رہا تھا۔

"میری جان میں تم سے زیادہ ضدی ہوں!" ابتہاج نے مسکراتے ہوئے خود سے کہا تھا اور اُٹھ کر امسال کی جانب آیا تھا وہ اپنی چہیتی کو ایسے ڈرتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا تھا وہ بھی اس صورت میں جب کوئی چھپکلی نامی چیز اس کمرے میں تھی ہی نہیں۔

"میری گود میں آنے کا اتنا ہی شوق تھا تو مجھے ایسے ہی بول دیتی ڈیئر۔" ابتہاج نے امسال کو اپنے مضبوط بازوؤں میں اُٹھایا تھا اور اپنی دائیں آنکھ دباتے ہوئے بولا تھا۔

"آپ کی ہمت کیسے ہوئی یہ کرنے کی ہاں!! نیچے اُتاریں مجھے۔" امسال ہلکی آواز میں چیخی تھی۔

"شش!! زیادہ شور نہیں کرو ورنہ ٹیریس سے نیچے پھینک دوں گا۔ اب ایک بھی آواز نکالے بغیر سو جاؤ۔" ابتہاج نے امسال کو آنکھیں دکھاتے ہوئے ڈرایا تھا اور اُسے بیڈ کی دوسری سائڈ بٹھایا تھا۔ بلکل ویسے ہی جیسے زوباریہ بیگم اُس کو آنکھیں دکھاتی تھیں۔

امسال بیڈ سے دوبارہ نیچے نہ اُتری تھی کیونکہ اُسے شوق نہیں تھا چھپکلی کے ساتھ سونے کا۔اُس کی انا بھی قائم تھی کیونکہ وہ خود اُٹھ کر نہیں آئی تھی بلکہ لائی گئی تھی۔امسال بیڈ پہ موجود چھوٹے کشنز سے اپنے اور ابتہاج کے درمیان حفاظتی بارڈر بنا رہی تھی۔

"یہ کیا پاگل پن ہے امسال؟"ابتہاج دانت پیستے ہوئے بولا تھا۔

"آپ یہ بارڈر پار نہیں کر سکتے اور اگر ایسا کرنے کی کوشش کی تو دھکا مار کر نیچے پھینک دوں گی۔"امسال نے اپنی طرف سے بہت جاندار دھمکی دی تھی۔

"اوہ! میں تو ڈر گیا۔ایک انچ تو مجھے ہلا نہیں پاتی تم اور دھکا مارو گی؟ نائیس جوک بے بی۔"ابتہاج نے ڈرنے کی اداکاری کی تھی اور پھر ہنسنے لگا تھا۔امسال کا دل کر رہا تھا کہ اُسے واقعی میں دھکا دے دے۔

"ہنہہ!!"امسال کے پاس کوئی جواب نہ تھا اس لیے بس اتنا ہی کہا۔

"آج کے بعد یہ بچوں والی حرکتیں مت کرنا، تمہاری یہ مضبوط سی دیوار میں یوں گرا سکتا ہوں۔"ابتہاج نے چٹکی بجاتے ہوئے کہا تھا۔

"اور ہاں جب میں نے ایک بار کہہ دیا ہے کہ تمہاری اجازت کے بغیر میں تمہارے قریب نہیں آؤں گا سو آئی مین اٹ! تمہیں کیا لگتا ہے یہ سب جو تم نے آج کیا ہے،

کوئی بہت بڑا تیر مارا ہے؟ نہیں میری جان، تم یہ سب صرف اس لیے کر پائی ہو کیونکہ میں نے تمہیں یہ سب کرنے کی اجازت دی ہے ورنہ اگر میں اپنی کرنے پہ آتا ہوں تو تم تو بہت اچھے سے جانتی ہو کہ میں وہ کر کے رہتا ہوں۔۔۔۔اسی لیے بے فکر ہو کر سو جاؤ، تمہارے خوابوں میں ملیں گے۔" ابتہاج سنجیدہ انداز میں بولا تھا لیکن پھر آخر میں اُس کے لہجے میں شوخی کا عنصر نمایاں تھا۔

ابتہاج نے کشنز ہٹا کر دوبارہ اُن کی جگہ پہ سیٹ کئے تھے اور پھر امسال کو کھینچ کر اپنی طرف کیا تھا جو کہ بلکل کونے پہ تھی ساتھ ہی اُس کے ماتھے پر عقیدت بھرا بوسا دیا تھا اور اپنی جگہ پر لیٹ گیا تھا۔ امسال اس سب میں بلکل ششدر رہ گئی تھی۔ دونوں کی ویڈنگ نائٹ لڑتے ہوئے گزر گئی تھی۔

نئی جگہ ہونے کی وجہ سے امسال کو کچھ خاص نیند نہ آئی تھی اور کچھ حصہ چھپکلی کا بھی تھا جس کے خوف نے اُس کی نیندیں اُڑائی ہوئی تھیں۔ فجر کی نماز ادا کر کے امسال کچھ دیر کے لیے سو گئی تھی۔

جب دوبارہ امسال کی آنکھ کھلی تو اُس وقت نو بج رہے تھے۔ امسال اُٹھ کر فریش ہونے چلی گئی تھی اور جب واپس آئی تو دیکھا کہ ابتہاج اب بھی دنیا سے بے نیاز گدھے گھوڑے بیچے نیند کی وادی میں گُم تھا۔

چاہے امسال کو ابتہاج سے کتنی ہی چِڑ اور نفرت کیوں نہ تھی لیکن وہ اب اُس کے گھر میں موجود تھی اور ایسے ہی پہلے دن دندناتے ہوئے نہیں گھوم سکتی تھی، اسی لیے سوچا تھا کہ ابتہاج کے جاگنے یا پھر کسی کے آنے کا انتظار کیا جائے۔ امسال نے کچھ دیر انتظار کیا تھا اور اب گھڑی ساڑھے نو بجا رہی تھی، ابتہاج صاحب تھے کے اُٹھنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔ کچھ سوچنے کے بعد امسال اس نتیجے پر پہنچی کہ ابتہاج کو خود ہی اُٹھا دے۔ اپنی سوچ پہ عمل کرنے کے لیے وہ آگے بھی بڑھی تھی لیکن پھر رک گئی تھی کہ ابتہاج کو اُٹھائے کیسے؟

امسال ابتہاج کی سائڈ کچھ فاصلے پہ کھڑی سوچ ہی رہی تھی کہ کیا کرے، اتنے میں ابتہاج کروٹ سے سیدھا ہو کر لیٹ گیا تھا، آنکھیں ہنوز بند تھیں اور گہری نیند میں لگ رہا تھا۔ امسال کی نظریں ابتہاج کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔ ابتہاج کے بال اُس کے ماتھے پر گرے ہوئے تھے جو اُس کی خوبصورتی کو مزید چار چاند لگا رہے تھے۔ ابتہاج سوتے ہوئے بھی امسال کی دھڑکنیں بڑھا رہا تھا۔

امسال اس بات سے تو انکار نہیں کر سکتی تھی کہ ابتہاج کسی بھی لڑکی کو بہت آسانی سے اپنی محبت میں گرفتار کر سکتا ہے اور اسی بات سے اُسے ڈر بھی لگتا تھا کیونکہ امسال کو اپنا

دل خود سے بغاوت کرتا محسوس ہوتا تھا، لیکن اُسے فوراً ہی وہ سب کچھ یاد آ جاتا تھا جو کچھ بھی ابتہاج نے اُس کے ساتھ کیا۔۔۔وہ کوئی دل پھینک لڑکی نہیں تھی جو ابتہاج کی محبت میں گرفتار ہو جائے۔

اب دیکھنا یہ تھا کہ کب تک امسال اپنے اس باغی دل کو روک پاتی ہے جو بغاوت کی راہیں تلاش کر رہا ہے!

ابتہاج گہری نیند میں تھا لیکن پھر بھی اپنے قریب کسی کی موجودگی کو محسوس کر رہا تھا اور اسی احساس کے تحت آہستہ آہستہ ہوش کی دنیا میں لوٹ رہا تھا۔ابتہاج نے جب اپنی سنہری آنکھیں کھولیں تو اُسے دنیا کا سب سے حسین چہرا نظر آیا جسے دیکھ ابتہاج کے لبوں کو مسکراہٹ نے چھوا تھا۔ابتہاج کو یقین نہ آ رہا تھا کہ جسے اُس نے سب سے زیادہ چاہا، جسے پانے کے لیے وہ نمازوں میں رویا، آج وہ اُس کے سامنے موجود ہے۔

ہاں، ابتہاج جیسا مضبوط مرد اپنی محبت کو حاصل کرنے کے لیے اپنے رب کی بارگاہ میں گڑگڑایا تھا اور یہ راز صرف اُس کے اور اُس کے رب کے درمیان محفوظ تھا۔تہجد میں جسے رو رو کر مانگا تھا آج وہ اُس کے سامنے کھڑی اُسے دیکھنے میں مصروف تھی اور اتنے انہماک سے دیکھ رہی تھی کہ شاید اُسے خود بھی علم نہ تھا۔

یہ بلکل بے وقوفانہ سوچ ہے کہ مرد رویا نہیں کرتے! آخر کیوں نہ روئے وہ؟ جب اُسے تکلیف ہو تو کیوں نہ روئے وہ؟ کیا ایک مرد انسان نہیں؟ کیا وہ اپنے سینے میں دل نہیں رکھتا؟ ہاں، مرد روتا ہے! لیکن وہ دنیا کہ سامنے اپنے آنسوؤں کی نمائش نہیں کرتا۔ اُس کی انا اور وقار یہ گوارا نہیں کرتی کہ کوئی اُس پر ترس کھائے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ مرد کی آنکھیں آنسوؤں سے عاری ہوتی ہیں۔ وہ روتا ہے جب اپنوں کو تکلیف میں دیکھتا ہے، وہ روتا ہے جب کسی اپنے کو کھو دیتا ہے، وہ روتا ہے جب اپنی لاڈلی بیٹی کو رخصت کرتا ہے، وہ روتا ہے اپنے رب کے سامنے جب اُسے کوئی راستہ دکھائی نہیں دیتا۔ بس، ایک مرد کے احساسات کو سمجھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

امسال کی اس بے خودی پہ ابتہاج کو سکون سا ملا تھا اور اُس نے اپنے پاک رب کا شکر ادا کیا تھا جس نے اُس کے آنسوؤں کی لاج رکھ لی تھی۔ بے شک! اللہ اپنے بندوں کے لیے بہترین کا انتخاب کرتا ہے، اس مصلحت کو سمجھنے میں ہم انسانوں کو بہت وقت لگ جاتا ہے اور یہی وقت شاید امسال بھی لے رہی ہے۔

امسال ہوش کی دنیا میں اُس وقت واپس آئی تھی جب اُس نے ابتہاج کو مسکراتے ہوئے دیکھا تھا۔ امسال اپنی بے خودی پہ شرمندہ سی ہو گئی تھی لیکن فوراً ہی خود کو

سنبھال لیا تھا اور اپنی جانب سے کچھ محسوس نہ ہونے دیا تھا لیکن جو شخص اُس کے سامنے تھا وہ اُس کی آنکھیں پڑھنے میں ماہر تھا۔

"میں آپ کو ہی جگانے آئی تھی۔" امسال نے رخ موڑتے ہوئے کہا۔

"تو پھر جگایا کیوں نہیں؟" ابتہاج کو بہت مزا آتا تھا امسال کو تنگ کرنے میں۔

"جگا ہی رہی تھی کہ آپ خود ہی جاگ گئے۔" امسال نے اپنا دوپٹہ سر پہ لیتے ہوئے کہا۔

"اچھا تو یہ بات ہے۔" ابتہاج اُٹھ کر بیٹھا تھا اور اپنے بال پیچھے کئے تھے۔ اُسے امسال کے ہچکچانے پر ہنسی آ رہی تھی۔

"جی آپ فریش ہو جائیں پھر باہر بھی جانا ہے۔" کہہ کر امسال ٹیریس کی جانب بڑھ گئی تھی۔

"جو حکم آپ کا۔" ابتہاج اُٹھا تھا اور ڈریسنگ روم میں چلا گیا تھا۔

"یہ مجھے کیا ہو رہا ہے؟" ٹیریس پہ آ کر امسال نے اپنی بے قابو ہوتی دھڑکنوں کو سنبھالتے ہوئے خود سے سوال کیا تھا۔

وہ نہیں سمجھ پا رہی تھی کہ اُس کی یہ حالت کیوں ہو رہی ہے۔ اُس کے پاس اس سوال کا جواب نہیں تھا کہ آخر کیوں وہ میر ابتہاج کو دیکھ ایسے بے خود ہو جاتی ہے جبکہ وہ میر

ابتہاج سے شدید نفرت کرتی ہے۔یہ وہی میرا ابتہاج ہے جس نے اُس پر سکون تنگ کر دیا، یہ وہی میرا ابتہاج ہے جس نے اُسے اتنا مجبور کر دیا کہ وہ اُس کی کٹھ پتلی کی مانند ہو گئی۔

ابتہاج کپڑے تبدیل کر کے باہر آیا تھا اور اپنے بال بنا رہا تھا جب دروازے پہ دستک ہوئی تھی، ابتہاج نے دروازہ کھولا تو سامنے ماہروش دانت نکالے کھڑی تھی۔

"اسلام و علیکم، دیور جی!!" ماہروش نے پر جوش انداز میں سلامتی بھیجی تھی۔

"وعلیکم السلام، بھابی جی!!" ابتہاج نے بھی ماہروش کے ہی انداز میں جواب دیا تھا اور ساتھ ہی اُسے اندر آنے کی لیے راستہ بھی۔

"کہاں ہے میری دیورانی؟" ماہروش کو امسال نظر نہ آئی تو ابتہاج سے پوچھا۔

"ٹیریس پہ کھلی فضا کے مزے لیے جا رہے ہیں۔" ابتہاج خود پر پرفیوم چھڑکتے ہوئے بولا تھا۔

"چلو نیچے دونوں، میں بلانے آئی تھی۔" اپنی بات کہہ کر ماہروش ٹیریس پہ چلی گئی تھی اور کچھ ہی دیر میں تینوں نیچے سب کے درمیان موجود تھے۔

امسال خود کو اس نئے ماحول میں ڈھالنے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔جنت بیگم اور زوئیلا کا رویہ امسال کے ساتھ کچھ خاص اچھا نہ تھا، دونوں ہی اُس سے دور دور رہ رہی

تھیں۔امسال نے اس بات کو محسوس کیا تھا لیکن اُس کو یہ سب وقتی لگا تھا، آخر کو اُسے یہاں آئے چند گھنٹے ہی ہوئے تھے۔

جنت بیگم اچھے اخلاق کی مالک تھیں لیکن اس وقت اپنی جیٹھانی کی باتوں میں آگئی تھیں اور زوئیلا کے دماغ میں پریشے نے امسال کے خلاف نا جانے کیا زہر گھولا تھا کہ اُس کا رویہ امسال کے ساتھ ویسا نہ تھا جیسا کے ماہروش کے ساتھ۔اخلاقاً زوئیلا بھی بہت اچھی تھی بس تھوڑی ضدی اور منہ پھٹ تھی لیکن کسی کی دل آزاری سے گریز کرتی تھی۔

کیا امسال کے لیے مزید مشکلات آنا باقی تھیں؟

صنوبر جہانداد بہت مختلف تھی۔وہ اپنے والد اور بھائیوں جیسی تھی۔امسال کی دوستی تمام گھر والوں سے ہو گئی تھی اور سب کی جانب سے اُسے الگ ہی پروٹوکول مل رہا تھا۔

"مامو؟ چھوٹی مامی کہاں ہیں؟"صنوبر کا چار سالہ بیٹا افراہیم ابتہاج سے مخاطب تھا۔

"آپ کی ماما اور بڑی مامی کے ساتھ ہوں گی چندا۔"ابتہاج نے افراہیم کے گال کھینچتے ہوئے جواب دیا۔

"چھوٹی مامی بہت پیاری ہیں، بلکل فیری جیسی۔۔۔۔۔میں اُنہیں اپنے ساتھ لے جاؤں؟"افراہیم اپنی بڑی بڑی آنکھیں مٹکاتے ہوئے معصومیت سے بول رہا تھا۔

"آپ اُنہیں لے جائیں گے تو ماموکیا کریں گے پھر؟" ابتہاج نے افراہیم کو اپنی گود میں بٹھاتے ہوئے کہا تھا۔

"میں آپ کی کال پہ بات کروادیا کروں گا نا، جیسے میں آپ سے کرتا ہوں۔" افراہیم نے اپنی طرف سے حل پیش کیا تھا۔

"ہاہاہا! کیا حل نکالا ہے میرے چھوٹے پیکٹ نے۔" افراہیم کی بات پر حیدر ہنستے ہوئے بولا تھا جب کہ افراہیم کی معصومیت پر ابتہاج مسکرا رہا تھا۔

"میں چھوٹی مامی کے پاس جا رہا ہوں اُن کو بتانے کہ میں اُنہیں اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔" افراہیم ابتہاج کی گود سے اُتر کر بھاگ گیا تھا، جس جانب سے لڑکیوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔

"جہان صاحب اپنے بیٹے کو لگام ڈال کر رکھیں، میری بیوی پر لائن مار رہا ہے۔" ابتہاج اپنے ساتھ بیٹھے جہانداد سے مخاطب تھا۔

"ہاہاہا! صرف تمہاری بیوی پر نہیں یہ میری بیوی پر بھی لائن مارتا ہے۔" جہانداد کی بات پہ سب ہی ہنسے تھے۔

"اسی پر گیا ہے کیونکہ یہ بھی میرے ہی سامنے کھلے عام میری بیوی پر لائن مارتا ہے۔"

جہانگیر صاحب کا اشارہ ابتہاج ہی تھا اور سب مردوں کی ہنسی کی آوازیں لاؤنج کی فضا کو خوشگوار بنا رہی تھی۔

"پیکنگ شروع کر دے بھابھی کی۔" حیدر ابتہاج کو آنکھ مارتے ہوئے بولا تھا اور کچن کی جانب بڑھ گیا تھا، یقیناً اُسے بھوک لگی تھی۔

"آپ تو ادھر آئیں ماموں کی جان۔" ابتہاج نے دو سالہ زوبیہ کو اپنی گود میں اُٹھایا تھا اور اُس کے گال چومے تھے اور اُسے لیے لان میں چلا گیا تھا کیونکہ یہاں سب اُس کی ٹانگ کھینچنے کی تیاریوں میں تھے۔

ابتہاج اپنے کمرے میں بیٹھا لیپ ٹاپ پر کچھ کام کر رہا تھا جب دروازے پہ دستک ہوئی۔ امسال اس وقت کمرے میں موجود نہ تھی، صبح سے جو باہر نکلی تھی تو سب کے ساتھ ہی بیٹھی ہوئی تھی۔ ابتہاج نے مصروف سے انداز میں دستک دینے والے کو اندر آنے کی اجازت دی۔ اجازت ملتے ہی دروازہ کھلا تھا اور کوئی اندر آیا تھا۔ ابتہاج نے بھانپ اُڑاتی کافی کا کپ منہ سے لگایا تھا اور آنے والے کو دیکھا تو آنکھوں میں ناگواری اُتری تھی، سامنے پریشے کھڑی تھی۔

"تم یہاں کیوں آئی ہو؟" ابتہاج نے سرد لہجے میں پوچھا تھا اور دوبارہ لیپ ٹاپ کی جانب متوجہ ہو گیا تھا۔

"وہ۔۔۔وہ مجھے آپ سے کچھ ضروری بات کرنی تھی۔" پریشے جو کہ ابتہاج کے کمرے کا بہت شوق سے جائزہ لے رہی تھی، ابتہاج کے پوچھنے پر ایک دم سے گڑ بڑا گئی تھی۔ وہ پہلی بار ابتہاج کے کمرے میں آئی تھی۔

"بولو کیا بات ہے؟" ابتہاج نے اپنا لیپ ٹاپ بند کیا تھا اور اُٹھ کر پریشے کے مقابل کھڑا ہو گیا تھا۔

پریشے کا اپنے کمرے میں آنا ابتہاج کو ناگوار گزرا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ پریشے اُس کے بارے میں کس انداز سے سوچتی ہے اور کیا جزبات رکھتی ہے۔

"پہلے آپ مجھ سے وعدہ کریں کہ آپ مجھ پر غصہ نہیں کریں گے۔" ابتہاج کو اپنے سامنے کھڑا دیکھ پریشے کا دل بہت زوروں سے دھڑک رہا تھا۔ آج پہلی بار ابتہاج ایسے اُس کے سامنے کھڑا تھا۔

"جو بھی بات کرنی ہے زرا جلدی کرو اور جاؤ یہاں سے، مجھے یہ بے کار کے چونچلے نہیں پسند۔" ابتہاج نے سخت لہجے میں کہا تھا۔ امسال اگر ابتہاج کا یہ روپ دیکھ لیتی تو ماننے سے انکار کر دیتی کہ یہ وہی ابتہاج ہے جو اُس سے مخاطب ہوتا ہے۔

"آپ مجھ سے اتنے سرد لہجے میں کیوں بات کرتے ہیں؟" پریشے آج جاننا چاہتی تھی ابتہاج کے اس رویے کی وجہ۔

"تمہیں جو بھی بات کرنی ہے جلدی کرو، مجھے اور بھی بہت سے کام ہیں۔" ابتہاج کے انداز میں بے زاریت کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔

"میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ۔۔۔۔۔ابتہاج میں آپ سے بہت محبت کرتی ہوں۔" پریشے ایک پل کو رکی تھی لیکن پھر ڈرتے ڈرتے آخر کو اپنی بات کہہ دی تھی۔

"تمہاری اس بکواس کا مقصد؟" ابتہاج نے تیوری چڑھاتے ہوئے پوچھا تھا، آنکھیں صاف ظاہر کر رہی تھیں کہ اُسے یہ بات بلکل بھی پسند نہیں آئی۔

"کیا مطلب کیا مقصد۔۔۔۔۔میں چاہتی ہوں کے آپ مجھ سے نکاح کر لیں۔" پریشے میں نجانے کہاں سے آج اتنی ہمت آگئی تھی۔

"تم جانتی بھی ہو کہ کیا بکواس کر رہی ہو؟ ہوش میں ہو یا میں لے کر آؤں ہوش کی دنیا میں واپس؟" ابتہاج رگوں میں دوڑتے غصے کو بہت مشکل سے ضبط کر رہا تھا۔

"میں کوئی بکواس نہیں کر رہی ہوں، کیا دیکھ کر آپ نے اُس لڑکی سے شادی کی ہے؟ وہ لڑکی بلکل بھی آپ کے لائق نہیں ہے۔" پریشے نے ابتہاج کا ہاتھ پکڑ لیا تھا جب کہ دوسری جانب وہ ابتہاج کا دماغ بلکل گھما چکی تھی۔

"اپنی حد میں رہو پریشے!! اگر میری بیوی کے بارے میں ایک لفظ بھی کہا تو زبان کاٹ دوں گا میں تمہاری!! شکر کرو لڑکی ہو، میں کسی لڑکی پہ کبھی بھی ہاتھ نہیں اُٹھا سکتا ورنہ اب تک میرے ہاتھوں ضائع ہو چکی ہوتی تم۔۔۔۔ آخری بات، مجھے ہاتھ لگانے کی جرات بھی مت کرنا۔" ابتہاج نے پریشے کا ہاتھ جھٹکا تھا جس سے یقیناً اُس نازک وجود کو جھٹکا آیا تھا۔

"ابتہاج میں واقعی بہت محبت کرتی ہوں آپ سے، آپ تو مرد ہیں آپ تو چار شادیاں کر سکتے ہیں۔۔۔۔ مجھے منظور ہے آپ کی دوسری بیوی بننا بس آپ کا ساتھ اور آپ کا پیار درکار ہے۔" پریشے نے ابتہاج کا بازو تھاما تھا اور فریاد کی تھی۔

"اپنی بکواس بند کرو پریشے اور نکلو میرے کمرے سے ورنہ اگلے منٹ میں، میں تمہیں تایا ابو کے سامنے کھڑا کر دوں گا، پھر کرواتی رہنا میری دوسری شادی۔" ابتہاج دھاڑا تھا اب اُسے اپنے غصے پہ قابو رکھنا مشکل ہو رہا تھا۔

"مجھے اپنی شکل بھی مت دکھانا تم ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا، تم ابھی مجھے اور میرے غصے کو جانتی نہیں ہو۔ تمہارے لیے بہتر ہے کہ خود کے لیے مشکلیں کھڑی مت کرو اور ہاں میرے کمرے کے آس پاس بھی تمہیں بھٹکتا نہ دیکھوں میں!!"

ابتہاج نے غصے میں ہی کہا تھا اور بغیر یہاں وہاں دیکھے کمرے سے نکلتا چلا گیا تھا۔

ابتہاج نے یہ بھی نہ دیکھا تھا کہ کمرے کے باہر کھڑے کسی نے سب سنا اور دیکھا تھا۔ امسال ماہروش کی کسی بات پر مسکراتے ہوئے اپنے اور ابتہاج کے مشترکہ کمرے کی طرف جا رہی تھی۔ کمرے کا دروازہ پہلے سے ہی تھوڑا کھلا ہوا تھا، دروازہ پورا کھولنے سے پہلے اندر سے آتی آوازیں سن کر امسال وہیں رک گئی تھی۔ اُس کے مسکراتے چہرے سے اب مسکراہٹ غائب تھی۔ ابتہاج کے لہجے سے امسال کو اُس کے غصے کا اندازہ ہو چکا تھا کیونکہ وہ ابتہاج کے تھوڑے بہت غصے کی جھلک دیکھ چکی تھی۔ امسال پلر کے ساتھ چپک کر کھڑی تھی، پہلے ابتہاج اور پھر پریشے کو اُس نے کمرے سے باہر نکلتے دیکھا تھا۔

"پتا نہیں کیسے پیتے ہیں یہ کالی کافی۔" دونوں کے کمرے سے نکلنے کے بعد امسال اندر آئی تھی۔ ابتہاج کا فون اور لیپ ٹاپ بیڈ پر ہی رکھا ہوا تھا اور سائڈ ٹیبل پہ موجود کپ میں ابتہاج کی کالی کافی جسے دیکھ کر امسال نے عجیب سی شکل بنائی تھی۔

امسال اپنا فون لیے کمرے سے باہر نکل گئی تھی کیونکہ اُسے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ جو بھی ابتہاج سے اظہارِ محبت کرے اُسے کیا؟ مگر آگے اُس کی یہ سوچ شاید بدلنے والی تھی؟ لیکن ہر شاید یا کاش سچ بھی تو نہیں ہوتا!

ابتہاج کو غصے سے باہر آتے معراج اور حیدر دونوں نے دیکھا تھا کیونکہ وہ دونوں لان میں بیٹھے ہوئے تھے۔ابتہاج کا غصہ اُس کے چہرے پر بہت واضع ہوتا تھا۔غصے میں اُس کے تاثرات سخت ترین ہو جاتے تھے اور دودھ جیسی شفاف رنگت پہ لالی نمایاں ہوتی تھی۔۔۔۔۔معراج اور حیدر کے اسرار پہ ابتہاج نے اُنہیں سب کچھ بتادیا تھا اور دونوں ہی کوشش کر رہے تھے کہ ابتہاج کوئی سخت ردِ عمل ظاہر نہ کرے۔گھر مہمانوں سے بھرا تھا،ابتہاج بھی موقعے کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے بات ختم کر چکا تھا۔

آج امسال اور ابتہاج کا ولیمہ تھا۔امسال صنوبر اور ماہر وش کے ہمراہ پارلر گئی ہوئی تھی جبکہ باقی افراد گھر میں ہی تیاریاں کر رہے تھے۔ولیمہ کراچی کے مشہور و معروف فائو سٹار ہوٹل میں منعقد کیا گیا تھا۔

ابتہاج اپنے کمرے میں موجود تھا اور شیشے کے سامنے کھڑا کف لنگ لگا رہا تھا۔کالے رنگ کی شرٹ پہ گرے چیک والی ویسٹ کوٹ اور ہم رنگ پینٹ زیب تن کر رکھی تھی۔خود کو ایک نظر دیکھنے کے بعد ابتہاج اب اپنا ٹکسیڈو پہن رہا تھا۔رومانوی شہزادوں سا حسن رکھنے والا یہ مرد اس وقت اور بھی زیادہ وجیح لگ رہا تھا۔آخر میں ابتہاج نے اپنی گھڑی بائیں ہاتھ کی کلائی میں پہنی تھی اور خود پر پرفیوم کا چھڑکاؤ کیا تھا جس کے بعد پورا

کمرہ ابتہاج کے پرفیوم کی خوشبو سے مہک رہا تھا۔ آخری بار خود کو شیشے میں دیکھ کر اب اپنا موبائل اُٹھائے کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

"ماشاءاللہ! اللہ خیر کرے آج میرے دیور کی، بہت حسین لگ رہی ہو۔" ماہروش جو کہ صنوبر کے ساتھ تیار بیٹھی تھی، امسال پہ نظر پڑتے ہی تعریف کی تھی۔

"اللہ بری نظر سے بچائے میرے بیٹے کی پری اور میرے بھائی کی آکسیجن کو۔" صنوبر نے اپنے انداز میں امسال کی تعریف کی تھی۔ افراہیم کے ذکر پہ امسال مسکرائی تھی۔

ابتہاج اپنی دیوانہ وار محبت کے قصے صنوبر کو کال پہ سناتا رہتا تھا۔

"بہت شکریہ آپ دونوں کا ویسے آپ دونوں بھی کچھ کم نہیں لگ رہیں۔۔۔۔ اپنے اپنے بندوں کو زیر کرنے کے لیے ہتھیاروں سے لیس ہیں۔" امسال نے بھی دونوں کی تعریف کی تھی اپنے انداز میں۔

"واہ! کیا شاعرانہ تعریف کی ہے۔" ماہروش متاثر ہوئی تھی۔

"بس جی ناول پڑھنے کے فائدے۔" امسال نے ایک آنکھ دباتے ہوئے بولا تھا اور تینوں ہنسی تھیں۔

اگر ابتہاج امسال کو ایسے بات کرتے دیکھ لیتا تو بے ہوش ہو جاتا کیونکہ اُس بچارے نے تو امسال کو ہمیشہ خراب موڈ میں ہی دیکھا تھا۔

امسال نے گرے رنگ کی ڈیزائینر میکسی زیب تن کی ہوئی تھی جس پہ سلور رنگ کا خوبصورت بھرا ہوا کام کیا گیا تھا۔ ولیمے کی دلہن کے روپ میں امسال کے چہرے پہ الگ ہی نور اور رنگ تھا، آج سچ میں ابتہاج کے ہوش اُڑنے والے تھے۔ میکسی کی ٹیل کافی لمبی تھی اور امسال کو یہی فکر تھی کہ وہ اُس کو سنبھالے گی کیسے۔

تینوں لڑکیاں ابتہاج کا انتظار کر رہی تھیں کیونکہ وہی اُنہیں لینے آنے والا تھا۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی جب ایک لڑکی جو وہاں کام کرتی تھی نے آکر ابتہاج کے آنے کی اطلاع دی تھی۔

امسال کو دیکھ واقعی ابتہاج کے ہوش اُڑ گئے تھے اور وہ ٹکٹکی باندھے اپنی محبوب ہنستی کو دیکھ رہا تھا جو ماہر وش اور صنوبر کے ہمراہ اپنی میکسی سنبھالتی ہوئی پارلر سے باہر نکل رہی تھی۔

"ہمیں پتہ ہے کہ امسال بہت پیاری لگ رہی ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم ہونکوں کی طرح اُسے دیکھتے ہی جاؤ، دروازہ کھولو گاڑی کا۔" ابتہاج جو امسال کو دیکھنے میں مگن تھا صنوبر کی شرارت بھری آواز پہ ہوش کی دنیا میں لوٹا تھا اور مسکراتے ہوئے دروازہ کھولا تھا۔

امسال جس کی نظر ابھی ابھی ابتہاج پہ پڑی تھی ایک پل کو وہیں ٹھہر گئی تھی لیکن اُس نے کسی کو کچھ محسوس نہ ہونے دیا تھا۔

تمام مہمان تشریف لا چکے تھے اور اب بس انتظار تھا اُن کا جن کے لیے یہ تقریب رکھی گئی تھی۔ ابتہاج تینوں لڑکیوں کو لیے پہنچ چکا تھا اور اب دونوں کی اینٹری کی تیاری کی جا رہی تھی۔

امسال اور ابتہاج سپاٹ لائٹ کی روشنی میں داخلی دروازے پہ کھڑے تھے۔ ابتہاج کے ہاتھ میں امسال کا ہاتھ تھا اور دونوں آہستہ آہستہ اندر کی جانب بڑھ رہے تھے۔ پورے راستے کو پھولوں اور دیگر اشیاء سے سجایا گیا تھا، تمام مہمانوں کی نظریں دونوں پر مرکوز تھیں اور سب دونوں کی جوڑی کو سراہ رہے تھے۔ ابتہاج کے لبوں پہ دلکش مسکراہٹ رکساں تھی اور امسال بھی ہلکی مسکراہٹ لیے چل رہی تھی۔ فوٹو گرافر بھی اپنا کام مہارت سے کر رہے تھے۔

امسال اپنی میکسی کو ایک ہاتھ سے پکڑے احتیاط سے چل رہی تھی۔ دونوں مزید تھوڑا آگے بڑھے تھے کہ امسال کو اپنی میکسی کی ٹیل کھنچتی محسوس ہوئی تھی جیسے کسی چیز میں پھنس گئی ہو۔ امسال نے خود کو گرنے سے بچانے کے لیے ابتہاج کے ہاتھ پہ دباؤ بڑھایا

تھا جس کی وجہ سے ابتہاج کی ساری توجہ امسال کی جانب مبذول ہو گئی تھی۔ دیکھنے والوں کو یہی لگ رہا تھا جیسے دونوں کچھ بات کر رہے ہیں۔

"آرام سے، کیا ہوا؟" ابتہاج کے انداز میں فکر تھی۔

"مجھے لگ رہا ہے میکسی کی ٹیل کسی چیز میں پھنس گئی ہے۔" امسال نے کہتے ہوئے پیچھے مڑ کر دیکھا تھا۔

پیچھے دیکھتے ہی امسال کی نظر پریشے کے چہرے پر پڑی تھی جو حسد بھری نظروں سے دونوں کو دیکھ رہی تھی اور اپنا پلین فیل ہونے پہ منہ بگارہ تھا۔ پریشے امسال کو نفرت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی اور امسال کا دل چاہ رہا تھا کہ پریشے کا منہ توڑ دے، اُس کی ہمت کیسے ہوئی امسال کی میکسی پہ پاؤں رکھنے کی۔

"چلو میں پکڑ لیتا ہوں۔" ابتہاج نے ٹیل پکڑنے کے لیے ہاتھ بڑھایا تھا۔ ابتہاج نے پریشے کو نہ دیکھا تھا ورنہ ممکن تھا اُسے باہر نکال دیتا اس حرکت کی وجہ سے۔

"نہیں اس کی ضرورت نہیں میں ٹھیک ہوں۔" امسال نے کچھ ظاہر نہ کیا تھا۔

ابتہاج کے اشارہ کرنے پر دو لوگ آئے تھے اور پیچھے سے میکسی کی ٹیل سنبھالی تھی۔

امسال نے بے اختیار ہی ابتہاج کو دیکھا تھا جو کہ سامنے دیکھ مسکرا رہا تھا اور بلاشبہ بہت خوبصورت لگ رہا تھا۔ اب امسال کو چلنے میں آسانی محسوس ہو رہی تھی۔ دونوں سٹیج

تک پہنچ چکے تھے اور اب مہمانوں سے ملنے کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ وہاں موجود بہت سی لڑکیوں نے ابتہاج جیسے شوہر کی خواہش کی تھی۔

امسال اپنے گھر والوں سے مل کر بہت خوش تھی اور اُنہیں یقین دلایا تھا کہ وہ بلکل ٹھیک ہے، شاید خوش بھی۔ امسال اپنے اوپر مسلسل کسی کی نظریں محسوس کر رہی تھی لیکن اُن نظروں کا مالک امسال کی نظروں سے اوجھل تھا۔ ابتہاج اپنے کچھ دوستوں سے باتیں کر رہا تھا اور پھر امسال سے اُن کا تعارف کروایا تھا۔

تھوڑا لوگوں کا رش کم ہوا تو امسال نے اپنے دوستوں کو ڈھونڈنے کے لیے یہاں وہاں نظریں گھمائیں تھیں لیکن پھر اُسکی نظریں ایک جگہ جم گئی تھیں۔ سامنے سے امسال کے دوست آرہے تھے اور اُن سب کے درمیان وہ بھی موجود تھا جس کی نظریں امسال کے چہرے سے ہٹنے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔ ابتہاج جس نے امسال کی نظروں کے تعاقب میں سامنے دیکھا تھا، ناچاہتے ہوئے بھی اُس کے آعصاب تن گئے تھے۔ نامحسوس انداز میں ابتہاج امسال کے قریب ہو گیا تھا جس کی وجہ سے امسال نے ابتہاج پہ نظرِ کرم کیا تھا۔ ابتہاج سامنے دیکھ رہا تھا لیکن پھر بھی امسال کو اُس کی انکھوں میں ہلکا غصہ اور رقابت کے جزبات نظر آرہے تھے۔

"اسلام و علیکم! کیا حال ہیں خوبصورت لوگوں کے؟" ماہا اور المیر دونوں نے امسال سے ملتے ہوئے کہا تھا۔

"الحمد اللہ! بلکل ٹھیک ہوں، تم لوگ کیسے ہو؟" امسال نے بھی مسکراتے ہوئے پوچھا تھا۔

"ہم بھی بلکل ٹھیک، ابتہاج بھائی آپ کیسے ہیں؟" امسال کو جواب دے کر دونوں اب ابتہاج سے مخاطب ہوئی تھیں۔

"بلکل ٹھیک، خوش باش۔" ابتہاج نے بھی خوش دلی سے جواب دیا تھا اور پھر اُنکی باتیں شروع ہوگئی تھیں۔

ارحان دُرانی امسال کے بلکل سامنے کھڑا خاموشی سے صرف اُسے دیکھ رہا تھا۔ امسال ارحان کی نظروں سے نجانے کیوں گھبرا رہی تھی، اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے ارحان کی نظریں اُس سے ڈھیروں شکوے کر رہی ہیں۔ ارحان کی نظروں میں امسال کو دکھ اور مایوسی کا سمندر نظر آ رہا تھا۔ جب کہ دوسری جانب ابتہاج کا دل کر رہا تھا کہ وہ ارحان کو یہاں سے باہر نکال دے، آخر اُس کی ہمت کیسے ہوئی یہاں آنے کی۔

"بہت خوبصورت لگ رہی ہو۔" ارحان نے پھیکی مسکراہٹ لبوں پر سجائے امسال کی تعریف کی تھی۔

"شکریہ ارحان، مجھے اُمید نہیں تھی کہ تم آؤ گے۔" امسال کو کچھ سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کہے۔

ارحان سے ہوتی ہوئی امسال کی نظریں پہلے المیر پے گئی تھیں اور پھر ابتہاج پہ۔ المیر مسکرائی تھی جب کہ ابتہاج نے اپنا چہرا موڑ لیا تھا۔ ابتہاج کے ایسا کرنے سے دل بے چین ہوا تھا لیکن دماغ اس بات کو کیوں تسلیم کرتا؟

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں کہ کیسے آ گیا آج یہاں؟ پھر دل نے دہائی دی کہ تمہیں دیکھنے کی خواہش تھی۔۔۔۔ شادی والے دن آنے کی ہمت ہی نہیں ہوئی کیونکہ میں اپنی محبت کو کسی اور کے نام ہوتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ آج اس لیے آ گیا کیونکہ تم ہو چکی کسی اور کی، تکلیف تو اب بھی بہت ہو رہی ہے تمہیں کسی اور کے پہلو میں بیٹھے دیکھ جہاں میں نے کبھی خود کو سوچا تھا لیکن خیر۔۔۔" بولتے بولتے ارحان کے الفاظ ٹوٹ گئے تھے اور وہ ایک بار پھر مسکرایا تھا، وہی پھیکی مسکراہٹ لیکن اس بار آنکھوں میں ہلکی نمی بھی چمک رہی تھی۔

امسال کو اپنا آپ ارحان کا مجرم لگ رہا تھا۔ اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ بے وفا اور دھوکے باز ہے۔ امسال نے اپنی گردن جھکالی تھی اور اسی لمحے ابتہاج کی برداشت بھی

جواب دے گئی تھی۔ابتہاج اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا تھا،اُس کے لیے ارحان کی بکواس برداشت کرنا بہت مشکل تھا۔

"اپنی یہ ناکام عاشقوں والی کہانی کسی اور کو جا کر سنانا، یہاں یہ تماشہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی میری بیوی کو پریشان کرنے کی ورنہ ایک منٹ نہیں لگاؤں گا تمہیں اُٹھا کر یہاں سے باہر پھینکوانے میں!!"ابتہاج نے غصے سے مٹھیاں بھینچتے ہوئے شولا بار نگاہوں سے ارحان کو لتاڑا تھا اور 'میری بیوی' پہ ذور دیتے ہوئے بہت کچھ باور کروایا تھا۔

مہمانوں کی موجودگی کی وجہ سے ابتہاج یہ سب برداشت کرنے پہ مجبور تھا ورنہ اب تک ارحان کا منہ توڑ چکا ہوتا۔

"ابتہاج؟"ابتہاج کے بڑھتے غصے کو مد نظر رکھتے ہوئے امسال نے ابتہاج کا بازو پکڑا تھا۔

"بیٹھ جائیں پلیز، میں ٹھیک ہوں۔"امسال کے کہنے پہ ابتہاج پلٹا تھا اور کسی اچھے بچے کی طرح دوبارہ بیٹھ گیا تھا لیکن ارحان کو اب بھی گھور رہا تھا۔ارحان سٹیج سے نیچے اُتر گیا تھا اور اُس کے پیچھے ہی ریحان اور ارشمیل بھی اُترے تھے۔

"ابتہاج بھائی غصے میں بھی کتنے ڈیشنگ لگتے ہیں، بلکل ویسے ہی جیسے تمہیں ناول کے غصے والے ہیرو پسند ہیں۔" ماحول کو خوشگوار کرنے کے لیے ماہا امسال کے کان میں بولی تھی۔

"زیادہ لائن نا مارو میرے شوہر پہ تم اور ہاں غصہ تو بہت آتا ہے انہیں۔" امسال نے ابتہاج کو دیکھتے ہوئے کہا تھا جو کسی اور سے باتیں کرنے میں مصروف تھا۔

"اوہووو!! جیلس ہو رہی لڑکی۔۔۔۔ ویسے ٹینشن نہ لو یہ تمہارے علاوہ اور کسی کے قابو میں آنے والے نہیں ہیں۔" پہلی بات ماہا جب کے دوسری بات المیر نے کہی تھی اور امسال دونوں کو گھوری سے نواز رہی تھی۔

سٹیج کے قریب کھڑی پریشے نے ارحان کی باتیں سن لی تھیں اور اب اُس کے دماغ میں کچھ چل رہا تھا۔

"چچی جان آپ کی بہو تو خاصی کھلے دماغ کی مالک لگتی ہے۔" پریشے جنت بیگم کے کمرے میں امسال کے خلاف اُن کے کان بھرنے کی غرض سے آئی تھی۔

"کیا مطلب ہے تمہارا بیٹا؟" جنت بیگم نے نا سمجھی والے انداز میں دریافت کیا تھا۔

"مطلب صاف ہے چچی جان، آپ نے نہیں دیکھا تھا؟ ایک لڑکا آیا ہوا تھا اور خود کو میڈم کا عاشق بتا رہا تھا۔ ابتہاج بھی بہت غصے میں تھے، حیرت کی بات ہے آپ کو کچھ نہیں پتا۔" پریشے بناوٹی انداز میں بولی تھی۔

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ دماغ درست ہے تمہارا؟" جنت بیگم کو پریشے کی یہ بات بلکل بھی پسند نہ آئی تھی۔

جواب میں پریشے نے مرچ مصالہ لگا کر اپنی طرف سے کہانی گڑھ دی تھی۔ اُس کا مقصد جنت بیگم کی نظر میں امسال کو گرانا تھا۔ ان دونوں ماں اور بیٹی کی باتوں میں آ کر ہی جنت بیگم امسال سے ٹھیک سے بات نہ کرتی تھیں۔

ولیمہ ہوئے دو دن گزر چکے تھے۔ جہانگیر مینشن کے تمام افراد اس وقت ناشتے کی ٹیبل پہ موجود تھے، یہ اس گھر کا قائدہ تھا کہ ناشتہ اور رات کا کھانا سب ایک ساتھ ہی کھاتے تھے۔ ابتہاج اپنا تھری پیس سوٹ پہنے ٹپ ٹاپ سا تیار ہو کر ناشتہ کرنے میں مصروف تھا۔

"برخوردار کہاں کی تیاری ہے؟" جہانگیر صاحب خود بھی تھری پیس سوٹ میں ملبوس تھے۔ دائیں ہاتھ میں موجود کانٹے سے نوالہ لیتے ہوئے ابتہاج کو مخاطب کیا تھا۔

"آفس جانے کی بابا۔" ابتہاج نے کانٹے میں پھنسا آملیٹ کا ٹکرا منہ میں ڈالتے ہوئے جواب دیا۔

"تمہاری شادی کو ابھی چار دن ہی ہوئے ہیں اور تم آفس جانے کی بات کر رہے ہو، کوئی ضرورت نہیں گھر بیٹھو اور میری بیٹی کے ساتھ وقت گزارو۔" جہانگیر صاحب نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

"آپ کی بیٹی میرے ساتھ وقت گزارنا چاہے جب نا۔۔۔" ابتہاج دل جلے لہجے میں خود سے بڑبڑایا تھا لیکن ساتھ والی کرسی پہ بیٹھی امسال سن چکی تھی اور اپنی ہنسی روکنے کی لیے چائے کا کپ لبوں سے لگایا تھا۔

"بابا بہت اہم پروجیکٹ پہ کام کر رہا ہوں، اس لیے میرا جانا ضروری ہے۔" ابتہاج نے بہانا بنایا تھا اب وہ کیا بتاتا جہانگیر صاحب کو۔

"یہ آپ کا ایسا کون سا اہم پروجیکٹ ہے جس کے بارے میں مجھے کچھ پتہ نہیں؟ زیادہ بہانے نہیں بناؤ میرے سامنے باپ ہوں تمہارا اچھی طرح سے جانتا ہوں تمہیں۔ ایسا کرو تم دونوں ہنی مون پلین کرو میں ٹکٹس کروا دوں گا۔" جہانگیر صاحب نے منٹوں میں منصوبہ بنایا تھا جب کہ امسال اور ابتہاج دونوں نے ہی ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔

"نہیں بابا اس کی ضرورت نہیں۔" امسال کی نظروں کا مفہوم سمجھتے ہوئے ابتہاج نے اس بات کو ٹالنا چاہا تھا۔

"کیوں ضرورت نہیں ہے؟ یہی وقت ہوتا ہے گھومنے پھرنے کا۔" اس بار جنت بیگم بولی تھیں۔ امسال سے متعلق باتیں اب بھی اُن کے دماغ میں سوالیہ نشان تھیں لیکن سب کے سامنے وہ اظہار نہ کرتی تھیں۔

ابتہاج نے مدد طلب نظروں سے معراج کو دیکھا تھا جو ابتہاج کی حالت کا خوب مزہ لے رہا تھا ساتھ ہی ابتہاج کو ہری جھنڈی دکھائی تھی۔۔ ابتہاج نے آنکھوں سے ہی "اب آپ بچیں مجھ سے!" کا اشارہ کیا تھا جس پہ معراج نے "دیکھتے ہیں بچے!" کہہ کر ناک سے مکھی اُڑائی تھی۔ دونوں ہی بھائی اشاروں میں باتیں کرنا اچھے سے جانتے تھے۔

"ماما وہ دراصل امسال کے فائنل ایگزامز ہونے والے ہیں تو وہ اُن کی تیاری میں مصروف رہے گی۔ ہم اس کے ایگزیمز ختم ہونے کے بعد چلے جائیں گے۔" ابتہاج کو اچانک ہی امسال کے امتحان یاد آ گئے تھے۔ اُس نے دل میں شکر ادا کیا تھا، فی الحال بات ٹل گئی تھی۔

"جی بابا میرے امتحانات شروع ہونے والے ہیں کچھ ہی دنوں میں۔ بعد میں خود آپ سے کہوں گی کہ مجھے گھومنے جانا ہے۔" امسال نے مسکراتے ہوئے جہانگیر صاحب سے کہا تھا۔

بہت کم عرصے میں امسال کی جہانگیر صاحب سے اچھی بن گئی تھی وجہ دونوں کی دوستانہ طبیعت۔ امسال کو جہانگیر صاحب سے لاڈ کرتے دیکھ زوئیلا کی آنکھوں میں چبھن بڑھی تھی۔

"میری بیٹی نے بول دیا تو اب یہی ہو گا۔ بچے آپ خوب دل لگا کر اور بے فکر ہو کر اپنی پڑھائی کرو۔" جہانگیر صاحب نے محبت سے کہا تھا۔

"چلو نکلتے ہیں، دیر ہو رہی ہے مجھے۔" امسال کا ناشتہ جیسے ہی ختم ہوا تو ابتہاج اپنی جگہ سے اُٹھا تھا۔ ابتہاج کے کہنے پر امسال بھی اُٹھ گئی تھی۔

"آپ کی بیٹی کو اُس کی ماما کے گھر چھوڑ کر میں آفس آؤں گا بابا، اللہ حافظ!" ابتہاج اعلان کرتے ہوئے باہر نکل گیا تھا جب کہ جہانگیر صاحب مسکرا رہے تھے کیونکہ اُنہیں یقین تھا کہ اُن کا یہ لاڈلا سپوت کبھی نہیں سدھرے گا۔

امسال کو چھوڑ کر ابتہاج آفس چلا گیا تھا۔امسال اپنے گھر میں خود کو بہت پُر سکون محسوس کر رہی تھی۔ایک نیا سا احساس ہو رہا تھا اُس کو آج،اُس کی الگ ہی خاطر تواضع کی جا رہی تھی اور یہ سب اُسے بہت اچھا لگ رہا تھا اور مزہ بھی آ رہا تھا۔

امسال غموں کو سینے سے لگا کر بیٹھنے والی لڑکیوں میں سے نہ تھی۔وہ مشکلوں سے لڑنے والی لڑکی تھی۔اس بار بھی اُس نے خود کو سنبھال لیا تھا۔

"بیٹا سب لوگ کیسے ہیں وہاں پر؟ تمہیں کوئی مسئلہ تو نہیں ہے نہ وہاں؟"زوباریہ بیگم امسال کے بالوں میں ہاتھ چلاتے ہوئے فکریہ لہجے میں پوچھ رہی تھیں آخر کو ماں جو تھیں۔امسال اُن کی گود میں سر رکھے لیٹی ہوئی تھی۔

"ماما میں بلکل ٹھیک ہوں،آپ کیوں پریشان ہوتی ہیں؟آپ کو لگتا ہے کہ مجھے کوئی تنگ کر سکتا ہے؟جہاں تک بات ہے جہانگیر مینشن میں رہنے والوں کی تو سب بہت اچھے ہیں ماما،میرا بہت خیال رکھتے ہیں اور میری سب سے دوستی بھی ہو گئی ہے۔"

امسال نے ہنستے ہوئے جواب دیا تھا اور اپنی ماما کو یقین دلایا تھا کہ وہ مضبوط ہے۔

"بیٹا تم نے ابتہاج کو۔۔۔۔میرا مطلب اس رشتے کو اور ابتہاج کو قبول کر لیا ہے؟"

زوباریہ بیگم نے وہ سوال کر ہی لیا جس کی وجہ سے وہ پریشان تھیں۔

"سچ بتاؤں تو ماما مجھے لگتا ہے میں کبھی بھی اُس شخص کا ساتھ قبول نہیں کر پاؤں گی۔ میں کیسے اُسے قبول کر لوں جس نے ہم سب کو اتنا پریشان کیا، ہم پہ زندگی تنگ کر دی۔ لیکن آپ فکر نہ کریں میں وہیں رہوں گی اور سارے بدلے بھی لوں گی۔"

امسال کے مسکراتے لب ابتہاج کے ذکر پہ مسکرانا بھول گئے تھے۔

"بیٹا میں یہ تو نہیں کہوں گی کہ تم اُس کو معاف کر دو کیونکہ میں جانتی ہوں کہ تم کس اذیت میں رہی ہو پچھلے کچھ عرصے، لیکن اب وہ تمہارا شوہر ہے میری جان۔۔۔۔میں تمہاری ماں ہوں اور تمہیں سیدھی راہ دکھانا میرا فرض ہے۔"

زوباریہ بیگم امسال کو بہت کچھ سمجھانا چاہ رہی تھیں لیکن اُن کو الفاظ نہیں مل رہے تھے۔

"اچھا چھوڑیں ماما یہ سب باتیں، یہ بتائیں کہ مجھے تو بلکل بھی یاد نہیں کرتے ہوں گے آپ لوگ؟" امسال نے مع

صومانہ انداز میں کہا تھا۔

"ہاہاہا! تمہارے بغیر تو یہ گھر سونا ہے میری جان لیکن بیٹیوں کو ایک نہ ایک دن اپنے گھر جانا ہوتا ہے۔" زوباریہ بیگم نے امسال کا ماتھا چومتے ہوئے کہا تھا۔

"ویسے ماما میں غور کر رہی ہوں جب سے میری شادی ہوئی ہے آپ کو بہت پیار آ رہا ہے مجھ پہ۔" امسال شریر لہجے میں گویا ہوئی تھی۔

"لگتا ہے تمہاری کلاس لینی پڑے گی مجھے اب۔" زوباریہ بیگم نے امسال کی کمر پہ ہلکی تھی تھپ رسیدی تھی۔

ابتہاج اپنے آفس میں بیٹھا کسی سوچ میں گم تھا۔ سامنے موجود ٹیبل پہ لیپ ٹاپ کھلا پڑا تھا اور ساتھ ہی کچھ فائلز بھی۔ ابتہاج آفس آ تو گیا تھا لیکن اُس کا دل اور دماغ دونوں ہی امسال میں اٹکے تھے۔ ابتہاج سے امسال کا اجنبی رویہ بلکل بھی برداشت نہ ہو رہا تھا لیکن وہ اب کچھ کر بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ جو کچھ وہ کر چکا تھا یہ سب تو ہونا ہی تھا۔

ہم اگر کسی چیز کے لیے کسی انسان کو زبردستی مجبور کر بھی دیں تو وہ کام تو ہو جاتا ہے لیکن ہم اُس انسان کی نظروں میں کچھ خاص اچھے مقام پہ نہیں رہتے۔ یہی کچھ ابتہاج کے ساتھ بھی ہو رہا تھا۔ ابتہاج یہی سوچ رہا تھا کہ وہ ایسا کیا کرے جس سے امسال پہلے کی طرح ہو جائے ہر وقت ہنستی مسکراتی، کسی چڑیا کی مانند چہکتی ہوئی۔

ابتہاج جلدی گھر آ گیا تھا اور اس وقت لان میں بیٹھا تھا۔ افراہیم اُس کے ساتھ ہی بیٹھا کلرنگ کر رہا تھا اور ساتھ ہی دونوں کی باتیں بھی جاری تھیں۔ کچھ وقت گزرا تھا کہ

جنت بیگم لان میں آئی تھیں اور ابتہاج کے سامنے بیٹھ گئی تھیں۔ یہ اچھا موقع تھا اُن کے پاس امسال سے متعلق سوال کرنے کا۔

"مجھے تم سے کچھ پوچھنا ہے چھوٹے میر۔" ادھر اُدھر کی باتوں کے بعد جنت بیگم بولی تھیں۔

"جی ماما پوچھیں، کیا بات ہے؟" ابتہاج سنجیدہ ہو گیا تھا کیونکہ جنت بیگم بھی اس وقت سنجیدہ تھیں۔

"یہ جو تمہاری بیوی ہے، تم سے محبت کرتی ہے؟" جنت بیگم کے لہجے میں تفتیش کا انصر تھا۔

"یہ کیسا سوال ہے ماما؟" جنت بیگم کے اچانک ایسے سوال کرنے پہ ابتہاج ٹھٹکا تھا۔

"ہاں یا ناں میں جواب دو ابتہاج!" جنت بیگم نے اپنی بات پہ زور دیتے ہوئے کہا تھا۔

"اس میں پوچھنے والی کیا بات ہے ماما؟ ہم دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔ آپ مجھے یہ بتائیں کہ اچانک ایسے سوال کیوں پوچھ رہی ہیں؟" ابتہاج کو اب وجہ جاننی تھی ان سوالات کے پیچھے۔

"مجھے پریشے نے بتایا تھا کہ کوئی لڑکا آیا تھا ولیمے میں جو کہ خود کو امسال کا عاشق بتا رہا تھا۔ میں نے بھی غور کیا تھا کہ تم کچھ غصے میں تھے۔۔۔۔۔ یہ کس قسم کی لڑکی سے

شادی کرلی ہے تم نے چھوٹے میر، آخر کو میر خاندان کی عزت کا سوال ہے۔" جنت بیگم غصے سے بولی تھیں۔

"اس پریشے کی تو میں۔۔۔۔۔ماما آپ ایسا سوچ بھی کیسے سکتی ہیں؟ ایسا کچھ بھی نہیں ہے جیسا آپ کو بتایا گیا ہے، امسال کا صرف ایک ہی عاشق ہے اس دنیا میں اور وہ ہے میرا بہتاج جہانگیر۔ آپ اُس پریشے کی باتوں پہ کان نہ دھریں میں آپ کو بتاتا ہوں اُس کے اصل کارنامے۔" ابہتاج نے جنت بیگم کو سب بتادیا تھا جو کچھ بھی پریشے نے اُس کے کمرے میں آکر بکواس کی تھی۔

"پریشے ایسا کیسے کر سکتی ہے؟ وہ تو بہت سلجھی ہوئی بچی ہے۔" جنت بیگم کو یقین نہ آرہا تھا۔

"ہاہا! سلجھی ہوئی، مائے فُٹ! آپ اُس کی باتوں پہ اب یقین نہیں کریں گی۔ امسال بہت پاک اور اپنی عزت کی حفاظت کرنے والی لڑکی ہے ماما، اُس میں کچھ تو خاص ہے جو آپ کا بیٹا اُس کا دیوانہ ہے۔ اسی لیے اپنے دماغ سے تمام منفی سوچوں کو نکال دیں اور میں دیکھ رہا ہوں آپ کا رویہ اُس کے ساتھ ٹھیک نہیں ہے، بھابی کے ساتھ تو آپ ایسا نہیں کرتیں۔" ابہتاج نے آخر میں شکوہ کیا تھا۔ امسال کے معاملے میں وہ کسی قسم کی ناانصافی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

"بیٹا میں اُن دونوں ماں بیٹی کی باتوں میں آ گئی تھی۔ یہ تو اللہ کا احسان ہے کہ میں نے تم سے بات کر لی اور ساری سچائی مجھے پتا چل گئی۔" جنت بیگم کو شرمندگی محسوس ہو رہی تھی۔

"ماما میرا مقصد آپ کو شرمندہ کرنا نہیں تھا۔ اگر میں امسال کے ساتھ ناانصافی برداشت نہیں کر سکتا تو میں اپنی ماں کو بھی کبھی شرمندہ ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا، نہ ہونے دوں گا۔ میرے لیے آپ اور بابا ہمیشہ پہلے رہیں گے۔" ابتہاج نے جنت بیگم کے ہاتھوں پہ بوسہ دیا تھا۔

"آ جائیں ڈیٹ پہ چلتے ہیں ہم، آپ کے شوہر اور میری بیوی تو ہمیں چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔" ابتہاج اپنے تفریح والے موڈ میں آ گیا تھا۔

"توبہ! سدھر جاؤ تم چھوٹے میر۔" جنت بیگم نے ابتہاج کو گھوری سے نوازہ تھا اور پھر دونوں ہی ہنسنے لگ گئے تھے۔

ابتہاج جنت بیگم، افراہیم اور زوبیہ کو لیے باہر چلا گیا تھا۔

امسال اپنے کمرے میں اپنی کتابیں سمیٹ رہی تھی۔ کچھ ہی عرصے میں اُس کے امتحانات شروع ہونے والے تھے اور اُسے اُن کے لیے تیاری کرنی تھی۔ جب سے

ابتہاج اُس کی زندگی میں آیا تھا وہ بہت پریشان رہی تھی اور اپنی پڑھائی کو وقت نہیں دے سکی تھی۔

"سنا ہے آج گھر میں بڑے بڑے لوگ تشریف آور ہیں۔" المان امسال کے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولا تھا۔

"ہاں سوچا آج دیدار کروادوں اپنا۔" امسال المان کو دیکھ کر خوش ہوئی تھی اور اُس سے گلے ملتے ہوئی بولی تھی۔

"کیسی ہو آپی؟" المان نے بیڈ پہ بیٹھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"ٹھیک ہوں، تم بتاؤ کیسے ہو؟ پڑھائی کیسی چل رہی ہے؟" امسال دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گئی تھی، وقت کم تھا کیوں کہ کچھ ہی دیر بعد ابتہاج اُسے واپس لینے آنے والا تھا۔

"میں تو بلکل فٹ ہوں مجھے کیا ہو گا اور یہ پڑھائی کا نہ پوچھا کرو رشتہ داروں کی طرح۔۔۔۔ ویسے اچھی جا رہی ہے مس پڑھائی بھی۔" المان بول رہا تھا اور امسال اُسکی باتوں پہ مسکرا رہی تھی۔

"ناک میں دم کر دیا ہو گا تم نے تو ابتہاج بھائی کی؟" المان شریر لہجے میں ایک بار پھر گویا ہوا۔

"اچھا بیٹا جی! میں کب ناک میں دم کرتی ہوں کسی کے؟" امسال نے لڑاکا عورتوں کی طرح کمر پہ ہاتھ رکھ کہ پوچھا تھا۔

"ہماری تو ناک میں دم کیا ہوا تھا، بچارے میرے بہنوئی نے اپنے پاؤں پہ کلہاڑا مارا ہے۔" المان امسال کو تنگ کرنے سے کہاں باز آنے والا تھا۔

"بڑی بہن ہوں میں شاید آپ کی۔۔۔۔ کوئی تنگ نہیں کرتی میں اُنہیں اینڈ فار یور کائنڈ انفارمیشن، وہ کوئی بچارے وچارے نہیں ہیں۔" امسال نے نہایت ہی سڑا ہوا منہ بنا کر جواب دیا تھا۔

"اب کوئی اتنی بھی بڑی نہیں ہو اور میرے بہنوئی بہت اچھے ہیں۔ اُنہوں نے تمہاری شکایت کی تھی مجھ سے۔" المان امسال کو مزید چڑا رہا تھا۔

"تم تو چپ ہی رہو اور اگر اُس شخص کی طرف داری کرنی ہے تو نکل جاؤ میرے کمرے سے، ہنہہ! بہنوئی کا چمچہ۔" امسال اب اپنی کتابیں ایک کارٹن میں رکھ رہی تھی۔

"آپی مزاق سے ہٹ کر ایک بات بولنا چاہتا ہوں۔" المان تھوڑا سنجیدہ ہوا تھا۔

"فرمائیں المان صحاب، کیا بات ہے؟" امسال ایک منٹ کے لیے المان کی جانب متوجہ ہوئی تھی۔

"میری بات کا یقین کرو آپی ابتہاج بھائی بہت اچھے ہیں وہ بہت محبت کرتے ہیں تم سے، وہ برے انسان نہیں ہیں بس تمہارے عشق میں برے بن گئے۔ تم بہت جلد اس بات کو سمجھ جاؤ گی اور دیکھنا ایک دن خود مجھ سے آکر کہو گی کہ المان تم ٹھیک کہہ رہے تھے۔" المان اپنی بڑی بہن کو بہت کچھ سمجھا رہا تھا۔

"تم زیادہ ابّا نہیں بنو، چھوٹے ہو چھوٹے رہو! اتنی بڑی بڑی باتیں آئیں کہاں سے تمہاری پاس؟" امسال نے اپنا کام چھوڑ کر المان کو سخت گھوری سے نوازہ تھا۔

"اب جب آپ نہیں سمجھو گی تو مجھ چھوٹے کو ہی بڑا بننا پڑے گا۔" المان نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اچھا میرے بڑے بھائی، میں سمجھ گئی آپ کی باتیں۔ اب جاؤ اور مجھے گول گپے لا کر دو کہیں سے۔" امسال نے معصومانہ صورت بناتے ہوئے کہا۔

"میں نہیں جا رہا، ابھی تو آیا ہوں باہر سے۔" المان نے صاف انکار کر دیا تھا۔

"لے آؤ نہ پلیز میرے بھائی، اپنا کمیشن بھی لے لینا۔" امسال کا اس وقت بہت دل تھا گول گپے کھانے کا اسی لیے منت کر رہی تھی۔

"یہ کی نہ اصل بات، لاتا ہوں۔" المان ہنستے ہوئے چلا گیا تھا جبکہ امسال دوبارہ اپنے کام میں مشغول ہو گئی تھی۔

ابتہاج امسال کے ہمراہ گھر آ گیا تھا اور اس وقت دونوں اپنے مشترکہ کمرے میں موجود تھے۔امسال ابتہاج سے کوئی بات نہ کرتی تھی، وہ اُسے ایسے نظرانداز کرتی تھی جیسے ابتہاج کا وجود اُس کے آس پاس موجود ہی نہیں۔

ابتہاج سے اپنا نظرانداز ہونا کبھی بھی برداشت نہ ہوتا تھا، کوئی اُسے نظرانداز کرتا ہی کہاں تھا؟ وہ تو ہمیشہ سے ہی لوگوں کی نظروں کا مرکز رہتا تھا لیکن یہاں امسال تھی جو عام لوگوں کی طرح نہ تھی۔امسال کا ایسا رویہ ابتہاج کو سخت تکلیف میں مبتلا کئے ہوئے تھا لیکن وہ شکواہ کرنے کا حق نہیں رکھتا تھا۔ابتہاج نے جو بویا تھا اب وہی کاٹ رہا تھا، اپنی زندگی میں اُس کی اہمیت بہت پہلے ہی امسال اُسے بتا چکی تھی۔

"میں اپنی کتابیں لے آئی ہوں گھر سے، کہاں رکھوں یہ سب؟" ناچاہتے ہوئے بھی امسال کو ابتہاج کو مخاطب کرنا پڑا تھا۔

"تمہارا اپنا کمرہ ہے، جہاں رکھنا چاہو رکھ دو۔۔۔۔ایسا کرو میری سٹڈی میں رکھ دو۔"

ابتہاج جو کہ اسی سوچ میں گم تھا کہ امسال سے کیسے بات شروع کرے، امسال کی پکار اُسے سنائی دی تھی۔

ابتہاج کی سٹڈی اُس کے کمرے میں ہی بنی ہوئی تھی۔وہ اُٹھا تھا اور سٹڈی کے ساتھ والی دیوار پہ موجود بایو میٹرک سسٹم پہ اپنا ہاتھ رکھا تھا، کچھ ہی سیکنڈ میں سٹڈی کا دروازہ

کھل چکا تھا۔ پیچھے کھڑی امسال یہی سوچ رہی تھی کہ ایسا بھی کیا ہے سٹڈی میں جو یہ جدید قسم کا لاک لگوایا گیا ہے۔ امسال کے ذہن سے اس یہ بات بلکل نکلی ہوئی تھی کہ جہانگیر مینشن کے تمام لاک بایو میٹرک تھے۔

"میں کل تمہارے ہینڈ پرنٹ کی بھی سیٹینگ کر دوں گا، ابھی رکھ لو اپنی کتابیں جہاں تمہیں ٹھیک لگے۔" ابتہاج نے دروازہ مزید کھول کر امسال کو اندر جانے کا اشارہ کیا تھا اور پھر خود بھی اُس کے پیچھے اندر آ گیا تھا۔

امسال ابتہاج کی بڑی سی سٹڈی کا جائزہ لینے میں مصروف تھی ایک جانب لگے شیلف پہ مختلف اقسام کی کتابیں رکھی ہوئی تھیں جو لائبریری کا منظر پیش کر رہی تھی۔ اس سب کے علاوہ بہت سی فائلز بھی موجود تھیں، ایک کونے میں بڑا سا ٹیبل اور ساتھ ہی کرسیاں موجود تھیں اور اس کے علاوہ دیگر اشیاء بھی۔

امسال تھوڑا مزید آگے چل کر ایک جانب آئی تھی اور وہاں جو منظر اُسے نظر آیا اُس نے امسال کو حیرت کے سمندر میں دھکیل دیا تھا، خوشگوار حیرت لیکن امسال نے خوشی کو چھپا کر صرف حیرت کا مظاہرہ کیا تھا۔ سٹڈی کی سب سے بڑی دیوار جس پہ کوئی شیلف، کوئی کتاب کچھ بھی موجود نہ تھا۔ دیوار پہ خوبصورت سا وال پیپر تھا اور بہت ساری فریم لگی ہوئی تھیں۔ اس دیوار کو فوٹو گیلری کی شکل دی گئی تھی۔

ابتہاج کی تصویروں کے ساتھ ساتھ امسال کی بھی بہت ساری تصویریں بڑی سائز کی فریم میں محفوظ کر کہ لگی ہوئی تھیں۔امسال کی ایسی بہت سی تصویریں تھیں جو کہ اُس نے خود بھی نہ دیکھی تھیں، یہ ساری تصویریں ابتہاج کی اپنی کھینچی ہوئی تھیں جسے اُس نے سب سے چھپا کر محفوظ رکھا ہوا تھا۔ تمام تصویروں امسال کی کھلکھلاتی ہوئی ہنسی تھی وہی ہنسی جسے واپس لانے کا ابتہاج نے خود سے وعدہ کیا تھا۔بیچ میں موجود سب سے بڑی فریم میں امسال کی برائیڈل شاور والی تصویر محفوظ تھی اور اُس کے آس پاس شادی کے فنکشنز کی تصاویر لگی ہوئی تھیں جس میں دونوں ہی بہت خوش نظر آرہے تھے،بس فرق یہ تھا کہ ابتہاج کی خوشی اصل تھی اور امسال کی فریب۔

یہ سب کچھ دیکھ کر امسال کی آنکھیں نا جانے کیوں نم ہونے لگی تھیں۔اُس کا دل خوشی کے مارے جھوم رہا تھا جسے وہ قابو کرنا چاہ رہی تھی۔اُس نے اپنے تمام جزبات اپنے اندر ہی چھپا لیے تھے۔

دوسری جانب ابتہاج امسال کو ہی دیکھ رہا تھا، یہ تو اُس کی بے انتہا محبت کی ایک چھوٹی سی جھلک تھی۔ابتہاج کے دل میں ایک امید کا دیا تھا کہ شائد امسال کو یہ سب پسند آ جائے لیکن کیا واقعی ایسا ہے وہ اس بات سے انجان تھا، یہ اُسکی خواہش تھی۔ابتہاج کو

اس بات کا علم نہ تھا کہ اُسکی یہ خواہش اُس کا رب پوری کر چکا ہے، اگر وہ جان جاتا تو یقیناً اُسکی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ ہوتا۔

"امتحانات سے متعلق کچھ ڈاکیومنٹس اور کارڈ وغیرہ کے سلسلے میں کل مجھے یونیورسٹی جانا ہے۔ میری اپنے دوستوں سے بات ہوئی ہے، وہ لوگ بھی کل ہی آئیں گے تو میں ساتھ جا کر اپنا کام کر لوں گی۔" امسال خالی شیلف میں اپنی کتابیں سیٹ کرتے ہوئے بول رہی تھی۔

"ہمم ٹھیک ہے، میں لے جاؤں گا تمہیں۔۔۔۔۔ کتنے بجے جانا ہے؟" ابتہاج کی ساری توجہ اس وقت امسال کی جانب تھی۔

"اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے، میں خود ہی چلی جاؤں گی اور آپ رہنے دیں میں خود ہی اپنی چیزیں سیٹ کر لوں گی۔" امسال نے ابتہاج کی بات سن کر اُسے صاف انکار کر دیا تھا، اُس کے ساتھ جانے سے بھی اور اُس کی مدد لینے سے بھی۔ امسال اپنے اُسی روپ میں واپس آ چکی تھی جو کہ خاص طور پہ ابتہاج کے لیے ہی تھا۔

"میں نے تم سے پوچھا نہیں ہے بلکہ تمہیں بتا رہا ہوں کہ میں لے کر جاؤں گا، نو بجے تیار رہنا۔" ابتہاج جیسا شخص سب کچھ برداشت کر رہا تھا یہ بہت بڑی بات تھی، کم از کم اُس کے لیے لیکن فی الحال اُسے غصہ آ رہا تھا۔

"مجھے آپ کا احسان نہیں چاہیئے مسٹر ابتہاج، میں اپنے کام خود ہی کرنے کی عادی ہوں۔" امسال بھی ٹس سے مس نہ ہو رہی تھی۔

"تمہیں ہر بات میں بحث کرنا ضروری ہے؟ جب میں نے ایک بار کہہ دیا ہے تو سنتی کیوں نہیں ہو تم ہاں؟!" اب کہ ابتہاج نے امسال کو کوہنی سے پکڑ کے اپنی جانب گھمایا تھا۔ لہجہ کافی سخت اور غصے والا تھا۔

"جو کچھ آپ نے میرے ساتھ کیا ہے اُس کے بعد آپ کیا اُمید رکھ رہے ہیں مجھ سے؟ چھوڑیں میرا ہاتھ!" امسال ابتہاج کی گرفت ڈھیلی کرنے کی کوشش کرتے ہوئے بولی تھی لیکن اُس کی گرفت سے نکلنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ حقیقت میں تو امسال ابتہاج کے قریب ہونے سے گھبرا رہی تھی۔

"نہیں چھوڑوں گا! بہت ہمت ہے نا تمہارے اندر تو چھڑا کر دکھاؤ۔" ابتہاج نے امسال کی گھبراہٹ محسوس کر لی تھی اور اب وہ امسال کو تنگ کرنے کے موڈ میں آ چکا تھا۔ ابتہاج نے امسال کے دونوں ہاتھ اُسی کی کمر کے پیچھے موڑ کر پکڑ رکھے تھے۔

"یہ۔۔۔یہ آپ کیا کر رہے ہیں، چھوڑیں مجھے!" ابتہاج کے ایسے کرنے سے امسال مزید ابتہاج کے قریب ہو گئی تھی وہ بھی ایسے کہ امسال کا پورا وجود ابتہاج کے سہارے لٹکا ہوا تھا۔ امسال دونوں کے درمیان فاصلہ قائم کرنے کے لیے پیچھے کی جانب جھک رہی تھی۔

"میں تو نہیں چھوڑ رہا، خود ہی چھڑاؤ اپنے آپ کو ورنہ ایسے ہی کھڑی رہو ساری رات مجھے کوئی مسئلہ نہیں۔" ابتہاج نے امسال کو اپنی جانب ہلکا سا جھٹکا دیا تھا جس سے فاصلہ مٹ گیا تھا اور امسال ایک بار پھر ابتہاج کے قریب ہو گئی تھی۔

"یہ آپ چیٹنگ کر رہے ہیں، میں تو ہل بھی نہیں سکتی ایسے۔" ابتہاج کے اتنا قریب امسال پہلی بار ہوئی تھی اور نا چاہتے ہوئے بھی اُس کے چہرے پہ حیا کے فتری رنگ نمایاں تھے جنہیں ابتہاج بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔

"میں نے تو کوئی چیٹنگ نہیں کی، تم خود کو چھڑا نہیں پا رہی اس لیے بہانے بنا رہی ہو۔" ابتہاج کو بہت مزا آ رہا تھا اس کھیل میں، اس وقت دونوں ایک عام جوڑے کی طرح لگ رہے تھے۔ محبت کے رشتے میں بندھا نوک جھوک کرتا عام جوڑا۔

"جی نہیں! میں چھڑا سکتی ہوں خود کو لیکن آپ چیٹنگ کر رہے ہیں، اتنی سختی سے میرے ہاتھ موڑے ہوئے ہیں۔" امسال روہانسی صورت بنا کر بولی تھی، وہ اپنی معصوم شکل کا خوب فائدہ اُٹھاتی تھی۔

"اتنا بھی زور سے نہیں پکڑا ہوا میں نے جتنی رونے والی تم شکل بنا رہی ہو، آرام سے پکڑا ہے اب تمہیں تکلیف میں بھی تو مبتلاء نہیں کر سکتا میں۔۔۔۔۔ تم یہ بات مان لو کہ تم خود کو میری گرفت سے آزاد نہیں کروا سکتی۔" ابتہاج کو امسال کی معصوم سی شکل پہ بہت پیار آ رہا تھا اور یہ لمحہ اُس کے لیے بہت قیمتی تھا۔

"میں چھڑا سکتی ہوں دیکھیے آپ۔" امسال بہت کانفیڈینس سے بولی تھی اور خود کو چھڑانے کی ہر ممکن کوشش کر رہی تھی لیکن ابتہاج کی گرفت بلکل بھی ڈھیلی نہ پڑ رہی تھی۔ پانچ منٹ مزید کوشش کرنے کے بعد امسال تھک گئی تھی اور بل آخر ہار مان لی تھی۔

"ہاہاہا! تمہارے بس کی بات نہیں ہے جان، نازک سی تو ہو تم۔" ابتہاج ہنستے ہوئے بول رہا تھا۔

"آپ میرا مزاک اُڑا رہے ہیں؟" امسال کو اب غصہ آ رہا تھا، ایک تو وہ ناکام ہوئی تھی دوسرا ابتہاج اُس پہ ہنس رہا تھا۔

"مزاک نہیں اُڑا رہا میں تو سچ بتا رہا ہوں اور ہاں اپنی دھڑکنیں سنبھالو مجھے ڈر ہے کہیں باہر ہی نہ آ جائے تمہارا دل۔۔۔۔نو بجے تیار رہنا۔" ابتہاج نے بہت محبت سے امسال کے ماتھے پہ اپنے لب رکھے تھے اور آخر میں اُسے چھیڑنا نہ بھولا تھا۔ابتہاج اپنی بات کہہ کر سٹڈی سے نکل گیا تھا۔

امسال جس کا دل ابتہاج کی قربت کی وجہ سے زوروں سے دھڑک رہا تھا ابتہاج کے ہونٹوں کا لمس محسوس کر کہ اب پاگل ہونے کو تھا۔امسال کا ایک ہاتھ ماتھے پہ تھا جبکہ دوسرا دل کی جانب، جیسے وہ اپنے دل کو سنبھال رہی ہو کہ 'بس اب ہوش میں آ جاؤ'۔

امسال کا چہرا حیا کے رنگوں سے گل نار تھا۔

چڑیا کے چہچہانے کی آواز ہر سو پھیلی ہوئی تھی۔تمام پرندے اپنے اپنے گھونسلوں سے نکل کر معمول کے مطابق رزق کی تلاش میں کھلی فضا میں پرواز کر رہے تھے۔

کتنا بدل جاتی ہیں نہ لڑکیاں شادی کے بعد؟ وہ امسال جس کے الارم بجنے سے پورا گھر اُٹھ جاتا تھا لیکن وہ نہ اُٹھتی تھی، آج الارم کی پہلی ہی آواز پہ اُٹھ گئی تھی۔وہ جو نازوں سے پلتی ہیں، دوسرے گھر جا کر تمام زمہ داریاں سنبھال لیتی ہیں۔

نو بجنے والے تھے اور امسال تقریباً تیار ہو چکی تھی بس بال بنانا باقی تھے جو کہ اُس کو سب سے مشکل کام لگتا تھا۔لمبے، گھنے بالوں کو سلجھانے اور پھر اُنہیں بنانے میں اُس

کے ہاتھ تھک جاتے تھے۔ عموماً امسال اپنے بالوں کو جوڑے کی شکل میں قید رکھتی تھی، بقول اُس کے ہاتھوں میں بھی درد نہیں ہوتا اور بال بُری نظر سے بھی محفوظ رہتے ہیں۔

ابتہاج ڈریسنگ روم سے بلکل تیار ہو کر باہر آیا تھا۔ نیوی بلو شرٹ کی آستینیں کوہنیوں تک مڑی ہوئی تھیں ساتھ ہی بلیک جینز پہنی ہوئی تھی۔ ابتہاج اپنے عام سے حُلیے میں بھی نظر لگ جانے کی حد تک پیارا لگتا تھا۔ ابتہاج کی نظر امسال پہ گئی تھی جو اپنے بالوں کو پونی ٹیل میں قید کرنے میں مگن تھی، مسکراہٹ نے ابتہاج کے لبوں کو چھوا تھا۔ ابتہاج بھی ڈریسنگ ٹیبل کی جانب بڑھا تھا اور خود پہ اپنا پسندیدہ پرفیوم چھڑک کر اب گھڑی پہن رہا تھا۔

امسال بل آخر اپنے بال بنانے میں کامیاب ہو گئی تھی، پونی پہ برش پھیرتے ہوئے اُس کی نظریں ابتہاج کے وجود سے ٹکرائی تھیں۔ وہ اپنے آس پاس کی دنیا بھول رہی تھی، یاد تھا تو صرف اتنا کہ ابتہاج اُس کے برابر میں کھڑا ہے۔ امسال انجانے میں ہی اپنے ہینڈسم شوہر کا آنکھوں سے معائینہ کرنے میں مصروف تھی۔ کچھ لمحات گزرے تھے جب اچانک اُسے ہوش آیا تھا اور اُس نے خود کو کوسا تھا ساتھ ہی اپنا بیگ اور فائل وغیرہ اُٹھائی تھی۔ دونوں ناشتہ کر کے یونیورسٹی کے لیے نکل گئے تھے۔

المیر کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ یونیورسٹی کیسے جائے، اُسے روز اُس کا بھائی ہی یونیورسٹی سے لیتا اور چھوڑتا تھا لیکن آج اُس کے بھائی کو کسی ضروری کام سے کہیں جانا پڑ گیا تھا۔ المیر نے کبھی اکیلے سفر نہیں کیا تھا اس لیے آج بھی اُس کی ہمت نہ ہو رہی تھی۔ ہمیشہ کی طرح آج بھی تمام دوستوں نے پلین بنایا تھا کہ ساتھ ہی جائیں گے، ایسے سب کی ملاقات بھی ہو جاتی کیونکہ کلاسز اب ختم ہو چکی تھیں۔ المیرا بھی یہی سوچ رہی تھی کہ کیا کرے اتنے میں اُس کا موبائل بجنے لگا۔

"تم نکل گئیں یونیورسٹی کے لیے؟" سلام دعا کے بعد ارحان کی آواز آئی تھی۔

"نہیں میں ابھی گھر پہ ہی ہوں، کوئی کام ہے کیا؟" ارحان کی آواز سن کر المیر کا دل ہمیشہ کسی روکٹ کی رفتار سے دھڑکتا تھا۔

"ہاں کچھ چیزیں میسج کر رہا ہوں لیتی آنا ساتھ، میرے پاس نہیں ہیں۔" ارحان نے فون کرنے کی وجہ بتائی تھی۔

"وہ دراصل ارحان میں آج نہیں آسکوں گی، تم ماہا سے کہہ دو وہ لے آئے گی۔" المیر کی آواز میں ہی اُداسی ظاہر تھی۔

"کیوں؟" ارحان نے بس اتنا ہی کہا تھا۔

"بھائی کسی ضروری کام سے گئے ہوئے ہیں اس لیے وہ مجھے نہیں چھوڑ سکتے اور اکیلے آنے کی مجھ میں ہمت نہیں ہے۔ تم سب سے میری طرف سے معذرت کر لینا۔" المیر نے وجہ بیان کی۔

"تم تیار ہو نا؟ نہیں بھی ہو تو ہو جاؤ میں پندرہ منٹ میں آ رہا ہوں لینے، میں کوئی بہانا نہیں سنوں گا بائے!" ارحان نے اپنی بات کہہ کر کال کاٹ دی تھی۔

ارحان کے اس انداز پہ المیر حیران تھی لیکن دل خوشی سے جھوم رہا تھا۔ ارحان نے جو چیزیں کہی تھیں المیر نے وہ اپنے بیگ میں ڈالی تھیں اور اب ارحان کے آنے کا انتظار کر رہی تھی۔

گاڑی میں خاموشی تھی، ابتہاج سامنے دیکھے ڈرائیو کر رہا تھا جبکہ امسال کسی کو میسج کر رہی تھی۔ ابتہاج کی عادت تھی، وہ گاڑی چلاتے ہوئے اکثر گانے سنتا تھا اور اب بھی اُس نے میوزک پلیئر آن کر لیا تھا، اب گاڑی میں گلوکار کی آواز سُر بکھیر رہی تھی۔

"تڑپائے مجھے تیری سبھی باتیں، ایک بار تو اے دیوانی جھوٹا ہی سہی پیار تو کر۔" گلوکار کی آواز کے ساتھ ایک اور آواز بھی شامل تھی جس کا مالک وہ خوبرو نوجوان تھا۔ چونکہ گانے کی آواز ہلکی تھی اس لیے ابتہاج کی آواز بلکل صاف سنائی دے رہی تھی۔ بلاشبہ ابتہاج بہت اچھا گاتا تھا۔ گانے کے یہ الفاظ ابتہاج کو بلکل اپنے جزبات لگے تھے۔

امسال جو کہ میسج لکھ رہی تھی، ابتہاج کی آواز سن کر ایک پل کو اُس کے ہاتھ تھمے تھے اور اُس نے ابتہاج کی جانب دیکھا تھا جو کہ اُسے ہی دیکھ کر گا رہا تھا۔ وہ فوراً ہی سیدھی ہو کر بیٹھ گئی تھی، امسال کو ابتہاج کے گانے سے محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ اُسے کوئی پیغام دے رہا ہے۔ اُس نے جھٹ سے گانا ہی بند کر دیا تھا اور اُسکی اس حرکت پہ ابتہاج مسکرا کر رہ گیا تھا۔

"لگتا ہے یہ شخص مجھے اپنا دیوانہ بنا کر ہی دم لے گا، اے اللہ! مجھ معصوم پہ اتنا ظلم کیوں؟" امسال نے دل میں دہائی دی تھی۔

ابتہاج میں ہر وہ خوبی تھی جو کسی ناول کے ہیرو میں ہوتی ہے اور امسال تو ناولوں کی دیوانی تھی۔ اب امسال کو ایسا لگتا تھا کہ ناول کا کوئی ہیرو بھولے بھٹکے سے اُسکی زندگی میں آ گیا ہے یا پھر اُسکی زندگی ہی ایک ناول ہے۔

سب دوست یونیورسٹی پہنچ چکے تھے سوائے امسال کے، سب نے طے کیا تھا کہ امسال کے پہنچنے تک قطار میں کھڑے ہونا زیادہ بہتر ہے جو کہ کافی لمبی تھی۔

امسال کا فون مسلسل ٹوں ٹوں کر رہا تھا کیونکہ ماہا اُسے ایک کے بعد ایک جلدی پہنچنے کے میسج کر رہی تھی۔ ماہا ایسے ہی کرتی تھی، میسج کرنے پہ آتی تھی تو اُن کا نہ رکنے والا سلسلہ شروع ہو جایا کرتا تھا۔

تھوڑی ہی دیر گزری تھی جب یونیورسٹی میں بلیک رینج روور اور اُس کے پیچھے بلیک ویگو داخل ہوئی تھی۔امسال کے دوست جو قطار میں کھڑے تھے سمجھ گئے تھے کہ امسال پہنچ چکی ہے۔ماہا اب امسال کو میسج پہ چھیڑ رہی تھی جنہیں پڑھ کر امسال ہنس رہی تھی۔

"گارڈز کو ساتھ لانے کی کیا ضرورت تھی؟ میں کون سا کوئی سیاستدان ہوں جو میری جان کو خطرہ ہو گا۔" ماہا کہ میسج سے امسال کو پتا چلا کہ گارڈز بھی ساتھ ہیں۔

امسال گاڑی کے اندر بیٹھے باہر سب کو صاف دیکھ سکتی تھی لیکن باہر موجود لوگ اندر نہیں دیکھ سکتے تھے۔سب کی توجہ گاڑی کی جانب تھی۔

"مجھے بھی کوئی شوق نہیں ہے گارڈز کو ساتھ لیے پھرنے کا، تمہارا ہی کام کروائیں گے۔" ابتہاج نے بھی دوبدو جواب دیا تھا۔

"میں خود کروالوں گی اپنا کام، میرے دوست انتظار کر رہے ہیں میرا۔" امسال دروازہ کھولتے ہوئے بولی تھی جو لاک ہونے کی وجہ سے نہ کھلا تھا۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے اتنی لمبی لائن میں کھڑے ہونے کی، گرمی بھی ہے کافی بیٹھی رہو گاڑی میں ہی اے-سی میں آرام سے۔۔۔۔۔میں بات کرنے جا رہا ہوں اندر، باقی

گارڈز دیکھ لیں گے، کچھ ہی دیر میں ہو جائے گا آپ کا کام۔" ابتہاج نے امسال کی گود میں موجود فائل لے لی تھی جبکہ امسال کلس کر رہ گئی تھی۔

"میں آپ کی طرح کوئی نواب نہیں ہوں جس کو اے۔سی کے بغیر سانس نہیں آتی ہے، مجھے نہیں عادت اے۔سی کی میں بہت عام سی زندگی گزارنے کی عادی ہوں۔۔۔۔فائل دیں میرا سب انتظار کر رہے ہیں۔" امسال چڑتے ہوئے بولی تھی اور اپنی فائل لینے کی بھی کوشش کی تھی۔

"عادت نہیں ہے تو عادت ڈال لو، میں آتا ہوں گاڑی میں ہی رہنا باہر مت نکلنا۔" اپنی بات کہہ کر ابتہاج باہر نکل گیا تھا۔

"سمجھتے کیا ہیں یہ خود کو!! امیر باپ کی بگڑی ہوئی اولاد ہنہہ!" امسال کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ کیا کر دے۔

ابتہاج دو گارڈز کے ساتھ اندر کی جانب غائب ہو گیا تھا جبکہ باقی گارڈز گاڑی کہ ارد گرد کھڑے تھے۔

اکثر جب امسال ایسے ہی گرمی اور تپتی دھوپ میں اپنے دوستوں کے ہمراہ لمبی قطاروں میں کھڑے اپنی باری کا انتظار کرتی تھی، اُس وقت اُس کا شدت سے دل چاہتا تھا کہ کوئی اُس کا کام کروا دے اور وہ ایک جگہ بیٹھی رہے، اس خواہش کا اظہار وہ اپنے

دوستوں سے بھی کرتی تھی اور پھر سب اس بات پہ آپس میں مزاق مستی کرتے تھے۔
آج امسال کی یہ خواہش بھی پوری ہو گئی تھی۔

"بہن کیا ہوا ہے؟ اب باہر تشریف لے آؤ۔" ایک بار پھر ماہا کا میسج موصول ہوا تھا۔

"تمہارے پسندیدہ ابتہاج بھائی نے مجھے باہر نکلنے سے منع کر دیا ہے۔" امسال نے جوابی پیغام بھیجا۔

"اوہووو! اسی لیے ابتہاج بھائی اندر آفس میں گئے ہیں، ایسے ہی تھوڑی نہ میرے فیورٹ ہیں وہ۔" ماہا کا جواب موصول ہوا تھا ساتھ میں بہت سے ایموجیز بھی تھے۔

"تم میری دوست ہو یا اُن کی؟" امسال سڑے ہوئے منہ ساتھ بنا کر بھیجے تھے۔

"دوست تمہاری ہوں لیکن اُن کی سالی بھی ہوں۔" ماہا امسال کو تنگ کر رہی تھی۔

"یہاں آجاؤ تم سب، بوریت ہو رہی ہے مجھے۔" امسال نے اب کال کی تھی۔

"بیٹا ہمارے کام کرنے کوئی نہیں آئے گا ہمیں خود ہی کرنے ہیں، آتے ہیں کام کروا کر۔" ماہا نے جواب دیا تھا پیچھے سب کی باتوں کا بھی شور تھا۔

"تمہارے ابتہاج بھائی ہی کروائیں گے اب تم لوگوں کا کام بھی، بہت شوک ہے اُنہیں اپنی پاور دکھانے کا۔۔۔۔آجاؤ ورنہ بات نہیں کروں گی کسی سے۔" امسال دھمکیوں پہ اُتر آئی تھی آخر کو ابتہاج کے ساتھ جو رہنے لگی تھی۔

کچھ ہی منٹ گزرے تھے کہ امسال کو سب دوست گاڑی کی طرف آتے دکھائی دیے تھے۔اس سے پہلے کہ گارڈز اُنہیں روکتے، امسال گاڑی سے باہر آگئی تھی۔وہ سب سے مل کر بہت خوش ہو گئی تھی۔

سب سے پیچھے ارحان کھڑا تھا، امسال کو آج ارحان کچھ بہتر حالت میں لگ رہا تھا۔اُس کو یقین تھا کہ ارحان اس مرحلے سے بہت جلد نکل جائے گا کیونکہ اُس کو اپنے رب کے بعد المیر پہ بھی پورا بھروسہ تھا۔

امسال سب سے باتیں کر رہی تھی، اسی اثناء میں ابتہاج بھی آفس سے باہر آگیا تھا۔ امسال کو گاڑی سے باہر کھڑا دیکھ ابتہاج نے سوچا تھا کہ امسال اُسکی کبھی نہیں سننے والی۔ابتہاج کو سب سے زیادہ چڑ وہاں ارحان کی موجودگی سے ہوئی تھی، وہ نہیں چاہتا تھا کہ ارحان امسال سے ملے۔ارحان کا امسال کو دیکھنے کا انداز ابتہاج کے تن بدن میں آگ لگا دیتا تھا۔

شادی کے بعد سے امسال مزید خوبصورت لگنے لگی تھی اور آج ہلکے نیلے رنگ کے جوڑے میں وہ کسی پری کی مانند لگ رہی تھی، ابتہاج کو اپنے اُبھرتے جزبات پہ قابو رکھنا مشکل ہو رہا تھا۔ ایک یہ بھی وجہ تھی جو ابتہاج نہیں چاہتا تھا کہ امسال گاڑی سے باہر آئے اور کسی کی بھی نظر اُس کی بیوی پہ پڑے۔ ابتہاج اپنی چیزوں کو لے کر بہت شدّت پسند تھا، امسال تو پھر اُس کی جان تھی۔

"سنیں، ان لوگوں کا بھی کام کروادیں پلیز۔" ابتہاج نے سب سے سلام دعا کر لی تھی اُس کے بعد امسال نے اپنی وہی معصومانہ شکل بنا کر ابتہاج سے کہا تھا اور ابتہاج، وہ تو امسال کی اس معصوم صورت پہ اپنی جان بھی وارنے کو تیار تھا۔

"ضرور کیوں نہیں، ہم تو آپ کے غلام ہیں، حکم کے منتظر۔" ابتہاج امسال کو تنگ کرتے ہوئے بولا تھا جبکہ اُس کے تمام دوستوں نے امسال کو آنکھوں ہی آنکھوں میں چھیڑا تھا۔ شرم نام کی چیز تو ابتہاج میں تھی ہی نہیں۔

"کچھ ہی دیر میں آپ لوگوں کا بھی کام ہو جائے گا۔" ابتہاج نے سب سے ڈاکیومنٹس لے کر اپنے باقی کے گارڈز کو آفس کی جانب روانہ کیا تھا۔

"تھینک یو سو مچ ابتہاج بھائی!" سب نے اُس کا شکریہ ادا کیا تھا۔

المیر، ماہا، ارشمیل اور ریحان کینٹین چلے گئے تھے سب کے لیے کچھ لینے جبکہ ارحان، مسکان، امسال اور ابتہاج وہیں گاڑی کہ پاس کھڑے تھے۔ مسکان بھی آج ان سب کے درمیان موجود تھی اور امسال سے کچھ پوچھ رہی تھی، ابتہاج فون پہ کسی سے بات کر رہا تھا اور ارحان خاموشی سے ایک طرف کھڑا تھا۔ ارحان خاموش رہنے والا بندہ نہیں تھا لیکن اُسے روگ ہی ایسا لگا تھا کہ وہ بلکل خاموش ہو کر رہ گیا تھا۔

"امسال مجھے ایک ضروری بات کرنی ہے تم سے۔" مسکان وہاں سے چلی گئی تو ارحان گویا ہوا۔

"ہاں بولو کیا بات ہے؟" امسال نے اپنے چہرے پہ آئی بالوں کی لٹ کو کان کے پیچھے کرتے ہوئے جواب دیا۔

"مجھے اکیلے میں کچھ بات کرنی ہے تم سے، چل سکتی ہو میرے ساتھ؟" ارحان ابتہاج کو دیکھتے ہوئے بولا تھا جو اُس کی اس بات پہ اُسے گھور رہا تھا۔

"تمہیں جو بات کرنی ہے یہیں کر لو۔" امسال نے بھی ابتہاج کی جانب دیکھا تھا اور اُسے پتہ تھا کہ ابتہاج کو ارحان کی یہ بات بلکل بھی پسند نہیں آئی ہے۔

"کیوں؟ اس کو تم پہ بھروسہ نہیں ہے جو تم ڈر رہی ہو اس سے؟ یا پھر اس کو ڈر ہے کہ کہیں تم میرے ساتھ بھاگ نہ جاؤ۔" ارحان کے ہونٹوں پہ ہلکی مسکراہٹ تھی،

جلانے والی! چڑانے والی! وہ کٹیلے انداز میں یہ سب ابتہاج کو ہی سنا رہا تھا۔ابتہاج اپنی مٹھیاں بھینچے غصے پہ قابو پانے کی کوشش کر رہا تھا۔امسال کو ارحان کا ایسے بولنا اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

"جاؤ امسال، جا کر سن لو اس بچارے کی بھی۔۔۔۔۔مجھے اپنی بیوی پر خود سے زیادہ بھروسہ ہے اور جہاں تک بھاگنے والی بات ہے تو یہ پہلے نہیں بھاگی تو اب کیا بھاگے گی۔ تم تو اس سے محبت کا دعویٰ کرتے ہو تو اس کے بارے میں اتنی گھٹیا بات کیسے کہہ سکتے ہو؟ آج تو سن لیا ہے اور برداشت بھی کر لیا ہے لیکن آج کہ بعد اگر تم نے میری بیوی کے بارے میں کوئی بھی فالتو لفظ منہ سے نکالا تو تمہاری سانسیں روکنے میں ایک منٹ نہیں لگاؤں گا میں۔" ابتہاج دانت پیستے ہوئے جواب دے رہا تھا۔

وہ ایک ایسا جواب دیتا تھا کہ سامنے والا بولنے کے قابل نہ رہتا تھا۔ بات مزید آگے نہ بھرے اس لیے امسال وہاں سے چل دی تھی، ارحان بھی اُس کے پیچھے جا رہا تھا اور ابتہاج کی نظریں اب بھی ارحان کی پیٹھ کو کھا جانے والے انداز میں دیکھ رہی تھیں۔

"ارحان تمہیں یہ بات نہیں کرنی چاہیئے تھی۔" امسال نے خفگی سے کہا تھا۔

"کیا غلط بولا ہے میں نے ہاں؟!" ارحان ویسے ہی ابتہاج کی بات سے غصے میں تھا امسال کے ایسا کہنے سے پھٹ پڑا تھا۔

"کچھ نہیں، تمہیں جو بات کرنی ہے وہ کرو۔" امسال بحث کرنے کے موڈ میں نہ تھی۔

"ہاں میں کہہ رہا تھا کہ تم خُلع لے لو اس شخص سے اُس کے بعد ہم دونوں نکاح کر لیں گے۔" ارحان اتنی بڑی بات بہت آسانی سے بول گیا تھا۔

"تمہارا دماغ درست ہے؟ جانتے بھی ہو کہ کیا بکواس کر رہے ہو تم؟!" امسال نے ارحان کے منہ پہ زوردار تھپڑ رسید کیا تھا اور غصے سے تقریباً چلائی تھی۔ جس جگہ وہ دونوں کھڑے تھے وہاں کوئی نہ تھا۔

"امسال!! تم نے مجھ پہ ہاتھ اُٹھایا؟!" ارحان اپنے گال پہ ہاتھ رکھے بے یقینی سے گویا ہوا تھا۔

"ہاں تمہارے ہوش ٹھکانے پر لانے کے لیے تمہیں یہ تھپڑ مارا ہے۔ آج کہ بعد اگر تم نے مجھ سے اس قسم کی کوئی بات کی تو وہ ہماری دوستی کا آخری دن ہو گا۔" امسال اس وقت شدید غصے میں تھی، اُسے ارحان کی یہ بات زہر لگی تھی۔

"کیوں رہنا چاہتی ہو تم اُس پاگل شخص کے ساتھ؟" ارحان بھی غصے میں بول رہا تھا۔

"کیونکہ شوہر ہیں وہ میرے! میں ایک شریف گھرانے کی لڑکی ہوں، شادی میرے لیے کوئی مزاق یا کھیل نہیں ہے۔اپنے شوہر کی عزت کروانا میرا فرض ہے پھر چاہے وہ زبردستی ہی شوہر کیوں نہ بنا ہو۔" امسال کو ارحان کا ترضِ تخاطب بہت ناگوار گزرا تھا۔

ابتہاج کے لیے 'پاگل' کا لفاظ امسال سے بلکل بھی برداشت نہ ہو رہا تھا لیکن ایسا کیوں ہو رہا تھا فی الحال وہ یہ بات سمجھنے سے قاصر تھی۔

"ڈونٹ ٹیل می امسال کہ تمہیں اُس سے محبت ہو گئی ہے، تم نے قبول کر لیا ہے اُسے!!" ارحان کے لہجے میں دکھ جھلک رہا تھا۔

"محبت نہیں ہوئی مجھے اُن سے نہ ہی اُنہیں قبول کیا ہے میں نے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں اُن کے بارے میں کچھ بھی سن لوں گی۔ بہتری اسی میں ہے کہ اب تم آگے بڑھو ارحان، ہمارا ساتھ نصیب میں نہیں تھا۔" امسال ارحان کو یہ سب آرام سے سمجھانا چاہتی تھی لیکن ارحان نے غلط بات کر کے اُس کا دماغ گھما دیا تھا۔

"ہر چیز کا الزام نصیب کو نہیں دیا جاتا امسال۔" ارحان کے لہجے میں مایوسی تھی۔

"ہاں نہیں دیا جاتا نصیب کو الزام اور میں نصیب کو الزام نہیں دے رہی، میں صرف تمہیں یہ سمجھانے کی کوشش کر رہی ہوں کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے لیے نہیں

بنے۔میرا جوڑا اللہ نے ہمیشہ سے ابتہاج کے ساتھ ہی تخلیق کیا تھا۔۔۔۔۔۔۔جو تمہارے نصیب میں ہے شائد میں اُسے جانتی ہوں، جسے تمہارے لئے بنایا گیا ہے اُسے تم انجانے میں ہی سہی لیکن بہت تکلیف دے چکے ہو۔"امسال نے اپنے غصے کو پیا تھا۔ اُسے یہی وقت بہترین لگا تھا ارحان سے المیر کے متعلق بات کرنے کے لیے۔

ابتہاج بظاہر تو ہاتھ میں پکڑے موبائل میں مصروف تھا لیکن اُس کی تمام ترحسیات امسال کی جانب متوجہ تھیں۔ابتہاج دونوں سے دور اپنی گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑا تھا،اُسے صرف امسال نظر آرہی تھی۔امسال کو ارحان سے بات کرتے ہوئے پندرہ منٹ گزر چکے تھے لیکن دونوں کی بات اب بھی جاری تھی۔

ابتہاج کو امسال پہ پورا بھروسہ تھا لیکن وہ یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ ارحان اُس سے بات کرے یہ جانتے ہوئے کے ارحان امسال کے بارے میں کس انداز سے سوچتا ہے۔

ابتہاج اکیلا ہی کھڑا تھا لیکن اب مسکان اُس کے پاس آکر کھڑی ہو گئی تھی۔

"آپ بور ہو رہے ہوں گے، میں آپ کو کمپنی دے دیتی ہوں۔"مسکان مسکراتے ہوئے ابتہاج سے مخاطب ہوئی۔

"نہیں شکریہ! میں ٹھیک ہوں۔"زنانہ آواز پہ ابتہاج نے اپنا سر اُٹھایا تھا اور پھر جواب دیا تھا۔

"ارے کوئی بات نہیں، اب آپ کی بیوی تو اپنے عاشق کے ساتھ چلی گئی ہے باتیں کرنے۔" مسکان کے لہجے میں بہت کچھ تھا جو ابتہاج سمجھ گیا تھا۔

مسکان جس کا ہر امیر شخص پہ دل آجاتا تھا ابتہاج کو دیکھ کر تو پاگل ہونے کو تھا۔

"بہتر ہو گا اپنی زبان کو قابو میں رکھو ورنہ اپنے ہاتھوں سے کاٹوں گا وہ بھی بہت بے دردی سے، آزمانہ چاہو گی؟" ابتہاج نے سرد لہجے میں کہا تھا، چہرے کے تاثرات پتھریلے ہو گئے تھے۔

"آپ تو غصہ ہی ہو گئے، میں کوئی جھوٹ تھوڑی کہہ رہی ہوں۔۔۔۔ خیر چھوڑیں۔" ابتہاج کے ٹھنڈے لہجے اور آنکھوں کے تاثرات نے مسکان کے بدن میں سنسنی دوڑا دی تھی، وہ ڈر گئی تھی اس لیے بات بدلنا بہتر سمجھا۔ ابتہاج سامنے دیکھنے لگا تھا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟ میں نے کس کو تکلیف دی ہے؟" ارحان کو کچھ سمجھ نہ آیا تھا۔

"ٹھیک ہی کہہ رہی ہوں تکلیف دی ہے تم نے اُسے اور اب بھی دے رہے ہو اپنے ساتھ ایسے ظلم کر کے۔" امسال کا غصہ ٹھنڈا ہو چکا تھا، اُس نے ارادہ کر لیا تھا کہ وہ آج

ارحان کو المیر کے بارے میں بتادے گی کیونکہ وہ دونوں کو جلد سے جلد ساتھ اور خوش دیکھنا چاہتی تھی۔

"مجھے سمجھ نہیں آرہا کہ تم کیا کہنا چاہ رہی ہو، صاف صاف کہو۔" ارحان اُلجھا ہوا تھا۔

"میں المیر کی بات کر رہی ہوں ارحان۔" آخر کار امسال نے بول دیا تھا۔

"المیر؟ اپنی المیر؟ اُس کا ذکر کہاں سے آگیا بیچ میں؟" المیر کے اچانک ذکر پہ ارحان مزید اُلجھ گیا تھا۔

"ہاں ہماری المیر اور وہ بیچ میں نہیں آئی وہ ہمیشہ سے تھی، بس تم جیسے پاگل شخص کے پاس وہ آنکھیں ہی نہیں جس سے تم اُسے دیکھتے۔۔۔۔بے وقوف انسان وہ دیوانی، محبت کرتی ہے تم سے!" امسال نے ارحان کے سر پھر دھماکہ کیا تھا ساتھ ہی اُس کا دل چاہ رہا تھا کہ ارحان کو ایک اور لگا دے۔ اتنی واضح بات اُسے سمجھ نہ آرہی تھی۔

"یہ کیا کہہ رہی ہو تم؟ تمہیں یقیناً کوئی غلط فہمی ہوئی ہے، ایسا کچھ نہیں ہے۔" ارحان کا دماغ اس بات کو تسلیم نہیں کر رہا تھا۔

"مجھے کوئی غلط فہمی نہیں ہوئی ہے بلکہ تم ہی پاگل ہو جسے دکھائی نہیں دی اُس کی محبت۔" امسال سوچ رہی تھی کہ کہاں جا کر ارحان کا سر پھاڑے۔

"اچھا مان لیا کہ وہ محبت کرتی ہے، تو اب میں کیا کروں اس میں؟" ارحان لاپرواہ سے انداز میں بولا تھا۔

"تمہیں پتا ہے میرا دل چاہ رہا ہے کہ تمہارے اس خوبصورت چہرے کا ڈیزائن بگاڑ دوں میں پھر تمہیں عقل آئے گی۔" امسال کے صبر کا دامن ڈول رہا تھا۔

"مجھے سمجھ نہیں آرہا کیا ردعمل دوں اس بات کا۔" ارحان کے لیے واقعی یہ ایک جھٹکا تھا۔

"ارحان میری بات کو سمجھنے کی کوشش کرو، خدا کا واسطہ ہے تمہیں آگے بڑھو کب تک ایسے رہو گے؟ تم اتنے ہونہار ہو اور اپنے والدین کا اکلوتا سہارا، ایسے خود کو برباد مت کرو اس سے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔۔۔۔۔ آنکھیں کھولو اپنی اور دیکھو اُس لڑکی کو جس کی آنکھوں میں تمہارے لیے مجھے محبت کا سمندر ٹھاٹھیں مارتا نظر آتا ہے۔ المیر سے زیادہ کوئی بھی لڑکی تم سے محبت نہیں کر سکتی۔" امسال ارحان کو سمجھانے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔

مسکان کافی دیر سے کوشش کر رہی تھی ابتہاج کو اپنی جانب متوجہ کرنے کی لیکن سامنے بھی میرا ابتہاج جہانگیر کھڑا تھا جو امسال کے علاوہ کسی بھی لڑکی کو دوسری بار دیکھنا تک گوارہ نہ کرتا تھا۔

ابتہاج اپنی گاڑی کے بونٹ سے ٹیک لگا کر کھڑا مسلسل موبائل میں ہی مصروف تھا۔ آس پاس کافی درخت تھے اور موسم کی وجہ سے ہوا کے ساتھ کچھ پتّے بھی جھڑ رہے تھے۔ کچھ ہی منٹوں بعد ہوا کا ایک تیز جھونکا آیا تھا اور بہت سے پتّے ہوا کے سنگ زمیں بوس ہوئے تھے جن میں سے کچھ چھوٹے پتّے ابتہاج کے بالوں پہ آکر گرے تھے۔ ابتہاج اُن پتّوں کو ہٹاتا اس سے پہلے ایک ہاتھ اُس کے بالوں تک پہنچ چکا تھا۔

"میں اپنی محبت کو نہیں بھول سکتا امسال اور نہ ہی کسی اور سے محبت کر سکتا ہوں۔"

امسال کی پوری بات سننے کے بعد ارحان نے بس یہی کہا تھا۔

"زیادہ مجنوں بننے کی ضرورت نہیں ہے اچھا! انسان کو جس سے محبت اور اپنایت ملتی ہے تو اُسے اُس شخص سے کبھی نہ کبھی محبت ہو ہی جاتی ہے اور دوسری بات۔۔۔۔اس مسکان کی بچی کو نہیں چھوڑوں گی میں!!" امسال ارحان کو آگے مزید کچھ کہنا چاہ رہی تھی لیکن کچھ اور ہی منہ سے نکلا تھا۔

اپنی بات کہتے ہوئے جب امسال کی نظر ابتہاج کی جانب گئی اور جو منظر اُس کی آنکھوں نے دیکھا نجانے کیوں امسال کو شدید غصہ آنے لگا تھا۔ امسال ارحان کو وہیں چھوڑ کر ابتہاج کی جانب تیز قدموں سے بڑھ رہی تھی۔

"اور امسال تم کہتی ہو کہ تمہیں ابتہاج سے محبت نہیں ہوئی!" ارحان امسال کو خود سے دور جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا اور پھر درد بھری مسکراہٹ اپنے ہونٹوں پہ سجائے خود سے گویا ہوا تھا۔

ارحان امسال کی کہی باتوں پہ غور کرنا شروع ہو گیا تھا۔

"یہ کیا بے ہودگی ہے! پاگل تو نہیں ہو تم؟" ابتہاج سختی سے گویا ہوا تھا۔

"میں تو بس یہ پتہ ہٹا رہی تھی۔" مسکان نے ابتہاج کے آگے اپنے ہاتھ میں پکڑا پتہ لہراتے ہوئے کہا۔

جب ابتہاج کے بالوں پہ پتے آ کر گرے تھے تو مسکان نے ایک لمحے کی بھی دیر کئے بغیر ابتہاج کے قریب ہو کر پتہ ہٹایا تھا اور ساتھ ہی ابتہاج کے بالوں میں اپنی اُنگلیاں چلائی تھیں اُنہیں ٹھیک کرنے کی غرض سے، مسکان کی اس حرکت پہ ابتہاج کو بہت غصہ آ رہا تھا۔ دوسری جانب امسال یہ منظر دیکھ چکی تھی اور اب دونوں کی جانب بڑھ رہی تھی۔

"میرے ہاتھ سلامت ہیں اور دور ہو کر کھڑی ہو مجھ سے۔۔۔۔۔۔ چیپسٹر!" ابتہاج کا غصہ کم نہ ہو رہا تھا۔

المیر، ماہا، ارشمیل اور ریحان بھی واپس آ چکے تھے اور اُنہوں نے بھی مسکان کو دیکھا تھا۔ ماہا اور المیر کا تو بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ کیا کر دیں۔ پہلے مسکان نے ریحان کو پاگل بنایا تھا اور اب ابتہاج کو اپنی اداؤں کے جال میں پھسانے کی کوشش کر رہی تھی۔

ابتہاج اپنے بالوں میں ہاتھ چلا کر اُنہیں پھر سے سیٹ کر رہا تھا جو ہوا سے بار بار خراب ہو رہے تھے۔ ابتہاج کی نظروں نے امسال کے سراپے کو فوکس کیا تھا جو کہ شکل پہ پتھریلے تاثرات لئے اُسی طرف آ رہی تھی۔

"ہو گیا تمہارا ڈرامہ؟ اپنی یہ چیپ حرکتیں کسی اور کے ساتھ کرنا مسکان!" امسال وہاں پہنچتے ہی مسکان کو کوہنی سے کھینچ کر ایک جانب لے گئی تھی۔

"کیا مسئلہ ہے تمہارا؟ میں نے کیا کیا ہے؟" مسکان اپنا ہاتھ مسلتے ہوئے بولی تھی جبکہ امسال نے زیادہ سختی سے نہیں پکڑا تھا۔

"تم ننھی کاکی ہو نا جو تمہیں پتہ نہیں! ریحان کے وقت اُسکی وجہ سے چپ رہی تھی میں لیکن اب نہیں رہوں گی, اس لیے بہتر ہو گا کہ میرے شوہر سے دور رہو ورنہ تمہیں کسی پہ بھی لائن مارنے کے قابل نہیں چھوڑوں گی میں! اپنی یہ ادائیں کسی اور کو جا کر دکھانا، ان کا ابتہاج پہ کوئی اثر نہیں ہو گا۔" امسال اپنی آخری بات یقین سے بولی تھی۔

"خوش فہمی ہے تمہاری امسال، تمہارا شوہر مجھ پہ فدا ہو چکا ہے۔" مسکان پتہ نہیں کون سی دنیا میں تھی۔

"ہاہاہا! سہی کہتے ہیں بھئی بلی کو خواب میں چھیچھڑے ہی نظر آتے ہیں۔" امسال استحضائیہ انداز میں کہہ کر وہاں سے چلی گئی تھی جبکہ مسکان کا غصے سے برا حال تھا۔

تھوڑا مزید وقت گزرا تھا اور پھر سب کا کام ہو گیا تھا۔ ابتہاج کے تمام گارڈز واپس آ چکے تھے۔ ابتہاج نے سب کے ڈاکیومنٹس اُن کو واپس کئے تھے اور سب نے اُس کا شکریہ ادا کیا تھا جسے ابتہاج نے دل سے قبول کیا تھا۔ سب لوگ اب گھر جانے کے لیے نکل رہے تھے، ابتہاج اور امسال بھی گاڑی کی جانب بڑھ رہے تھے جب مسکان نے ابتہاج کا راستہ روکا تھا۔ ابتہاج کو مسکان ویسے ہی بہت تھرڈ کلاس لگی تھی اور اُسکی اس حرکت پہ ابتہاج کا دل چاہ رہا تھا کہ مسکان کو شوٹ کر دے۔

"تھینک ہو سو مچ میر!" مسکان نے ایک ادا سے کہا تھا اور اپنا ہاتھ ابتہاج کے سامنے کیا تھا ملانے کی غرض سے۔

"ان کا نام ابتہاج ہے! میر تو صرف میں ہی بلا سکتی ہوں۔۔۔۔۔ناؤ گیٹ لاسٹ!"

امسال نے مسکان کا بڑھا ہوا ہاتھ پکڑ کے اُسے دوسری جانب دھکیلا تھا اور خود ابتہاج کا ہاتھ پکڑ کے گاڑی کی جانب بڑھ گئی تھی۔

ابتہاج تو خوشی سے بے ہوش ہونے کو تھا، اُسے یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ یہ وہی امسال ہے جو اُس سے سیدھے منہ بات تک نہیں کرتی۔ ابتہاج امسال کے ہاتھ میں موجود اپنا ہاتھ دیکھ کر مسکرایا تھا جسے امسال نے مضبوطی سے تھامے رکھا تھا جیسے اگر اُسکی گرفت ڈھیلی ہوئی تو ابتہاج کہیں بھاگ جائے گا۔

دوسری جانب امسال کے دل میں بھونچال آیا ہوا تھا وہ اپنے اس ردعمل کی وجہ جاننے سے قاصر تھی، اُسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ آخر اُس نے ایسا کیوں کیا؟ امسال یہ بات ماننے کو تیار نہ تھی کہ وہ مسکان سے جیلس ہو رہی ہے۔ امسال اب ابتہاج کا ہاتھ چھوڑ چکی تھی اور بغیر یہاں وہاں دیکھے گاڑی میں بیٹھ گئی تھی۔

ابتہاج سیٹی پہ کسی گانے کی دُھن بجاتا ہوا گاڑی میں بیٹھا تھا اور خوشی خوشی گاڑی سٹارٹ کر کے اب ریورس کر رہا تھا۔ امسال اپنا چہرا کھڑکی کی جانب کئے بیٹھی تھی، اُسے اب اپنی تھوڑی دیر پہلے کی گئی حرکت پہ غصہ آ رہا تھا اور شرمندگی الگ ہو رہی تھی کیونکہ وہ

تو ابتہاج سے لاتعلقی کا اظہار کرتی تھی لیکن آج رقابت میں ہی سہی اُس نے ابتہاج پہ اپنا حق جتایا تھا۔

"آج تو میں پورے آفس اور محلے میں مٹھائی بٹواؤں گا۔" ابتہاج اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے ٹیڑھی آنکھوں سے امسال کو دیکھتے ہوئے شرارت سے بولا تھا۔

امسال کوئی جواب نہ دے رہی تھی، منہ اب تک شیشے کی جانب تھا لیکن سینٹر کنسول پہ موجود اُس کا ہاتھ مسلسل حرکت کر رہا تھا۔ امسال کی اُنگلیاں اوپر نیچے حرکت کر رہی تھیں جب بھی وہ کسی سوچ میں یا اُلجھن میں ہوتی تھی تو یہی کرتی تھی۔

"لگتا ہے آس پاس کہیں آگ لگی ہوئی ہے۔" ابتہاج سوچتے ہوئے بولا تھا انداز چڑانے والا تھا۔

"چپ چاپ گاڑی چلائیں آپ!" امسال ابتہاج کو گھورتے ہوئے دانت پیس کر بولی تھی۔

"ایسے مت دیکھو پیار ہو جائے گا۔" ابتہاج شرارتی انداز میں بولا تھا جبکہ امسال نے اپنی نظروں کا زاویہ بدل لیا تھا اور سامنے روڈ پہ بھاگتی گاڑیوں کو دیکھ رہی تھی۔

"ویسے بہت پیاری لگتی ہو جب میرے لیے جیلس ہوتی ہو۔" ابتہاج شاید امسال سے ڈانٹ کھانا چاہ رہا تھا۔

"میں کوئی جیلس ویلس نہیں ہوئی، آپ کو خوش فہمیاں پالنے کی ضرورت نہیں ہے۔" امسال نے سامنے دیکھتے ہوئے ہی جواب دیا۔

"اب مجھ سے جھوٹ بولو گی تم؟ میں جو تمہاری آنکھیں پڑھ لیتا ہوں، تمہارے چہرے کے تاثرات سے سمجھ جاتا ہوں کہ تمہارے دماغ میں کیا چل رہا ہے۔۔۔۔۔ مجھے نہیں جھٹلا سکتی آپ میڈم۔" ابتہاج امسال کو دیکھتے ہوئے بولا تھا، آنکھوں سے محبت جھلک رہی تھی۔ امسال زیادہ دیر ابتہاج کی جزبے لٹاتی آنکھوں میں نہ دیکھ پائی تھی۔ سگنل لال ہونے کی وجہ سے تمام گاڑیاں رکی ہوئی تھیں۔

"مجھے کیا ضرورت ہے جھوٹ بولنے کی، آپ کو جو سمجھنا ہے سمجھیں آپ۔" امسال کے پاس کوئی اور جواب نہ تھا کیونکہ وہ سچ میں جیلس ہوئی تھی۔

"ویسے تو مجھے سب چھوٹے میر کہہ کر بلاتے ہیں لیکن صرف تم میر کہہ کر بلا سکتی ہو۔" ابتہاج نے سینٹر کنسول پہ موجود امسال کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا جبکہ ابتہاج کے لمس پہ امسال نے فوراً ابتہاج کی جانب دیکھا تھا۔

"ہاتھ چھوڑیں میر ازیادہ فری ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔" امسال اپنا ہاتھ چھڑوانے کی سعی کرتے ہوئے بول رہی تھی۔

"نہیں نہیں! پہلے بولو میرا ہاتھ چھوڑیں، پھر چھوڑوں گا۔" ابتہاج کی آنکھوں میں شرارت ناچ رہی تھی۔

"ہرگز نہیں، میں نہیں بولوں گی آپ میرا ہاتھ چھوڑیں۔" امسال فوراً بولی تھی لیکن ابتہاج نے نفی میں گردن ہلائی تھی۔

ابتہاج نے ایک ہاتھ سے امسال کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا جبکہ دوسرا ہاتھ سٹیرنگ سنبھالے ہوئے تھا۔

"میر پلیز ہاتھ چھوڑیں!" کافی دیر گزرنے کے بعد امسال کی آواز آئی تھی اور ساتھ ہی ابتہاج کے چہرے پہ فاتحانہ مسکراہٹ۔

"اومائے گاڈ! کہیں میں خواب تو نہیں دیکھ رہا؟ اب تو بلکل بھی نہیں چھوڑوں گا۔" ابتہاج کے ڈرامے شروع ہو چکے تھے۔

"یہ چیٹنگ ہے، آپ نے کہا تھا میں ایسے بولوں گی تو چھوڑ دیں گے۔۔۔۔ ایک نمبر کے چیٹر ہیں آپ ہنہہ!" امسال آگ بگولہ ہو گئی تھی۔

"چیٹر نہیں ہوں، اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑا ہے میں نے کسی اور کی بیوی کا نہیں۔" ابتہاج نے فوراً جواب دیا۔

"کسی اور کا پکڑ کے تو دکھائیں۔" امسال جلد بازی میں دل کی بات زبان پر لے آئی تھی۔

"کیا کہا؟ کہیں میرے کان تو نہیں بج رہے؟" ابتہاج کو واقعی اپنے کانوں پہ یقین نہ آیا تھا۔

"کیا؟ میں نے کچھ نہیں کہا آپ کے کان ہی بج رہے ہیں یقیناً، اب چھوڑ بھی دیں میرا ہاتھ۔" امسال نے ابتہاج کو ایک بار پھر گھوری سے نوازہ تھا۔

"تمہارے علاوہ کبھی بھی کسی اور کا ہاتھ نہیں پکڑوں گا وعدہ رہا۔" ابتہاج نے مسکراتے ہوئے کہا تھا اور پھر بہت عقیدت اور محبت سے امسال کے ہاتھ پہ بوسہ دے کر چھوڑ دیا تھا۔

امسال نے اپنا ہاتھ فوراً سے اپنی گود میں رکھ دیا تھا جبکہ چہرے پہ ناچاہتے ہوئے بھی دھنک کے رنگ نمایاں ہوئے تھے۔

"ویسے تم نے اُس چوزے کو تھپڑ کیوں مارا تھا؟" ابتہاج کو اچانک یاد آیا تھا اس لیے پوچھ لیا تھا۔

امسال نے ارحان کو تھپڑ مارا تھا یہ منظر ابتہاج دیکھ بھی چکا تھا اور امسال کو دل میں اس کارنامے پہ داد بھی دی تھی۔

"سب بتادوں آپ کو؟"امسال اس وقت اچھے موڈ میں لگ رہی تھی، شاید دوستوں سے ملنے کا اثر تھا۔

"اُس نے کوئی بد تمیزی کی تھی؟"ابتہاج سنجیدہ انداز میں بولا تھا۔

"نہیں! مجھ سے بھلا کون بد تمیزی کر سکتا ہے۔۔۔۔۔بس کچھ کہا تھا اُس نے جو اُسے نہیں کہنا چاہیئے تھا۔"امسال نے بھی سنجیدگی سے جواب دیا۔

ابتہاج امسال کو گھر چھوڑ کر آفس چلا گیا تھا۔

دن تیزی سے گزر رہے تھے اور اب امسال کے امتحانات ہونے میں صرف تین ہفتے باقی تھے۔امسال خوب مگن سی ہو کر آج کل صرف اپنی پڑھائی میں مصروف رہتی تھی۔ابتہاج کے ساتھ امسال کے رویے میں کچھ خاص تبدیلی نہ آئی تھی لیکن دونوں کے درمیان چھوٹی موٹی نوک جھوک چلتی رہتی تھی اور ابتہاج فی الحال اتنے پہ بھی خوش تھا۔

ابتہاج کو یقین تھا کہ ایک نا ایک دن وہ امسال کے دل کی دنیا کو فتح کر لے گا اور اُس دن کے لیے ابتہاج اپنی آخری سانس تک انتظار کر سکتا تھا۔

رات کا کھانا سب کھا چکے تھے اور امسال کچھ دیر سب کے ہمراہ بیٹھ کر اب دوبارہ اپنے کمرے میں آگئی تھی اور ایک بار پھر سے کتابوں میں مصروف ہو گئی تھی۔

امسال کو ہمیشہ سے ہی تنہائی میں پڑھنے کی عادت تھی۔ وہ جس کمرے میں پڑھ رہی ہوتی تھی وہاں سے انسانی وجود کا گزرنا ممنوع تھا لیکن دوسری جانب ابتہاج تھا جو امسال کے سر پہ منڈلاتا رہتا تھا اور پھر بہت برداشت کرنے کے بعد بل آخر تنگ آکر امسال بیڈ پہ موجود کشن ابتہاج کو دے مارتی تھی جسے وہ مہارت سے لگنے سے پہلے پکڑ لیتا تھا۔

گیارہ بج رہے تھے جب ابتہاج کمرے میں داخل ہوا تھا۔ سامنے موجود بیڈ پہ امسال بیٹھی ہوئی تھی جس کے آس پاس کتابوں کا سمندر سا تھا، دوپٹے سے بے نیاز وجود، بال جوڑے میں قید تھے لیکن کچھ لٹوں نے چہرے کا احاطہ کیا ہوا تھا اور چہرے پہ اُلجھن لیے امسال کتاب پہ جھکی شاید کچھ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ دائیں ہاتھ میں قلم پکڑ رکھا تھا جس سے خالی صفحے پہ کچھ لکھتی لیکن پھر اُس کو کاٹ دیتی اور دوبارہ کتاب میں کچھ ڈھونڈنے لگتی۔

امسال کو ایسے دیکھ ابتہاج کے سوئے ہوئے جزبات انگڑائی لے کر نیند سے بیدار ہوئے تھے جنہیں فی الحال میر ابتہاج دوبارہ سلانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"آہمم! کیا کر رہی ہو؟" ابتہاج امسال کے سامنے بیٹھا تھا۔

"دکھ نہیں رہا آپ کو، پڑھ رہی ہوں۔" امسال مصروف مگر قدرے اُکتاہٹ سے بولی تھی۔

ابتہاج چپ چاپ امسال کو دیکھ رہا تھا، کافی دیر گزرنے کے بعد بھی جب وہ کچھ نہ بولا تو امسال نے اپنی گردن اُٹھا کر اُسکی جانب دیکھا۔ امسال کے دیکھنے پہ بھی ابتہاج کو ہوش نہ آیا تھا اور وہ ویسے ہی ٹکٹکی باندھے اپنی جان سے پیاری ہستی کو تک رہا تھا۔

امسال کا دل ابتہاج کی نظروں سے گھبرا کر زوروں سے دھڑکنا شروع ہو گیا تھا۔ اُس نے ابتہاج کی اپنے اندر تک اُترتی نظریں محسوس کر کے ایک بار خود پہ نظر ڈالی تو معلوم ہوا کہ اُس کے وجود پہ دوپٹہ ندارد ہے۔ دوپٹے کی تلاش میں امسال نے فوراً گھبرا کر یہاں وہاں نظریں دوڑائی تھیں اور کچھ ہی سیکنڈ میں اُسے اپنے پاس پڑا دوپٹہ نظر آ گیا تھا جسے اُس نے اچھی طرح خود پر پھیلا لیا تھا۔

امسال کے ایسا کرنے پہ ابتہاج کے لبوں پہ جان دار مسکراہٹ دوڑ گئی تھی جبکہ دوسری جانب وہ اپنی نظریں جھکائے بے وجہ ہی کتاب میں کچھ ڈھونڈنے لگی تھی، حیا کے مارے رخسار پہ لالی بکھری تھی۔ دونوں کے درمیان معنی خیز خاموشی کلام کر رہی تھی۔

"تمہارے چہرے پہ اتنی اُلجھن کیوں ہے؟" دونوں کے درمیان حائل خاموشی کو ابتہاج نے توڑا تھا ورنہ شاید وہ خود پہ قابو کھو بیٹھتا۔

"تھینکس ٹو یو، آپ کی وجہ سے میری یہ ساری کلاسز مس ہوئی تھیں اور اب مجھے کچھ بھی سمجھ نہیں آرہا۔" امسال نے سڑا ہوا منہ بنا کر جواب دیا۔ وہ خود کو نارمل کر چکی تھی۔

"لاؤ دکھاؤ مجھے کیا سمجھ نہیں آرہا میں سمجھا دیتا ہوں۔" ابتہاج نے پیشکش کی۔

"نہیں رہنے دیں آپ کو کیا پتا میری پڑھائی کا۔" امسال کا پڑھ پڑھ کر دماغ خراب ہو گیا تھا۔

"ہیلو میڈم! آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ شاید میرا تعلق بھی بزنس کی دنیا سے ہی ہے اور آپ سے زیادہ بڑی ڈگری ہے میرے پاس۔" ابتہاج کو آگ ہی تو لگ گئی تھی۔

"ارے ہاں! میں تو بھول ہی گئی تھی آخر آپ ہی کے پاس انٹرنشپ کی تھی میں نے۔" امسال کے ذہن سے واقعی یہ بات نکل گئی تھی۔

"یاد کرو میں نے کہا تھا تمہیں کہ میں تمہیں ٹیوشن دے دوں گا وہ بھی مفت میں۔۔۔۔۔تو لاؤ کتاب دکھاؤ اپنی، آج پڑھانے کے موڈ میں ہوں میں۔" ابتہاج نے امسال کو اپنی کہی بات یاد دلائی تھی۔

"نہیں مجھے پھر بھی نہیں پڑھنا آپ سے۔۔۔۔۔جائیں آپ مجھے پڑھنے دیں ویسے ہی بہت کم وقت رہ گیا ہے میرے پاس۔" امسال نے ابتہاج کی پیشکش کو ٹھکرا دیا تھا۔

"مزاک مستی سائڈ پہ لیکن امسال میں تم سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔" ابتہاج اب بلکل سنجیدہ ہو چکا تھا۔

"جو بھی بات کرنی ہے جلدی کریں۔" امسال نے بے توجہی سے کہا۔

"ادھر دیکھو میری طرف، جب میں بات کر رہا ہوں تو صرف میری بات سنا کرو!"

ابتہاج امسال کی کتابیں ایک جانب کرتا ہوا اُس کے قریب ہوا تھا جبکہ ابتہاج کے ایسا کرنے سے امسال کی بولتی بند ہو گئی تھی۔ ابتہاج حد سے زیادہ سنجیدہ لگ رہا تھا اور امسال کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ غصے میں ہے۔

"دیکھو امسال اب ہماری شادی ہو چکی ہے، ہم نکاح جیسے مضبوط رشتے میں بندھ گئے ہیں جو کہ ٹوٹنے والا نہیں ہے۔ کب تک ایسے چلے گا ہمم؟ کب تک تم مجھے نظر انداز کرتی رہو گی، مجھ سے بات نہیں کرو گی؟ میں مانتا ہوں کہ میں نے بہت غلط کیا ہے

تمہارے ساتھ، میں بہت خود غرض ہو گیا تھا لیکن امسال یہ سب میں نے صرف تمہارا ساتھ، تمہاری محبت اور تمہیں پانے کے لیے کیا!" ابتہاج ایک پل کے لیے رکا تھا۔ امسال بلکل خاموش تھی چہرے پر کسی قسم کا کوئی تاثر نہ تھا۔

"اُس وقت مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا، وقت بہت کم تھا میرے پاس اس لیے جو میرے دماغ میں آیا میں کر گزرا۔ میں مانتا ہوں بہت تکلیف دی ہے میں نے تمہیں، بہت رلایا ہے لیکن باخدا تمہیں تکلیف میں دیکھ کر میں بھی ہر پل اذیت میں رہتا تھا۔۔۔۔ میں بہت محبت کرتا ہوں تم سے امسال، تمہارے ساتھ بلکل ویسی ہی زندگی گزارنا چاہتا ہوں جیسے باقی سب گزارتے ہیں، محبت اور خوشیوں سے بھری ہوئی!" ابتہاج نے اپنی بات مکمل کی تھی۔ لہجے میں بہت سے جزبات تھے، محبت تھی، التجا تھی اور شرمندگی بھی تھی۔

"آپ کیا چاہتے ہیں مجھ سے؟ میں آپ کو بہت پہلے ہی بتا چکی ہوں کہ مجھ سے کسی بھی قسم کی کوئی اُمید مت رکھئے گا۔ میں نے نکاح والے دن ہی بہت صاف الفاظ میں آپ کو بتا دیا تھا کہ آپ میرے دل تک رسائی حاصل نہیں کر سکتے۔۔۔۔" امسال سانس لینے کو رکی تھی۔ کیا یہ واقعی سچ ہے؟ دل نے دہائی دی تھی۔

"جب میں سب کچھ واضع کر چکی ہوں تو اب آپ کی ان باتوں کا مقصد؟ آپ کو کیا لگتا ہے آپ کی ان باتوں سے اس پچھتاوے سے، جس تکلیف سے میں اور میرے گھر والے گزرے ہیں اُس کا ازالہ ہو جائے گا؟ آخر چاہتے کیا ہیں آپ میرا ابتہاج جہانگیر؟ کیا یہی کافی نہیں کہ میں اُس شخص کے ساتھ ایک ہی چھت تلے رہ رہی ہوں جس سے نفرت ہے مجھے!!" امسال کے لہجے میں کڑواہٹ ہی کڑواہٹ تھی اور اُس کے سامنے بیٹھا شخص قرب کی منزلیں طے کر رہا تھا۔

"وہ کیا کہا تھا آپ نے مجھے۔۔۔۔۔ شطرنج کا ماہر ہوں اپنی مرضی کی بساط بچھاتا ہوں! ہیں نا؟ یہی کہا تھا نا؟ اب سنیں ابتہاج صاحب، بساط پلٹ چکی ہے! اب یہ بساط میرے ہاتھ میں ہے۔ اب میں چال چلوں گی اور آپ تڑپیں گے یعنی چیک میٹ!" امسال طنز کے نشتر برسا رہی تھی۔

امسال کے اپنے اندر ایک جنگ چھڑی ہوئی تھی۔ اُس کا دل چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ بھول جاؤ سب اور معاف کر دو اس شخص کو لیکن دماغ تھا جو کہہ رہا تھا کہ تم اتنی آسانی سے سب کچھ کیسے بھول سکتی ہو؟ یہ شخص تو ساحر ہے اپنی باتوں سے تمہارے دل کو اپنی جانب کسی مقناطیس کی طرح کھینچ رہا ہے۔ دل کہہ رہا تھا کہ خود کو حوالے کر دو اس

شخص کی پناہوں میں، تمہاری تمام تکالیف اور درد مٹ جائیں گے لیکن وہ انا کا وحشی جانور مسلسل اُس مہذب دل کی نفی کر رہا تھا۔

اس دل و دماغ کے بیچ میں چھڑی جنگ، آج ایک بار پھر دماغ جیت گیا تھا اور دل روٹھ کر خاموش ہو گیا تھا۔ اس جنگ کا نتیجہ یہی نکلا تھا کہ امسال نے دل کی بجائے دماغ کو فوقیت دی تھی اور تمام تلخ باتیں سوچے سمجھے بغیر کہہ گئی تھی جس نے سامنے بیٹھے شخص کے دل کو چھلنی کر دیا تھا۔

ابتہاج کی آنکھوں میں کیا کچھ نہ تھا درد اور تکلیف کا ہر تاثر، ضبط سے اُسکی آنکھیں لال ہو چکی تھیں لیکن زبان سے اب تک ایک بھی لفظ جاری نہ ہوا تھا۔ اُن سنہری آنکھوں میں قرب واضع تھا جسے محسوس کر کے بھی وہ دشمنِ جاں نظر انداز کر رہی تھی۔ ابتہاج کو اپنے آنسو اپنے دل پہ گرتے محسوس ہو رہے تھے۔

"تم غلط سوچ رہی ہو، بہت غلط! میں اپنے کہے پر آج بھی قائم ہوں اور رہوں گا۔ بساط پلٹی نہیں ہے امسال بی بی! بساط پلٹے گی اور وقت آنے پر میں خود اُسے پلٹ دوں گا ایسے کہ تمہیں اندازہ بھی نہیں ہو پائے گا۔۔۔۔ ابھی جو تمہارے ہاتھ میں ہے وہ ایک دھوکا ہے سراب ہے، یہ بساط میں نے خود تمہارے حوالے کی ہے۔ شطرنج کا میں آج بھی بادشاہ ہوں اور چیک میٹ کون ہو گا یہ تو تم دیکھو گی!" بہت دیر کی خاموشی کے

بعد کمرے میں ایک آواز گونجی تھی برف کی مانند ٹھنڈی! جماد دینے والی! امسال کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی دوڑی تھی جبکہ ابتہاج اُٹھ کر ٹیرس پہ جا چکا تھا۔ ابتہاج اتنا تلخ ہونا نہیں چاہتا تھا لیکن امسال اُسے مجبور کر چکی تھی۔

امسال نے المیر کے متعلق جو باتیں ارحان سے کی تھیں وہ تمام باتیں ارحان کے دماغ میں گھوم رہی تھیں۔ ارحان کو اب المیر کا اُس کے لیے الگ رویہ سمجھ آ رہا تھا، ہمیشہ ارحان کے کاموں میں آگے رہنا، ہمیشہ اُسی کی سائیڈ لینا۔ ارحان خود سے یہی سوال کر رہا تھا کہ وہ یہ سب محسوس کیوں نہیں کر پایا؟

اُس دن امسال کا ابتہاج کے لیے انجانے میں ہی سہی لیکن شدت پسندی کا مظاہرہ کرنا، ارحان کو سمجھ آ گیا تھا کہ امسال اب کبھی بھی اُس کی نہیں ہو سکتی اور پھر اُس نے ایک فیصلہ کیا تھا۔ اُس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اپنی زندگی میں آگے بڑھے گا، یہ راہ انتہائی کٹھن ہونے والی ہے یہ بات وہ بہت اچھے سے جانتا تھا لیکن اب وہ امسال کو اپنی جانب سے مزید پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔

ارحان اپنے بیڈ پہ لیٹا یہی باتیں سوچ رہا تھا۔ رات آہستہ آہستہ گزر رہی تھی اور نجانے کب وہ سوچتے سوچتے نیند کی وادی میں کھو گیا۔

ابتہاج ٹیریس پہ کھڑا چہرا آسمان کی جانب کیے بند آنکھوں سے اپنے دل میں ہوتی تکلیف کو کم کرنے کی کوشش کر رہا تھا جو امسال کی باتوں سے ریزا ریزا ہو گیا تھا۔ابتہاج بہت مضبوط اعصاب کا مالک تھا لیکن وہ ظالم اپنی باتوں سے اُس کا امتحان لیتی تھی۔

ابتہاج نے اپنے کُرتے کی جیب سے سگریٹ نکالی تھی اور لائٹر کی مدد سے اُسے سلگایا تھا،دھواں ہوا میں آزاد ہوا تھا۔ابتہاج سگریٹ کی مدد سے اپنے اندر برپا حشر کو ختم کرنا چاہ رہا تھا۔اب ابتہاج ریلنگ پہ جھکا ہوا تھا۔

اندر کمرے میں موجود امسال کا دل اب کسی چیز میں نہیں لگ رہا تھا تو سامنے کھلی کتابوں میں خاک لگتا۔اُس کی نظروں کے سامنے ابتہاج کا کچھ دیر پہلے والا چہرا گھوم رہا تھا جس پہ مایوسی،اُداسی،ضبط،غصہ اور آخر میں سرد تاثرات نمایاں تھے۔امسال کو اب اپنے کہے گئے لفظوں پہ پچھتاوا ہو رہا تھا لیکن کیا فائدہ؟اب تو وہ بول چکی تھی۔

جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا شرمندگی امسال کو مزید اپنے گھیرے میں لے رہی تھی۔

اُسے یاد آ رہا تھا ابتہاج کا اُس کے آگے پیچھے پھرنا،اُس کا کسی چھوٹے سے بچے کی طرح خیال رکھنا۔ابتہاج کی صبح بھی امسال سے ہوتی تھی اور اُسکی رات بھی امسال ہی پہ آکر اختتام پذیر ہوتی تھی۔دل اور دماغ میں ایک بار پھر جنگ شروع ہوئی تھی لیکن اس بار دل بازی لے گیا تھا اور امسال فوراً اُٹھ کر ٹیریس کی جانب دوڑی تھی۔

امسال دبے پاؤں ٹیریس میں داخل ہوئی تھی، ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں نے اُس کا استقبال کیا تھا۔ سامنے کھڑے ابتہاج کی امسال کی جانب پیٹھ تھی۔ ہوا سے ابتہاج کے بال کبھی ماتھے پہ گرتے تو کبھی اوپر کی جانب اُٹھتے۔ امسال اب آہستہ چلتے ہوئے ابتہاج کے پیچھے کھڑی ہو گئی تھی اور اُس کے چوڑے شانوں کو دیکھتے ہوئے یہی سوچ رہی تھی کہ بات کیسے شروع کی جائے۔

امسال نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ عجیب سی بو اُس کے نتھنوں سے ٹکرائی تھی اور پھر دھواں اُٹھتا دیکھ اُس کا اپنا چہرا غصے سے دھواں دھواں ہونے لگا تھا۔

سگریٹ سے امسال کو سخت قسم کی چڑ اور نفرت تھی۔ ابتہاج سگریٹ کے لمبے لمبے کش لگا رہا تھا اور اُس کے پیچھے کھڑی امسال کا خون یہ سوچ کر کھول رہا تھا کہ اُس کا شوہر سگریٹ کیسے پی سکتا ہے؟ امسال نے اتنے عرصے میں کبھی بھی ابتہاج کو سگریٹ پیتے ہوئے نہ دیکھا تھا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟!" ابتہاج غصے سے دھاڑا تھا کیونکہ امسال نے اُس کے منہ سے سگریٹ نکال کر پھینک دی تھی۔ ابتہاج کی دھاڑ پہ امسال کا دل اُچھل گیا تھا اور وہ خود بھی دو قدم پیچھے ہوئی تھی۔

"آپ سگریٹ بھی پیتے ہیں؟" امسال نے عجیب سی شکل بنا کر کہا۔

"ہاں پیتا ہوں، کیا کر لو گی تم؟" ابتہاج نے دوسری سگریٹ سلگائی تھی اُسے اب امسال کی صورت دیکھ کر بھی غصہ آ رہا تھا۔

"نفرت ہے مجھے سگریٹ سے اور سگریٹ پینے والوں سے بھی۔" امسال نے دوبارہ ابتہاج کے ہونٹوں میں دبی سگریٹ نکال کر پھینک دی تھی بدلے میں اُسے ابتہاج کے سخت تیور کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

"تو؟ یہ میرا مسئلہ نہیں ہے اور ویسے بھی تم کون سی میرے عشق میں ڈوبی ہوئی ہو!" ابتہاج کے لہجے سے ہی اُس کے انتہائی خراب موڈ کا اندازہ ہو رہا تھا اور خراب موڈ میں ابتہاج بلکل بھوکے شیر کی مانند لگتا تھا۔

"تو یہ کہ آپ سگریٹ نہیں پی سکتے بس!" امسال نے حکمیہ لہجے میں کہا۔

"بی بی! جاگ جائیں کیونکہ میرا ابتہاج کسی کے حکم وصول نہیں کرتا اور دوسری بات تم یہ بیویوں والا روب کس خوشی میں دکھا رہی ہو؟" ابتہاج سے بحث کرنے کا مطلب تھا کہ اپنی شامت لانا لیکن سامنے بھی امسال تھی۔

"یہ کیا بی بی، بی بی لگا رکھا ہے، میں کوئی پچاس سالہ عورت ہوں؟" امسال نے لڑاکا عورتوں کی طرح کمر پہ ہاتھ رکھ کر کہا۔

ابتہاج نے کوئی جواب نہ دیا تھا اور سامنے آسمان پہ چمکتے چودھویں کے چاند کو دیکھنے لگا تھا۔

"اور ہاں میرا ابتہاج کسی کا حکم مانے یا نہ مانے اُنہیں امسال ابتہاج کا ہر حکم ماننا ہو گا!"

امسال انجانے میں ابتہاج پہ اپنا حق جتا رہی تھی۔

امسال کے منہ سے اُس کے نام کے ساتھ اپنا نام سن کر ابتہاج کو بہت اچھا لگا تھا۔اب ابتہاج کی نظریں اپنی زندگی کے چاند پہ تھیں۔

"ایسے کیا گھور گھور کر دیکھ رہے ہیں، مجھے پتا ہے کے میں خوبصورت ہوں۔"امسال اتنا بول کر ہنسنے لگی تھی، وہ ابتہاج کا موڈ اچھا کرنا چاہتی تھی۔

امسال کو ایسے ہنستا دیکھ ابتہاج کو اپنی تکلیف کم ہوتی محسوس ہوئی تھی لیکن وہ مسکرایا نہیں تھا اور ایک بار پھر اپنا چہرا موڑ لیا تھا۔

"ادھر تو دیکھیں؟!"امسال نے معصومانہ انداز میں ایک اور حکم جاری کیا تھا۔

"کیا ہے اب؟"ابتہاج کا دل خوشی سے پھولے نہیں سما رہا تھا لیکن وہ نرم پڑنے کے موڈ میں نہ تھا۔

امسال خود بھی نہیں جانتی تھی کہ وہ اس وقت اُسی شخص کو منا رہی ہے جس سے کچھ دیر پہلے نفرت کا دعویٰ کر رہی تھی۔

"آئی ایم سوری! مجھے معاف کر دیں میں کچھ زیادہ ہی تلخی اختیار کر گئی، مجھے آپ سے ایسے بات نہیں کرنی چاہیئے تھی۔" امسال گردن جھکائے بولی تھی، وہ واقعی شرمندہ تھی۔

ابتہاج کو امسال اس وقت اتنی معصوم لگ رہی تھی کہ اُس کا دل چاہ رہا تھا امسال کے گال کھینچ لے لیکن وہ بنا کوئی حرکت کئے خاموش رہا۔

"کیا ہم دوست بن کر نہیں رہ سکتے؟" تھوڑی دیر گزرنے کے بعد ابتہاج کی آواز آئی تھی۔

"کیا مطلب؟" امسال نے سوالیہ نظروں سے ابتہاج کو دیکھا تھا۔

"مطلب یہ کہ کیوں نہ ہم دونوں آپس میں دوستی کر لیں اور دوست بن کر رہیں؟ بھول جاؤ کچھ عرصے کے لیے کہ ہمارے درمیان کیا رشتہ ہے۔۔۔۔۔اتنی بات تو مان سکتی ہو نا تم میری!" ابتہاج امسال کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے بول رہا تھا۔

"میں ہر کسی کو اپنا دوست نہیں بناتی۔۔۔۔۔ہاہاہا! اچھا ٹھیک ہے آج سے ہم دوست ہیں۔" امسال نے پہلی بات کہہ کر ابتہاج کے چہرے کے تاثرات دیکھے تھے جو کہ مایوسی کے تھے پھر ہنس کر ابتہاج کی بات مان لی تھی۔ اب ابتہاج کھل کر مسکرایا تھا۔

"آپ زیادہ فری نہ ہوں اچھا! دوست ایسی حرکتیں نہیں کرتے۔" امسال جو ابتہاج کی مسکراہٹ میں کھو گئی تھی، ابتہاج کے بوسا دینے پہ نروٹھے پن سے بولی تھی۔

"ہاہاہا! لیکن یہ کام صرف میں کر سکتا ہوں کیونکہ میں سپیشل دوست ہوں نا۔" ابتہاج کھل کر ہنسا تھا۔

"ایک سیکریٹ بتاؤں؟" امسال نے رازدارانہ انداز میں کہا۔

"کیسا سیکریٹ؟" ابتہاج نے تجسّس سے پوچھا۔

"آپ کی مسکراہٹ بہت پیاری ہے۔" امسال اپنی بات کہہ کر اندر کمرے میں بھاگ گئی تھی جبکہ ابتہاج کو خوشگوار حیرت ہوئی تھی۔ اچانک سے سب کچھ بہت حسین لگنے لگا تھا۔

"تمہیں کیا سمجھ نہیں آ رہا تھا؟ آج میرا ابتہاج تمہیں پڑھانے کا شرف بخشیں گے۔" ابتہاج بولتے ہوئے خود بھی کمرے میں واپس آیا تھا۔

ابتہاج امسال کے پاس آ کر بیٹھا تھا اور اب اُسے کچھ سمجھا رہا تھا۔ دونوں کی دوستی کا آغاز ہو گیا تھا اور یہ دوستی کہاں تک جانی تھی یہ دیکھنا باقی تھا!

امتحانات شروع ہو گئے تھے اور امسال کو ہمیشہ کی طرح امتحانات کے دوران کھانے پینے کا کوئی ہوش نہ تھا۔ وہ فجر کی نماز کے بعد پڑھنے بیٹھ جاتی تھی اور رات گئے تک پڑھتی رہتی تھی۔ ابتہاج نے گھر کی تمام ملازماؤں کو سختی سے تاکید کی ہوئی تھی کہ وہ امسال کو وقتاً فوقتاً کھانے پینے کی چیزیں دیتی رہیں۔ امسال کو اپنے تمام سسرال والوں کا تعاون حاصل تھا اس لیے وہ بہت سکون سے اپنے امتحانات کی تیاری کر رہی تھی۔ امسال کو خوشی تھی کے یہ امتحانات اُس کی زندگی کے آخری امتحان تھے۔ لیکن کون جانے ابھی اُسے مزید کن امتحانات سے گزرنا تھا! اس کا علم تو صرف اُس پاک ذات کو ہی تھا۔

امسال اس وقت کچن میں موجود تھی اور کھانا بنا رہی تھی۔ امتحان ہو رہے تھے لیکن اُس کو اپنے بہو ہونے کی زمیداری بھی نبھانی تھی۔ امسال پہ اس قسم کا کوئی بھی دباؤ نہ تھا لیکن اُسے خود خیال تھا اپنی زمیداریوں کا۔ ابتہاج تو اُسے منع کر کر کے تھک گیا تھا لیکن امسال سنتی کہاں تھی اُس بچارے کی۔

"بیٹا تم یہاں کچن میں کیا کر رہی ہو؟" امسال سبزی کاٹ رہی تھی جب جنت بیگم کچن میں آئی تھیں۔

"آنٹی آج میری باری ہے کھانا بنانے کی کل ماہروش بھابھی نے بنایا تھا۔" امسال نے جواب دیا تھا وہ محسوس کر رہی تھی جنت بیگم کا رویہ شروع کے مقابلے میں اُس سے دن بہ دن اچھا ہو رہا تھا۔

جہانگیر مینشن میں ملازموں کی ایک فوج تھی لیکن پھر بھی یہاں کی روایت تھی کہ کھانا گھر کی عورتیں ہی بناتی تھیں۔ پہلے یہ کام جنت بیگم کا تھا لیکن اب اس کی زمیداری ماہروش اور امسال نے خوشی خوشی سنبھال لی تھی۔

"جہانگیر کو تم بابا کہہ کر مخاطب کرتی ہو اور مجھے آنٹی۔۔۔۔ کیا یہ کھلا تضاد نہیں؟ مجھے بھی ماما کہہ کر بلایا کرو جیسے سب کہتے ہیں، مجھے بہت خوشی ہو گی بیٹا۔ تم اور ماہروش میرے لیے میری بہوئیں نہیں بلکہ بیٹیاں ہو اور مجھے معاف کر دو بیٹا میں شرمندہ ہوں اپنے سابقہ رویے پہ۔" جنت بیگم نے پہلے مستی بھرا شکوہ کیا تھا اور پھر آگے کی بات انتہائی محبت و اپنائیت سے کہی تھی۔

جنت بیگم کافی دنوں سے امسال کے ساتھ اپنے سابقہ رویے کی معافی مانگنا چاہ رہی تھیں۔ آج اُنہوں نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ اپنے اور امسال کے درمیان اس اجنبیت کی دیوار کو گرا دیں گی۔

"سوری آنٹی، اوہ نہیں ماما! اب سے میں ماما کہہ کر ہی مخاطب کروں گی آپ کو اور پلیز آپ مجھ سے معافی مانگ کر مجھے شرمندہ نہ کریں ماما، آپ میری بڑی ہیں اور بڑے چھوٹوں سے معافی نہیں مانگا کرتے۔" جنت بیگم کے محبت بھرے بولوں سے امسال کی آنکھیں نم ہو گئی تھیں۔ اُسے اپنی ماما کی یاد آنے لگی تھی۔

"ارے میرا بچہ! رو کیوں رہی ہو چندا؟" جنت بیگم مسکرائی تھیں امسال کے پھر سے آنٹی بولنے پہ اور پھر اُسے گلے لگا کر چپ کروایا تھا۔ امسال کی خوشی ناقابلِ بیان تھی۔

"اوہووو!! یہاں تو ساس بہو کا ملن ہو رہا ہے۔" اچانک سے حیدر کی آواز آئی تھی جس پہ امسال اور جنت بیگم دونوں ہی اُس کی جانب متوجہ ہوئی تھیں۔

حیدر کچن کے وسط میں کھڑا تھا۔ کیمل براؤن پینٹ اور بلیک شرٹ پہ اپنا وائٹ کوٹ پہنے وہ بہت ڈیشنگ لگ رہا تھا۔ چہرے پہ وہی شوخ سی مسکراہٹ تھی جو اُس کی طبیعت کا خاصا تھی۔

"تم اس وقت یہاں کیا کر رہے ہو؟" جنت بیگم کو حیرت ہوئی تھی کیونکہ دوپہر کے وقت وہ ہسپتال میں ہی ہوتا تھا۔

"ماما آپ کو خوش ہونا چاہیئے کے آپ کا بیٹا آج آپ کے ساتھ لنچ کرے گا لیکن یہاں تو آپ حیرت کے سمندر میں غوطہ زن ہیں۔" حیدر کا اکثر ہی نفیس اردو بولنے والا بٹن آن ہو جاتا تھا۔

"بہت ڈرامے کرتے ہو تم حیدر سدھر جاؤ! مجھے تو سمجھ نہیں آتا کہ یہ سرجری کرتے وقت بھی سنجیدہ ہوتا ہو گا یا اُس کے دوران بھی چٹکلے چھوڑتا ہو گا۔" جنت بیگم کی بات پہ امسال اور حیدر دونوں ہی ہنسنے لگے تھے۔

"امسال سٹرانگ سی چائے تو پلا دو پلیز۔" حیدر نے امسال سے فرمائش کی تھی۔

امسال حیدر سے چھوٹی تھی اس لیے وہ اُسے نام سے بلاتا تھا لیکن ابتہاج کے سامنے وہ یہ غلطی نہیں کر سکتا تھا اس لیے بھابھی کہہ کر پکارتا تھا۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے، باتوں باتوں میں کہنا ہی بھول گئی جو بولنا تھا۔۔۔۔امسال بیٹا تم جاؤ اور اپنی پڑھائی کرو، کوئی ضرورت نہیں ہے تمہیں کام کرنے کی جب تک تمہارے امتحان ہو رہے ہیں۔" جنت بیگم اٹل لہجے میں بولی تھیں۔

"لیکن یہ بہت مزے کی چائے بناتی ہے ماما پلیز۔" حیدر بچوں کی طرح ضد کر رہا تھا۔

"کوئی بات نہیں ماما میں اپنے ڈیشنگ بھائی کے لیے چائے بنانے کے بعد پڑھ لوں گی۔" امسال مسکراتے ہوئے بولی تھی اور اُس کے کہنے پہ جنت بیگم بھی مسکرائیں تھی ساتھ میں حیدر بھی خوش ہو گیا تھا۔

"سنو بہنا یہ ڈیشنگ والی بات اپنے کھڑوس شوہر کے سامنے نہ بولنا ورنہ بچارا جیلس ہو گا اور میرا قیمہ بنا دے گا۔" حیدر نے منہ بناتے ہوئے کہا تھا۔ جنت بیگم نفی میں سر ہلا کر باہر چلی گئی تھیں جبکہ امسال حیدر کی بات پر ہنستے ہوئے چائے بنانے لگی تھی۔

پیر کا دن تھا اور آج پہلا پیپر تھا۔ سب لوگ جلدی پہنچ چکے تھے اور سلام دعا کے بعد رٹے لگانے کا کام زور و شور سے جاری تھا۔ ارحان، ارشمیل اور ریحان ہمیشہ سے ہی امتحانات کے معاملے میں بہت بے فکر رہتے تھے اور ماہا بھی اُن میں شامل تھی۔ آخری وقت تک امسال اور المیر ہی کتابوں میں سر دیے بیٹھی رہتی تھیں اس لیے اُن کو باقی چار لوگ 'بُک ورم ۱' اور 'بُک ورم ۲' کہہ کر بلاتے تھے۔

"بس کر دو بھئی تم دونو، سب سے اچھی تیاری تم دونوں کی ہوتی ہے لیکن پھر بھی پتا نہیں کیوں ٹینشن لیتی ہو اور ان کتابوں کا پیچھا نہیں چھوڑتی۔" ماہا سخت قسم کی بور ہو رہی تھی اس لیے اکتا کر بولی تھی اور امسال کے ہاتھ سے کتاب چھین لی تھی۔

"خود بھی پڑھو اور ہمیں بھی پڑھنے دو، تم کیسے اتنا چِل رہتی ہو لڑکی؟" امسال ماہا سے اپنی کتاب واپس لینے کی کوشش کرتے ہوئے بولی تھی۔

ماہا امسال کی کتاب لے کر بھاگی تھی اور امسال اُس کے پیچھے لپکی تھی۔ دونوں صبح صبح ٹوم اینڈ جیری کی طرح ایک دوسرے کے پیچھے تھیں۔ المیر نے دونوں کو دیکھ نفی میں سر ہلایا تھا جیسے کہہ رہی ہو "ان دونوں کا کچھ نہیں ہو سکتا۔"

"شرم آنی چاہیئے تمہیں، میرے ساتھ رہ کر ابھی تک تم نے پیپر میں چِل رہنا نہیں سیکھا۔" ماہا اپنی سانس ہموار کرتے ہوئے بولی تھی۔

"ماہا کی بچی! بُک دو نا، بس آخری ٹاپک رہتا ہے پھر پکا رکھ دوں گی۔" امسال منت کرتے ہوئے بول رہی تھی۔

"خدا کا خوف کرو! میری بچی کہاں سے آئی ابھی؟" ماہا نے حیرت سے کہا تھا، اُس کے ڈرامے شروع ہو چکے تھے۔

"ہی ہی ہی! ویری فنی۔" امسال نے مصنوعی انداز میں ہنس کر ماہا کو چڑایا تھا اور ساتھ ہی اُس سے کتاب واپس لی تھی۔

"ٹینشن نہیں لو اتنی میرے جیجا جی ہیں نا، اگر تم فیل ہو بھی گئیں تو ایک فون کریں گے وہ اور تم پاس۔" ماہا نے اپنی دائیں آنکھ دباتے ہوئے کہا تھا۔

"استغفر اللہ! ! شُب شُب بولو۔" امسال ماہا کو آنکھیں دکھاتے ہوئے بولی تھی۔

"ارے وہ دیکھو ہماری میرو کا ہیرو اُسے کمپنی دے رہا ہے۔" امسال اپنا مطلوبہ صفحہ ڈھونڈ رہی تھی جب ماہا بولی۔

دونوں واپس المیر کے پاس جانے لگی تھیں جب ماہا نے دیکھا تو ارحان المیر کے پاس بیٹھا اُس سے کچھ بات کر رہا تھا۔ ماہا کی بات سن کر امسال نے بھی گردن اُٹھا کر دیکھا تھا اور دل میں اُن دونوں کی خوشیوں کی دعا کی تھی۔

المیر آس پاس سے بلکل بے نیاز ہو کر پڑھنے میں مصروف تھی جب کوئی اُس کے سامنے آکر بیٹھا تھا۔ کسی کی موجودگی کا احساس اور وہ سحر کن خوشبو جس کے مالک کو وہ لاکھوں میں پہچان سکتی تھی، المیر نے گردن اُٹھا کر دیکھا تو واپس جھکانا بھول گئی۔

گرے شرٹ اور ساتھ بلیک جینز پہنے، بالوں کو خوبصورتی سے سیٹ کئے ارحان اُس کے سامنے بیٹھا تھا اور المیر کے خود کو دیکھنے پر مسکرایا تھا۔ ارحان کی یہ مسکراہٹ تو المیر کی جان لیتی تھی اور اس وقت بھی ایسا ہی کچھ ہو رہا تھا۔

ارحان المیر کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ آج اُسے واقعی المیر کی آنکھوں میں اپنے لیے بے پناہ محبت نظر آ رہی تھی۔ بس اسی لمحے ارحان کا دل بھی ایک الگ دھن پہ دھڑکنا شروع ہوا تھا۔

"مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔" ارحان نے المیر کی گود میں موجود کتاب کو بند کرتے ہوئے کہا تھا۔

"ہاں بولو کیا بات ہے؟" المیر تو پہلے سے ہی ارحان کی جانب متوجہ تھی فوراً جواب دیا۔

"ہمم! ایسا کرتا ہوں پیپر کے بعد کروں گا۔ ابھی کی تو تم سے پیپر نہیں ہو پائے گا۔" ارحان مسکراتے ہوئے بولا تھا جبکہ المیر کو اُس کی یہ منطق سمجھ نہیں آئی تھی۔

"سب خیریت تو ہے نہ؟" المیر کے چہرے پہ پریشانی کے اثرات تھے۔

"ہاں ہاں سب خیر ہے، شکل پہ بارا بجانے کی ضرورت نہیں ہے۔" ارحان عام سے انداز میں بولا تھا۔

"ہووووایک لڑکی کو دیکھا تو ایسا لگا اا۔۔۔" ماہا کی سُر بکھیرتی آواز المیر اور ارحان کے کانوں میں پڑی تھی۔

"کیسا لگا؟ اور کون سی والی کو دیکھ کر؟" ارحان نے بہت دلچسپی سے پوچھا تھا جبکہ المیر نے ماہا کو گھوری سے نوازہ تھا۔

"شرم تو تم کو مگر آتی نہیں!" ماہا نے ارحان کے کندھے پہ مکا جڑا تھا۔

"آہ! خاصہ مردانہ ہاتھ ہے تمہارا، پتہ نہیں بچارے ارشمیل کا کیا حال کرے گی یہ۔" ارحان دہائی دیتا ہوا اُٹھ کر بھاگا تھا اس سے پہلے کے ماہا ایک اور مکا مارتی۔

"ارحان!!" ارحان کی بات کا مطلب سمجھ کر ماہا چیخی تھی اور اُس کے پیچھے بھاگی تھی جو کہ کافی آگے جا چکا تھا۔ امسال اور المیر کا ہنس ہنس کر بُرا حال تھا۔

پیپر دے کر یہ چھ لوگ ساتھ ہی امتحانی کمرے سے باہر نکلے تھے، یہ انکا ہمیشہ سے معمول تھا۔ پیپر دینے کے بعد جو بھوک لگتی تھی اُس کا علاج صرف کینٹین میں ہی تھا اس لیے یہ چھ دوستوں کا ٹولا اب کینٹین میں ہنگامہ مچائے ہوئے تھا۔ یونیورسٹی میں تقریباً سب ہی ان کے گروپ کو جانتے تھے۔ جہاں یہ چھ لوگ ہوتے تھے وہاں ہلہ گلہ ہوتا تھا۔

ہماری ویب میں شایع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔

ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشااللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین

ارحان کو امسال سے اپنے پچھلے رویے کی معافی مانگنی تھی اس لیے اُس نے امسال کو اپنے ساتھ چلنے کا کہا تھا، دونوں سب کے لیے کھانے پینے کی چیزیں لینے گئے تھے۔ باقی کے چار جگہ روک کر بیٹھے تھے اور اپنی ہی شغل مستی میں مصروف تھے۔

"امسال میں تم سے اپنے کہے الفاظ اور اپنی حرکتوں کی معافی مانگنا چاہتا ہوں، پلیز مجھے معاف کر دو۔" ارحان جو کہنا چاہتا تھا وہ اُس نے کہہ دیا تھا۔

"تمہیں معافی مانگنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے ارحان، میں سمجھ سکتی ہوں وہ سب تمہارا ردعمل تھا۔ جہاں تک بات ہے تمہاری اُس بات کی تو اُسکی سزا میں نے تمہیں اُسی وقت دے دی تھی۔۔۔۔۔ میرا دل تمہارے لیے ہمیشہ کی طرح آج بھی صاف ہے۔" امسال نے ارحان کی شرمندگی کو اپنے الفاظ سے ختم کر دیا تھا۔

"بہت زور سے تھپڑ مارا تھا تم نے بدتمیز عورت!" ارحان نے کسی معصوم سے بچے کی طرح رونی صورت بنا کر کہا تھا جس پہ امسال کو بے ساختہ ہنسی آئی تھی۔

"یہ عورت کس کو بولا ہاں؟!" امسال کی ہنسی کو بریک لگا تھا اور وہ لڑاکا انداز میں گویا ہوئی تھی۔

"تم عورت نہیں ہو تو کیا مرد ہو؟" ارحان نے سوچتے ہوئے کہا تھا وہ بہت مشکل سے اپنی ہنسی روک رہا تھا۔

جواب میں امسال نے ارحان کو کمر پہ مکا مارا تھا۔

"شادی کے بعد لڑکیاں عورت ہی بن جاتی ہیں۔" ارحان امسال کو چڑانے سے باز نہیں آ رہا تھا۔

"اچھا؟ اور ایسا کس کتاب میں لکھا ہے؟ ہنہہ!" امسال کے بھی ڈرامے شروع ہو گئے تھے اور پھر دونوں ہی پاگلوں کی طرح ہنسنے لگے تھے۔

"میں نے فیصلہ کر لیا ہے امسال کہ میں اپنی زندگی میں آگے بڑھوں گا، تم بلکل ٹھیک کہہ رہی تھیں۔ المیر واقعی مجھ سے بہت محبت کرتی ہے یہ بات مجھے آج شدت سے محسوس ہوئی ہے۔ میں آج ہی المیر سے اس بارے میں بات کروں گا۔۔۔۔ اب میں مزید سنگل نہیں رہ سکتا پتا چلا اُسے بھی کوئی اُڑا لے جائے تو میں کیا کروں گا!" ارحان نے اپنی آخری بات مزاحیہ انداز میں کہی تھی۔

ارحان نے حقیقت کو تسلیم کر لیا تھا اور سب کچھ اللہ کی رضا اور بہتری سمجھ کر قبول کر لیا تھا۔ امسال ارحان اور المیر کے لیے بے انتہا خوش تھی۔ وقت سب سے بڑا مرحم ہوتا ہے، وقت گزرتے ساتھ ہی انسان میں صبر آ ہی جاتا ہے۔

کھانا پینا ہو چکا تھا اور اب سب گھر کے لیے نکل رہے تھے۔المیر سے بات کر کے ارحان ہی اُسے واپس چھوڑنے والا تھا۔سب ساتھ ہی پارکنگ کی جانب بڑھے تھے۔امسال بیچ میں چل رہی تھی،اُسکی ایک جانب ارحان تھا اور دوسری جانب المیر۔ارحان نے امسال سے کچھ کہا تھا جس پر وہ ہنسنا شروع ہو گئی تھی ساتھ میں ارحان بھی ہنس رہا تھا اور دونوں نے ایک دوسرے کے ہاتھ پہ زوردار تالی بھی ماری تھی،دونوں شاید پاگل ہو گئے تھے۔باقی کے چار لوگوں کو بات کا پتہ نہیں تھا اس لیے وہ لوگ ان دونوں کو سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

امسال اور ارحان نے بہت مشکل سے ہنسی روکی تھی اس سے پہلے امسال باقیوں کو بات سے آگاہ کرتی قریب سے ہی گاڑی کا ہارن سنائی دیا تھا جو کہ کافی تیز تھا۔سب چپ ہو کر اُس گاڑی کو ڈھونڈ رہے تھے جس نے ہارن دیا تھا۔ایک بار پھر زوردار ہارن دیا گیا تھا اور سامنے کھڑی بلیک رینج روور سے ابتہاج باہر نکلا تھا۔ابتہاج کے ہارن دینے کا مقصد تھا امسال کو اپنی جانب متوجہ کرنا۔سب کی نظر اُسکی جانب اُٹھی تھی اور امسال تو گاڑی اور گاڑی کے مالک کو کروڑوں میں پہچان سکتی تھی۔

"اُفف!! کیا نایاب طریقہ ہے بھائی کے بلانے کا۔" ماہا نے امسال کو کوہنی مارتے ہوئے چھیڑا تھا جس پہ امسال نے اُسے گھورا تھا۔

"جاؤ بھئی اس سے پہلے کے تمہارا شوہر آ کر میرے درگت بنا دے، دیکھو کیسے گھور رہا ہے جیسے ابھی کھا جائے گا مجھے!" ارحان نے ابتہاج کو دیکھتے ہوئے امسال کے کان میں سرگوشی کی تھی۔

ارحان کو اس طرح امسال کے قریب اور ہنسی ٹھٹھے کرتے دیکھ ابتہاج کے دماغ کی رگیں تنی ہوئی تھیں۔

"تو دور رہو نا، گھس کیوں رہے ہو میرے اندر!" امسال نے ارحان کو چپت لگاتے ہوئے کہا تھا اور پھر ابتہاج کی جانب دیکھا تھا جو چہرے پہ سختی لیے اُن دونوں کو ہی دیکھ رہا تھا۔

ابتہاج نے کالے رنگ کا برینڈڈ سوٹ پہن رکھا تھا جس کا کوٹ فی الحال غایب تھا البتہ کالی ویسٹ کوٹ پہنی ہوئی تھی۔ گرے شرٹ کی آستینیں کوہنیوں تک موڑ رکھی تھیں۔ سرخ و سفید کشرتی ہاتھوں کی نسیں اُبھری ہوئی تھیں۔ امسال کی نظریں ابتہاج کے ہاتھوں کی اُبھری ہوئی نسوں سے ٹکرائی تھیں اور وہ خود بھی اُن نسوں میں اُلجھ گئی تھی۔

"گھر جا کر دیکھ لینا تمہارے ہی ہیں۔" المیر نے شرارتی انداز میں امسال کے قریب ہو کر کیا تھا اور اُسے خیالوں کی دنیا سے باہر کھینچ لائی تھی۔

جواب میں امسال نے "میں اُن کو نہیں دیکھ رہی" کہا تھا۔

امسال اور ابتہاج دونوں گاڑی میں تھے، ابتہاج خاموشی اور سنجیدگی سے گاڑی چلا رہا تھا، ایک ہاتھ سٹیرنگ پہ تھا جب کے دوسرا ہاتھ گئیر پہ اور آنکھوں پہ سن گلاسز لگائے ہوئے تھے۔ گوری رنگت پہ نیلی اُبھری ہوئی نسیں صاف واضع تھیں اور امسال کی نظریں بار بار بھٹک کر وہیں جا رہی تھیں۔ امسال اپنا دل و دماغ ابتہاج کی جانب سے ہٹانا چاہتی تھی۔

ابتہاج کی خاموشی سے گاڑی کا ماحول کچھ عجیب سنجیدہ سا تھا جو کہ امسال کو بلکل بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ دونوں کے درمیان دوستی کا رشتہ قائم ہو گیا تھا اور دونوں ہی دوستوں کی طرح آپس میں باتیں کرتے تھے۔ امسال اب ابتہاج کی عادی ہوتی جا رہی تھی لیکن وہی اضلی ضدی پن وہ اس بات کو کسی طور ماننے کو تیار نہ تھی۔

"اتنے خاموش اور سنجیدہ کیوں ہیں آپ؟ کسی سے لڑائی ہوئی ہے؟" امسال سے مزید خاموش نہ رہا جا رہا تھا اس لیے بات کا آغاز کیا تھا۔

"نہیں تو، میں کیوں لڑوں گا کسی سے بلاوجہ۔" ابتہاج کی نظریں سامنے روڈ پہ تھیں۔

ابتہاج کے خاموش ہونے کی اصل وجہ ارحان کا امسال میں گھسنا اور اُس کے کان میں سرگوشیاں کرنا تھا۔ ابتہاج امسال کے معاملے میں انتہائی شدت پسند تھا۔ وہ اُسکی تھی اور اس سب کا حق بھی صرف اُسے ہی تھا۔

"آپ کیوں لینے آئے؟ میں خود ہی آجاتی ڈرائیور کے ساتھ۔" امسال نے دوسری بات شروع کی تھی۔

"میں نے سوچا آج تمہارا پہلا پیپر ہے تو میں ہی تمہیں لینے آؤں۔۔۔۔ کیسا ہوا پیپر؟" ابتہاج عام لہجے میں بولا تھا وہ چاہ کر بھی امسال پہ سختی نہیں کر پاتا تھا اور نہ ہی اُس سے کوئی صفائی مانگتا تھا۔

"آپ کو کیا لگتا ہے کیسا ہوا ہو گا؟" امسال نے سینٹر کنسول پہ اپنی کوہنی ٹکائی تھی اور عادتاً ہاتھ ٹھوڑی کے نیچے رکھا تھا۔

"میرے خیال سے تو اچھا ہی ہوا ہو گا۔۔۔۔ آخر کو پڑھایا کس نے ہے۔" ابتہاج نے اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے کہا تھا۔

"واہ بھئی واہ!! سارا کریڈٹ تو آپ لے گئے اور جو میں نے محنت کی وہ؟" امسال نے منہ بناتے ہوئے ناراض لہجے میں کہا تھا۔

"ہاہاہا! مزاک کر رہا ہوں، مجھے پتا ہے کہ میری بیوی بہت ذہین ہے۔" ابتہاج نے ہنستے ہوئے کہا تھا اور اُس کی ہنسی میں امسال ہمیشہ کی طرح کھونے لگی تھی لیکن اس بار اُس نے خود پہ قابو پا لیا تھا۔

"میں ناراض ہوں آپ سے ہنہہ!" امسال نے کسی چھوٹے بچے کی طرح کہا تھا۔

"روٹھے روٹھے سے میرے سرکار نظر آتے ہیں۔" ابتہاج نے شاعرانہ انداز میں کہا تھا جو کہ اپنے اندر کچھ شرارت سموئے ہوئے بھی تھا۔ امسال کو اپنی ہنسی روکنا مشکل لگ رہا تھا۔

"روٹھے سے کا کیا مطلب؟ روٹھے ہوئے ہیں!" امسال نے ابتہاج کی تصحیح کی تھی۔

"تو پھر کیسے مانیں گی آپ؟" ابتہاج نے ہتھیار ڈالتے ہوئے کہا۔

"اممم! آپ رات میں مجھے نوڈلز بنا کر کھلائیں گے پھر مانوں گی۔" امسال نے سوچ کر ماننے کی شرط رکھی۔

"میں؟ میرا ابتہاج جہانگیر؟ نوڈلز بنائے گا؟" ابتہاج نے مغرور انداز میں کہا تھا وہ صرف ڈرامے کر رہا تھا۔

"جی بلکل آپ! زیادہ ڈرامے نہ کریں یا پھر یہ کہیں کہ آپ کو بنانے نہیں آتے۔" امسال کا انداز مزاک اُڑانے والا تھا۔

"ایکسکیوز می مسز ابتہاج! مجھے ہر طریقے کا کھانا بنانا آتا ہے۔۔۔۔۔آئی ایم آ بارن شیف!" ابتہاج نے اپنی گردن اکڑاتے ہوئے امسال کی معلومات میں اضافہ کیا تھا۔

"کیا واقعی؟ آپ کو کھانا بنانا آتا ہے؟" امسال ساری ناراضگی بھول گئی تھی اور آنکھوں میں چمک لیے بولی تھی۔

امسال کی ہمیشہ سے خواہش تھی کہ اُس کے شوہر کو کھانا بنانا آتا ہو۔ امسال اور اُس کی عجیب خواہشات!

"ہاں بلکل، ایسا کون سا کھانا ہے جو میں نہیں بنا سکتا۔۔۔۔۔جب میں اور بھائی لندن پڑھنے گئے تھے اُس وقت ہم خود ہی کھانا بناتے تھے کیونکہ کُک کے ہاتھ کے کھانے کی عادت نہیں تھی۔ میں اب بھی بناتا ہوں کھانا جب دل کرتا ہے۔" ابتہاج نے تفصیلی جواب دیا تھا۔

"اب تو مجھے بھی کھانا ہے آپ کے ہاتھوں سے بنا ہوا کھانا۔" امسال نے فرمائش کی تھی۔

"ہائے! اتنے پیار سے بولو گی تو روز کھانا بنا دیا کروں گا تمہارے لیے۔" ایسا کیسے ہو سکتا تھا کہ امسال کوئی فرمائش کرے اور ابتہاج اُسے پورا نہ کرے۔

"نہیں روز نہیں، وہ میں خود ہی بنالوں گی۔ آپ بس کسی ایک دن کچھ بنا کر کھلائیں۔"

امسال نے جواب دیا تھا۔

"جب آپ حکم کریں گی بنادوں گا میری جان! غلام حاضر ہے۔" ابتہاج نے سر کو خم دیتے ہوئے کہا تھا۔

دونوں کی باتیں جاری تھیں، امسال اب ابتہاج سے یہاں وہاں کی باتیں کر رہی تھی اور ساتھ ہی راستہ بھی کٹ رہا تھا۔

باقی سب کے ساتھ المیر اور ارحان بھی نکل گئے تھے۔ ارحان نے ابھی کوئی بھی بات شروع نہ کی تھی وہ کہیں سکون والی جگہ پہ المیر سے بات کرنا چاہ رہا تھا۔

"دائیں جانب کیوں جا رہے ہو ارحان؟ میرا گھر بائیں جانب سے آتا ہے!" ارحان نے راستہ بدلا تھا جس پہ المیر فوراً بولی تھی۔

"ہاں پتا ہے مجھے لیکن تم اس وقت اغواء ہو چکی ہو، اب اغواء کر کے تمہیں تمہارے گھر تو لے کر جانے سے رہا میں۔" ارحان دنیا جہاں کی معصومیت اپنے چہرے پہ سجا کر بولا تھا۔

"تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نہ؟" المیر کو آج ارحان کچھ عجیب لگ رہا تھا، صبح سے وہ عجیب سی باتیں کر رہا تھا۔

"خراب تھی، ابھی کچھ دن پہلے ہی تو ٹھیک ہوا ہوں۔" ارحان نے ریستوران کے سامنے گاڑی روکتے ہوئے کہا تھا۔

"یہاں کیوں لائے ہو مجھے؟ ماما کو پتہ چلا تو گھر سے باہر نکال دیں گی مجھے۔" المیر پریشانی سے بولی تھی جبکہ ارحان نے اُس کی جانب کا دروازہ کھولا تھا۔

"میں ہوں نا جواب دینے کے لیے، ویسے بھی تم کون سا پہلی بار میرے ساتھ آ رہی ہو ہم تو جاتے ہی رہتے ہیں۔" ارحان نے گاڑی لاک کرتے ہوئے المیر کی پریشانی کو کم کرنا چاہا۔

"ہاں جاتے ہیں لیکن باقی سب بھی ساتھ ہوتے ہیں، میں اکیلی کبھی نہیں گئی تمہارے ساتھ لنچ پہ۔" المیر اب ارحان سے تھوڑا پیچھے چل رہی تھی۔

"پیچھے کیوں چل رہی ہو؟ آگے آو۔" ارحان نے پہلے المیر کو اندر داخل ہونے کا اشارہ کیا تھا۔

"ویلکم سر، آپ کا کمپارٹمنٹ تیار ہے۔" دونوں کے داخل ہوتے ہی ایک سوٹ میں ملبوس شخص ارحان سے مخاطب تھا۔

اس ریستوران میں الگ سے کمرے نما جگہ بنی ہوئی تھی جو کہ باقی ٹیبل سے الگ تھی جنہیں فیملی کمپارٹمنٹ کہا جاتا ہے۔ خاص بکنگ پر یہاں لوگ کھانا کھانے آتے تھے۔

ارحان اکثر اپنے گھر والوں کے ساتھ یہاں آتا رہتا تھا اس لیے اس ریستوران کا مینیجر اُسے اچھے سے جانتا تھا۔ارحان شکریہ ادا کر کے المیر کو ساتھ لیے آگے بڑھ گیا تھا۔

"ارحان یہ کہاں جا رہے ہیں ہم؟ دیکھو اب مجھے واقعی ڈر لگ رہا ہے چلو یہاں سے۔" المیر کے دماغ میں نجانے کیوں خطرے کی گھنٹی بج رہی تھی۔

"تم تو ایسے ڈر رہی ہو جیسے خدانہ خواستہ میں کچھ غلط کرنے والا ہوں، بھروسہ نہیں ہے تمہیں مجھ پہ؟"ارحان جو تھوڑا آگے چل رہا تھا المیر کی طرف مڑتے ہوئے بولا تھا۔

"ایسی بات نہیں ہے ارحان، تم پہ بھروسہ ہے لیکن پھر بھی ڈر لگ رہا ہے مجھے۔"المیر گردن جھکاتے ہوئے بولی تھی۔

"اندر چلو سارا ڈر ختم ہو جائے گا۔"ارحان نے شیشے کا دروازہ کھولا تھا اور پہلے المیر کو اندر جانے کے لیے کہا تھا۔

المیر جیسے ہی اندر داخل ہوئی تھی اور جو منظر اُسکی آنکھوں کے سامنے تھا اُسے دیکھ وہ اپنی جگہ ساکت ہو گئی تھی۔ارحان نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر دیا تھا۔المیر حیرانی سے منہ پر ہاتھ رکھے پورا کمپارٹمنٹ دیکھ رہی تھی۔کمپارٹمنٹ بہت خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔

بیچ میں دو لوگوں کے بیٹھنے کے لیے ٹیبل اور چیئر رکھی تھی جس پہ موم بتیاں اور پھول رکھے تھے۔ موم بتیاں جیسے جیسے جل رہی تھی اُس میں سے ایک خوشگوار مہک اُٹھ رہی تھی جس نے پورے کمپارٹمنٹ کو اپنی لپیٹ میں لیے مہکایا ہوا تھا۔ بلکل سامنے موجود دیوار سجی ہوئی تھی اور بیچ میں ہیلیم بلون سے 'ول یو میری می؟' لکھا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ بھی کمپارٹمنٹ میں لال اور کالے رنگ کے غبارے سجے ہوئے تھے۔

المیر ارحان کی جانب مڑی تو اُسے ایک اور حیرت کا جھٹکا لگا تھا۔ ارحان اپنے ایک گھٹنے کے بل زمین پہ بیٹھا تھا، ہاتھ میں مخملی ڈبیہ تھی جس میں خوبصورت سی انگوٹھی موجود تھی جس کے بیچ میں لال ہیرا جسے روبی کہا جاتا ہے اپنی پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ ارحان چہرے پہ دلکش مسکراہٹ لیے المیر کے تاثرات دیکھ رہا تھا۔

"ار۔۔۔ارحان؟ یہ۔۔۔سب؟" المیر اس وقت بولنے کے قابل نہ تھی، بہت سے جزبات تھے جنہوں نے اُسکی زبان پہ قفل لگا دیا تھا۔

"المیر کیا تم مجھ جیسے سر پھرے آدمی سے شادی کرو گی؟" ارحان نے مسکراتے ہوئے سوال کیا تھا۔

"ت۔۔۔تم میرے والدین سے ب۔۔۔بات کرو، جو اُن کا جواب ہو گا وہی میرا جواب ہو گا۔" المیر کے پاس اس سے بہتر جواب نہ تھا، دل تو چاہ رہا تھا کہ ابھی کے ابھی ہاں کر دے لیکن اُس نے ایسا نہیں کیا تھا۔

"اُن سے تو میرے والدین بات کریں گے، میں فی الحال تم سے بات کر رہا ہوں، تمہارا جواب جاننے کے بعد ہی ماما کو بھیجوں گا تمہارے گھر تمہیں مانگنے۔" ارحان جتنا رومینٹک انداز میں بول سکتا تھا بولنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"میرا جواب ہاں ہے لیکن پھر بھی ہو گا وہی جو میرے والدین چاہیں گے۔" المیر نے تیزی سے دھڑکتے دل کے ساتھ جواب دیا تھا۔

"تھینک یو سو مچ المیر، میری ویران ہوئی زندگی میں آنے کے لیے۔" ارحان نے المیر کی اُنگلی میں انگوٹھی پہناتے ہوئے خوشی سے کہا تھا۔

المیر نے تھوڑی مزاحمت کی تھی، اُس کا کہنا تھا وہ ابھی یہ قیمتی انگوٹھی نہیں لے سکتی لیکن ارحان تو ارحان تھا، آخر اُسے انگوٹھی پہنا کر ہی دم لیا۔

"اب منہ سہی کرو اپنا، بارا بجے ہوئے ہیں تمہاری شکل پہ جیسے پتا نہیں کیا کر دیا ہو میں نے۔" ارحان المیر کے بیٹھنے کے لیے چیئر پیچھے کرتے ہوئے بولا تھا۔

"کیا دعائیں یوں بھی قبول ہوتی ہیں؟" المیر نے دل میں خود سے سوال کیا تھا۔

ہاں! دعائیں ایسے بھی قبول ہوتی ہیں، اگر سچے دل اور پوری لگن کے ساتھ کسی کو مانگا جائے اور اپنے رب کی رضا میں راضی ہوا جائے تو اللہ بھی اپنے بندے کو اُسکی خوشی سے نوازتا ہے۔

المیر بھی اپنے رب کی رضا میں راضی تھی اس لیے اُس پاک ذات نے آج اُسے اُسکی سب سے بڑی خوشی سے نوازا تھا۔ المیر کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے اور وہ دل میں اُس پاک ذات کا شکر ادا کرتے نہیں تھک رہی تھی۔

امسال اور ابتہاج گھر پہنچ گئے تھے۔ ابتہاج نے گھر میں موجود بڑے سے پورچ میں گاڑی پارک کی تھی اور ساتھ ہی دونوں گاڑی سے باہر نکلے تھے۔ جیک جو کہ کافی عرصے سے فارم ہاؤس پہ تھا اب واپس آ چکا تھا۔ شادی کے اس عرصے میں امسال اور جیک کا سامنہ اب تک نہ ہوا تھا۔ دوپہر کا وقت جیک کی چہل قدمی کا تھا اس لیے فی الحال وہ آزاد گھوم رہا تھا۔ ابتہاج پہ نظر پڑتے ہی جیک نے بھونکتے ہوئے ابتہاج کی جانب دوڑ لگائی تھی۔

جیک کی آواز سن کر ابتہاج کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ پھیلی تھی کیونکہ جیک ابتہاج کا سب سے چہیتا تھا جسے وہ بہت ضد کر کے اس گھر میں لایا تھا ورنہ جنت بیگم اس کے

سخت خلاف تھیں اور اسی وجہ سے جیک کو جہانگیر مینشن کے اندر داخل ہونے کی اجازت نہ تھی۔

جیک ابتہاج تک پہنچ چکا تھا اور اُس کے پیروں کے گرد گھوم رہا تھا پھر اپنے دو پیروں پہ کھڑے ہو کر ابتہاج کو ہائے فائیو کیا تھا۔ ابتہاج گھٹنے کے بل بیٹھ کر جیک کو پیار کر رہا تھا۔

"آآآآآ!! کتّا!! اتنا بڑا کتّا!!" ابتہاج جیک کو پیار کر رہا تھا اور جیک بھی پیار وصول کرنے میں مصروف تھا جب امسال کی زوردار چیخ سنائی دی تھی۔

اتنا بڑا اور تندرست کتّا دیکھ امسال کا ہارٹ فیل ہونے والا تھا۔ جیک ایک سائیبیرین ہسکی تھا۔ امسال چلاتی ہوئی دوبارہ گاڑی کی جانب بھاگی تھی اور گاڑی کا دروازہ کھولنے کی کوشش کر رہی تھی جو کہ کبھی نہ کھلنا تھا کیونکہ گاڑی لاک تھی۔

امسال کی چیخ و پکار سے جیک اُسکی جانب متوجہ ہو گیا تھا اور جیسے ہی اُس نے امسال کو دیکھا تو بھونکنا شروع ہو گیا۔ امسال جیک کے لیے بلکل غیر شناسا تھی اور ایسے پالتو کتّے اجنبی لوگوں کو دیکھ بھونکنے لگتے ہیں۔ جیک کے بھونکنے کی آواز اتنی تیز تھی کہ امسال کو اپنا دل بند ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔ ابتہاج تمام صورتحال سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ جیک بھونکتے ہوئے امسال کی جانب دوڑا۔

جیک کو اپنی جانب بڑھتے دیکھ امسال بیچاری تو مرنے ہی لگی تھی لیکن پھر اُسکی نظر پورچ میں کھڑی ویگو پہ پڑی اور وہ پھرتی سے پیچھے موجود خالی جگہ پہ چڑھ گئی۔ جیک مسلسل بھونکتے ہوئے گاڑی کے آس پاس کود رہا تھا، وہ گاڑی پہ چڑھ سکتا تھا لیکن چڑھ نہیں رہا تھا کیونکہ اُس کو اس چیز کی اجازت نہ تھی۔ ابتہاج نے جیک کو خاص طور پہ ملٹری ٹریننگ دلوائی تھی وہ اشاروں کو بہت اچھے سے سمجھتا تھا۔

ابتہاج بھی اُس جگہ پہنچا تھا جہاں امسال اور جیک موجود تھے۔ اُسکی آنکھوں کے سامنے جو منظر تھا وہ دیکھ کر ابتہاج کو اپنی ہنسی روکنا بہت مشکل کام لگ رہا تھا۔ امسال گاڑی پہ چڑھی چلا رہی تھی، خوف سے چہرے پہ بارہ نہیں بلکہ پوری گھڑی بنی ہوئی تھی۔ جیک کے بھونکنے سے امسال مزید خائف ہو رہی تھی۔ دوسری جانب کھڑے ابتہاج کی ہنسی بند ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی، اُس کا دودھ سا سفید چہرہ ہنس ہنس کر لال ہو رہا تھا۔ جو کچھ بھی وہ دیکھ رہی تھی اُسے کسی چیز پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ المیر کے لیے آج کا دن اُسکی زندگی کا بہترین دن تھا، آج اُسے اپنے صبر کا پھل مل گیا تھا۔ جس شخص سے محبت کے اظہار کی خواہش وہ نجانے کب سے دل میں لیے بیٹھی تھی آج اُس نے اظہار کر ہی دیا تھا۔ المیر کو ارحان کا یوں اچانک اظہار سمجھ نہ آیا تھا، انہیں سوچوں میں غرق وہ

کھوئے ہوئے انداز میں اپنے سامنے موجود پلیٹ میں چمچ گھمارہی تھی۔ارحان کافی دیر سے المیر کو یہی کرتے دیکھ رہا تھا اس لیے ہنکارا بھر کر بولنا شروع کیا تھا۔

"میں جانتا ہوں المیر کہ تمہارے ذہن میں اس وقت بہت سے سوالات ہیں اور میں اُن کے جواب بھی دوں گا، میں تمام باتیں واضح کرنا چاہتا ہوں۔یہ سچ ہے کہ میں امسال سے بے انتہا محبت کرتا تھا۔۔۔۔اب شاید نہیں کرتا یا شاید کرتا ہوں، میں ابھی اس بارے میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔اُسکی شادی ہو چکی ہے اور وہ میرے نصیب میں کبھی تھی ہی نہیں۔"اتنا کہہ کر ارحان ایک پل کو رکا تھا۔

"میں نے امسال سے سچی محبت کی تھی اور محبت کو بھلانا آسان نہیں! جو کچھ بھی ہوا اُسے قبول کرنے میں مجھے وقت لگا لیکن سچ بتاؤں تو ابھی تک میں اپنی محبت کو بھول نہیں پایا ہوں اور شاید کبھی بھی بھلا نہیں پاؤں گا، میری یہ یک طرفہ محبت میرے دل کے ایک کونے میں یاد بن کر ہمیشہ محفوظ رہے گی۔۔۔۔میری اس بات سے تمہیں تکلیف ہو رہی ہو گی لیکن میں وعدہ کرتا ہوں جس دن تمہیں شرعی اور قانونی طور پر اپنی زندگی میں شامل کروں گا، اُس وقت سے میں صرف اور صرف تمہارا ہی ہوں گا! میرے دل میں صرف تمہارے لیے محبت ہو گی! میرا ہر احساس تمہارا ہو گا!"ارحان نے اپنی آگے کی بات المیر کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہی تھی۔

ارحان کے لہجے اور آنکھوں میں سچائی تھی، سامنے بیٹھی وہ لڑکی اُس کے جزبات کو بہت اچھے سے سمجھ سکتی تھی کیونکہ وہ بھی تو اسی یک طرفہ محبت سے گزر رہی تھی۔ دونوں میں فرق یہ تھا کہ ایک نے اپنی اس یک طرفہ محبت کو کھو دیا تھا جبکہ دوسرے نے اُسے پالیا تھا۔ جس نے اپنی محبت کو کھویا تھا اُس نے کھو کر بھی اپنے حق میں بہترین کو پایا تھا۔

المیر کی آنکھوں میں ارحان کو اپنے لیے یقین نظر آیا تھا۔ المیر کی آنکھیں نم تھیں لیکن یہ خوشی کے آنسو تھے، خوبصورت ہونٹوں پہ دیوانہ کر دینے والی مسکراہٹ تھی۔

"میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ میں اپنی زندگی میں آگے بڑھوں گا کیونکہ پیچھے مڑ کر دیکھنے والے لوگ دور کہیں پیچھے ہی رہ جاتے ہیں۔ میں ماضی میں رہ کر اپنے حال اور مستقبل کو تباہ نہیں کرنا چاہتا بلکہ تمہاری ہمراہی میں اپنی زندگی کو مزید خوبصورت بنانا چاہتا ہوں۔" ارحان نے المیر کے ہاتھ پکڑ کر اپنی بات مکمل کی تھی۔

"میں سمجھ سکتی ہوں ارحان اور انشاءاللہ تم زندگی کے ہر موڑ پر مجھے اپنا ہم قدم پاؤ گے، میں پوری کوشش کروں گی کہ تمہیں کوئی شکایت کا موقع نہ دوں۔" المیر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تھا۔

المیر کے جواب پہ ارحان سرشاری سے مسکرایا تھا اور یہی سوچ رہا تھا کہ آخر اُس نے ایسی کون سی نیکی کی تھی جس کے نتیجے میں اُسے المیر جیسی لڑکی کا ساتھ نصیب ہوا۔

کھانے کے دوران ارحان نے المیر کو سب بتایا کہ کیسے اُسے امسال نے سب بتایا اور پھر کیسے اُس نے یہ سب پلین کیا۔ دونوں کھانا کھا کر اب گھر کے لیے نکل چکے تھے۔

"آپ کیا وہاں کھڑے دانت نکال رہے ہیں، ہٹائیں اس کتّے کو!" امسال کی غصے سے بھری آواز ابتہاج کے کانوں میں گونجی تھی۔

"ہاہاہا! تم کیوں اتنا ڈر رہی ہو میرے جیک سے؟" ابتہاج نے ہنسنے کے دوران بڑی مشکل سے جواب دیا تھا، اب تو اُس کے پیٹ میں درد ہونے لگا تھا۔

"میرا ابتہاج جہانگیر رررر!!" امسال غصے اور خوف کی شدت سے چیخی تھی اور اسی پل ابتہاج کی ہنسی کو بریک لگا تھا۔

"جیک سٹاپ بارکنگ رائٹ ناؤ!" ابتہاج کا آرڈر ملنے کی دیر تھی کہ جیک خاموش ہو گیا تھا۔

"ہٹائیں اس کتّے کو، کون لایا ہے اس کو یہاں؟" امسال اب بھی گاڑی پہ چڑھی ہوئی تھی۔

"اس کو کتّا نہیں بولو، اس کا نام جیک ہے۔۔۔۔۔جو اسے کتّا بولتا ہے یہ اُسے کاٹ لیتا ہے۔" ابتہاج کا انداز ڈرانے اور خبردار کرنے والا تھا۔

"کتّے کو کتّا نہیں بولوں گی تو اور کیا بولوں گی۔۔۔آآآآ!" امسال نے ابھی اپنی بات مکمل نہ کی تھی کہ جیک ایک بار پھر بھونکا تھا جس پہ امسال عادت سے مجبور ہو کر ایک بار پھر چیخی تھی۔

"مجھے کیا بولو کتّا پھر یہ تمہیں کاٹ لے تو مجھے نہ کہنا کہ بتایا نہیں۔۔۔۔۔خیر، اس سے ملو یہ میرا چھوٹا شیر ہے!" ابتہاج بہت محبت سے جیک پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے بول رہا تھا۔

"کتّے کو شیر بنا دیا۔۔۔۔۔اس کو ہٹائیں یہاں سے پلیز!" امسال اب رونے والی تھی۔ پہلی بات دل میں کہی تھی۔ ایک کتّا ہی تو تھا جس سے وہ ڈرتی تھی۔

"تم نیچے اُترو کچھ نہیں کرے گا یہ۔" ابتہاج امسال کی طرف آیا تھا اور اُس کے پیچھے جیک بھی۔

"نہیں! اس کو بھگائیں یہاں سے ورنہ میں نہیں اُتروں گی۔" امسال پیچھے ہوتے ہوئے بولی تھی۔

"لڑکی بولا نہ کچھ نہیں کرے گا، میں ابھی تم دونوں کی دوستی کروا دیتا ہوں۔" ابتہاج نے امسال کا ہاتھ پکڑ لیا تھا اور اُسے اپنی طرف کرتے ہوئے بولا تھا۔

"مجھے نہیں کرنی کوئی دوستی ووستی!" امسال اپنا ہاتھ چھڑوا رہی تھی لیکن ابتہاج کی گرفت مظبوط تھی اور اب وہ امسال کو نیچے اُتار رہا تھا۔

"کانپ کیوں رہی ہو تم؟ میرے سامنے تو پٹر پٹر بولتی ہو اور میرے معصوم سے جیک سے ڈر رہی ہو۔۔۔۔ میں اس سے زیادہ خطرناک ہوں ویسے!" ابتہاج کو پتا نہیں تھا کہ امسال کتّوں سے اتنا ڈرتی ہے۔

"اندر چلیں جلدی بس!" امسال نے ابتہاج کا بازو مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا اور اُس کے پیچھے چھپ رہی تھی۔ اُس کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ وہ اس وقت ابتہاج کی گود میں چڑھ جاتی۔

"ہاں چلتے ہیں اتنی بھی کیا جلدی ہے، پہلے دوستی تو کر لو!" ابتہاج نے امسال کو کندھوں سے تھام کر آگے کیا تھا جبکہ امسال کی تو ہوا ہی خشک ہو گئی تھی۔

"جیک مائے بوائے! فرام ناؤ شی از یور فرنڈ، کم آن! ناؤ گو ہر آہائے فائیو۔" ابتہاج جیک سے انگریزی میں مخاطب تھا اور ساتھ ہی اشارہ بھی کر رہا تھا، جیک ابتہاج کی بات

سمجھ کر خوشی سے بھونکتا ہوا دو پاؤں پہ کھڑا ہوا تھا، سامنے کھڑی امسال بے ہوش ہونے والی تھی۔

"آآآ ماما!" امسال بھاگنا چاہتی تھی لیکن بھاگ نہیں سکتی تھی کیونکہ ابتہاج نے اُسے پکڑا ہوا تھا پھر خود ہی امسال کے ہاتھ پکڑ کے ہائے فائیو کر لیا تھا۔

"دیکھا، بس اتنی سی بات تھی اور تم ایسے ڈر رہی تھیں جیسے ڈائینوسار سے ملوا رہا ہوں۔" ابتہاج نے امسال کو اپنی جانب گھمایا تھا اور مسکراتے ہوئے بولا تھا۔

"بہت ہنسی آ رہی ہے آپ کو، میرا مزاک اُڑا رہے ہیں۔ اتنی بھی کوئی ہنسنے کی بات نہیں تھی یہ۔۔۔۔اب مجھ سے بات کرنے کی کوشش بھی نہ کریے گا آپ اور اگلے ایک ہفتے آپ صوفے پہ سوئیں گے۔" امسال کو یاد آیا تھا کہ ابتہاج اُس پہ ہنس رہا تھا اس لیے وہ حکم سادر کر کے اندر چلی گئی تھی جبکہ ابتہاج حیران پریشان سا کھڑا تھا۔

"صوفے پہ نہیں سوں گا میں!" ابتہاج کی آواز امسال کو سنائی دی تھی۔

"تیری وجہ سے دیکھ کیا ہو گیا، ناراض ہو گئی اب وہ مجھ سے! کیا ضرورت تھی میری بھیگی بلی کو ڈرانے کی؟" ابتہاج جیک سے مخاطب تھا جبکہ جیک کا ایکسپریشن ایسا تھا جیسے وہ ابتہاج کی حالت پہ ہنس رہا ہو۔

"کون یقین کرے گا کہ میرا ابتہاج جہانگیر پہ اتنا ظلم ہوتا ہے!" ابتہاج خود پہ افسوس کرتا ہوا اندر کی جانب بڑھ گیا تھا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے تمہاری ان بے کار دھمکیوں سے میں ڈر جاؤں گی!" زوئیلا دبی آواز میں غرائی تھی۔

"اوہ کم آن زوئیلا میں دھمکی نہیں دے رہا ڈیئر!" زوئیلا کے کان سے لگے موبائل سے آواز آئی تھی۔

"اپنے یہ اوچھے ہتھکنڈے کسی اور پہ آزمانہ سمجھے! آج کے بعد اگر مجھے کال کی تو دیکھنا پھر کیا کرتی ہوں میں تمہارے ساتھ۔" زوئیلا نے دوسری جانب موجود شخص کو ٹھیک ٹھاک سنا کر کال کاٹ دی تھی اور ساتھ ہی ایک اور نمبر اُس کے فون کی بلاک لسٹ میں شامل ہو گیا تھا۔

"پتہ نہیں کہاں کہاں سے آجاتے ہیں، زوئیلا جہانگیر کو ڈرا رہا ہے ہنہہ!" زوئیلا خود سے بڑبڑاتے ہوئے پلٹی تھی لیکن اپنے سامنے موجود شخص کو دیکھ اُسکی سانسیں ایک پل کو رکی تھیں۔

امسال کو ابتہاج سے ناراض ہوئے آج تیسرا دن تھا اور ان تین دنوں میں امسال نے ابتہاج سے کام کے علاوہ کوئی بات نہ کی تھی۔ابتہاج ہر ممکن کوشش کر چکا تھا امسال سے بات کرنے کی،اُس کو منانے کی لیکن امسال کچھ زیادہ ہی ڈھیٹ معلوم ہوئی تھی۔

اب ابتہاج کے صبر کا پیمانہ لبریز ہونے لگا تھا۔

رات کے گیارہ بج رہے تھے امسال اپنا پڑھنے میں مصروف تھی جب ابتہاج کمرے میں داخل ہوا تھا۔ابتہاج کے دونوں ہاتھوں میں کپ تھے جس میں بھانپ اُڑاتی چائے موجود تھی۔ابتہاج کو آج امسال سے ہر صورت میں بات کرنی تھی اس لیے چائے بھی بہت محبت سے وہ خود ہی بنا کر لایا تھا۔

"یہ لو گرما گرم چائے پیو،دماغ ریفریش میرا مطلب ہے فریش ہو جائے گا۔"ابتہاج مزاحیہ انداز میں امسال کی جانب کپ بڑھاتے ہوئے بولا تھا لیکن امسال ہنوز پڑھنے میں مصروف تھی اور ابتہاج کو نظر انداز کیا تھا۔

"امسال؟تم سے بات کر رہا ہوں میں،چائے پیو۔"ابتہاج نے آنکھیں بند کر کے اپنے غصے کو قابو کیا تھا اور ایک بار پھر مخاطب ہوا تھا۔

"نہیں پینی مجھے!"امسال نے احسان کرنے والے انداز میں جواب دیا تھا۔

"کافی دیر سے پڑھ رہی ہو پی لو، میں نے خود بنائی ہے کافی عرصے بعد۔" ابتہاج اب امسال کے سامنے بیٹھ گیا کپ ویسے ہی اُسکی جانب بڑھا ہوا تھا۔

"آپ کو ایک بار کی کہی بات سمجھ نہیں آرہی؟ کہانا نہیں پینی اور نہ ہی آپ سے کوئی بات کرنی ہے۔" امسال نے اکتائے ہوئے اور تیز لہجے میں کہا تھا۔

امسال کا یہ کہنا تھا اور ابتہاج کی برداشت ختم ہوئی تھی۔

"آخر چاہتی کیا ہو تم؟!" ابتہاج نے ہاتھ میں موجود دونوں کپ زمین پہ دے مارے تھے۔

چھناکے کی آواز کے ساتھ کپ ٹوٹے تھے اور کمرے میں شور برپا ہوا تھا۔ گرم چائے فرش پر پھیل رہی تھی جبکہ امسال اپنی جگہ دہل گئی تھی، اُسے ابتہاج سے اس ردعمل کی اُمید نہ تھی۔

"کیا چاہتی ہو کیا کروں میں ہاں؟ پاؤں پڑوں اب میں تمہارے؟ کیا غلطی تھی میری بولو؟ یہی کے صرف ہنسا تھا؟ تین دن سے تم نے عجیب تماشہ لگا کر رکھا ہوا ہے، اگر میں برداشت کر رہا ہوں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم میری برداشت کو آزماؤ!! میں کسی کے نخرے نہیں اُٹھاتا، تمہارے نخرے اُٹھا رہا ہوں تو سر پہ چڑھ رہی ہو تم میرے۔۔۔۔امسال مجھے مجبور مت کرو کہ میں تم پہ سختی کروں!" ابتہاج نے

امسال کو بازو سے پکڑ کے کھڑا کیا تھا اور اپنی غصے کی وجہ سے انگارہ ہوتی آنکھیں امسال کی ڈری ہوئی بھوری آنکھوں میں گاڑتے ہوئے غرایا تھا۔

امسال دم سادھے کھڑی ابتہاج کو دیکھ رہی تھی۔ابتہاج کی گرفت امسال کے بازوؤں پہ اس قدر سخت تھی کہ اب اُسے درد محسوس ہو رہا تھا۔امسال انجانے میں غصے والے ابتہاج کو جگا چکی تھی جو غصے میں کیا کرتا تھا اُسے خود پتہ نہیں ہوتا تھا۔ابتہاج کے سامنے کھڑی لڑکی کی آنکھوں میں اب پانی بھرنا شروع ہو گیا تھا۔

"اگر ایک آنسو بھی باہر آیا تو جان لے لوں گا تمہاری!" ابتہاج نے امسال کو جھنجھوڑ کر کہا تھا جس سے وہ مزید ڈر گئی تھی۔

ابتہاج کا غصہ اس وقت آسمان سے باتیں کر رہا تھا۔اُس نے امسال کو جھٹکے سے چھوڑا تھا اور گاڑی کی چابی اُٹھائے کمرے سے باہر چلا گیا تھا پیچھے دھاڑ کی آواز سے دروازہ بند ہوا تھا۔

امسال ابتہاج کے اس روپ سے بہت خوف زدہ ہو گئی تھی،بیڈ کے کونے سے لگی گھٹنوں میں سر دیے رونے کا شغل منا رہی تھی۔امسال سے کبھی بھی کسی نے اتنے غصے اور سختی سے بات نہ کی تھی۔گھر پہ زوباریہ بیگم اُسے ڈانٹ دیتی تھیں لیکن ہمدان صاحب نے کبھی بھی اونچی آواز میں بات نہ کی تھی۔

"میرے کمرے میں کپ ٹوٹ گئے ہیں صاف کروادینا۔" ابتہاج کچن میں موجود ملازمہ سے کہہ کر باہر چلا گیا تھا۔

کپ ٹوٹنے یا کوئی بھی دوسری آواز باہر سنائی دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کیونکہ جہانگیر مینشن کا ہر کمرہ ساؤنڈ پروف تھا۔

"کیا بات ہے زوئی؟ کس سے اتنے غصے میں بات کر رہی تھی؟" معراج جو زوئیلا کی تمام باتیں سن چکا تھا اب فکر مندی سے پوچھ رہا تھا۔

"ک۔۔کچھ نہیں بھائی، بس ایسے ہی کوئی رانگ نمبر تھا۔" زوئیلا کا انداز گھبرایا ہوا تھا۔

"میری گڑیا اب بھائی سے باتیں چھپائے گی ہمم؟" معراج نے زوئیلا کو خود سے لگاتے ہوئے بہت محبت سے شکوہ کیا تھا۔

معراج نے زوئیلا کے چہرے پہ گھبراہٹ محسوس کر لی تھی اور زوئیلا کی باتیں سننے کے بعد سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا کہ وہ ایسے ہی مان جاتا۔

"نہیں بھائی ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" زوئیلا کو ڈر لگ رہا تھا اپنے بھائی کو اصل بات بتاتے ہوئے کیونکہ وہ اپنے بھائیوں کو بہت اچھے سے جانتی تھی۔

"ہو گیا ناٹک؟ چلو شاباش بتاؤ اب ورنہ میں خود بھی پتا کروا سکتا ہوں۔" معراج نے دو ٹوک انداز میں کہا تھا کیونکہ وہ اپنی لاڈلی بہن کو پریشان نہیں دیکھ سکتا تھا۔

"ہمم تو یہ بات ہے۔۔۔۔۔تم فکر نہیں کرو میں ہوں نا تمہارے ساتھ، میں سب سنبھال لوں گا۔" معراج نے ساری بات سننے کے بعد زوئیلا کو گلے لگاتے ہوئے تسلی دی تھی۔

زوئیلا نے معراج کو سب بتا دیا تھا، وہ اپنے بھائیوں سے کچھ نہ چھپاتی تھی۔ معراج کے الفاظ سے زوئیلا اب پُر سکون ہو گئی تھی۔

ابتہاج بے مقصد سڑکوں پہ گاڑی دوڑا رہا تھا، غصہ تھا جو کم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد سڑک کنارے گاڑی روک کر خود باہر آ گیا تھا۔ ساڑھے بارہ بج رہے تھے لیکن کراچی کی شاہراؤں پر دوڑتی گاڑیوں کی تعداد دیکھ کر کہیں سے نہیں لگ رہا تھا کہ آدھی رات کا وقت ہے، اسی لیے تو کراچی شہر کو روشنیوں کا شہر کہا جاتا ہے۔

ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی لیکن ابتہاج کے اندر اُبلتے غصے کی آگ سے اُسے باہر کی ٹھنڈک محسوس نہ ہو رہی تھی۔ آج تو سگریٹ کا سہارا بھی نہیں تھا جس کی مدد سے وہ اپنے اندر کے غصے کو کم کرتا تھا۔ جب سے امسال نے اُس سے سگریٹ کو لے کر ناپسندیدگی کا اظہار کیا تھا اُس وقت سے ابتہاج نے سگریٹ پینا ترک کر دی تھی۔ اب

وہ اپنا غصہ سگریٹ کے بغیر ہی ختم کرنے کی کوشش کرتا تھا اور کامیاب بھی ہو جاتا تھا لیکن آج نجانے کیوں اُسے سگریٹ کی طلب محسوس ہو رہی تھی۔

"ڈیم اِٹ!!" کچھ نہ سمجھ آیا تو ابتہاج نے ہاتھ کا مکا بنا کر گاڑی کے شیشے پہ دے مارا جس کے نتیجے میں شیشہ ٹوٹ کر بکھر گیا اور ساتھ ہی ابتہاج کے ہاتھ کو زخمی کر گیا۔ ابتہاج کے ہاتھ سے خون کا فوارہ پھوٹا تھا لیکن اُسے کوئی پرواہ نہ تھی۔ تھوڑی دیر تک یوں ہی چیزوں پر غصہ اُتار کر اب ابتہاج کا دماغ اپنی جگہ پہ آیا تھا۔ ہاتھ سے رِستا ہوا خون اب جمنے لگا تھا۔

"اوہ خدایا! یہ میں نے کیا کر دیا؟ کیوں مجھے اپنے غصے پر قابو نہیں رہتا؟ جس کو منانا تھا اُسے ہی ڈرا آیا ہوں!" دماغ کچھ ٹھکانے پہ آیا تو امسال کا ڈرا سہما چہرا دماغ کے پردے پہ لہرانے لگا۔ مٹھی میں بالوں کو جکڑے خود کو کوستا دوبارہ گاڑی میں بیٹھا تھا۔

ایسا ہی تھا ابتہاج کا غصہ، غیر متوقع! کوئی بھی انسان پرفیکٹ نہیں ہوتا، ابتہاج بھی نہیں تھا۔ اُس کا غصہ ہی اُس کی خامی ہے۔ ابتہاج غصے کی حالت میں فرق نہیں کر پاتا تھا کہ وہ کیا بول رہا ہے، بس جو منہ میں آتا تھا بول دیا کرتا تھا۔ اسی لیے ہمارے مذہب میں غصے کو حرام قرار دیا گیا ہے کیونکہ غصے کی ہی وجہ سے بنے بنائے کام انسان خود خراب کر دیتا ہے۔

ابتہاج سائیکو نہیں تھا لیکن اُس کا غصہ کسی سائیکو سے کم نہ تھا!

ابتہاج گھر پہنچ کر سیدھا کمرے میں گیا تھا۔ کمرہ بلکل صاف تھا، نہ کپ کی کرچیاں تھیں نہ ہی چائے کے چھینٹے اور امسال بھی غائب تھی۔ ابتہاج نے گاڑی کی چابی سائڈ ٹیبل پہ رکھی تھی اور امسال کو ڈھونڈنے کا سوچا تھا کہ ٹیریس کا دروازہ کھلا نظر آیا، یقیناً امسال وہاں تھی۔

"یہاں کیوں کھڑی ہو؟" ابتہاج ٹیریس پہ آیا تھا اور امسال کے بلکل پیچھے کھڑا تھا۔

"یا اللہ! میں ڈر گئی!" ابتہاج کے ایسے اچانک بولنے پہ امسال واقعی ڈر گئی تھی۔ ابتہاج اتنا قریب کھڑا تھا کہ امسال اُس سے ٹکراتے ٹکراتے بچی تھی۔

"کیوں میری شکل کیا کسی جن سے ملتی ہے؟" ابتہاج اب تھوڑی دیر پہلے والا ابتہاج نہیں لگ رہا تھا۔

"ہاں! کیوں آئے ہیں اب آپ؟" امسال نے آنکھیں چڑھاتے ہوئے کہا۔

"تم بھی بلکل چڑیل سے ملتی ہو!" ابتہاج بڑبڑایا تھا۔

"کیا کہا؟" امسال کو چڑیل لفظ سنائی دیا تھا۔

"کچھ نہیں اندر چلو بہت رات ہو رہی ہے۔" ابتہاج امسال کا ہاتھ پکڑ کے اُسے اندر لے گیا تھا۔

"چھوڑیں میرا ہاتھ، ہر وقت میرا ہاتھ پکڑ لیتے ہیں۔" امسال کو یاد آیا تھا کہ ابتہاج اُس پہ ٹھیک ٹھاک غصہ کر کے گیا تھا۔

"اپنی بیوی کا ہی ہاتھ پکڑتا ہوں، پڑوسن کا نہیں!" ابتہاج نے اپنی گرفت مضبوط کی تھی۔

امسال جسے لگتا تھا کہ اُسے بحث میں کوئی نہیں ہرا سکتا، ابتہاج سے مل کر پتا چلا کہ اُسکی سوچ غلط تھی۔ امسال نے کوئی جواب نہ دیا تھا بس گردن جھکائے کھڑی تھی اور اپنا ہاتھ چھڑوانے کی کوشش کر رہی تھی یہ پتہ ہونے کے باوجود کہ وہ نہیں چھڑوا پائے گی۔ امسال کے چہرے پہ آنسوؤں کی سوکھی لکیریں اب بھی موجود تھیں اور آنکھوں میں ہلکی لالی بھی اُتری ہوئی تھی۔

"آئی ایم ویری سوری! میں نے تم پہ بہت غصہ کیا، آواز اونچی کی اور نجانے کیا کیا بول گیا۔ مجھے پتہ ہے میری اس حرکت سے تمہیں تکلیف ہوئی ہے اور تم ڈر بھی گئی ہو۔" ابتہاج نے امسال کا دوسرا ہاتھ بھی نرمی سے تھامتے ہوئے کہا تھا۔

امسال کے چہرے کا رخ اب بھی زمین کی جانب تھا اور آنکھیں ایک بار پھر نمکین پانی سے بھرنے لگی تھیں۔

"میں نے منع کیا تھا نا کہ آنسو باہر نہ نکلیں، تو پھر روئی کیوں ہو ہاں؟ تمہیں بہت اچھے سے پتا ہے کہ میں تمہاری ان بھوری آنکھوں میں آنسو برداشت نہیں کر سکتا! دیکھو کیا حالت بنالی ہے ان کی رو رو کر۔" ابتہاج نے امسال کا چہرہ اپنے ہاتھ سے اوپر کرتے ہوئے آنکھوں کے کونے صاف کئے تھے اور محبت بھرے لہجے میں کہا تھا۔

"ایک تو اتنا ڈانٹا مجھے اوپر سے ہاتھ بھی اتنی سختی سے پکڑے کہ درد ہو رہا ہے مجھے اور کہہ رہے ہیں کہ روئی کیوں ہو! اتنا کون ڈانٹتا ہے؟ پیار سے بات نہیں کر سکتے آپ؟" امسال معصوم بچے کی طرح ابتہاج سے اُسی کی شکایتیں کر رہی تھی۔

"ہاؤ کیوٹ!" ابتہاج نے امسال کے دونوں گال پکڑ کے کھینچے تھے جبکہ امسال مچل رہی تھی کہ اُس کے گال چھوڑے جائیں۔

"یہ۔۔۔یہ آپ کے ہا۔۔۔ہاتھ پہ کیا ہوا؟" امسال کی نظر ابتہاج کے ہاتھ پہ پڑی تھی جس پہ خون جما ہوا تھا۔ امسال کے لہجے میں ابتہاج کے لیے فکر تھی۔

"یہ؟ کچھ نہیں ہوا، سو جاؤ تم کافی دیر ہو گئی ہے۔" ابتہاج نے فوراً اپنے ہاتھ نیچے کئے تھے اور ڈریسنگ روم کی جانب بڑھ گیا تھا۔

"رکیں مجھے دیکھنے دیں۔" امسال ابتہاج کے سامنے آئی تھی اور اُس کا ہاتھ پکڑ کے دیکھنے لگی تھی۔

"اتنا خون جما ہوا ہے، کیا کر کے آئے ہیں آپ؟ آپ سے پوچھ رہی ہوں میں، جواب دیں!" امسال سنجیدہ اور کچھ غصے والے لہجے میں ابتہاج سے دریافت کر رہی تھی جبکہ ابتہاج، وہ بس امسال کو اپنے لیے فکر کرتے دیکھ نہال ہو رہا تھا۔

"گاڑی کا شیشہ توڑ دیا تھا غصے میں، کچھ نہیں ہوا ٹھیک ہوں میں۔" ابتہاج نے سچ سچ بتا دیا تھا۔

"آپ پاگل تو نہیں ہیں؟! دماغ ٹھکانے پہ ہے یا نہیں؟!" امسال ابتہاج کو گھورتے ہوئے بول رہی تھی اور ابتہاج امسال کے اس روپ سے محضوظ ہو رہا تھا۔

"یہی تو مسئلہ ہے، غصے میں ہی تو دماغ ٹھکانے پہ نہیں رہتا میرا۔" ابتہاج معصومیت سے گویا ہوا۔

"چپ رہیں مزید غصہ نہ دلائیں مجھے!" امسال نے ابتہاج کو بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا اور خود فرسٹ ایڈ باکس لینے چلی گئی تھی۔

"اچھا ناڈانٹ کیوں رہی ہو مجھ معصوم کو۔" ابتہاج نے فوراً کہا تھا۔

"یاد ہے تمہیں ایک بار پہلے بھی ایسے ہی زخمی ہوا تھا اور تم نے بینڈج کی تھی۔۔۔۔اُس وقت میں نے کہا تھا کہ اگر ایسے ہی پیار سے بینڈج کرو گی تو میں روز

خود کو زخمی کر کے تمہارے پاس آجایا کروں گا۔دیکھو آگیا!"ابتہاج نے امسال کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

ابتہاج کی اس بات پہ امسال کے دماغ میں وہ منظر لہرایا تھا پھر امسال نے ابتہاج کو سخت قسم کی گھوری سے نوازہ تھا اور پٹی کرنے میں مصروف ہو گئی تھی جبکہ ابتہاج امسال کے گھورنے پہ ہنس دیا تھا۔

صبح سب ناشتے کی ٹیبل پر موجود تھے،آج بھی امسال کا پیپر تھا اور ٹینشن کی وجہ سے نوالہ اُس کے حلق میں اٹک رہا تھا۔ابتہاج ہر تھوڑی دیر میں امسال کو کھانے کی تاکید کر رہا تھا اور اُس کی محبت دیکھ ٹیبل پہ موجود لوگ مسکرا رہے تھے۔

ابتہاج اپنا زخمی ہاتھ جس پہ رات امسال نے پٹی کی تھی ٹیبل کے نیچے رکھے ہوئے تھا اس بات پہ کسی نے اتنا غور نہ کیا تھا۔ابتہاج اپنی ماما کو پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن قسمت میں جہانگیر صاحب سے اُسکی کلاس لگنا لکھی تھی۔بے دھیانی میں ابتہاج نے کچھ فاصلے پہ موجود سینڈوچ اپنا بائیاں پٹی شدا ہاتھ بڑھا کر لیا تھا اور اسی وقت جہانگیر صاحب کی نظر اُس پہ پڑی تھی۔

"یہ تمہارے ہاتھ پر کیا ہوا ہے چھوٹے میر؟"جہانگیر صحاب ابتہاج کا ہاتھ دیکھتے ہوئے پوچھ رہے تھے جبکہ ابتہاج نے خود کو کوسا تھا کہ جس کا ڈر تھا وہی ہوا۔

"کچھ نہیں ہوا بابا بس ویسے ہی لگ گیا تھا۔" ابتہاج نے عام سے انداز میں جواب دیا۔

"شرافت سے سہی سہی بتاؤ یہ کیسے ہوا یا پھر میں خود پتہ کرواؤں؟" جہانگیر صاحب کے ماتھے پر بل نمایاں ہوئے تھے۔

"اُف بابا ایک تو آپ فوراً سے دھمکیوں پر اُتر آتے ہیں۔" ابتہاج منہ بناتے ہوئے بولا تھا جبکہ اُسکی اس بات پہ سب کے چہروں پہ مسکراہٹ آئی تھی۔

"اس کے بغیر تم سنتے بھی تو نہیں ہو، اب بتاؤ کیا گل کھلایا ہے تم نے۔" جہانگیر صاحب نے ہونٹوں پہ اُمڈ آنے والی مسکراہٹ کو روکتے ہوئے سنجیدہ لہجے میں کہا تھا۔

"استغفراللہ! بابا گل کھلایا تو آپ ایسے بول رہے ہیں جیسے پتا نہیں میں نے کیا کر دیا ہو۔" ابتہاج کی اپنی ڈرامے بازیاں چل رہی تھیں جبکہ اُس کے برابر میں بیٹھی امسال کو اپنی ہنسی روکنا مشکل لگ رہا تھا۔

"بابا سچ میں کوئی غلط کام نہیں کیا ایسے مت گھوریں! وہ بس غصہ اُتارنے کے لیے ہاتھ سے گاڑی کا شیشہ توڑا تھا زیادہ کچھ نہیں۔" ابتہاج اتنے مزے سے اپنا کارنامہ بتا رہا تھا جیسے جہانگیر صاحب ابھی اُسے گولڈ میڈل سے نوازیں گے۔

"ابتہاج تم کیوں اپنے غصے پہ قابو نہیں رکھتے ہو؟ کسی دن خدانہ خواستہ کوئی بڑا نقصان کروگے اپنا۔۔۔۔ کیا کروں میں اس لڑکے کا!" جنت بیگم پریشانی سے بولی تھیں۔

"کوشش کرتا ہوں ماما، کچھ نہیں ہو گا پریشان نہ ہوں آپ۔۔۔۔۔بھائی گاڑی کی چابی دیں اپنی، میری والی ورکشاپ میں ہے۔" ابتہاج اپنی جگہ سے اُٹھا تھا اور جنت بیگم کو پیار سے گلے لگایا تھا پھر معراج کو مخاطب کیا تھا۔

"میں کیوں دوں اپنی گاڑی کی چابی؟ تمہاری اور بھی گاڑیاں کھڑی ہیں اُن میں سے کوئی لے جاؤ۔" معراج نے صاف منع کر دیا تھا۔

"کیسا زمانہ آگیا ہے توبہ! ایک گاڑی کے لیے بھائی بھائی کو منع کر رہا ہے، ویری بیڈ بڑے میر! اب تو میں آپ کی ہی گاڑی لے کر جاؤں گا۔" ابتہاج ضدی لہجے میں بولا تھا۔

"زیادہ ڈرامے نہیں کرو تم، ماما سینڈوچ میں کیا ملایا تھا؟ خیال رکھنا میری گاڑی کا اپنی سمجھ کر توڑ مت دینا کچھ۔" معراج نے ابتہاج کی طرف چابی اُچھالتے ہوئے کہا تھا جسے اُس نے مہارت سے پکڑا تھا۔ دونوں بھائیوں کو گاڑیوں سے عشق تھا۔

"یار مجھ غریب کو بھی کوئی گاڑی تحفے میں دے دو، برتھ ڈے آنے والی ہے میری۔" گاڑیوں کا تیسرا عاشق بولا تھا۔

"ایک تو یہ ہر وقت غریبی کا رونا روتا رہتا ہے۔۔۔۔۔غریب اگر اس جیسے ہوتے ہیں تو پتا نہیں امیر کون ہیں۔" ابتہاج فوراً بولا تھا۔

"تجھ جیسے ہوتے ہیں امیر زادے، اپنے بھائی کو فراری ہی گفٹ کر دے۔" حیدر کہاں سدھرنے والا تھا۔

"شکل دیکھی ہے اپنی؟ فراری چاہیئے!" ابتہاج بھی پورے جواب دیتا تھا۔ اب دونوں کی نوک جھوک شروع ہونے والی تھی۔

"ہاں روز دیکھتا ہوں اتنی پیاری ہے، کیوں ڈیئر امسال؟" حیدر اچانک ہی امسال سے مخاطب ہوا تھا اور اس وقت بھابھی کا اضافہ نہ کیا تھا۔

"جی بلکل بھائی، یہ بھی کوئی کہنے والی بات ہے۔" امسال بھی اپنی ہنسی روکتے ہوئے بولی تھی۔

"بھابھی بول! زیادہ میری بیوی سے اپنی تعریفیں کروانے کی ضرورت نہیں ہے، کیوں اُس کو جھوٹ بولنے پہ مجبور کر رہا ہے۔" ابتہاج جلے ہوئے انداز میں بولا تھا۔

"ہنہہ! جیلس پیپل!" حیدر نے ابتہاج کو چڑایا تھا۔

"سر جو معلومات آپ نے مانگی تھیں وہ تمام اس فائل میں ہیں۔۔۔۔۔ نام سے لے کر اُس کے اگلے پچھلے یہاں تک کے خاندان کی بھی معلومات اس میں موجود ہے۔" ایک لڑکے نے معراج کے ٹیبل پہ ایک فائل رکھتے ہوئے کہا تھا۔

"ہمم! ٹھیک ہے تم جا سکتے ہو لیکن یاد رکھنا اس بات کی خبر کسی کو نہیں ہونی چاہیئے ورنہ مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہوگا!" معراج نے تنبیہہ کی تھی اور وہ لڑکا سر اثبات میں ہلا کر چلا گیا تھا۔

"وی ول میٹ سون!" معراج نے فائل کے پہلے صفحے پہ لگی تصویر کو دیکھتے ہوئے کہا تھا، آنکھوں میں ناپسندیدگی تھی۔

ابتہاج اپنے شاندار آفس میں شہانہ انداز میں سربراہی کرسی پہ براجمان تھا، سامنے میز پہ موجود لیپ ٹاپ کھلا ہوا تھا اور اُس کے ہاتھ بہت تیزی سے کی پیڈ پر حرکت کر رہے تھے۔ وہ کافی مصروف تھا کہ اچانک اُس کا موبائل بج اُٹھا، نظریں ترچھی کر کے اُس نے موبائل کی چمکتی سکرین کو دیکھا تھا اور اگلے ہی لمحے اپنا کام چھوڑ کر موبائل کان سے لگایا تھا۔

"سر کام ہو گیا ہے۔۔۔۔۔ آگے کیا حکم ہے؟" دوسری جانب سے مردانہ آواز سنائی دی تھی۔

پیغام سنتے ہی اُس کے لبوں پہ پُراسرار سی مسکراہٹ اُمڈ آئی تھی۔ یہ مسکراہٹ اُسکی دلکش مسکراہٹ سے بہت مختلف تھی، یہ مسکراہٹ کسی کی بربادی کا عندیہ تھی۔

"ہمم گڈ جاب! خاطر کرو ہمارے مہمان کی۔" ابتہاج نے اپنی شیطانی مسکراہٹ برقرار رکھتے ہوئے کہا تھا اور کال کاٹ دی تھی۔

ابتہاج سب چھوڑ چھاڑ کر اپنی جگہ سے اٹھا تھا، اب اُس کا رخ معراج کے آفس کی جانب تھا۔ ابتہاج دھڑلے سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تھا۔ معراج سربراہی کرسی پہ بیٹھا کسی فائل کا معائنہ کرنے میں مصروف تھا۔ بغیر اجازت اُس کے آفس میں دندناتا ہوا صرف ابتہاج ہی آسکتا تھا۔

"گیس واٹ بھائی؟" ابتہاج معراج کے سامنے موجود میز پر جھکتے ہوئے بولا تھا۔

"واٹ؟" معراج نے فائل بند کر کے سائڈ پہ رکھ دی تھی۔ اب اُس کی ساری توجہ ابتہاج کی جانب تھی۔

"ہمارا مہمان اپنے گیسٹ ہاؤس پہنچ چکا ہے۔" ابتہاج کا لہجہ عجیب شیطانی انداز لیے ہوئے تھا۔

"اتنی جلدی؟ واہ بھئی بہت فاسٹ سروس ہے۔" معراج کو جیسے ہی ابتہاج کی بات کا مطلب سمجھ آیا تو اُس کے چہرے پر بھی ویسی ہی شیطانی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔

"میرا ابتہاج جہانگیر کے بندے ہیں! سروس بھی ایسی ہی ہو گی۔" ابتہاج نے فرضی کالر جھاڑتے ہوئے کہا اور پھر دونوں بھائی ہنسنے لگے تھے۔

امسال کچن میں موجود کھانا بنانے میں مصروف تھی جب ماہروش اپنا بھاری وجود لیے کچن میں داخل ہوئی۔ ویسے تو دونوں مل کر کھانا بناتی تھیں لیکن ماہروش کی حالت کی وجہ سے کچھ عرصے کے لیے اُس کا کچن میں آنا ممنوع تھا۔ امسال کا ہاتھ بٹانے کے لیے زوئیلا ساتھ ہوتی تھی لیکن آج وہ کسی ضروری نمائش میں گئی ہوئی تھی اس لیے امسال اکیلی ہی کھانا بنا رہی تھی۔

"آپ یہاں کیوں تشریف لائی ہیں؟" امسال اوون سے بیک شدہ کیک نکال کر پلٹی تھی جب اُس نے ماہروش کو کچن میں موجود چھوٹے ڈائینگ ٹیبل پر بیٹھے دیکھا۔

"بوریت ہو رہی تھی بہت، سوچا تمہاری مدد کروا دیتی ہوں، کیا بنا رہی ہو؟" ماہروش نے گہری سانس لے کر کچن میں پھیلی خوشبو کو اپنے اندر اُتارتے ہوئے کہا۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے جائیں آرام کریں، کچن میں آپ کے داخلے پر پابندی ہے۔" امسال کڑہائی میں مرغی ڈالتے ہوئے بولی تھی۔

"میں کوئی بیمار تھوڑی ہوں جو تم سب نے مجھ پر پابندی لگا دی ہے، بہت بُرے ہو سب ہنہہ! میں نہیں جا رہی، یہیں بیٹھوں گی!" ماہروش منہ بنا کر بولی تھی اور اُس کے ایسے کرنے سے امسال کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آئی تھی۔

"بیمار نہیں ہیں آپ لیکن اب زیادہ خیال رکھنا ہے نا ہمیں آپ کا۔۔۔۔اچھا چلیں بیٹھ جائیں کیا یاد کریں گی آپ بھی کہ کتنی اچھی دیورانی سے پالا پڑا ہے آپ کا۔"امسال کے لہجے میں شوخی اور شرارت تھی۔

ماہروش امسال کی بات پہ مسکرائی تھی۔اُسے اپنی اس چُلبلی دیورانی سے بہت محبت تھی۔

"کیا بنا رہی ہو؟ بہت اچھی خوشبو آ رہی ہے۔"ماہروش سیب کھاتے ہوئے بولی تھی۔

"کڑہائی اور ساتھ میں سوچا چاکلیٹ کیک بیک کر لوں۔"امسال کیک کے لیے کریم تیار کر رہی تھی۔

"ارے واہ! آج تو مزے!"ماہروش بول کر خود ہی ہنسنے لگی تھی۔

"جی ابتہاج کو کڑہائی کھانی تھی تو سوچا یہی بنا لوں۔آج سب لنچ پہ گھر آئیں گے بابا، بھائی، حیدر بھائی اور وہ۔"امسال نے ماہروش کی معلومات میں اضافہ کیا تھا۔

"اوہووو! فرمائشیں پوری کی جا رہی ہیں!"ماہروش امسال کو چھیڑ رہی تھی جب کہ امسال کے چہرے پہ کچھ لمحوں کے لیے شرم سے جسم کا تمام خون سمٹ آیا تھا۔

لنچ کے بعد صرف جہانگیر صاحب ہی آفس گئے تھے، تینوں لڑکے گھر پہ موجود تھے بقول اُن کے اُنہیں کسی ضروری کام سے جانا تھا۔

امسال کمرے میں آئی تو ابتہاج شیشے کے سامنے کھڑا اپنے بال سنوار رہا تھا۔ بلیک رِب جینز پہ مہرون شرٹ اور اُس پہ بلیک اَپر پہنا ہوا تھا، بائیں ہاتھ کی کلائی میں ہمیشہ کی طرح گھڑی موجود تھی۔

"یہ اتنا بن ٹھن کر کہاں جا رہے ہیں؟" امسال نے ابتہاج کو دیکھتے ہوئے خود سے سوال کیا تھا۔

"ڈیٹ پر جا رہا ہوں، چلو گی؟!" ابتہاج نے ٹکا سا جواب دیا تھا۔

"توبہ توبہ کتنے تیز کان ہیں اس شخص کے!" امسال نے دل میں کہا تھا اگر منہ سے کہتی تو ابتہاج نے یہ بھی سن لینا تھا۔

اس سے پہلے کہ امسال اُس سے کچھ پوچھتی، ابتہاج ڈریسنگ روم میں چلا گیا تھا اور پھر جب کچھ دیر بعد وہاں سے واپس آیا تو اب تک امسال کو کمرے میں موجود دیکھ کر چونکا تھا ساتھ ہی اپنا ایک ہاتھ کمر کے پیچھے کیا تھا جیسے کچھ چھپا رہا ہو۔ امسال ابتہاج کی تمام حرکتوں پہ غور کر رہی تھی اور اب اُس کو شک ہو رہا تھا کہ کچھ تو گڑبڑ ہے۔

"کیا چھپا رہے ہیں آپ؟" امسال نے ایک آئی برو اوپر کرتے ہوئے پوچھا تھا۔

"کچھ نہیں۔۔۔ میں کیوں کچھ چھپاؤں گا؟" ابتہاج کا لہجہ بلکل عام سا تھا۔

"تو پھر مجھے دیکھ کر ایسے چونکے کیوں جیسے پتا نہیں کیا دیکھ لیا ہو اور یہ ہاتھ کیوں پیچھے کیا ہوا ہے؟" امسال کو اب بھی دال میں کچھ کالا لگ رہا تھا اُس کا مشاہدہ ہمیشہ سے اچھا تھا۔

"تم کیوں پولیس والوں کی طرح مجھ سے تفتیش کر رہی ہو؟" ابتہاج نے اُلٹا سوال کیا تھا لہجہ تھوڑا سخت تھا۔

"بات نہ گھمائیں اور مجھے بتائیں کیا چل رہا ہے آپ کے خرافاتی دماغ میں؟" امسال ابتہاج کی جانب بڑھی تھی جبکہ ابتہاج پیچھے ہوا تھا۔

"میں تمہارے سوالوں کا جواب دینے کا پابند نہیں ہوں۔" ابتہاج سختی سے کہہ کر کمرے سے بجلی کی رفتار سے نکلا تھا۔

"یہ ان کو کیا ہو گیا اچانک؟!" امسال کو ابتہاج کا رویہ عجیب لگا تھا اور غصہ بھی آیا تھا لیکن سر جھٹک کر وہ اپنا کام کرنے لگی تھی۔

دوپہر کے کھانے کے بعد گھر کے افراد اپنے اپنے کمروں میں کچھ دیر آرام کرتے تھے۔

امسال ٹیرس پہ بیٹھی ٹھنڈی ہوا کے مزے لے رہی تھی، کافی دنوں سے کراچی کا موسم بہت خوشگوار تھا۔ کچھ دیر پہلے وہ اپنی والدہ سے فون پہ بات کر رہی تھی اور اب آسمان کی جانب نظریں اُٹھائے کچھ سوچ رہی تھی۔

"میں کیوں اپنے دل پر قابو نہیں رکھ پا رہی ہوں؟ کیوں میرا دل ابتہاج کو دیکھتے ہی الگ دھن پر دھڑکتا ہے؟ کیوں مجھے اُن کے آنے کا انتظار رہتا ہے؟" اکیلے میں وہ خود سے اکثر یہی سوال کرتی تھی۔

"میں اپنے مقصد سے ہٹ رہی ہوں، مجھے تو ابتہاج کو تباہ کرنا تھا جیسے اُس نے مجھے تباہ کیا! لیکن وہ کیا چیز ہے جو میرے مقصد کے درمیان آ رہی ہے؟" امسال کو یہ بات ہی تو سمجھ نہ آتی تھی یا پھر شاید وہ سمجھ کر بھی سمجھنا نہیں چاہتی تھی۔

"مجھے اپنے دل پر قابو رکھنا ہوگا۔ میں کبھی بھی ابتہاج سے محبت نہیں کر سکتی! میں تو نفرت کرتی ہوں اُن سے، ہاں میں نفرت کرتی ہوں، شدید نفرت!" امسال ہذیانی کیفیت میں تھی۔

اُس نے اپنا سر تھام لیا تھا۔ وہ روز خود سے جنگ لڑتی تھی! روز خود سے تہیہ کرتی تھی لیکن پھر ابتہاج کو دیکھتے ہی سب بھولنے لگتی تھی۔ وہ اس بات کو نہیں سمجھ رہی تھی کہ جس محبت سے وہ نجانے کب سے دور بھاگ رہی ہے وہ محبت تو کب کی اُس کے دل میں اپنی جڑیں گاڑ کر تناور درخت بنتی جا رہی ہے۔

اُس کے بے کار سے مقصد کے بیچ میں اُسکی محبت اور دونوں کے درمیان موجود وہ مضبوط رشتہ ہے جو اچھے اچھوں کو بدل کر رکھ دیتا ہے۔

کہتے ہیں انسان کو سبق سیکھنے کے لیے ایک ٹھوکر، ایک جھٹکے کی ضرورت ہوتی ہے! کیا امسال کو بھی ایسی ہی کوئی ٹھوکر لگنی تھی؟ کیا اُس کا امتحان اب بھی باقی تھا؟ کیا پچھتاوا اُس کے حصے میں آنا تھا؟

کمرے میں صرف ایک چھوٹا بلب روشن تھا جس کی روشنی اُس کے نیچے موجود بے ہوش وجود پہ پڑ رہی تھی، باقی کمرہ تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ بلب کی روشنی اتنی مدھم تھی کہ کمرے میں کچھ اور دیکھنا مشکل تھا۔ اس کمرے میں بے ہوش شخص کے علاوہ مزید تین لوگ موجود تھے جنہیں اس سے زیادہ روشنی کی ضرورت نہ تھی۔

بے ہوش پڑے لڑکے کی عمر چھبیس سے ستائیس سال معلوم ہوتی تھی۔ چہرے پر جگہ جگہ نیل کے نشان موجود تھے جیسے کسی نے بری طرح مارا ہو۔۔۔۔۔ ایک دم سے ہی ٹھنڈے پانی سے بھری بالٹی اُس لڑکے کے چہرے پر انڈیلی گئی تھی جس سے وہ ہڑبڑا کر ہوش میں آیا تھا۔

"کون ہو تم لوگ؟ کیوں لائے ہو مجھے یہاں؟ میں نے کیا بگاڑا ہے تم لوگوں کا؟" آواز میں ڈر تھا۔

وہ لڑکا ہر بار ہوش میں آنے پر یہی سوال کرتا تھا اور جواب میں اُسے اتنا مارا جاتا کہ وہ چیختے چلاتے دوبارہ بے ہوش ہو جاتا۔ تھوڑی دیر بعد ایسے ہی پانی ڈال کر اُسے دوبارہ ہوش میں لایا جاتا، یہ عمل تیسری بار دوہرایا گیا تھا۔

"اور کتنی لڑکیوں کو بلیک میل کیا ہے تو نے؟ شرافت سے سب اگل دے ورنہ اب کی مار میں جان سے جائے گا!" انتہائی غصیلی آواز کمرے میں گونجی تھی۔

"ک۔۔۔ کیا مطلب؟ ک۔۔۔ کون لڑکیاں؟" لڑکے کی آواز میں لڑکھڑاہٹ صاف محسوس کی جاسکتی تھی۔

"یہ ڈرامے بند کر اور جو پوچھا ہے وہ بتا ورنہ تجھے جہنم واصل کرنے میں ایک سیکنڈ نہیں لگاؤں گا میں!!" ابتہاج کا زناٹے دار تھپڑ لڑکے کے گال پر انگلیوں کے نشان چھوڑ گیا تھا اور ساتھ ہی ہونٹ کے کونے پر جما خون ایک بار پھر رسنے لگا تھا۔

ابتہاج تو ویسے ہی غصے کا تیز تھا اور یہ لڑکا اپنے ڈراموں سے اُس کا صبر آزما رہا تھا۔

"میں نے کچھ نہیں کیا۔۔۔ مجھے چھوڑ دو! تم لوگوں کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔" وہ ایک بار پھر منتوں پر اتر آیا تھا۔

"ایسے کیسے چھوڑ دیں تجھ جیسے غلیظ انسان کو جو انسان کہلانے کے لائق نہیں!! ماصوم لڑکیوں کو بلیک میل کرتا ہے اور ان سے وہ کام کرواتا ہے جو وہ کبھی نہ کرنا

چاہیں۔۔۔۔۔ تجھ جیسے لوگوں کی اپنی مائیں بہنیں نہیں ہوتیں اس لیے تم لوگ دوسروں کی ماؤں بہنوں کی عزت کرنا نہیں جانتے لیکن آج تجھے ایسا سبق سکھائیں گے کہ کسی لڑکی کو بلیک میل کرنا تو دور نظر اٹھا کر دیکھنے سے پہلے بھی تیری روح کانپے گی !!"میر معراج کی مٹھی میں اس لڑکے کے بال تھے اور وہ خود پھنکار رہا تھا۔

"یہ یہاں سے زندہ بچے گا تو ہی کسی کو دیکھنے کے قابل رہے گا نہ!"حیدر کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اپنے سامنے موجود اس لڑکے کی جان لے لے۔

"جلدی بتا کتنی لڑکیوں کی زندگی برباد کی ہے تو نے؟"ابتہاج کا ایک اور تھپڑ اُس لڑکے کے چہرے پہ پڑا تھا جس سے وہ ایک جانب جھک گیا تھا۔

"میں نے تم لوگوں کو سب بتا دیا ہے،اب مجھے جانے دو۔۔۔میں وعدہ کرتا ہوں اب کسی بھی لڑکی کے ساتھ ایسا نہیں کروں گا۔"لڑکے نے ساری کہانی بتا دی تھی۔

ابتہاج کے دو تھپڑ کھا کر وہ لڑکا سب اگل چکا تھا۔کیسے وہ لڑکیوں کی تصویریں حاصل کرتا تھا اور پھر انہیں فوٹو شاپ کر کے لڑکیوں کو تصویریں وائرل کرنے کی دھمکیاں دیتا تھا اور اُن سے غلیظ کام کرواتا تھا۔زوئیلا کو بھی اسی لڑکے نے بلیک میل کرنے کی کوشش کی تھی لیکن زوئیلا اُس کی باتوں میں نہ آئی تھی۔وہ ایک بہادر اور پُراعتماد لڑکی تھی اور پھر اُس کے پیچھے اُس پر جان چھڑکنے والے بھائی اور شوہر تھے۔

اُس دن معراج نے زوئیلا کی باتیں سن لی تھیں جب وہ فون پہ اس لڑکے کو سنا رہی تھی۔ معراج کے پوچھنے پر زوئیلا نے اُسے سب کچھ بتا دیا تھا اور پھر معراج نے اُسے تسلی دے کر یہ بات حیدر اور ابتہاج سے کی تھی جسے سننے کے بعد ابتہاج تو ابتہاج، حیدر جیسا ٹھنڈے مزاج کا شخص بھی آپے سے باہر ہو گیا تھا۔

"جن جن لڑکیوں کا تو نے فائدہ اُٹھایا ہے ہمارے لیے وہ سب بہنوں جیسی ہیں اور اُن کا بدلہ بھی ہم ضرور لیں گے۔" حیدر نے اپنی بندوق اُس لڑکے پہ تانی تھی۔

"جذباتی مت بنو، ہوش سے کام لو! اسے ایک دفع میں مار کر اس کی آسانی مت کرو۔ اس جیسے شخص کو تو روز تڑپنا ہو گا جیسے یہ اُن معصوم لڑکیوں کو تڑپاتا تھا۔۔۔۔ اسے بھی تو پتا چلے کہ تڑپنے کی تکلیف کیا ہوتی ہے۔" معراج نے حیدر کو جزباتی ہوتے دیکھ قابو کرنے کی کوشش کی تھی۔

"نہیں بھائی، اس کی جان میں اپنے ہاتھوں سے لوں گا، اس کی اتنی ہمت کیسے ہوئی کہ اس نے میری بیوی کو بلیک میل کرنے کی کوشش کی۔" حیدر نے پستول لوڈ کی تھی۔

"تم اپنے ہاتھ اس کے گندے خون سے رنگو گے؟!" معراج نے حیدر کا ہاتھ نیچے کیا تھا۔

معراج ابھی حیدر کو سمجھا ہی رہا تھا کہ کمرے میں 'ٹھا!' کی آواز گونجی تھی اور ساتھ ہی اُس لڑکے کی چیخیں بھی۔ ابتہاج کی پستول سے نکلی گولی سیدھا اُس لڑکے کے دائیں پیر کے گھٹنے پر لگی تھی۔

"چھوٹے میر!! یہ کیا کیا تم نے!!" معراج غصے سے دھاڑا تھا۔

"آپ دونوں بحث کر رہے تھے، میں نے کر دیا! اس کی اتنی ہمت کہ میری بہن کو بلیک میل کرے۔" ابتہاج کا لہجہ چٹانوں سی سختی سموئے ہوئے تھا۔

"اور یہ اُن تمام لڑکیوں کے لیے جن کی زندگی اس نے برباد کی۔۔۔۔۔اب نہ تو یہ کبھی چل پائے گا اور نہ ہی کسی کو بلیک میل کر پائے گا!" ابتہاج نے اُس لڑکے کے بائیں پیر پہ بھی گولی چلائی تھی، کمرے میں ایک بار پھر چیخیں گونجنے لگی تھیں۔

ابتہاج کے ایسا کرنے پہ معراج نے اپنا سر پیٹا تھا لیکن شکر بھی ادا کیا تھا کہ ابتہاج نے اُس لڑکے کو جان سے نہیں مارا۔

"اب تو باقی کی بچی سانسیں بھی یہیں تڑپتے ہوئے کاٹے گا!" حیدر نے زہر خند لہجے میں کہا تھا اور تینوں کمرے سے باہر نکل گئے تھے اندر پڑا وہ لڑکا اب بھی درد سے تڑپ کر چیخ رہا تھا لیکن اُس کی آواز سننے والا کوئی نہ تھا یہ مکافاتِ عمل تھا جو آج حقیقت بن کر اُس لڑکے کے سامنے کھڑا تھا۔

"تھوڑی دیر بعد اس کو ٹریٹمنٹ دینا، یہ یہاں سے باہر نہ نکل پائے!" معراج نے باہر موجود گارڈز کو حکم دیا تھا۔

بے شک برائی کا انجام ہمیشہ برا ہی ہوتا ہے۔ معراج، ابتہاج اور حیدر نے صرف زوئیلا کا ہی نہیں بلکہ اُن تمام لڑکیوں کا بدلہ لیا تھا جن کی زندگی کو اس شخص نے جہنم بنا دیا تھا۔ وہ تمام تصاویر اور دیگر چیزیں جن کی مدد سے وہ لڑکیوں کو دھمکایا کرتا تھا وہ سب بھی یہ تینوں ہر جگہ سے مٹا چکے تھے۔ اللہ نے شاید ان تینوں کو انصاف کا وصیلہ بنایا تھا۔

پانچ بجے کا وقت ہو رہا تھا اور شام کی چائے سے فارغ ہو کر زوئیلا اب کچن میں موجود تھی۔ حیدر نے زوئیلا سے کھیر بنانے کی فرمائش کی تھی جسے بہت سے نخرے دکھانے کے بعد زوئیلا نے بنانے کا فیصلہ کیا تھا۔ امسال، ماہروش اور جنت بیگم باہر لان میں بیٹھیں خوش گپیوں میں مصروف تھیں۔

کھیر تیار ہو چکی تھی اور زوئیلا اب اُس پہ پسے ہوئے بادام اور پستے چھڑک رہی تھی، باہر سے زوردار ہارن کی آواز آئی تھی۔ کوئی ہارن پر ہاتھ رکھ کر بھول گیا تھا اور ایسا حیدر کے علاوہ کون کر سکتا تھا؟ حیدر کا سوچ کر زوئیلا کے لبوں پر مسکان آئی تھی۔ تینوں لڑکوں کی سواری گھر آ چکی تھی۔۔۔۔ زوئیلا نے چائے بننے کے لیے رکھ دی تھی کیونکہ کچھ ہی دیر میں باہر سے اس کا آرڈر آنے والا تھا۔

کچھ ہی دیر گزری تھی کہ امسال چائے بنانے کا کہہ کر کچن کی جانب آ گئی تھی۔ کچن میں داخل ہوتے ہوئے امسال نے زوئیلا کو چائے کے لیے کپ نکالتے ہوئے دیکھا تھا لیکن ساتھ ہی اُس نے کچھ اور بھی دیکھا تھا اور فوراً زوئیلا کی جانب دوڑی تھی۔

"زوئی!!" امسال نے تیزی سے آگے بڑھ کر زوئیلا کو ایک جانب دھکیلا تھا اور پھر کیتلی کے گرنے کی آواز بہت زور سے آئی تھی اس کے ساتھ دونوں لڑکیوں کی چیخ بھی شامل تھی۔ یہ سب لمحے کے ہزارویں حصے میں ہوا تھا۔

"بھابھی آپ ٹھیک ہیں؟ اوہ خدایا!! بھابھی آپ کا ہاتھ!" امسال کا جلا ہوا ہاتھ دیکھ کر زوئیلا کے ہاتھ پیر پھول گئے تھے۔

امسال اپنا ہاتھ پکڑے زمین پہ بیٹھ گئی تھی۔ کھولتی ہوئی گرم چائے کے کچھ چھینٹے اُس کے ہاتھ کو جلا گئے تھے جس کی وجہ سے ہاتھ کا کچھ حصہ لال ہو گیا تھا۔ شدید جلن کی وجہ سے امسال کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے۔

ہوا کچھ یوں تھا کہ زوئیلا نے جب کیتلی چولہے سے اتار کر سلپ پہ رکھی تو اُس کے نیچے زوئیلا کے دوپٹے کا سرا آ گیا تھا۔ زوئیلا مزید آگے بڑھتی تو دوپٹہ کھینچنے کی وجہ سے یقیناً کیتلی بھی گرتی اور نتیجتاً زوئیلا کا پاؤں گرم چائے سے جھلس جاتا۔ امسال نے یہ دیکھ کر پھرتی سے زوئیلا کو وہاں سے ہٹانا چاہا تھا اور اسی اثناء میں اُس کا اپنا ہاتھ جلا تھا۔

چیخ اور برتن کے گرنے کی آواز سن کر باہر لان میں بیٹھے باقی سبھی لوگ کچن کی جانب تقریباً بھاگے تھے سوائے ماہروش کے کیونکہ وہ اس حالت میں بھاگ نہیں سکتی تھی۔

ابتہاج اور حیدر سب سے آگے تھے اور اُن کے پیچھے جنت بیگم، معراج ماہروش کے ساتھ چل رہا تھا لیکن رفتار تیز تھی۔

"کیا ہوا ہے بیٹا؟ ایسے چیخی کیوں تم دونوں؟" جنت بیگم نے پوچھا تھا اور ساتھ ہی کچن پہ ایک نظر دوڑائی تھی۔

ایک جانب زوئیلا اور امسال زمین پہ بیٹھی تھیں اور زوئیلا امسال کا ہاتھ دیکھ رہی تھی جب کے ایک طرف کیتلی گری ہوئی تھی اور چائے زمین پہ پھیلی ہوئی تھی۔

"ماما دیکھیں بھابھی کا ہاتھ جل گیا گرم چائے سے۔" زوئیلا نے روہانسی آواز میں کہا۔

"ایسے کیسے جل گیا؟ دکھاؤ مجھے۔۔۔۔۔ دھیان کہاں تھا تمہارا؟!" زوئیلا کی بات سن کر ابتہاج امسال کے پاس آیا تھا اور اُس کا ہاتھ دیکھتے ہوئے سخت لہجے میں بولا تھا۔

"بھائی وہ بھابھی مجھے بچا رہی تھیں، میری غلطی کی وجہ سے بھابھی کا ہاتھ جل گیا۔" زوئیلا روتے ہوئے بولی تھی۔

"تم کیوں رو رہی ہو میری گڑیا؟" معراج بولا تھا جب کہ حیدر امسال کے ہاتھ کا معائینہ کر رہا تھا آخر کو وہ ایک ڈاکٹر تھا۔

"دونوں آنسوں صاف کرو اپنے کچھ نہیں ہوا حادثہ تھا۔" جنت بیگم نے امسال کے سر پہ پیار کرتے ہوئے شفقت سے کہا تھا۔

"بھائی اگر بھابھی نہ آتیں تو میں جل جاتی، میری لاپرواہی کی وجہ سے ہوا ہے یہ سب۔۔۔۔۔آئی ایم سوری بھابھی۔" زوئیلا نے امسال کا دوسرا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا تھا۔ پہلی بات ابتہاج سے کہی تھی، نجانے کیوں وہ امسال کو چہرے پہ سختی لیے دیکھ رہا تھا۔

"یہ کیوں مجھے ایسے گھور رہے ہیں؟" امسال نے دل میں سوچا تھا۔

"کوئی بات نہیں زوئی میں ٹھیک ہوں اب، تمہاری وجہ سے کچھ نہیں ہوا بس حادثہ تھا یہ۔ اللہ کا شکر ہے کوئی بڑا نقصان نہیں ہوا۔" امسال نے زوئیلا کو گلے لگایا تھا۔

زوئیلا کو آج احساس ہوا تھا کہ امسال کتنی محبت کرنے والی لڑکی ہے۔ زوئیلا کو بچاتے ہوئے اُس نے ایک بار بھی نہ سوچا کہ وہ بھی تو جل سکتی ہے۔ پریشے نے جو پٹی زوئیلا کی آنکھوں پہ باندھ رکھی تھی آج وہ اتر چکی تھی اور زوئیلا کو خود پہ اور اپنے امسال سے کئے گئے رویہ پہ افسوس ہو رہا تھا۔

"پریشانی کی بات نہیں ہے معمولی سا جلا ہے میں ابھی آپ کو دوائی دیتا ہوں انشاءاللہ جلد ٹھیک ہو جائے گا۔" حیدر امسال سمیت سب سے مخاطب تھا اور پھر زوئیلا کی جانب بڑھا تھا۔

جنت بیگم نے ملازمہ سے سب صاف کرنے کو کہا تھا اور ساتھ ہی امسال کو آرام کرنے کی تلقین کی تھی۔

دوا لگانے کے بعد جلن اب کافی حد تک کم ہو چکی تھی، ابتہاج بیڈ پہ لیپ ٹاپ کھولے بیٹھا تھا۔ امسال ابتہاج کی شرٹ لٹکا رہی تھی جب کسی چیز نے اُس کی توجہ اپنی جانب کھینچی تھی اور وہ چیز تھی شرٹ کی آستین پر لگا خون۔ امسال نے لیپ ٹاپ پر تیزی سے حرکت کرتے ابتہاج کے شفاف ہاتھوں کی جانب دیکھا تھا جو ہر قسم کے زخم سے پاک تھے۔

"یہ کہیں کوئی مافیہ کے بندے تو نہیں ہیں؟! پستول بھی ہوتی ہے ان کے پاس، اب یہ خون اوپر سے آج ان کا رویہ بھی کچھ عجیب ہی ہے۔" امسال نے چور نگاہوں سے ابتہاج کی جانب دیکھتے ہوئے خود سے سوال کیا تھا۔

"آپ کہاں گئے تھے؟" امسال نے تفتیشی انداز میں پوچھا تھا۔

"آپ سے پوچھ رہی ہوں میں، کہاں گئے تھے آپ؟" کافی دیر تک جواب نہ ملنے پر اس بار تھوڑی اونچی آواز میں کہا گیا تھا۔

"آرام سے بولو بہرا نہیں ہوں میں!" ابتہاج نے بھی لٹھ مار جواب دیا تھا۔

"بہرے پن کا ہی مظاہرہ کر رہے ہیں۔" امسال کے منہ سے نکلا تھا لیکن ابتہاج نے کوئی جواب نہ دیا تھا۔

"میں نے کچھ پوچھا ہے، اُس کا جواب دیں۔" اس بار بہت تحمل سے امسال نے اپنی بات کہی تھی۔

"تمہیں کیوں بتاؤں جہاں بھی گیا تھا، تمہیں کون سا کوئی فرق پڑتا ہے کسی چیز سے۔"

ابتہاج کی نظریں لیپ ٹاپ کی سکرین پر جمی تھیں۔

"بات کو نہ گھمائیں، جاتے ہوئے بھی یہی کر رہے تھے آپ۔۔۔۔۔ یہ خون کہاں سے آیا؟" امسال ابتہاج کے سامنے کھڑی تھی اور ایک آئی برو اُچکا کر سوال کیا تھا۔

"مارتے ہوئے لگ گیا ہو گا۔۔۔۔۔ اس شرٹ کو پھینک دو اب نہیں پہنوں گا میں۔"

ابتہاج نے ایک نظر شرٹ کو دیکھا تھا اور پھر اطمینان سے جواب دیا تھا جیسے شرٹ پہ خون نہیں بلکہ کیچ اپ لگا ہو۔

"کیا؟ کس کو مارتے ہوئے؟" امسال کو کچھ سمجھ نہ آ رہا تھا۔

"تھا کوئی جس کو سبق سکھانا ضروری تھا!"لیپ ٹوپ پہ انگلیاں اب بھی حرکت کر رہی تھیں۔

"بند کریں اس کو اور یہاں دیکھ کر بات کریں!"امسال کو ابتہاج کی اس حرکت سے شدید چڑ ہو رہی تھی اس لیے اُس نے لیپ ٹاپ ہی بند کر دیا تھا۔

"یہ کیا جہالت ہے!!کام کر رہا ہوں میں نظر نہیں آرہا تمہیں؟!"ابتہاج اچانک ہی غصے میں آگیا تھا،اُسے یہ حرکت زہر لگتی تھی۔امسال ڈری تھی۔

"کس کو مار کر آئے ہیں؟گنڈے ہیں آپ؟!"امسال نے فوراً خود کو نارمل کیا تھا۔

"گنڈا نہیں ہوں لیکن ضرورت پڑنے پر گنڈے سے زیادہ خطرناک ہو جاتا ہوں۔۔۔۔آج کے بعد دوبارہ یہ حرکت نہیں کرنا!"ابتہاج بلکل بھی نرمی کے موڈ میں نہ تھا۔اُس کا موڈ اُس لڑکے کی وجہ سے خراب تھا۔

"سمجھتے کیا ہیں خود کو!عجیب انسان ہیں کبھی بھی کچھ بھی ہو جاتا ہے انہیں۔میں نے اتنے دل سے کڑہائی بنائی تھی اُس کی بھی تعریف نہیں کی اور مجھے ہی مزاج دکھا رہے ہیں۔۔۔۔میں بھی اب بات نہیں کروں گی ہنہہ!"امسال ٹیرس کی جانب آگئی تھی اور ابتہاج کے رویے کی وجہ سے غصے میں خود ہی بڑبڑا رہی تھی۔

آنکھوں میں آئی نمی کو واپس اندر ہی اُتار دیا تھا۔ابتہاج کی ہلکی سی اونچی آواز امسال کی آنکھوں میں نمکین پانی بھر دیتی تھی۔اب شاید اُسے ابتہاج کے میٹھے لہجے اور اظہارِ محبت کی عادت ہو گئی تھی۔

"تم تینوں لڑکے جو کچھ کرتے پِھر رہے ہو سب پتہ ہے مجھے!" جہانگیر صاحب کی غصیلی آواز گونجی تھی۔

میر جہانگیر کو معراج،ابتہاج اور حیدر کے کارنامے کے بارے میں پتہ چل گیا تھا،کیسے ؟یہ تو خود اُن تینوں کو سمجھ نہ آرہا تھا۔اس وقت ابتہاج اور معراج جہانگیر صاحب کے آفس میں اُن کی عدالت کے کٹہرے میں مجرم بنے کھڑے تھے۔حیدر کو اُنہوں نے فجر کے وقت ہی دھر لیا تھا۔

"بابا اُس کو سبق سکھانا ضروری تھا،ہم نے کچھ غلط نہیں کیا۔" یہ ابتہاج بولے تھے۔

"بکواس بند کرو! کس نے کہا تھا تم لوگوں کو خود سے سب کچھ کرنے کے لیے ہاں؟! اور تم چھوٹے میر،تم نے گولی کیوں ماری اُسے؟ پاگل تو نہیں ہو گئے تم؟!" جہانگیر صاحب دونوں بھائیوں پر برس رہے تھے۔

"میرا بس چلتا تو جان سے ہی مار دیتا اُسے!" ابتہاج نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے کہا تھا۔

"ایک اُلٹے ہاتھ کا لگاؤں گا تمہیں تو میں ابتہاج عقل ٹھکانے آجائے گی تمہاری، یہ سکھایا ہے میں نے تم لوگوں کو کہ گنڈا گردی کرو؟" جہانگیر صاحب نے غصے میں ٹیبل پہ ہاتھ مارا تھا۔

"بابا آپ نے ہمیں کبھی بھی برائی کا ساتھ دینا نہیں سکھایا اور جو کچھ وہ لڑکا کر رہا تھا وہ انتہائی گری ہوئی حرکت تھی۔" اس بار معراج بولا تھا۔

"بہت سے زرائع ہیں اُس کو سزا دلوانے کے!" جہانگیر صاحب کا اشارہ کہاں تھا دونوں بھائی سمجھ چکے تھے۔

"رہنے دیں بابا، منہ نہ کھلوائیں میرا۔" ابتہاج فوراً بولا تھا۔

صرف ابتہاج میں ہی اتنی ہمت تھی جو جہانگیر صاحب کے سامنے اتنا بول سکتا تھا۔

معراج ابتہاج کو چپ رہنے کے اشارے کر رہا تھا۔

"کیا کروں میں اس لڑکے کا؟ میرے ہی لاڈ پیار نے بگاڑا ہے اسے۔" جہانگیر صاحب نے اپنا سر پیٹا تھا جب کہ ابتہاج مسکرایا تھا۔

"اچھا نا بابا سوری، ناراض نہ ہوں۔۔۔۔اب سے ایسا نہیں ہو گا پکا!" ابتہاج معصوم بنتے ہوئے بولا تھا۔

"ہر بار یہی کہتے ہو تم تینوں۔۔۔۔آئیندہ ایسا کچھ نہیں ہونا چاہیئے ورنہ اگلی بار تم تینوں کو مجھ سے اللہ کے علاوہ اور کوئی نہیں بچا پائے گا۔" جہانگیر صاحب نے ایک ایک لفظ پہ زور دیتے ہوئے کہا تھا۔

"اوکے بگ باس! اب مجھے اجازت دیں بہت سارا کام کرنا ہے۔" ابتہاج کہہ کر باہر نکل گیا تھا۔

جہانگیر صاحب پانی پی کر اب معراج سے کچھ بات کر رہے تھے۔

وقت پر لگا کر گزر گیا تھا اور وہ گھڑی بھی آ گئی تھی جب ماہروش نے پریوں جیسی بیٹی کو جنم دیا تھا۔ معراج کے خوشی کے مارے پاؤں زمین پر نہیں ٹک رہے تھے، اُس کی سب سے بڑی خواہش پوری ہو گئی تھی۔ اُسے اللہ نے پھول جیسی بیٹی کا باپ بنایا تھا۔

جہانگیر مینشن میں ہر طرف خوشی کا سماں تھا۔

بچی کی پیدائش کے تین روز بعد آج عقیقے کی تقریب رکھی گئی تھی جس میں میر خاندان کے ساتھ ساتھ بہت سے دوست احباب اور دیگر بزنس ٹائیکونز نے بھی شرکت کی تھی۔

تقریب جہانگیر مینشن کے وسیع و عریض لان میں رکھی گئی تھی۔ تمام سجاوٹ لال، گلابی اور سفید رنگ کی تھیم کے مطابق کی گئی تھی۔ اس خوشی کے موقعے پر صنوبر ایک بار پھر کینیڈا سے پاکستان تشریف لائی تھی۔

صنوبر اور ماہروش نے گلابی رنگ کے کپڑے پہن رکھے تھے جبکہ امسال اور زوئیلا کے کپڑوں کا رنگ لال تھا۔ چاروں کے کپڑے ایک ہی سٹائل کے بنے ہوئے تھے جو کہ زوئیلا نے خود خاص اس موقعے کے لیے ڈیزائن کئے تھے۔ جنت بیگم سفید رنگ کے خوبصورت جوڑے میں جبکہ جہانگیر صاحب سفید شلوار قمیض میں ملبوس تھے، دونوں ہی بہت پر وقار لگ رہے تھے۔ معراج، ابتہاج، حیدر اور جہانداد نے بھی سفید رنگ کے کرتے پجامے زیب تن کئے ہوئے تھے۔ پوری تقریب میں جہانگیر مینشن کے باسی الگ ہی نمایاں اور چھائے ہوئے تھے۔

لال رنگ کے ٹخنوں سے تھوڑا اوپر آتے لانگ فراک میں، بالوں کی آگے سے سائڈ فرینچ بنائے باقی بال کھلے چھوڑے ہوئے تھے۔ تقریب کی مناسبت سے ہلکا میک اپ اُس کی خوبصورتی کو چار چاند لگا رہا تھا، امسال بلاشبہ بہت حسین لگ رہی تھی۔ ابتہاج کی نظریں بار بار بھٹک کر اس دشمنِ جاں پر ٹھہر رہی تھیں اور وہ بے حس بنی ابتہاج کو نظر انداز کرتے ہوئے یہاں سے وہاں گھوم رہی تھی۔

امسال کے دل کو تو ابتہاج بھی بہت بری طرح سے دھڑکا رہا تھا اسی لیے وہ ابتہاج کو نظر انداز کر رہی تھی اور ایسا کرنے میں ہی عافیت جانی تھی کیونکہ آج ابتہاج کے لبوں سے مسکراہٹ جدا نہ ہو رہی تھی اور امسال کو اپنا آپ اُس مسکراہٹ میں ڈوبتا نظر آ رہا تھا۔ پریشے جس کو لگتا تھا کہ زوئیلا اور جنت بیگم اُس کے ہاتھ میں ہیں، آج اُن دونوں کا رویہ امسال کے ساتھ دیکھ کر اُس کے تن بدن میں آگ لگ گئی تھی۔ اتنی محنت کی تھی اُس نے دونوں کے دل میں امسال کے لیے نفرت پیدا کرنے کی جس میں وہ بہت حد تک کامیاب بھی ہو چکی تھی لیکن آج اُسے اپنی ساری محنت پر پانی پھرتا محسوس ہوا تھا۔ پریشے کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ امسال کو جان سے مار دے کیونکہ اُسے ابتہاج سے الگ کرنے والی امسال ہی تھی۔ وہ اپنے اور ابتہاج کے درمیان موجود امسال نامی دیوار کو گرانا چاہتی تھی۔

"وہ لڑکا دیکھو کتنا ہینڈسم ہے اُف!" امسال کے کانوں سے کالے لباس میں موجود لڑکی کی آواز ٹکرائی تھی۔

امسال سے کچھ فاصلے پر ہی پانچ لڑکیاں دائرہ سا بنائے کھڑی کسی لڑکے کی خوبصورتی پہ چرچا کر رہی تھیں۔اس قسم کے بہت سے جملے وہ کافی لوگوں کے منہ سے سن چکی تھی۔

"یہی تو ہے بزنس ورلڈ کا ہارٹ تھروب میرا ابتہاج جہانگیر۔"سفید خوبصورت لباس میں ملبوس لڑکی نے شوخی سے کہا تھا۔

ابتہاج کا نام سنتے ہی امسال کے کان کھڑے ہو گئے تھے۔بظاہر تو وہ اپنے سامنے کھڑی خاتون سے بات کر رہی تھی لیکن اُس کی ساری توجہ اُن لڑکیوں کی جانب تھی۔

امسال نے ابتہاج کی تلاش میں نظریں دوڑائیں تھیں اور وہ اُسے ایک جانب کچھ لوگوں کے ساتھ کھڑا بات کرتا ہوا نظر آیا تھا۔ہاتھ میں جوس کا گلاس پکڑے ابتہاج کسی بات پہ مسکرا رہا تھا،اُس کی یہی مسکراہٹ امسال کی کمزوری تھی جسے وہ خود سے بھی چھپا کر رکھتی تھی۔کسی کی نظروں کی تپش محسوس کر کے ابتہاج نے اپنی نظریں پوری محفل پہ گھمائیں تھیں لیکن جب تک امسال اُس پر سے اپنی نظریں ہٹانے میں کامیاب ہو گئی تھی۔

"مجھے ملنا ہے ان سے،کیا پتہ میں انہیں پسند آجاؤں۔"وہی لڑکی ایک ادا سے بولی تھی۔وہ کالے کپڑوں میں ملبوس کوئی اپسرا ہی لگ رہی تھی۔

"تم کچھ عرصے پہلے ہی پاکستان آئی ہو اس لیے شاید تمہیں نہیں پتا، چلو میں بتا دیتی ہوں کہ میرا ابتہاج شادی شدہ ہے۔" ساتھ کھڑی ایک اور لڑکی نے کالے لباس والی کی معلومات میں اضافہ کیا تھا۔

"بہت افسوس ہوا یہ سن کر۔" وہ لڑکی منہ لٹکاتے ہوئے بولی تھی۔

"چلو پھر بھی بات کرتی ہوں جا کر کیا پتہ دوستی ہی ہو جائے۔" وہ لڑکی باقیوں کو آنکھ مارتے ہوئے بولی تھی۔ باقی لڑکیاں ہنسنے لگی تھیں۔

"چڑیل کہیں کی کیسے میرے شوہر پہ ڈورے ڈال رہی ہے، دل تو کر رہا ہے اس کے سارے بال نوچ لوں۔" مسال روایتی بیوی بنی خود سے کہہ رہی تھی۔ اُس چھچھوری لڑکی کی باتوں پہ امسال کو شدید غصّہ آ رہا تھا۔

امسال نے ایک بار پھر ابتہاج کو دیکھنے کے لیے نظر اُٹھائی تھی لیکن وہ اب وہاں موجود نہیں تھا۔ یہاں وہاں دیکھنے پر ابتہاج ایک کونے میں کھڑا نظر آیا تھا لیکن وہ اکیلا نہ تھا پریشے اُس کے ساتھ کھڑی تھی۔ ابتہاج بے زار سی شکل بنائے پریشے کے چنگل میں پھنسا ہوا تھا۔

"ان محترمہ کو بھی سکون نہیں ہے۔۔۔۔۔ہر وقت ان کے پیچھے پڑی رہتی ہے ہنہہ !"پریشے کو دیکھ امسال کو اُس کا ابتہاج سے اعترافِ محبت یاد آ جاتا تھا۔امسال اُن دونوں کی جانب بڑھ گئی تھی۔

"میر؟میرے ساتھ آئیں پلیز،کچھ کام ہے۔"امسال دونوں تک پہنچ چکی تھی اور بڑے استحاق سے ابتہاج کے بازو میں ہاتھ ڈال کر بولی تھی۔

ابتہاج جو کہ امسال کے آنے پہ شکر ادا کر رہا تھا اپنی محبوب زوجہ کے انداز دیکھ کر اش اش کر اٹھا تھا۔جبکہ پریشے کا دل کر رہا تھا کہ امسال کا ہاتھ توڑ دے جو ابتہاج کے بازو میں تھا۔

"جی چلیں بیگم صاحبہ۔"ابتہاج امسال کے ساتھ چلا گیا تھا۔

"تمہیں تو ایسا سبق سکھاؤں گی امسال کہ زندگی بھر یاد رکھو گی۔میرے اور ابتہاج کے درمیان آنے والے کو کبھی نہیں بخشوں گی میں !"پریشے شولے برساتی نگاہوں سے امسال کو دیکھ رہی تھی۔

"جی فرمائیں کیا کام ہے؟"امسال ابتہاج کا ہاتھ پکڑے اُسے کہیں لے کر جا رہی تھی جب ابتہاج نے پوچھا تھا۔

"کوئی کام نہیں ہے۔"امسال سائڈ میں آکر رک گئی تھی۔

"تو پھر تم مجھے وہاں سے یہاں کیوں لائی؟"ابتہاج سب جانتے ہوئے بھی انجان بن رہا تھا۔

"میری مرضی! آپ کو بہت شوق ہی اُس پریشے کے ساتھ رہنے کا۔"امسال خطرناک تیوروں سے ابتہاج کو گھور رہی تھی۔

"اوہ آئی سی! تو مسز ابتہاج جیلس ہو رہی ہیں۔"ابتہاج اپنی ہنسی روکتے ہوئے بولا تھا۔

"جی نہیں! میں کیوں جیلس ہوں گی وہ بھی اُس سے۔"امسال نے آنکھیں چڑھاتے ہوئے کہا تھا جبکہ ابتہاج یہ سب دیکھ بہت محظوظ ہو رہا تھا۔

"اچھا؟ اگر تم جیلس نہیں ہو تو پھر مجھے جھوٹ بول کر کیوں لائی وہاں سے؟"بتہاج مزے لیتے ہوئے بولا تھا۔

"میں نے کوئی جھوٹ نہیں بولا۔۔۔جائیں واپس چلے جائیں بہت شوق ہو رہا ہے جانے کا تو۔"امسال نے احسان کرتے ہوئے کہا تھا۔

"ٹھیک ہے میں چلا جاتا ہوں واپس وہ دیکھو پریشے یہیں دیکھ رہی ہے۔"ابتہاج بول کر جانے کے لیے پلٹ گیا تھا۔

"نہیں رکیں! ہاں یاد آیا ماما پاپا آپ کا پوچھ رہے تھے، اُن کے پاس لے کے جانا تھا۔"
امسال ایک لمحے کی دیر کئے بغیر بولی تھی اور اُس کی جلد بازی پر ابتہاج زیرِ لب مسکرایا تھا۔

"میں مل چکا ہوں اُن سے۔" ابتہاج نے پلٹ کے جواب دیا تھا وہ بہت مشکل سے اپنی ہنسی روکے ہوئے تھا۔ امسال سوچ میں پڑ گئی تھی کہ اب کیا بولے۔

ابتہاج نے جو کچھ بھی کیا تھا وہ شرمندگی کی وجہ سے زیادہ امسال کے والدین کے سامنے نہ جاتا تھا۔ وہ اپنے کئے پر بے حد نادم تھا لیکن معافی کیسے مانگے یہ اُسے سمجھ نہ آتا تھا اس لیے وہ ہمدان صاحب اور زوباریہ بیگم سے سامنا کرنے سے کتراتا تھا۔

"لیکن پھر بھی ماما پوچھ رہی تھیں آپ کے بارے میں، چلیں اب!" امسال نے بات بنائی تھی۔

"تمہیں پتا ہے تمہارا چہرا انتہائی شفاف ہے، اس پہ موجود ہر جزبہ مجھے صاف نظر آتا ہے۔" ابتہاج مسکراتے ہوئے گویا ہوا تھا۔ امسال کے چہرے پہ رقابت کے جزبات صاف نمایاں تھے۔

"ہائے!" اس سے پہلے کہ وہ دونوں وہاں سے نکلتے وہی کالے کپڑوں والی لڑکی ابتہاج سے مخاطب ہوئی تھی۔

وہ لڑکی عمر میں امسال جتنی ہی لگتی تھی۔امسال نے اُسے دیکھ آنکھیں چڑھائی تھیں اور نا محسوس انداز میں دوبارہ ابتہاج کا بازو پکڑ لیا تھا لیکن ابتہاج امسال کی ایک ایک حرکت کو نوٹ کر رہا تھا۔

"ہیلو! سوری لیکن میں نے اپ کو پہچانا نہیں؟"ابتہاج کا لہجہ سوالیہ تھا۔وہ اپنے سامنے کھڑی لڑکی کو پہلی بار دیکھ رہا تھا۔

"میرا نام منتاشا ہے اور میرے پاپا خلیل شیخ ہیں۔۔۔۔۔مجھے آپ سے ملنے کا بہت شوق تھا۔"اُس لڑکی نے اپنا تعارف کروایا تھا۔

"اوہ اچھا آپ خلیل انکل کی بیٹی ہیں۔۔۔کیسی ہیں آپ؟"خلیل صاحب جہانگیر اینٹرپرائزز کے ایچ۔آر مینجر تھے۔

"گھائل۔۔۔میرا مطلب ہے ٹھیک ہوں۔"منتاشا کی آنکھوں میں ابتہاج کے لیے الگ ہی رنگ تھے جنہیں دیکھ امسال کو غصہ آرہا تھا،وہ اپنے سامنے کھری لڑکی کو گھور رہی تھی۔

"میر چلیں؟"امسال نے دانت پیستے ہوئے کہا تھا لیکن بظاہر مسکرائی تھی۔

"آم ہاں۔۔۔یہ میری وائف ہیں۔آپ ایوینٹ اینجائی کریں ہم باقی مہمانوں سے مل لیں۔"ابتہاج کہہ کے امسال کو لیے آگے بڑھ گیا تھا جبکہ منتاشا کی نظروں نے بہت دور تک اُس کا پیچھا کیا تھا۔

"امسال کیا ہو گیا ہے تمہیں؟اتنا غصے میں کیوں ہو آج؟"ابتہاج نے امسال کا دانت پیسنے والا لہجہ نوٹ کر لیا تھا۔

"کچھ نہیں ہوا ٹھیک ہوں میں۔۔۔خود تو لڑکیوں کی کمپنی اینجائی کر رہے ہیں اور مجھ سے پوچھ رہے ہیں غصہ کیوں آرہا ہے۔"پہلی بات ابتہاج کو کہی تھی جبکہ آگے کی بات خود سے بڑبڑائی تھی۔

"یہ لیں آپ کے داماد آگئے اینجائی کریں،میں بھابھی کے پاس جا رہی ہوں۔"امسال ابتہاج کو زوباریہ بیگم کے پاس لے آئی تھی،جبکہ ہمدان صاحب میر جہانگیر کے ساتھ باتوں میں مصروف تھے۔

"جی آنٹی کچھ چاہیئے آپ کو؟میں لا دیتا ہوں۔"ابتہاج نے مسکراتے ہوئے پوچھا تھا۔

"ہاں بیٹا اجازت لینی تھی تم سے۔"زوباریہ بیگم کے کہنے پہ ابتہاج اُن کے سامنے موجود کرسی پہ بیٹھ گیا تھا۔

زوباریہ بیگم نے اتنے عرصے میں ابتہاج کو پرکھ لیا تھا اور اب اُنہیں اپنا داماد ہیرے سے کم نہ لگتا تھا۔ ہمدان صاحب بھی ابتہاج کو پرکھ چکے تھے لیکن اُن کا کہنا تھا کہ جب تک امسال ابتہاج کو معاف نہیں کرتی اُس وقت تک وہ بھی اُسے معاف نہیں کریں گے۔۔۔اور فی الحال تو امسال کے ایسے کوئی ارادے نہ لگ رہے تھے۔

"اجازت کیسی آنٹی، آپ حکم کریں۔" ابتہاج نے بہت احترام سے کہا تھا۔ امسال سے جڑی ہر چیز ابتہاج کے لئے اہم ترین تھی۔

"بیٹا میں چاہتی ہوں کہ آج واپسی پہ امسال ہمارے ساتھ گھر آئے ایک دو روز کے لیے، اگر تمہیں کوئی اعتراض نہ ہو تو۔" زوباریہ بیگم نے اپنی خواہش کا اظہار کیا تھا۔

"آنٹی مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے، امسال ضرور جا سکتی ہے آخر کو آپ کی بیٹی ہے وہ میں بھلا کیوں روکوں گا اُسے۔۔۔آپ کو مجھ سے اجازت لینے کی ہرگز ضرورت نہیں ہے، آپ امسال سے ہی کہہ دیتیں۔" ابتہاج کو اچھا نہ لگا تھا زوباریہ بیگم کا یوں اُس سے اجازت طلب کرنا۔

"میں نے امسال سے کہا تھا، وہ کہہ رہی تھی کہ میں تم سے خود پوچھ لوں کیونکہ تم اُسے رات رکنے کی اجازت نہیں دیتے۔" زوباریہ بیگم نے ابتہاج کو ایک نئی خبر دی تھی جو کہ اُس کے فرشتوں تک کو نہ پتا تھی۔

"استغفر اللہ! میں نے کبھی اُسے نہیں روکا، بدنام کر رہی ہے آپ کی بیٹی مجھے۔"

ابتہاج کہ صدمہ لگا تھا۔

"آنٹی میں آپ سے بہت عرصے سے یہ بات کرنا چاہ رہا تھا لیکن نہ تو مجھے سمجھ آ رہا تھا کہ کیسے کہوں اور نہ ہی میری ہمت ہو رہی تھی۔ زندگی میں کبھی میں نے خود کو اتنا کم ہمت محسوس نہیں کیا ہے۔۔۔۔ آنٹی میں نے جو کچھ بھی کیا ہے میں آپ سے اُس سب کے لیے معافی مانگنا چاہتا ہوں۔ مجھ سے غلطی ہو گئی، میں خود غرض ہو گیا تھا اپنی محبت میں، مجھے معاف کر دیں۔۔۔۔ آپ میری بڑی ہیں اور بڑے تو بچوں کی غلطیوں کو معاف کر دیتے ہیں۔" ابتہاج نظریں جھکائے بول رہا تھا۔ آج تک اُس نے اپنے ماں باپ کے علاوہ کسی کے سامنے نظریں نہ جھکائی تھیں۔

زوباریہ بیگم تو ابتہاج کو بہت پہلے ہی معاف کر چکی تھیں۔ امسال چاہے اس بات کو جتنا بھی جھٹلاتی لیکن اُس کے چہرے کی رونق سے وہ سمجھ گئیں تھی کہ ابتہاج واقعی اُن کی بیٹی کے لیے بہترین ہمسفر ہے۔ زوباریہ بیگم کو المان کی کہی باتیں یاد آئی تھیں جو اُس نے ابتہاج کے حوالے سے کہی تھیں۔

"بیٹا جو ہوا سو ہوا، اب اُسے بھول جاؤ، مجھے تم سے اب کوئی گلا نہیں ہے۔ میں بہت پہلے سے تمہیں معاف کر چکی ہوں، بس میری بیٹی کا بہت خیال رکھنا، بہت نازوں سے پالا

ہے ہم نے اُسے۔" زوباریہ بیگم نے ایک ماں کی طرح ابتہاج کا ماتھا چومتے ہوئے کہا تھا۔

"آنٹی آپ بلکل فکر نہ کریں میں بہت خیال رکھوں گا امسال کا اور انشاللہ اُس کی آنکھوں میں آنسو نہیں آنے دوں گا۔" ابتہاج نے یقین دلاتے ہوئے کہا تھا۔

"بہت دوستی ہو گئی ہے بھئی یہاں تو لوگوں کی۔۔۔" امسال کی آواز پہ ابتہاج اور زوباریہ بیگم دونوں متوجہ ہوئے تھے۔

"امسال یہ کیا طریقہ ہے؟ تم نے غلط بیانی کیوں کی کہ ابتہاج تمہیں رات رکنے کی اجازت نہیں دیتا؟" زوباریہ بیگم نے امسال کا کان کھینچے ہوئے کیا تھا۔

یہ منظر دیکھ نہ صرف ابتہاج ہنس رہا تھا بلکہ اپنے فون سے ویڈیو بھی بنا رہا تھا لیکن امسال سے چھپ کر کیونکہ اُسے امسال کے ہاتھوں ہلاک تھوڑی نہ ہونا تھا۔

"آآآ! ماما گھر پہنچ کر یہ سب کر لیجئے گا، یہ میرا سسرال ہے اور یہاں میری کچھ عزت ہے۔" امسال رونی صورت بناتے ہوئے بول رہی تھی اور ساتھ ہی ابتہاج کو گھوری سے نوازہ تھا جس سے اپنی ہنسی برداشت نہ ہو رہی تھی۔

تقریب اپنے اختتام کو پہنچی تھی، سب مہمان جا چکے تھے بس گھر والے اور کچھ قریبی رشتہ دار موجود تھے۔ جہانگیر مینشن کے لان میں اس وقت چائے کا دورانیہ چل رہا تھا۔امسال اپنے اور ابتہاج کے مشترکہ کمرے میں موجود تھی اور اپنا کچھ ضروری سامان ایک بیگ میں رکھ رہی تھی، وہ زوباریہ بیگم اور ہمدان صاحب کے ساتھ جانے والی تھی۔

ابتہاج موقع پاتے ہی اپنے کمرے میں آیا تھا جہاں امسال اب پُرسکون لباس میں الماری میں منہ دیے کھڑی تھی۔

"نہیں جاونا پلیز۔" ابتہاج نے امسال کو پیچھے سے اپنے حصار میں لیا تھا اور اُس کے کندھے پہ اپنی ٹھوڑی رکھتے ہوئے بلکل کسی معصوم بچے کی طرح بولا تھا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟ دور ہٹیں مجھ سے۔" ابتہاج کی اس حرکت پہ امسال ایک دم سے غصے میں آگئی تھی اور ابتہاج کے ہاتھ خود پر سے ہٹائے تھے۔امسال نے اب تک اُسے اس سب کی اجازت نہ دی تھی۔ابتہاج امسال کو بے یقینی سے دیکھ رہا تھا۔

"میں نے ایسا بھی کیا کر دیا جو تم اس طرح سے ری ایکٹ کر رہی ہو؟ بیوی ہو میری تم کوئی غیر نہیں ہو، حق رکھتا ہوں تم پہ۔اگر میں اپنے حقوق استعمال نہیں کر رہا تو اس کا

مطلب یہ نہیں ہے کہ میں کر نہیں سکتا۔۔۔"ضبط سے ابتہاج کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں جبکہ لہجے سے شرارے پھوٹ رہے تھے۔

صحیح تو کہہ رہا تھا وہ، امسال اُس کی بیوی تھی اور وہ اُس پہ ہر قسم کا حق رکھتا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ اپنے حقوق استعمال نہیں کر رہا تھا۔ امسال کا یہ رویّہ ابتہاج کو اندر سے توڑ گیا تھا، اُسے اپنا آپ بہت حقیر محسوس ہوا تھا جب کچھ دیر پہلے امسال نے نفرت سے اُسے خود سے جدا کیا تھا بلکل ویسے ہی جیسے کسی اچھوت چیز کو جدا کیا جاتا ہے۔

ابتہاج اب امسال سے چار فٹ کے فاصلے پہ کھڑا تھا، جبکہ امسال کو اب اپنے رویّے کا اندازہ ہوا تھا لیکن کیا فائدہ اب تو بہت دیر ہو چکی تھی۔

ہم انسان یہ نہیں سوچتے کہ ہمارے انداز سے سامنے والے کے دل پہ کیا گزر رہی ہے۔

"اب۔۔۔"امسال ابھی کچھ کہنے ہی والی تھی کہ ابتہاج کی دھاڑ نے اسکی بات کاٹی تھی۔

"بس! ایک لفظ بھی اور مت نکالنا اپنے منہ سے۔۔۔بہت تزہیک کر لی تم نے میری، اس سے پہلے کہ میں غصے میں کچھ کہہ دوں یا کر دوں چلی جاو یہاں سے۔"ابتہاج انتہائی غصے بھرے لہجے میں بول رہا تھا۔

"ایک منٹ میری با۔۔۔"امسال کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن سامنے والا سننا نہیں چاہتا تھا۔

"تم سے کچھ کہنا ہی بے کار ہے، آج تک تم نے سنی ہی کہاں ہے میری۔۔۔میں ہی چلا جاتا ہوں۔"ابتہاج اپنی بات کہہ کر دروازہ مارتے ہوئے کمرے سے باہر چلا گیا تھا۔

اپنی جگہ پہ کھڑی امسال کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے تھے لیکن اب اس کا کیا فائدہ ؟

امسال کا دل ہر چیز سے اُچاٹ ہو چکا تھا اور اب اُسے اپنے والدین کے ساتھ نہیں جانا تھا۔ابھی وہ یہ سوچ ہی رہی تھی اتنے میں ملازمہ نے آکر اطلاع دی کہ نیچے امسال کے والدین اُس کا انتظار کر رہے ہیں اور ساتھ ہی اُس کا سامان اُٹھا کر نیچے لے گئی۔

امسال جب نیچے پہنچی اُس وقت تک اُس کے والدین سب کو خدا حافظ کر چکے تھے، اب ابتہاج اُن سے الوداعی ملاقات کر رہا تھا۔ہمدان صاحب گاڑی نکالنے گئے تھے، زوباریہ بیگم بھی اُن کے ساتھ تھیں۔امسال ابتہاج کی جانب آئی تھی اسے بتانے کہ وہ جانا نہیں چاہتی، لیکن امسال کو اپنی جانب آتے دیکھ ابتہاج نے اپنا رخ موڑ لیا تھا اور مزید کچھ قدم دور ہو گیا تھا۔ابتہاج کے ایسا کرنے سے امسال کے دل میں درد کی ایک لہر

دوڑی تھی مگر یہ سب اُسی کا کیا دھرا تھا۔امسال کا ارادہ ابتہاج سے معافی مانگنے کا تھا لیکن یہاں تو ابتہاج اُسکی جانب دیکھنا بھی گوارہ نہیں کر رہا تھا۔

"میر مجھے نہیں جانا۔"امسال نے ابتہاج سے ہلکی آواز میں کہا تھا۔

کسی کی بھی توجہ دونوں کی طرف نہ تھی۔ابتہاج نے امسال کی بات کا کوئی جواب نہ دیا تھا اور ویسے ہی کھڑا رہا تھا جیسے سنا ہی نہ ہو۔

"میر مجھے آپ سے بات کرنی ہے میری بات تو سنیں پلیز۔"امسال نے ابتہاج کا کشرتی بازو تھام کر اُسکا رخ اپنی جانب کرنا چاہا تھا،آواز میں لڑکھڑاہٹ تھی۔

"کیا اور بھی کچھ باقی رہ گیا ہے کہنے کو؟اور یہ تم مجھ جیسے حقیر انسان کو ہاتھ کیوں لگا رہی ہو؟"ابتہاج نے اپنا ہاتھ چُھڑواتے ہوئے طنز کا تیر چھوڑا تھا جو کہ سیدھا نشانے پہ لگا تھا۔

آخر ابتہاج کتنا برداشت کرتا؟نجانے کتنے مہینوں سے وہ امسال کا یہی رویّہ خاموشی سے برداشت کر رہا تھا بغیر کسی شکوے کے لیکن آج کو امسال نے حد کر دی تھی۔

"مجھے نہیں جانا۔"آنسوؤں کا گولا امسال کے حلق میں پھنسا تھا۔وہ بس یہی ایک بات دوہرا رہی تھی۔

گاڑی آچکی تھی اور اب بس امسال کے بیٹھنے کا انتظار تھا۔

"جاوامسال اس وقت میری برداشت کو بلکل بھی مت آزماو۔" ابتہاج نے پیچھے کا دروازہ کھولتے ہوئے ہلکی آواز میں کہا تھا۔

امسال آنسو سے بھری آنکھوں سے ابتہاج کو دیکھتے ہوئے گاڑی میں بیٹھی تھی، اُسے اب بھی اُمید تھی کہ شاید ابتہاج اُسے روک لے گا لیکن ایسا کچھ نہ ہوا تھا۔

امسال کے لیے ایک سبق ضروری تھا!

یہ تو سچ ہی تھا کہ ابتہاج اتنا سب برداشت کر گیا تھا، ورنہ جیسا اُس کا مزاج تھا یہ اُس کے غصے کی شاید آخری حد تھی۔ امسال کی اُمید بھری نظریں نہ دیکھ کر بھی وہ اُنہیں محسوس کر رہا تھا۔ بہت چاہنے کے باوجود بھی اُس نے امسال کو نہ روکا تھا، کیونکہ امسال کے لیے یہ ضروری تھا۔

گھر پہنچنے میں کافی وقت لگ گیا تھا چونکہ راستہ طویل تھا۔ گھر پہنچتے ہی سب اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے تھے۔ امسال اپنے کمرے میں آکر پھوٹ پھوٹ کے رو دی تھی، ابتہاج کا آج خود سے یوں رخ موڑنا اُسے بلکل بھی اچھا نہیں لگا تھا، لیکن سوال تو یہ تھا کہ ایسا کیوں ہو رہا تھا؟ یہ سب فی الحال وہ نہیں سوچنا چاہتی تھی۔ اس وقت اُس کے دماغ میں ایک ہی سوچ تھی اور وہ یہ کہ اُس نے اپنے میر کو ناراض کر دیا تھا۔

"مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا، میں نے بہت غلط کر دیا، وہ ٹھیک ہی تو کہہ رہے تھے وہ حق رکھتے ہیں۔ یا اللہ! یہ میں نے اپنے جزباتی پن میں کیا کر دیا۔" امسال اپنے ہاتھوں میں سر گرائے یہی بات دوہرا رہی تھی۔

وہ ابتہاج کو فون کر رہی تھی لیکن دوسری جانب سے کوئی جواب موصول نہیں ہو رہا تھا۔ اُس کا دل بہت گھبرا رہا تھا اور دماغ میں عجیب سوچیں جنم لے رہی تھیں۔ وہ رو رو کر آنکھوں کا حشر کر چکی تھی اور پھر ایسے ہی روتے روتے سو گئی تھی۔

رات بھر رونے کی وجہ سے اگلی صبح امسال بخار میں تپ رہی تھی۔ آنکھیں بخار کی شدّت اور ساری رات رونے کی وجہ سے سوجی ہوئی اور لال ہو رہی تھیں۔ امسال کی اس حالت پہ زوباریہ بیگم پریشان ہو گئیں تھیں، رات کو تو وہ بلکل ٹھیک تھی تو پھر یہ اچانک کیا ہوا تھا۔ امسال کے منع کرنے کے باوجود بھی ڈاکٹر کو گھر بلوایا گیا تھا۔ ڈاکٹر سکون کا انجیکشن اور دوا دے کر جا چکا تھا۔ زوباریہ بیگم نے ابتہاج کو امسال کی خراب طبیعت کے متعلق آگاہ کر دیا تھا۔ ابتہاج یہ سن کر پریشان ہو گیا تھا اور سب چھوڑ چھاڑ کر اپنے سسرال روانہ ہو گیا تھا۔

محبت ایسی ہی تو ہوتی ہے! محبوب تکلیف میں ہو تو موحب تمام ناراضگیاں کہیں دور چھوڑ کر دوڑا چلا آتا ہے۔

انجیکشن کے زیرِ اثر امسال کافی دیر سے سوئی ہوئی تھی لیکن اب آہستہ آہستہ بیدار ہو رہی تھی۔اُسے اپنے ہاتھ پہ کسی کی گرفت محسوس ہو رہی تھی،وہ آنکھیں کھولنا چاہتی تھی لیکن نقاحت کی وجہ سے اُسے لگ رہا تھا وہ یہ نہیں کر پائے گی۔

"امسال؟آنکھیں کھولو میری جان۔"وہ محبت بھرے لہجے میں گویا ہوا تھا۔

یہ آواز،یہ محبت سے چور لہجہ وہ لاکھوں لوگوں کی آوازوں میں بھی پہچان سکتی تھی۔

امسال نے ہمت کر کے اپنی آنکھیں کھول دی تھیں۔اپنے سامنے ابتہاج کو بیٹھے دیکھ اُس کے جسم میں خوشی اور توانائی کی لہر دوڑ گئی تھی۔امسال نے بیٹھنے کی کوشش کی تھی۔

اگر یہ محبت نہیں تھی تو پھر کیا تھا؟

"لیٹی رہو۔"ابتہاج نے امسال کو اُٹھنے سے منع کیا تھا لیکن وہ امسال ہی کیا جو ابتہاج کی بات مان لے۔

امسال کی ضد کے آگے ہار مانتے ہوئے ابتہاج نے اُسے بیٹھنے میں مدد دی تھی۔

"بہت ضدی ہو تم لڑکی!"ابتہاج دوبارہ امسال کے سامنے بیٹھتے ہوئے بولا تھا۔

امسال مسکرائی تھی لیکن اُس کی یہ مسکراہٹ ابتہاج نہیں دیکھ پایا تھا۔

"ابتہاج میں اپنے کل کے رویّے کی معافی مانگنا چاہتی ہوں، پلیز مجھے معاف کر دیں، میں نے آپ کی بہت تزحیک کی ہے بہت زیادہ تکلیف دی ہے آپ کو۔۔۔مجھے معاف کر دیں۔" امسال کی آنکھوں سے ایک بار پھر آنسو بہنے لگے تھے۔

"ایک تو تمہاری آنکھوں سے فوراً جھرنا بہنا شروع ہو جاتا ہے۔ رونا بند کرو، ہزار بار کہا ہے کہ میرے سامنے نہیں رویا کرو۔" ابتہاج نے پہلے تو اپنا سر پیٹا تھا پھر امسال کے بہتے آنسوں اپنی اُنگلی کے پوروں پہ چنے تھے۔

"میں نے بہت غلط کیا میر۔۔۔" امسال آگے بھی کچھ کہہ رہی تھی کہ ابتہاج بول پڑا تھا۔

"تمہیں احساس ہو گیا یہی بہت ہے، جو ہونا تھا ہو گیا لیکن اگر اب دوبارہ ایسا کیا تم نے تو بہت بُری طرح پیش آؤں گا۔۔۔ تم سے دور نہیں رہ سکتا میں۔" ابتہاج نے مصنوئی غصے سے کہا تھا جبکہ امسال نے ہاں میں گردن ہلائی تھی کہ وہ سمجھ گئی ہے۔

"یہ کیا حالت بنائی ہوئی ہے ہاں؟ بیمار پڑ گئی ہو! رات کو تو بلکل ٹھیک بھیجا تھا میں نے۔۔۔ جدائی برداشت نہیں ہوئی لگتا ہے، اسی لیے کہہ رہا تھا نہ جاو۔" ابتہاج اب ماحول کو نارمل کرنے کے لیے مزاق کر رہا تھا۔

"جی نہیں، ایسا کچھ نہیں ہے۔" امسال اور اعتراف کر لے ایسا بھلا ہو سکتا ہے؟

"تم آرام کرو میں اب چلتا ہوں۔ مجھے ائرپورٹ کے لیے نکلنا ہے، کچھ دیر میں فلائٹ ہے میری۔" کچھ دیر مزید بیٹھنے کے بعد ابتہاج بولا تھا جبکہ امسال اُسے الجھی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"کہاں جا رہے ہیں آپ؟" فوراً سوال کیا گیا تھا۔

"لندن جا رہا ہوں تین دن کے لیے، ایک ڈیل سائن کرنی ہے۔" ابتہاج نے مختصر بتایا تھا۔

امسال واپس جہانگیر مینشن جانا چاہتی تھی لیکن ابتہاج نے اُسے یہیں رکنے کا کہا تھا۔ جب سے شادی ہوئی تھی امسال ایک بار بھی اپنے والدین کے گھر رات نہ رکی تھی۔ ابتہاج کو اب اطمینان ہو گیا تھا، امسال مانے یا نہ مانے لیکن ابتہاج سمجھ گیا تھا کی اُسکی محبت کا بیج امسال کے دل میں اپنی جڑیں مضبوط کر رہا ہے۔ ابتہاج کو یقین تھا کہ بہت جلد امسال خود اس بات کا اعتراف کرے گی۔

ابتہاج کو لندن گئے آج دو دن ہو گئے تھے۔ زوئیلا کو آج نجانے کیا سوجی تھی کہ اُس نے حیدر کے ہسپتال پہ چھاپا مارنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ زوئیلا فیشن ڈزائینر بن چکی تھی

اور اپنا بوتیک بہت مہارت سے چلا رہی تھی۔ آج وہ گھر پہ ہی موجود تھی اس لیے سوچا کہ کیوں نا اپنے ایک عدد شوہر کو سرپرائز دیا جائے، لیکن اُسے کیا پتہ تھا کہ سرپرائز تو اُسے ملنے والا ہے۔

"اسلام علیکم! کیا ڈاکٹر حیدر اپنے کیبن میں ہیں؟" زوئیلا نے حیدر کے کیبن کے باہر کاونٹر پہ موجود لڑکی سے پوچھا تھا۔

"جی ہاں، آپ اپنا اپوئینٹمینٹ دکھائیں، ہے آپ کے پاس؟" وہ لڑکی شاید زوئیلا کو نہ جانتی تھی۔

"مجھے اُن سے ملنے کے لیے کسی اپوئینٹمینٹ کی ضرورت نہیں ہے، بیوی ہوں میں اُن کی۔" زوئیلا نے بڑے مزے سے جواب دیا تھا۔

"اوہ سوری میم! مجھے پتہ نہیں تھا، میں نے کچھ دن پہلے ہی یہاں کام کرنا شروع کیا ہے۔" اُس لڑکی نے فوراً معافی مانگی تھی اور وضاحت دینے لگی تھی۔ باس کی بیوی کو ناراض کرنا، باس کو ناراض کرنے کے مترادف تھا۔

"کوئی بات نہیں۔" کہہ کر زوئیلا حیدر کے کیبن کی جانب چل دی تھی۔

زوئیلا بہت دھڑلے سے حیدر کے کیبن میں داخل ہوتی تھی اور آج بھی ایسے ہی داخل ہوئی تھی لیکن اُس کی آنکھوں کے سامنے جو منظر تھا وہ دیکھ کر اُس کے وجود میں غصے کی لہر دوڑی تھی۔

حیدر اپنی سربراہی کرسی پہ بیٹھا تھا جبکہ اُس کے برابر میں ایک خوبصورت لڑکی سفید کوٹ پہنے کھڑی کم جھکی ہوئی زیادہ تھی۔ حیدر کے ہاتھ میں کوئی رپورٹ تھی اور وہ اُس لڑکی کو کچھ سمجھا رہا تھا، لیکن اُس لڑکی کا سارا دھیان حیدر کی جانب تھا اور یہی زوئیلا کے غصے کی وجہ تھی۔ زوئیلا کے ایسے دروازہ کھولنے سے دونوں کی توجہ دروازے کی جانب گئی تھی البتہ وہ لڑکی ویسے ہی کھڑی تھی۔

"ارے واہ! بڑے بڑے لوگ آئے ہیں میرے غریب خانے میں۔" زوئیلا کو دیکھتے ہی حیدر کے چہرے پہ رونک آجاتی تھی۔

"تم سیدھی ہو کر کھڑی ہو گی یا کمر ٹوٹی ہوئی ہے تمہاری؟" زوئیلا بغیر کوئی آسرا کئے اُس لڑکی سے بولی تھی۔

"ایکسکیوز می؟" ایک ادا سے کہا گیا تھا۔

"ایکسکیوزڈ! دور رہ کر بات کرو، اتنا گھسنے کی ضرورت نہیں ہے۔" زوئیلا نے ہاتھ پکڑ کر اُس لڑکی کو حیدر سے دور کیا تھا۔

"تم ہوتی کون ہو مجھے کچھ بھی کہنے والی؟" وہ لڑکی بھی بغیر کوئی لحاظ کے بولی تھی۔

"میں کون ہوں؟ جس سے تم چپکنے کی کوششیں کر رہی ہو، اُس کی بیوی ہوں میں۔۔۔ آج کے بعد اگر تم مجھے ان کے آس پاس بھی بھٹکتی ہوئی نظر آئی تو مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہو گا، گیٹ لاسٹ!!" انتہائی غصے میں کہا گیا تھا جبکہ حیدر حیران پریشان تھا کہ یہ سب ہو کیا رہا ہے۔

وہ لڑکی اب کیبن سے باہر جا چکی تھی۔ زوئیلا کی باتوں نے اُس لڑکی کو شاک میں ڈال دیا تھا کیونکہ وہ حیدر کے شادی شدہ ہونے کے بارے میں نہیں جانتی تھی۔

"پانی پیو گی؟" حیدر اب اپنی ہنسی کو روکنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے زوئیلا کی جانب پانی کا گلاس لیے آیا تھا۔

"بہت مزہ آتا ہے نا آپ کو جب یہ لڑکیاں آپ کے آگے پیچھے گھومتی ہیں۔" زوئیلا کی توپوں کا رُخ اب حیدر کی جانب تھا۔

"کس پاگل کو مزہ نہیں آئے گا؟" حیدر مزید زوئیلا کو تپا رہا تھا۔

"حیدررر!! رہیں آپ پھر یہیں مجھ سے بات کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، میں جا رہی ہوں۔" کہتے ساتھ ہی زوئیلا جانے کے لیے مڑ گئی تھی۔

"ارے زوئی کہاں جا رہی ہو، میں مزاق کر رہا تھا۔" حیدر نے پھُرتی سے زوئیلا کا ہاتھ تھام کر اُسے روکا تھا۔

"اس لڑکی کو جاب سے نکالیں ابھی اور اسی وقت۔۔۔ڈاکٹر کس نے بنایا ہے اس کو؟ ایک بھی ڈاکٹر والی خوبی نہیں ہے اس میں۔" زوئیلا کا غصہ ابھی تک کم نہ ہوا تھا۔

"بُری بات زوئی ایسے کسی کو نہیں کہتے۔ ہم کون ہوتے ہیں کسی کو جج کرنے والے؟ اور جہاں تک بات ہے ڈاکٹر ہونے کی تو وہ ایک قابل ڈاکٹر ہے، اسی لیے اس ہسپتال میں موجود ہے، تمہیں میری سلیکشن پہ شک ہے؟" حیدر دھیمے لہجے میں زوئیلا کو سمجھانا چاہ رہا تھا۔

"ہو گی وہ قابل لیکن پھر بھی بس آپ اُسے نکالیں۔" زوئیلا اپنی ضد پہ اڑی تھی۔

"میں ایسے نہیں نکال سکتا اُسے زوئی، کچھ قائدے ہوتے ہیں ہر جگہ کے۔۔۔وہ اب ایسا کچھ نہیں کرے گی اور اگر کیا تو آئی پرامس میں اُسے نکال دوں گا ٹھیک ہے؟ ناؤ کول ڈاؤن۔" بہت مشکل سے حیدر نے زوئیلا کو سمجھایا تھا اور وہ مان گئی تھی۔

زوئیلا کافی ضدی اور جزباتی تھی وجہ، اُس کا گھر میں سب سے چھوٹا اور لاڈلہ ہونا تھی۔

ارحان نے اب دُرانی گروپ جائن کر لیا تھا اور اُن کا بزنس کافی اچھا چل رہا تھا۔ ارحان کے والدین المیر کے گھر اپنے اکلوتے بیٹے کا رشتہ لے کر گئے تھے، وہ بہت خوش تھے کہ ارحان اپنی زندگی میں آگے بڑھ رہا تھا، ورنہ جب سے امسال کی شادی ابتہاج سے ہوئی تھی اُنہیں اپنے بیٹے کی بہت فکر تھی۔ المیر کے گھر کے تمام افراد ارحان کو بہت اچھے سے جانتے تھے جبکہ المیر کے والد کو ارحان کافی پسند تھا۔ المیر کے گھر والے سوچ بچار کرنے کے بعد ارحان سے رشتے کے لیے راضی ہو گئے تھے، یہ خبر ملتے ہی ارحان کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ تھا۔

المیر اپنے رب کا شکر ادا کرتے نہیں تھک رہی تھی۔ وہ کیوں نہ اُس پاک ذات کا شکر ادا کرتی جس نے اُس کے نصیب میں اُس کی محبت کو لکھ دیا تھا۔ اُس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ ارحان کبھی اُس کا ہو گا۔ اُس کی دعاووں میں شدت تھی اور محبت میں پاکیزگی، اللہ نے اُسے ایسے نوازہ تھا کہ وہ تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔ دونوں کی منگنی کر دی گئی تھی اور کچھ عرصے بعد دونوں کا نکاح تھا۔

اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ہم کسی چیز کی چاہ کرتے ہیں لیکن ہماری نظر میں اُس چاہت کا حصول ناممکن ہوتا ہے، لیکن اللہ کے لیے بے شک کچھ بھی ناممکن نہیں۔ وہ ہمیں ہماری چاہت سے آزماتا ضرور ہے اور اگر ہم ازمائش میں سرخرو ہو جائیں تو وہ نوازتا بھی

خوب ہے۔ ہم انسان اگر اللہ کی رضا میں راضی رہنا سیکھ لیں تو ہماری بہت سی مشکلیں آسان ہو جائیں اور اللہ بھی ہمیں اُس سے نوازے گا جو ہماری چاہت ہے۔ المیر نے اللہ کی رضا کو قبول کیا اور صبر کیا تو بدلے میں اللہ نے اُسے اُس کی چاہت سے نوازہ۔

رات کا وقت ہو رہا تھا، امسال اپنے کمرے میں ناول پڑھ رہی تھی۔ کمرے میں حائل خاموشی کو امسال کے موبائل کی میسج ٹون نے توڑا تھا۔ امسال کہانی پڑھنے میں کافی مگن تھی اس لیے موبائل پہ آئے میسج کو دیکھنا ضروری نہ سمجھا لیکن پھر لگاتار تین میسج موصول ہوئے، میسج کرنے والا کوئی بے صبرا شخص تھا شاید۔ موبائل کی ٹوں ٹوں سے تنگ آکر امسال نے فون سائڈ ٹیبل سے اُٹھایا تھا، سامنے سکرین پہ ماہا تھا نام جگمگا رہا تھا۔

"کہاں ہو؟" واٹس ایپ پہ سلام کے بعد یہی لکھا تھا اور پھر اگلے میسجز میں بہت سارے سوالیہ نشان۔

ماہا ایسی ہی تھی اگر اُسے جلدی جواب نہ ملے تو مسجز کا ڈھیر لگا دیتی تھی۔

"ماما کی طرف آئی ہوئی ہوں، کیوں خیریت؟" امسال نے کتاب سائڈ میں رکھ کر جواب دیا تھا۔

"خیریت ہی تو نہیں ہے۔" ماہا کا میسج موصول ہوا تھا اور یہ پڑھ کر امسال پریشان ہوئی تھی۔

"کیوں کیا ہو گیا، بتاؤ مجھے، سب ٹھیک تو ہے نا؟" امسال نے پھرتی سے میسج ٹائپ کر کے سینڈ کیا تھا۔

"لگتا ہے تم نے دیکھا نہیں جو میں نے دیکھا ہے اسی لیے اتنی چِل ہو۔" ماہا کے اگلے میسج نے امسال کو مزید اُلجھایا تھا۔

"صاف صاف بولو جو بات ہے، دماغ نہ کھاؤ میرا۔" امسال نے ساتھ میں آنکھیں چڑھانے والا ایموجی بھیجا تھا۔

"تم نے ابتہاج بھائی کی انسٹا گرام پہ سٹوری نہیں دیکھی؟ جا کر دیکھو، میں نے تو تمہیں پہلے ہی وارن کیا تھا۔۔۔ آس پاس بہت سی ڈائنیں گھومتی ہیں اُن کے۔" ماہا کا جواب موصول ہوا تھا، امسال کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

"طوبہ ہے ماہا، میں ڈر گئی تھی کہ پتا نہیں کیا ہو گیا۔۔۔ دفعہ ہو اب، میں دیکھتی ہوں۔" امسال نے جوابی میسج کیا تھا۔

ماہا کو جواب دے کر امسال نے فوراً انسٹا گرام کھولا تھا لیکن مزے کی بات یہ تھی کہ اُس نے ابتہاج کو فالو ہی نہیں کیا ہوا تھا۔

"اتنے سارے فالوورز، فائدہ کیا ہے اکاونٹ پرائویٹ رکھنے کا۔" ابتہاج کے ڈھیر سارے فالوورز دیکھ کر امسال کے منہ سے بے ساختہ نکلا تھا۔

ہزاروں کی تعداد میں لوگوں نے ابتہاج کو فالو کیا ہوا تھا لیکن اُس کی اپنی بیوی ہی اُن ہزاروں کی فہرست سے باہر تھی، لیکن اب وہ بھی ان لوگوں میں شامل ہونے والی تھی۔ ابتہاج ایک نامور بزنس ٹائیکون تھا تو یہ تو عام سی بات تھی۔ امسال نے بھی اُسے فالور کو یسٹ بھیج دی تھی۔

آج کا دن کافی مصروفیت والا تھا، بہت ساری میٹنگز تھیں جو اُس نے آج ہی ختم کی تھیں کیونکہ کل اُسے واپس پاکستان جانا تھا۔ ابھی وہ نہا کر باہر نکلا تھا اور کچھ کھانے کے لیے آرڈر کیا تھا، اتنے میں اُسکا موبائل بجا تھا۔ بات کرنے کے بعد اب وہ اپنا فون لیے پلنگ پہ لیٹنے کے انداز میں بیٹھ گیا تھا، بہت سے نوٹیفیکیشن آئے ہوئے تھے جنہیں وہ دیکھ رہا تھا۔ ایک نوٹیفیکیشن نے اُسکی توجہ کو اپنی جانب کھینچا تھا اور وہ تھا امسال کی فالو رکویسٹ۔

"لگتا ہے محترمہ کو یاد آرہی ہے۔" ابتہاج کے چہرے پہ جاندار مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔

ابتہاج نے ریکویسٹ ایکسیپٹ کی تھی اور پھر میسجز دیکھنے لگا تھا۔ایک میسج ماہا کا بھی تھا جسے پڑھ کر ابتہاج کو بے ساختہ ہنسی آئی تھی۔ماہا کی ابتہاج سے اچھی خاصی دوستی ہو گئی تھی وجہ،ماہا کا نیچر اور ابتہاج کے لیے وہ بلکل چھوٹی بہن کی طرح تھی۔

امسال ایک بار پھر ناول کی دنیا میں تھی اور ایک بار پھر اُس کا موبائل اُسے ناول کی دنیا سے باہر لایا تھا۔ابتہاج امسال کی ریکویسٹ ایکسیپٹ کر چکا تھا، خیر یہ تو ہونا ہی تھا۔ امسال نے کافی عرصے پہلے سے موجود ابتہاج کی ریکویسٹ کو آج ایکسیپٹ کیا تھا اور پھر عادت سے مجبور ہو کر ابتہاج کو سٹاک کر رہی تھی۔ابتہاج کی تمام تصویریں بہت دلکش تھیں جنہیں دیکھ کر کسی کا بھی دل آجائے،امسال پاگلوں کی طرح مسکرا رہی تھی یہ وہ خود بھی نہ جانتی تھی۔

"یہ کون ہے؟کیسے چپک کے کھڑے ہیں دونوں ہنہہ!"ابتہاج کی سٹوری دیکھ کر امسال کے منہ سے یہی الفاظ نکلے تھے۔

ابتہاج نے سٹوری ری پوسٹ کی ہوئی تھی۔تصویر میں ابتہاج کے ساتھ ایک لڑکی کھڑی تھی جو دکھنے سے ہی انگریز لگ رہی تھی۔'اٹس بین آوائل' کا کیپشن ایک دل والے ایموجی کے ساتھ لگا ہوا تھا۔تصویر دیکھ دیکھ کر امسال کا خون کھول رہا تھا۔

اگلے دن صبح کی فلائٹ سے ابتہاج پاکستان واپس آ گیا تھا اور اُسی رات امسال کو واپس لینے کے لیے پہنچ گیا تھا۔ پورے چار دن اپنی جانِ بہاراں سے دور جو رہا تھا۔ اُس کی جان اُسے اپنے قریب بھی نہ بھٹکنے دیتی تھی لیکن وہ آنکھوں کے سامنے ہوتی تھی، ابتہاج کے لیے یہی بہت تھا۔

"اتنی چپ چپ کیوں ہو؟" ابتہاج نے بات کا آغاز کیا تھا۔

امسال جب سے واپس آئی تھی چپ ہی تھی ورنہ اُسے کچھ نہ کچھ بولتے رہنے کی عادت تھی۔ ابتہاج سے اُس کی اتنی خاموشی برداشت نہ ہو رہی تھی۔

"نہیں، میں تو چپ نہیں ہوں۔" امسال نے مصروف سے انداز میں جواب دیا تھا۔

وہ ابتہاج کے کپڑے الماری میں سیٹ کر رہی تھی۔ دونوں کے درمیان جو بھی اختلافات تھے لیکن وہ ابتہاج کے سارے کام خود ہی کرتی تھی۔

"مجھے تو چپ لگ رہی ہو، ورنہ بول بول کر میرا سر کھاتی ہو۔" ابتہاج نے آخری بات ہلکی آواز میں بولی تھی لیکن امسال سن چکی تھی۔

"کیا؟ میں سر کھاتی ہوں؟ ٹھیک ہے، اب کچھ نہیں بولوں گی۔۔۔ میری باتیں تو اب سر کھانا ہی لگیں گی اُس فرنگی کے ساتھ جو رہ کر آئے ہیں۔" ابتہاج کہی بات تو امسال کے سر پہ لگی اور تلوے پر بجھی تھی۔

"اوہ! اب میں سمجھا۔۔۔ تم جیلس ہو رہی ہو۔" ابتہاج نے اپنی ہنسی روکنے کی کوشش بلکل بھی نہ کی تھی۔

"جیلس ہوتی ہے میری جوتی، اُس لمبے کھمبے سے میں کیوں جیلس ہوں گی؟ میری بلا سے جس سے آپ کا دل کرے اُس سے چپکیں۔" امسال نے آنکھیں چڑھاتے ہوئے کہا تھا جبکہ ابتہاج ہنستے ہوئے بیڈ پہ یہاں وہاں گر رہا تھا۔

"ہاں بلکل، میری مرضی جس سے چاہے چپکوں اور وہ کوئی غیر تھوڑی تھی۔۔۔ ایکس گرل فرینڈ تھی میری، ہم دونوں کلاس میٹ تھے۔" ابتہاج نے جلانے والے انداز میں کہا تھا، اُسے مزہ آ رہا تھا امسال کو مزید جیلس کروانے میں۔

"گرل فرینڈ۔۔۔ اسی لیے وہ کیپشن لکھا تھا دل کے ساتھ، بے شرم انسان!" امسال الماری میں منہ دیے خود میں بڑبڑا رہی تھی، لہجے میں اُداسی تھی۔

"وہ غیر مسلم ہے نا اس لیے شادی نہیں کر سکا ورنہ میرا تو شادی کا ہی پلین تھا۔" ابتہاج کی اس بات نے جلتے پہ تیل کا کام کیا تھا۔

"ہاں تو میں کیا کروں؟ مجھے کیوں بتا رہے ہیں آپ، اب کیا آپ کے لیے اُسے دائرہ اسلام میں داخل کروں؟" امسال ایک دم بھڑک گئی تھی۔

بیڈ پہ موجود ابتہاج کی شرٹ کو اتنے غصے میں اُٹھایا تھا جیسے ابتہاج کو بھی ایسے ہی اُٹھا کر پھینکنے کا ارادہ رکھتی ہو۔

"یہ تو اچھی بات ہے نہ، کسی غیر مسلم کو اسلام کی دعوت دینا ہم سب کا فرض ہے۔ کوشش تو کرو کتنا اجر ملے گا تمہیں زرا سوچو امسال۔۔۔ پھر میں نکاح کے بارے میں سوچوں گا۔" ابتہاج اب بھی باز نہ آ رہا تھا جبکہ امسال کی اب بس ہو چکی تھی۔

"ارے، کہاں جا رہی ہو؟" ابتہاج اپنی ہنسی دباتے ہوئے بولا تھا۔

امسال جواب دیے بغیر دھاڑ سے الماری کا دروازہ بند کر کے ٹیرس پہ چلی گئی تھی۔

"ہاہاہا! میری آتش فشاں۔" ابتہاج ہنستے ہوئے بولا تھا۔

ابتہاج کا یقین مزید بڑھ گیا تھا کہ اُس کی محبت اپنی جڑیں مضبوط کر رہی ہے۔

امسال ٹیرس پہ آ کر کھڑی ہوئی تھی اور ایک گہرا سانس لیا تھا۔ آنکھوں میں آئے آنسو جو وہ کب سے روکے ہوئی تھی اب بہہ نکلے تھے۔ ابتہاج کا یوں کسی اور سے نکاح کی خواہش کا اظہار کرنا اُسے تکلیف دے رہا تھا۔ ابتہاج کی کچھ دیر پہلے کی گئی باتیں اب بھی

اُس کے کانوں میں گونج رہی تھیں،اُسے رونے کے ساتھ ساتھ شدید غصہ بھی آرہا تھا۔

امسال سے کچھ فاصلے پہ پھولوں کے گملے موجود تھے،ایک گملے میں بہت سارے گلاب کے پھول کھلے ہوئے تھے۔امسال نے ایک پھول توڑا تھااور اُسے دیکھنے لگی تھی،اُسکی نظر ٹہنی پہ موجود نوک دار کانٹوں کی جانب تھی۔ابتہاج کی باتیں ایک بار پھر یاد آئی تھیں اور اس بار غصہ بھی اتنا شدید تھا کہ بغیر سوچے سمجھے وہ اپنی مٹھی بھینچ چکی تھی۔نوکیلے کانٹے اُس کے ہاتھ میں پیوست ہوئے تھے اور اُس کا ہاتھ بُری طرح زخمی کر گئے تھے۔

امسال کو تکلیف محسوس نہ ہو رہی تھی۔دیکھتے ہی دیکھتے خون کے ننھے قطرے فرش پہ ٹپکے تھے۔

کافی دیر گزر جانے کے بعد بھی جب وہ واپس نہ آئی تو ابتہاج اُٹھ کر ٹیرس پہ گیا تھا۔

امسال سامنے ہی کھڑی تھی،آدھے کھلے لمبے بال ہوا سے اُڑ رہے تھے اور وہ خود سامنے کسی غیر مرعی نکتے کو دیکھ رہی تھی۔

"یہاں کیوں آگئی تم؟"ابتہاج امسال کے بلکل پیچھے کھڑا ہو کر بولا تھا لیکن امسال کی جانب سے کوئی جواب نہ آیا تھا۔

"کیا ہوا؟ رو کیوں رہی ہو؟"ابتہاج کو اندازہ نہیں تھا کہ اُس کے مزاق کے نتیجے میں امسال ایسے رونے لگے گی۔

امسال نے ابتہاج کا ہاتھ جھٹکا تھا جس سے ابتہاج کی نظر امسال کے ہاتھ پہ پڑی تھی۔ مٹھی میں لال گلاب تھا خون کے ساتھ۔

"اوہ گاڈ! پاگل تو نہیں ہو تم؟ یہ کیا کیا ہے تم نے ہاں؟!"ابتہاج انتہائی غصے میں گویا ہوا تھا۔

"مٹھی کھولو امسال! چھوڑو اُسے ورنہ مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہو گا۔"امسال مٹھی نہ کھول رہی تھی جس کی وجہ سے ابتہاج کا غصہ مزید بڑھ رہا تھا۔

"چھوڑیں میرا ہاتھ!"امسال اپنا ہاتھ چھڑوا رہی تھی لیکن ابتہاج کی گرفت مضبوط تھی۔

ابتہاج نے نہ صرف امسال کی مٹھی کھول کر پھول کو پھینکا تھا بلکہ کڑی نظروں سے گھورتے ہوئے اُسے دوبارہ کمرے میں لے آیا تھا۔

"چھوٹی بچی ہو تم جو یہ پاگل پن کیا ہے؟!" ابتہاج پٹی کرنے کے ساتھ ساتھ امسال کو مسلسل ڈانٹ رہا تھا جبکہ وہ خاموش بیٹھی تھی۔

اُس وقت تو درد نہیں ہوا تھا لیکن اب شدت کے ساتھ محسوس ہو رہا تھا۔

"یہ لو، پین کلر کھاو اور اگر آئیندہ ایسی کوئی فالتو حرکت کی تو اتنی آسانی سے نہیں بخشوں گا تمہیں۔" ابتہاج کا غصہ جوں کا توں ہی تھا۔

"چپ ہو جائیں! ڈانٹے جا رہے ہیں، ایک تو اتنا درد ہو رہا ہے مجھے اوپر سے ایک ہی بات دہرا رہے ہیں کہ مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہو گا۔۔۔ آپ سے بُرا ویسے بھی کوئی نہیں ہے اس دنیا میں۔" امسال روہانسے لہجے میں بولتے ہوئے اس وقت ابتہاج کو کیوٹ لگ رہی تھی۔

"تو میں نے کہا تھا یہ فضول حرکت کرنے کو؟ مجھ پہ غصہ تھا تو مجھ پہ نکالتی، خود کو ایسے تکلیف کیوں دی؟" ابتہاج کو امسال سے اس حرکت کی اُمید نہ تھی، اُس کا غصہ ٹھنڈا نہ ہو رہا تھا۔

امسال سر جھکائے بیٹھی تھی جبکہ ابتہاج کمرے سے باہر چلا گیا تھا۔

ابتہاج کمرے سے نکل کر سیدھا جم میں آیا تھا، اپنے غصے پہ قابو پانے کے لیے وہ اکثر یہی کرتا تھا۔ اس وقت وہ بلیک بنیان پہنے ٹریڈ مل پہ دوڑ رہا تھا، رفتار کافی تیز تھی۔ اے سی چلنے کے باوجود بھی وہ پسینے میں بھیگ چکا تھا، بال ماتھے پہ چپکے ہوئے تھے۔

"بس کر دے بھائی، کتنا بھاگے گا؟" حیدر اچانک سے نازل ہوا تھا۔

"تو کب آیا؟" ابتہاج رکا نہ تھا۔

"میں تو کب سے یہیں ہوں۔۔۔ جب سے بھابھی ملی ہیں، آپ کو ہم نظر ہی کہاں آتے ہیں۔" حیدر نے نا صرف زنانہ انداز بلکہ زنانہ آواز بنا کر شکوہ کیا تھا۔

"زوئی نے دیکھ لیا نہ اگر تجھے ایسی حرکتیں کرتے ہوئے کسی دن، تو بیٹا وہ دن آخری ہو گا تیرا۔" ابتہاج اب حیدر کے سامنے کھڑا ہو کر بولا تھا، ایک ہاتھ میں ٹاول اور دوسرے میں پانی کی بوتل تھی۔

"بھابھی تو بڑی اگریسو ہیں۔۔۔ سہی لڑکی ملی ہے تجھے، دونوں ایک دوسرے کا سر پھاڑتے رہنا۔" حیدر ہنستے ہوئے بولا تھا اور جواب میں ابتہاج کا پنچ کھایا تھا۔

حیدر کے پوچھنے پہ ابتہاج نے اُسے اپنے اس وقت جم میں ہونے کی وجہ بتائی تھی۔

دونوں ایسے ہی تھے، ایک دوسرے سے کوئی بات نہ چھپاتے تھے۔

ہفتے کا دن تھا، آج ساری ینگ پارٹی نے لاونج میں رونق لگائی ہوئی تھی۔ جہانگیر صاحب اور جنت بیگم ڈنر کے لیے کسی دوست کے گھر گئے ہوئے تھے۔ کافی دنوں بعد آج ساری ینگ پارٹی ایک ساتھ موجود تھی ورنہ اکثر حیدر ہی غائب ہوتا تھا، اُس کا پیشہ ہی ایسا تھا جسے وہ نظر انداز نہیں کر سکتا تھا، لیکن آج سونے پہ سہاگا، حیدر کی چھٹی تھی۔ امسال، زوئیلا، ماہروش اور معراج سوفے پہ بیٹھے ہوئے تھے۔ مہمل جو کہ اب دو مہینے کی ہو چکی تھی، ماہروش کی گود میں موجود اوپر لگے فانوس کو بہت غور سے دیکھ رہی تھی۔ حیدر پُرانی تصویروں کے ایلبمز لینے گیا ہوا تھا جبکہ ابتہاج کچن میں موجود سب کے لیے پاستہ بنا رہا تھا۔ ابتہاج سے سب نے فرمائش کی تھی جو وہ ٹالنا چاہ رہا تھا لیکن جب امسال کی فرمایش شامل ہوئی تو وہ فوراً مان گیا تھا۔ اس بات پہ باقی لوگوں نے ابتہاج کا ریکارڈ لگانا چاہا تھا لیکن سامنے بھی ابتہاج تھا۔۔۔ وہ ابتہاج ہی کیا جسے شرم آجائے!

"چلو بھئی سب لوگ نیچے آجاو اور دائرے کی شکل میں بیٹھو، ہم 'او-نو' اور 'لوڈو' کھیلیں گے۔" حیدر نے اعلان کیا تھا، اُس کے ایک ہاتھ میں ایلبمز اور دوسرے ہاتھ میں لوڈو اور کارڈز تھے۔

"یہ کون ہے؟"امسال کو اندازہ تھا کہ یہ کون ہو سکتا ہے لیکن پھر بھی پوچھنا ضروری سمجھا تھا۔

امسال نے جو ایلبم کھولا تھا اُس میں پہلی تصویر ہی ایک خوبصورت بچے کی تھی۔ سرخ و سفید رنگت، سنہری آنکھیں اور گولڈن براون بال۔ وہ بچہ بلاشبہ ابتہاج ہی تھا۔

"تم خود پہچانو کون ہے۔"معراج کی جانب سے جواب آیا تھا، جو ماہروش کے برابر میں بیٹھا ہوا تھا۔

"ام۔۔۔مجھے تو یہ ابتہاج لگ رہے ہیں۔"امسال نے سنہری آنکھوں کو دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"بلکل، یہ ابتہاج ہی ہے۔"امسال کے بلکل پیچھے سے ابتہاج کی آواز آئی تھی، اور پھر وہ امسال کے برابر میں ہی بیٹھ گیا تھا۔

"ہاہاہا! یہ کیا حال ہوا ہے آپ تینوں کا؟"امسال نے ہنستے ہوئے کہا تھا ساتھ ہی سب کو وہ تصویر دکھائی تھی جسے دیکھ کر اُس کی ہنسی نہ رک رہی تھی۔

تصویر میں تقریباً بارہ سالا ابتہاج، معراج اور حیدر تھے۔ تینوں کے بال عجیب طرح سے کٹے ہوئے تھے، کسی کے بال کہیں سے غائب تھے تو کسی کے کہیں اور سے۔

"ہاہاہا! یہ بہت دلچسپ واقعہ ہے۔"معراج ہنستے ہوئے بولا تھا۔

دوسری جانب یہ واقعہ یاد کر کے ابتہاج کو ایک بار پھر حیدر پہ غصہ آیا تھا۔

"واقعے کو چھوڑیں، سب پاستہ کھائیں ٹھنڈا ہو جائے گا تو میری محنت ضائع ہو گی۔"

معراج مزید کچھ کہتا اس سے پہلے ابتہاج بول پڑا تھا اور سب کی توجہ گرما گرم پاستہ کی جانب کروائی تھی۔

ابتہاج نہیں چاہتا تھا کہ یہ واقعہ امسال کو پتہ چلے کیونکہ اُس کی نظر میں یہ ایک ایمبیرسنگ مومنٹ تھا۔

"ارے کھالیں گے، کھالیں گے، اتنی بھی کیا جلدی ہے؟ پہلے بھابھی کو واقعہ تو بتانے دو۔" حیدر اپنی بتیسی کی نمائش کرتے ہوئے بولا تھا۔

"دانت اندر کر لے اپنے اس سے پہلے کہ میں توڑ دوں۔" ابتہاج نے حیدر کو گھورتے ہوئے کہا تھا جبکہ حیدر ڈھیٹ بنا ابتہاج کو ہی دیکھ رہا تھا۔

"ہاں تو ہوا کچھ یوں تھا کہ چھوٹے میر کو اپنے بال نہیں کٹوانے تھے۔ لڑکیوں کی طرح ان صاحب کو بھی اپنے بالوں سے عشق ہے۔۔۔ یہ آئیڈیہ حیدر کا تھا جس میں اُس نے مجھ معصوم کو بھی شامل کر لیا تھا اور پھ۔۔۔" معراج ابھی اگے بتا ہی رہا تھا کے حیدر کی آواز آئی تھی۔

"کیا کہا؟ معصوم؟ آپ؟ ہی ہی ہی نائس جوک بھائی لیکن بلکل بھی ہنسی نہیں آئی۔"

حیدر کو تو صدمہ ہی لگ گیا تھا۔ معراج ہنسہ تھا۔

"ہاں تو پھر ہوا یہ کہ میں نے اور حیدر نے ابتہاج کے سونے کا فائدہ اُٹھا کر اس کے بالوں پہ قینچی سے جوہر دکھائے۔۔۔اس کے بعد ابتہان نے ہم دونوں کے بالوں پہ ہم سے زیادہ جوہر دکھائے جس کا نتیجہ تمہارے سامنے اس تصویر میں موجود ہے۔" معراج نے مزے لیتے ہوئے پورا واقعہ سنایا تھا۔

"پھر ہم سب کو گنجا ہونا پڑا تھا اور بابا سے الگ ڈانٹ کھائی تھی۔۔۔ویسے تو یہ ہمیشہ سے اپنے بالوں کے معاملے میں بہت پزیسو تھا لیکن اس واقعے کے بعد مزید ہو گیا ہے، کسی کو ہاتھ نہیں لگانے دیتا اپنے بالوں کو۔" حیدر پاستہ کھاتے کھاتے بول رہا تھا۔

"ہاہاہا! اچھا، ایسی بات ہے؟" امسال کی ابتہاج کی جانب دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

ابتہاج نے اپنے بالوں میں ہاتھ چلا کر ہاں میں گردن ہلائی تھی۔

"یہ کیا کیا تم نے؟" ابتہاج بگڑے موڈ کے ساتھ بولا تھا۔

امسال ابتہاج کے بالوں میں ہاتھ چلا کر اُنہیں خراب کر چکی تھی۔ امسال سمیت باقی سب بھی ہنستے ہوئے یہاں وہاں گر رہے تھے جبکہ ابتہاج اُن سب کو گھور رہا تھا لیکن

پھر بعد میں خود بھی ہنسنے لگا تھا۔ان سب کی یہ رات پرانے واقعے یاد کرتے، گیمز کھیلتے اور کھاتے پیتے گزر رہی تھی۔

"ماما سچ میں اتنا اچھا کھانا بناتے ہیں وہ کہ میں کیا بتاوں۔۔۔بہت ضائقہ ہے اُن کے ہاتھ میں، آپ کھائیں گی تو فین ہو جائیں گی میری طرح۔"امسال لان میں بیٹھی زوباریہ بیگم سے فون پہ باتیں کر رہی تھی، بلکہ ابتہاج کی ککنگ سکلز کی تعریف کہا جائے تو زیادہ بہتر ہو گا۔

"تو پھر سیکھو نہ کچھ اپنے شوہر سے۔"زوباریہ بیگم کا انداز چڑانے والا تھا۔

"کیا مطلب ہے آپ کا، میں اچھا کھانا نہیں بناتی؟"امسال کا منہ بن گیا تھا۔

"ہاہاہا!اب میں کیا کہوں، شاباش ہے تمہارے سسرال والوں پہ جو تمہارے ہاتھ کا بنا کھانا کھاتے ہیں۔"زوباریہ بیگم آج تفریح کے معڈ میں تھیں۔

"ماما!!"امسال نے احتجاج کیا تھا،اُسے زوباریہ بیگم سے اس بات کی اُمید نہیں تھی۔

"اچھا اچھا سوری بھئی، بہت اچھا کھانا بناتی ہے میری بیٹی۔"زوباریہ بیگم ہنستے ہوئے امسال کو پچکار رہی تھیں۔

"ہمم!تو محترمہ شیف ابتہاج کی فین ہو گئی ہیں، آئے سی۔"ابتہاج خود سے بولا تھا۔

ابتہاج پیچھے کھڑا امسال کی بات سُن چکا تھا جبکہ وہ اپنے آپ میں مگن بولے جا رہی تھی۔

ابتہاج مسکراتا ہوا اندر کی جانب بڑھ گیا تھا۔

"جہانگیر تم کب آ رہے ہو حویلی؟ سرمد کی دھمکیاں اور فتنے بڑھتے جا رہے ہیں، میں اور بھائی نہیں سنبھال پا رہے اب سب کچھ۔" میر منان جو کہ جہانگیر صاحب کے بھائی تھے کچھ پریشان لگ رہے تھے۔

"بھائی آپ پریشان نہ ہوں، میں بس کچھ ہی دنوں میں آنے کی کوشش کرتا ہوں۔۔۔ دیکھ لیں گے اُس سرمد کو بھی۔" میر جہانگیر نے اپنے بھائی کو تسلی دی تھی۔

وہ بھی کچھ پریشان ہو گئے تھے لیکن اپنے بھائی پہ ظاہر نہ کیا تھا۔ ادھر اُدھر کی مزید دو چار باتیں کر کے اُنہوں نے فون بند کر دیا تھا۔

"کیا ہوا بابا؟ سب خیریت تو ہے؟" معراج بولا تھا۔

"کیا کہہ رہے ہیں تایا ابو؟" ابتہاج نے بھی سوال کیا تھا۔

معراج اور ابتہاج دونوں ہی جہانگیر صاحب کے آفس میں موجود تھے۔

"ہم بھی ساتھ چلیں گے آپ کے، آپ اکیلے نہیں جائیں گے بابا۔" میر جہانگیر سے پوری بات جاننے کے بعد دونوں بھائی بولے تھے۔

"ہمم ٹھیک ہے، نئے بروجیکٹ کا کام جلد سے جلد ختم کرو پھر ہم سب ہی چلیں گے۔۔۔میں جنت اور بچیوں کو یہاں اکیلا نہیں چھوڑ سکتا اور ویسے بھی جب سے چھوٹے میر کی شادی ہوئی ہے، امسال ایک بار بھی حویلی نہیں گئی۔" جہانگیر صاحب نے فیصلہ سنایا تھا۔

ہماری ویب میں شایع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔

ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین(New Era Magazine)کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشااللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین

آج امسال ماہا اور المیر کے ساتھ مال آئی ہوئی تھی، تینوں لڑکیوں نے آج شاپنگ کا پلین بنایا تھا۔ المیر اور ارحان کی شادی جلد ہونے والی تھی۔ تینوں مختلف دکانوں میں جا رہی تھیں اور خالی ہاتھ باہر آ رہی تھیں لڑکیوں کا وہی پُرانا مسئلہ، جلدی کچھ بھی پسند نہ آنا۔ یہ وہی مال تھا جہاں ابتہاج نے امسال کو پہلی بار دیکھا تھا۔ اتفاقاً آج بھی ابتہاج مال آیا تھا، راؤنڈ کے لیے، ابتہاج بھی یہیں ہے یہ بات امسال کو نہیں پتہ تھی۔ ابتہاج کا یہاں اچانک آنا ہوا تھا۔

"چلو اس دکان میں چلتے ہیں، مجھے کچھ جیولری لینی ہے۔" ماہا دونوں کا ہاتھ کھینچتی ہوئی ایک دکان کی جانب بڑھی تھی۔

"ویسے تو مجھے نہیں لینا کچھ لیکن مجھے پتا ہے یہاں سے کچھ نہ کچھ لے کر ہی نکلوں گی۔" امسال جھمکوں کی دیوانی تھی۔

امسال ایک طرف آئی تھی جہاں بہت سے مختلف سٹائل کے جھمکے اور دیگر ائرنگز تھے، امسال کا دل اُن کو دیکھ کر مچل رہا تھا اور ہمیشہ کی طرح اُس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ سب کچھ خرید لے لیکن پرائس ٹیگ دیکھ کر اُس کی آنکھیں باہر آنے کو تھیں۔

"کچھ پسند آیا؟ المیر نے پوچھا تھا۔

"پسند تو سب ہی آ گئے ہیں۔۔۔جتنے حسین ہیں اُس سے زیادہ حسین ان کی پرائس ہے۔"امسال منہ بناتے ہوئے بولی تھی اور اُس کے اس انداز پہ المیر کی ہنسی نکلی تھی۔

"آپ حکم کریں تو،سب خرید لوں؟"امسال کو اپنے پیچھے سے مردانہ آواز آئی تھی۔

"آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟"امسال کے لہجے میں حیرت تھی۔

"میں راؤنڈ کے لیے آیا تھا،بتاؤ خرید لوں سارے؟"ابتہاج آنکھوں میں محبت لیے بولا تھا۔

المیر دونوں کو رشک بھری نگاہوں اور مسکراتے لبوں سے دیکھ رہی تھی۔

"اوہو! بڑے بڑے لوگ آئے ہیں۔"ماہا شوخ لہجے میں بولی تھی جبکہ ابتہاج اُس کی بات پہ ہنسا تھا۔

"نہیں مجھے کچھ نہیں چاہیئے۔۔۔چلو چلتے ہیں،خرید لیا نا تم نے؟"امسال نے پہلے ابتہاج کو جواب دیا تھا اور پھر ماہا سے پوچھا تھا۔

سب دکان سے باہر آ گئے تھے۔

"بھوک لگ رہی ہے زوروں کی چلو فوڈ کورٹ چلتے ہیں۔"المیر بولی تھی۔

"آپ چلیں گے؟"امسال نے ابتہاج سے پوچھا تھا۔

"نہیں تم اینجائی کرو مجھے کچھ کام ہے پھر میٹنگ بھی ہے ایک۔۔۔خیال سے واپس جانا۔"ابتہاج امسال کو سائڈ سے گلے لگاتے ہوئے بول کر اور باقی سب کو خدا حافظ کر کے چلا گیا تھا۔

ابتہاج کے ایسا کرنے پہ امسال کا چہرا لال ہو گیا تھا اور پھر دوست ہونے کا حق ادا کرتے ہوئے المیرا اور ماہا نے اُسے خوب چھیڑا تھا۔

"گھوم پھر کر آ گئیں دیورانی جی؟"ماہروش نے شوخ لہجے میں مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"ہاہاہا جی، آ گئی آوارہ گردی کر کے۔"امسال نے ایک آنکھ دبا کر کہا تھا۔

تینوں دوستیں ساتھ تھیں تو وقت کا پتا ہی نہ چلا تھا۔امسال کو گھر واپس آتے آتے سات بج گئے تھے، تینوں مووی دیکھنے چلی گئیں تھیں۔

"چلو اچھی بات ہے، اینجائی کر آئیں۔"جنت بیگم خوش دلی سے بولی تھیں۔

امسال سب کے لیے کچھ نہ کچھ خرید کر لائی تھی اور اب سب میں بانٹ رہی تھی۔

"مہمل کے لیے تو چاچی بہت شالے تو ئز لائی ہیں۔"امسال نے کاٹ میں لیٹی، اپنی زبان میں باتیں کرتی مہمل کو گود میں لے کر پیار کیا تھا جبکہ مہمل اتنا لاڈ ملنے پہ ہنس رہی تھی۔

"ماما میں باہر جا رہا ہوں، آتا ہوں تھوڑی دیر میں۔" ابتہاج سیڑیوں سے نیچے اُترتے ہوئے بول رہا تھا، ساری توجہ کُرتے کی آستین فولڈ کرنے پہ تھی۔

"تم کب آئیں؟" ابتہاج کی نظر امسال پہ پڑی تو پوچھا۔

"بس ابھی کچھ دیر پہلے ہی آئی ہوں، اوپر ہی آ رہی تھی فریش ہونے۔" امسال نے جواب دیا تھا جبکہ ابتہاج نے گردن ہلائی تھی۔

"چاچو کی جان!" ابتہاج نے امسال کی گود میں بیٹھی مہمل کو لیا تھا جو کہ ابتہاج کو دیکھتے ہی اُس کے پاس جانے کے لیے مچلنے لگی تھی۔

مہمل ابتہاج سے کافی زیادہ اٹیچ تھی۔ ابتہاج مہمل کو ہوا میں اُچھالتا ہوا باہر کی جانب بڑھ رہا تھا اور مہمل کی کلکاریوں کی آواز آ رہی تھی۔

"بچے بہت پسند ہیں چھوٹے میر کو۔" جنت بیگم اپنے بیٹے کی آنکھوں ہی آنکھوں میں نظر اُتارتے ہوئے بولی تھیں اور پھر اُٹھ کر اپنے کمرے کی جانب چلی گئی تھیں، اُنہیں جہانگیر صاحب نے بلایا تھا۔

"آہم آہم! سنا سا سوماں کیا کہہ رہی ہیں۔" ماہروش نے امسال کو کوہنی مارتے ہوئے چھیڑا تھا۔

امسال ماہروش کی زو معنی بات سمجھ کر حیا سے لال ہوئی تھی اور فریش ہونے کا کہہ کر اوپر بھاگ گئی تھی۔

رات کے کھانے کے بعد ابتہاج اپنی سٹڈی میں آفس کا کچھ کام کر رہا تھا جبکہ امسال نیچے باقی گھر والوں کے ساتھ موجود تھی۔ بارہ بجے امسال اپنے اور ابتہاج کے مشترکہ کمرے میں آئی تھی، ہاتھ میں پانی کا جگ تھا جو کہ اُس نے سائڈ ٹیبل پہ رکھا تھا اور پھر بال بنانے کی غرض سے ڈریسنگ ٹیبل کی جانب بڑھی تھی۔

"یہ سب کہاں سے آئے؟ یہ تو۔۔۔" ڈریسنگ ٹیبل پہ مختلف اقسام کے جھمکے موجود تھے جنہیں دیکھ امسال کو حیرت اور خوشی ہوئی تھی۔

"دکان سے آئے ہیں۔" ابتہاج نے امسال کی معلومات میں اضافہ کیا تھا۔

ابتہاج کی نظریں امسال کے چہرے پہ ٹکی تھیں جو خوشی سے دمک رہا تھا۔

"یہ سب تو آج مال میں دیکھے تھے میں نے۔" امسال نے جھمکوں کا ایک سیٹ اُٹھاتے ہوئے کہا تھا۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ امسال کو کوئی چیز پسند آئے اور ابتہاج اُسے نہ خریدے؟"

ابتہاج امسال کی جانب بڑھتے ہوئے بول رہا تھا۔

سامنے موجود شیشے میں امسال آگے اور ابتہاج اُس کے پیچھے کھڑا تھا۔امسال نے شیشے میں ہی ابتہاج کو دیکھا تھا،ابتہاج امسال کے دیکھنے پہ مسکرایا تھا،جواب میں امسال بھی ہلکا سا مسکرائی تھی۔

"کیسے لگ رہے ہیں؟"امسال نے شیشے میں دیکھتے ہوئے ابتہاج سے پوچھا تھا۔

"بہت خوبصورت،تم نے انکی شان بڑھادی۔"ابتہاج کی نظروں میں محبت ہی محبت تھی۔

"اُف،ایک تو آپ کی یہ ڈائیلاگ بازی۔۔۔بائی داوے،تھینک یو سو مچ!"امسال نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔

ابتہاج بھی ہنس دیا تھا۔امسال کی اس ہنسی کے لیے ابتہاج کچھ بھی کر سکتا تھا۔

"ایک چیز کی کمی ہے بس۔"ابتہاج نے کہتے ہوئے اپنی جیب سے ایک مخملی کیس نکالا تھا جبکہ امسال سوالیہ نظروں سے اُسے دیکھ رہی تھی۔

"اب بلکل مکمل لگ رہا تھا۔۔۔یہ تمہاری گردن سے اُترا ہوا نہ دیکھوں میں،جیسے یہ انگوٹھی نہیں اُترتی۔"ابتہاج محبت اور استحاق بھرے لہجے میں بولا تھا۔

امسال کے کھلے بال ایک جانب کر کہ ابتہاج نے امسال کی گردن میں خوبصورت چین پہنائی تھی جس میں دونوں کا نام ایک ساتھ چمک رہا تھا۔دونوں کے ناموں پہ مہارت

اور خوبصورتی سے تراشے ہوئے ہیرے جڑے تھے۔ چین پہنانے کے بعد ابتہاج نے امسال کا بایاں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا تھا اور اُسی ہاتھ کی تیسری انگلی میں پہنی انگوٹھی پہ اپنی انگلی پھیری تھی۔ امسال کے چہرے پہ مدھم سی مسکراہٹ تھی، گال ابتہاج کی قربت سے دہک رہے تھے جبکہ اُس کی نظریں ابتہاج کے بائیں ہاتھ کی تیسری انگلی میں چمکتی مردانہ انگوٹھی پہ تھی۔

"بہت شکریہ میر، یہ بہت خوبصورت ہے۔" امسال نے چین کو دیکھتے ہوئے بس اتنا ہی کہا تھا۔

امسال کے پاس الفاظ نہ تھے جنکی مدد سے وہ اپنی خوشی بیان کرتی۔ اُس کے چہرے پہ موجود رنگ اُس کی خوشی بیان کر رہے تھے۔ جواب میں ابتہاج نے بہت عقیدت سے امسال کے ماتھے پہ اپنے دہکتے لب رکھے تھے۔ اس بار امسال کو غصہ نہیں آیا تھا بلکہ وہ اپنی آنکھیں بند کئے ابتہاج کی محبت کو محسوس کر رہی تھی۔

"میں تمہاری زندگی کو جہنم بنادوں گی!"

"تم بہت پچتاؤ گے!"

"میں نفرت کرتی ہوں آپ سے سمجھے آپ، شدید نفرت!!"

"آپ میرے جسم تک تو رسائی حاصل کر سکتے ہیں لیکن میرے دل تک کبھی نہیں۔"

اچانک ہی امسال کے کانوں میں اُس کی اپنی ہی آواز گونجنے لگی تھی۔امسال نے جھٹکے سے اپنی آنکھیں کھولی تھیں،اُس کے چہرے پہ آئے تمام رنگ اُڑ چکے تھے۔وہ نہیں چاہتی تھی یہ سب سوچنا لیکن اب تو یہ سوچیں دماغ میں آگئی تھیں اور اتنی آسانی سے اُس کا پیچھا چھوڑنے والی نہ تھیں۔امسال کو اچانک اپنا دم گھٹتا محسوس ہو رہا تھا،دل تیزی سے دھڑکنے لگا تھا جیسے دماغ میں آنے والے خیالات جان کر کانپ رہا ہو،ڈر رہا ہو۔محبت کا مضبوط ہوتا درخت اچانک مرجھانے لگا تھا۔اے سی چلنے کے باوجود بھی امسال کی پیشانی پہ پسینہ آنے لگا تھا۔اس وقت امسال کو اپنے ان خیالات پہ قابو کرنا تھا لیکن کیسے یہ وہ خود بھی نہیں جانتی تھی،اُس نے دل ہی دل میں اپنے رب کو مدد کے لیے پکارا تھا۔

"چلو آج تمہیں ایک راز بتاتا ہو۔۔۔ تمہیں پتہ ہے میں نے تمہیں پہلی بار کہاں دیکھا تھا؟"ابتہاج کی آواز امسال کو اُس کی سوچوں سے باہر لائی تھی۔اللہ نے مدد بھیج دی تھی۔

ابتہاج امسال کا ہاتھ پکڑے اُسے ٹیرس پہ لے آیا تھا، ٹھنڈی اور خوشگوار ہوا دونوں کے وجود سے ٹکرا رہی تھی۔ امسال کے دماغ میں ایک دم اُٹھنے والا شور اب تھم چکا تھا۔

"امم۔۔۔ ظاہر ہے جب میں انٹرنشپ کرنے آئی تھی جہانگیر اینٹرپرائزز میں۔" امسال نے سوچتے ہوئے کہا تھا۔

"مجھے پتہ تھا یہی جواب ہو گا تمہارا لیکن یہ جواب غلط ہے، میں تمہیں پہلی بار کہیں اور دیکھا تھا۔" ابتہاج نے امسال کا رخ اپنی جانب کیا تھا، دونوں کے درمیان زیادہ فاصلہ نہ تھا۔

"اوہ! پھر یونیورسٹی میں دیکھا ہو گا، مجھے یاد ہے آپ آئے تھے ایک بار۔" امسال کو یاد آیا تھا۔

"نہیں، میں نے تمہیں پہلی بار اسی مال میں دیکھا تھا جہاں آج گئی تھی تم۔۔۔ اُس وقت تم آنٹی کے ساتھ تھیں اور اُوٹ پٹانگ حرکتیں کر رہی تھیں، بس اُسی وقت یہ میرا اپنا دل ہار گیا تھا۔" ابتہاج نے آج امسال پہ یہ راز کھولا تھا۔ امسال حیرت زدہ تھی۔

"آپ اُس مال میں کیا کرنے جاتے ہیں؟" امسال نے تفتیشی انداز میں اپنی ایک آئی برو چڑھاتے ہوئے پوچھا تھا، اُس کے اس انداز پہ ابتہاج کا قہقہ بلند ہوا تھا۔

"میں ہر مہینے مال میں راونڈ کے لیے جاتا ہوں، وہاں کی انتظامیہ کا جائزہ لینے۔" ابتہاج نے جواب دیا تھا۔

"کیوں؟ آپ کیوں جائزہ لینے جاتے ہیں، آپ کا مال ہے کیا؟" امسال اپنے چہرے پہ آئے بالوں کو ہٹاتے ہوئے بولی تھی۔

"ہاں یہی سمجھ لو، بابا کا مال ہے۔" ابتہاج نے عام سے انداز میں جواب کیا تھا جبکہ امسال کے لیے یہ بات نئی تھی۔

"واقعی؟" امسال پرجوش ہوتے ہوئے بولی تھی، اُس کے دماغ میں کوئی خرافاتی منصوبہ چل رہا تھا۔

"ہاں لیکن تم کوئی شرارت نہ کرنا۔۔۔ جو شیطانی مسکراہٹ تمہارے چہرے کا طواف کر رہی ہے اُس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ تمہارے دماغ میں یقیناً کچھ اُوٹ پٹانگ سوچ چل رہی ہے۔" ابتہاج نے تھوڑا سختی سے کہا تھا لیکن سامنے موجود وجود جو فرق کہاں پڑنا تھا۔

"یہ کیا اُوٹ پٹانگ، اُوٹ پٹانگ لگا رکھا ہے؟!" امسال نے بگڑے موڈ سے کہا تھا۔

جواب میں ابتہاج نے "ایسی ہی حرکتیں ہوتی ہیں تمہاری" کہا تھا جس پہ امسال نے غبارے کی طرح منہ پھلا لیا تھا۔ ابتہاج نے مسکراتے ہوئے امسال کے گال جارہانہ انداز میں کھینچے تھے اور بدلے میں امسال نے اپنے ناخنوں سے ابتہاج کو زخمی کیا تھا۔ "اسی لیے میں تمہیں بلی کہتا ہوں۔" ابتہاج نے اپنا ہاتھ سہلاتے ہوئے کہا تھا اور پھر دونوں ہی ہنس دیے تھے۔

ایک ہفتہ مزید گزر گیا تھا، اسی دوران امسال کی کانووکیشن بھی ہو گئی تھی۔ امسال کی پڑھائی مکمل ہو گئی تھی، ہمیشہ کی طرح اس بار بھی امسال نے ٹاپ کیا تھا، اُس کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ تھا۔ ہمدان صاحب، زوباریہ بیگم اور ابتہاج امسال کے ساتھ اس تقریب میں شریک ہوئے تھے۔ تینوں کی آنکھوں میں امسال کے لیے محبت اور فخر تھا۔ امسال کے والدین نے ابتہاج کا بھی شکریہ ادا کیا تھا کہ اُس نے امسال کو اُسکی پڑھائی مکمل کرنے کی نہ صرف اجازت دی تھی بلکہ تمام گھر والوں نے بھی تعاون کیا تھا، جواب میں ابتہاج نے "میں نے تو اپنا وعدہ نبھایا ہے آنٹی، امسال اتنی ذہین ہے کیسے نہ پوری کرتی اپنی پڑھائی" کہا تھا۔

امسال کی پڑھائی مکمل ہونے پہ جہانگیر مینشن میں بھی جشن منایا گیا تھا۔ جہانگیر صاحب نے امسال کو کمپنی جائن کرنے کی بھی دعوت دی تھی کہ وہ جب چاہے جہانگیر اینٹرپرائزز میں کام کر سکتی ہے۔ امسال اپنے رب کا شکر ادا کرتے نہ تھک رہی تھی، اُسی نے تو امسال کو کامیابی سے نوازہ تھا۔

آج موسم بہت خوشگوار تھا، آسمان بادلوں کی کالی چادر سے مکمل طور پر ڈھکا ہوا تھا۔ ٹھنڈی ہوا ماحول کو مزید تازگی بخش رہی تھی۔ دوپہر کے تین بج رہے تھے لیکن شام سے پہلے ہی شام کا سماں تھا۔ جہانگیر مینشن میں اس وقت سب لوگ اپنے اپنے کمروں میں موجود ہوتے تھے۔ امسال کو دوپہر میں سونے کی عادت نہ تھی اس لیے وہ ٹیرس پہ بیٹھی سہانے موسم سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔

"کیا کر رہی ہیں مسز ابتہاج؟" امسال کو اپنے پیچھے سے ابتہاج کی آواز سنائی سی تھی۔

"آپ آج اتنی جلدی کیسے آ گئے؟" امسال نے سامنے سے سوال کیا تھا، ابتہاج معمول کے خلاف اس وقت گھر میں موجود تھا۔

"ہاں آج کام کم تھا اس لیے آ گیا، کسی کی یاد بھی آ رہی تھی۔" ابتہاج نے زو معنی بات کہی تھی۔

"کس کی یاد؟" امسال نے انجان بنتے ہوئے کہا۔

"تمہیں نہیں پتہ؟" ابتہاج کے سوال کرنے پہ امسال نے نہ میں گردن ہلائی۔

"پرانے دوست کی یاد آرہی تھی۔" ابتہاج نے منہ بگارتے ہوئے جواب دیا تھا جبکہ امسال بہت مشکل سے اپنی ہنسی روک رہی تھی۔

"اوہ، تو پھر جا کر مل آئیں اپنے دوست سے۔" امسال نے حل پیش کیا تھا۔

"وہ پاکستان میں نہیں رہتا اب۔۔۔ بہت مارا ہے میں نے اُسے بچپن میں۔" ابتہاج یاد آنے پہ ہنستے ہوئے بولا تھا۔

"کتنی بُری بات ہے۔" امسال نے افسوس سے سر ہلاتے ہوئے کہا تھا۔

"زیادہ افسوس کرنے کی ضرورت نہیں ہے، وہ بھی کوئی معصوم نہیں تھا۔۔۔ بس ایک بات کا افسوس ہے مجھے۔" ابتہاج اپنی شرٹ کی آستین موڑتے ہوئے بول رہا تھا۔

"کس بات کا افسوس؟" امسال نے دلچسپی سے پوچھا تھا۔

"میں چھوٹا تھا جب ہم لوگ کچھ عرصے کے لیے اسلام آباد شفٹ ہوئے تھے، وہیں میری شعفے سے دوستی ہوئی تھی۔ شعفے کے پاس ریموٹ کنٹرول کار تھی اور مجھے بچپن سے ہی گاڑیاں بہت پسند ہیں، شعفے کی وہ گاڑی مجھے بہت اچھی لگی تھی اس لیے میں نے بابا سے ویسی ہی گاڑی کی ضد کی تھی لیکن ویسی گاڑی نہ ملی۔۔۔ جب شعفے کو پتہ چلا تو

اُس نے مجھے بہت چڑایا تھا تو بس پھر غصے میں آ کر میں نے اُسکی گاڑی توڑ دی تھی۔"

ابتہاج نے پوری کہانی سنائی تھی جبکہ امسال جمائی لیتے ہوئے سن رہی تھی، اُسے گاڑیوں کا کوئی کریز نہیں تھا۔

"کتنے بُرے ہیں آپ، اُس بچارے کی گاڑی توڑ دی۔" امسال کو شعفے کے لیے بُرا محسوس ہوا تھا۔

"وہ کیا ہے نہ کہ جب میری پسند کی چیز میرے پاس نہیں ہے۔۔۔ تو کسی کے پاس بھی نہیں ہونی چاہیئے۔ میں پہلے خاصہ شدت پسند تھا۔" ابتہاج کے لہجے میں خود پسندی نمایاں تھی۔

"ایک منٹ، ایک منٹ! یہ ڈائیلاگ تو میں نے کہیں پڑھا ہوا ہے، کس کا تھا؟" امسال اپنی یادداشت پر زور ڈال رہی تھی۔

"ایکسکیوز می! یہ کوئی ڈائیلاگ نہیں ہے۔" ابتہاج نے سڑا ہوا منہ بناتے ہوئے بولا تھا۔

"ہاں یاد آیا۔۔۔ یہ تو ایم-اے-زی کا ڈائیلاگ ہے۔" امسال کی آنکھوں میں الگ ہی چمک تھی، آخر کو اُس کے پسندیدہ شخص کی بات ہو رہی تھی۔

"یہ ایم-اے-زی کون ہے؟" ابتہاج نے ایک آئی برو چڑھاتے ہوئے پوچھا تھا۔

"آپ ایم-اے-زی کو نہیں جانتے؟" امسال کو تو سدمہ ہی لگ گیا تھا۔

"نہیں، کون ہے یہ اب بتا بھی دو۔" ابتہاج کے لہجے میں رقابت محسوس کی جا سکتی تھی۔

"میری دوسری محبت ہے۔" امسال نے بہت محبت سے کہا تھا۔

"واٹ!!!" ابتہاج کو پتنگے لگ گئے تھے۔

"ہاں، پہلی محبت ہاشم کاردار اور دوسری منہاج از زہاک عرف ایم-اے-زی۔"

ابتہاج کو امسال کے لہجے میں واقعی محبت محسوس ہو رہی تھی ان دونوں کے لیے۔

"کون ہیں یہ دونوں؟ چھوڑوں گا نہیں میں ان کو۔" ابتہاج کو اب غصہ آ رہا تھا۔

کیسے اُس کی بیوی اُس کے سامنے ہی اپنی محبتوں کے نام گنوا رہی تھی۔

"ہاہاہاہا! ناول کے ولن ہیں دونوں، میرے فیورٹ۔" امسال سے اب اپنی ہنسی روکی نہ جا رہی تھی اس لیے جواب دے کر ہنسنے لگی تھی۔

"واٹ دا ہیل!" ابتہاج کے منہ سے بس یہی نکلا تھا۔

"تم لڑکیوں کو تو وہ ہیرو پسند آتا ہے نا، کیا نام ہے اُس کا۔۔۔" ابتہاج اپنے ذہن پہ زور دیتے ہوئے بولا تھا۔

"مجھے تو سارے ہی ہیرو پسند آجاتے ہیں۔" امسال شرمانے کی اداکاری کرتے ہوئے بولی تھی جبکہ ابتہاج نے اُسے زبردست گھوری سے نوازہ تھا۔

"پتہ نہیں کیا نام تھا۔" ابتہاج بولا تھا۔

"سالار سکندر؟ جہان سکندر؟ فارس غازی؟۔۔۔" امسال نے اور بھی نام بتائے تھے۔

"ہاں یاد آیا، یہی پہلا والا نام سالار۔" ابتہاج کو آخر کار یاد آگیا تھا۔

"سالار تو ہیرو کی فہرست میں پہلی محبت ہے میری۔" امسال بڑے مزے سے بولی تھی۔

امسال کی باتوں سے ابتہاج کو خوب اندازہ ہو رہا تھا کہ اُس کی بیوی ناولوں کی دنیا میں رہنے والی لڑکی ہے۔

"واٹ ایور! اب تمہاری شادی ہو گئی ہے اس لیے بھول جاو اپنی ساری محبتیں۔۔۔ اب بس ایک ہی ہیرو اور ایک ہی ولن ہے تمہارا اینڈ دیٹس می، میرا ابتہاج جہانگیر۔" ابتہاج کے لہجے میں کیا کچھ نہ تھا، رقابت، تنبیہ اور شائد غصہ بھی۔

ابتہاج کچھ بھی برداشت کر سکتا تھا لیکن امسال کے لہجے میں اپنے علاوہ کسی اور کے لیے محبت ہرگز بھی نہیں پھر چاہے وہ کوئی فرضی کردار ہی کیوں نہ ہو۔

فون کی بجتی گھنٹی امسال کو دوبارہ حال میں لے آئی تھی۔ماضی میں ہوا یہ واقعہ یاد کر کے امسال کے لبوں پہ مسکراہٹ رینگ رہی تھی۔اب وہ المیر سے فون پہ بات کرنے میں مصروف ہو چکی تھی۔

بادل آسمان پہ مزید گہرے ہو گئے تھے، مٹی کی بھینی بھینی مہک کے ساتھ ہی بوندا باندی شروع ہو گئی تھی۔ بادلوں کی کالی چادر کو دیکھ کر لگ رہا تھا کہ خوب جم کر بارش ہونے والی تھی۔یہی تو خاص بات ہے کراچی کے موسم کی،پل میں تولہ پل میں ماشہ، کب کیا ہو جائے کسی کو پتہ نہیں چلتا۔

جیسے ہی بارش تھوڑی تیز ہوئی تو زوئیلا باہر لان میں آگئی تھی۔اتنے عرصے بعد بارش برسی تھی،آج تو وہ خوب نہانے والی تھی اس بارش میں۔ماہروش اس وقت مہمل کے ساتھ سو جایا کرتی تھی جبکہ امسال کو پریشان کرنا زوئیلا کو معیوب لگ رہا تھا۔زوئیلا یہ نہیں جانتی تھی کہ امسال بھی اُسی کی طرح بارش کی دیوانی ہے۔

حیدر اپنی نائیٹ ڈیوٹی کر کے صبح نو بجے گھر واپس آیا تھا اور اُس کے بعد سے ہی پڑا سو رہا تھا۔کمرے کی کھڑکی کھلی ہونے کے باعث بارش کے شور کی آواز آ رہی تھی۔حیدر ویسے بھی کچی نیند کا مالک تھا اس لیے اُس کی آنکھ اب کھل چکی تھی۔منہ دھو کر جب وہ

باہر آیا تو اُس کا رخ کھڑکی کی جانب تھا، موسم اور فضا میں پھیلی خوشگواریت دیکھ کر اُس کی اپنی طبیعت بھی تروتازہ ہو گئی تھی۔

"یہ لڑکی بیمار پڑ جائے گی، نجانے کب سے بھیگ رہی ہے۔" حیدر کی نظر نیچے لان میں بارش کے مزے لیتی زوئیلا پہ پڑی تھی، اب اُس کا رخ لان کی جانب تھا۔

"زوئی؟!" حیدر نے اپنی منکوحہ کو آواز دی تھی۔

زوئیلا نے حیدر کی جانب رخ کر کہ بلکل کسی بچے کی طرح ہاتھ ہلایا تھا۔

"اندر چلو بس بہت نہا لیا بارش میں۔" حیدر زوئیلا کی جانب آتے ہوئے کہا تھا۔

"نہیں حیدر پلیز ابھی نہیں، دیکھیں نا کتنے مزے کی بارش ہو رہی ہے۔" زوئیلا نے صاف انکار کر دیا تھا۔

"ہاں بہت اچھی بارش ہو رہی ہے لیکن آپ اندر چلیں مادام، بیمار پڑ جائیں گی۔" حیدر کے لہجے میں زوئیلا کے لیے فکر تھی۔

"کچھ نہیں ہوتا حیدر، میں ابھی نہیں آوں گی اندر۔" زوئیلا اندر جانے کے لیے راضی نہ ہو رہی تھی۔

"زوئی ضد نہ کرو اور اندر چلو۔" حیدر نے اس بار زوئیلا کا ہاتھ پکڑ کے سنجیدہ انداز میں کہا تھا۔

"اگر بیمار ہو بھی گئی تو کیا ہوا، واپس ٹھیک بھی ہو جاوں گی۔" زوئیلا نے مزمت کرتے ہوئے کہا۔

"بچوں جیسی باتیں نہ کرو۔" حیدر کو اب غصہ آ رہا تھا۔

"اُف حیدر! مجھے کچھ نہیں ہو گا اور اگر ہوا بھی تو آپ ہیں نا میرے ڈاکٹر، آپ کے ہوتے ہوئے کیسی ٹینشن۔" زوئیلا نے محبت بھرے لہجے میں کہا تھا۔

"لڑکی تمہیں میں کیا کہوں۔" حیدر زوئیلا کی بات پہ مسکرایا تھا۔

"آہمم! لگتا ہے اس حسین موسم میں رومینس چل رہا ہے۔" دونوں کو اپنے پیچھے سے امسال کی آواز آئی تھی۔

امسال دونوں کی جانب چلتی ہوئی آ رہی تھی۔ بارش کا شور سن کر وہ بھی لان میں خدا کی رحمت سے لطف اندوز ہونے آئی تھی، آخر کو وہ بھی بارش کی دیوانی تھی۔

"میری ایسی قسمت کہاں بھابھی۔" حیدر نے دہائی دی تھی جبکہ زوئیلا حیدر کو گھوری سے نوازنا نہ بھولی تھی۔

دونوں کو دیکھ امسال مسکرائی تھی۔

"تھوڑی دیر میں اسے لے کر آپ بھی اندر آ جائے گا بھابھی، ورنہ دونوں ہی بیمار پڑ جائیں گی۔" حیدر دونوں کو تاکید سے کہہ کر اندر چلا گیا تھا۔

اب لان میں بارش کے تیزی سے گرتے قطروں کے شور کے ساتھ امسال اور زوئیلا کی آوازیں بھی شامل تھیں۔

کافی وقت گزر گیا تھا اور دونوں کو ہی اندازہ نہ ہوا تھا، دونوں ہی اب ٹھنڈ سے کانپ رہی تھیں لیکن پھر بھی اندر جانے کا خیال دماغ میں نہیں آنے دے رہی تھیں۔ ابتہاج کی گاڑی گھر میں داخل ہوئی تھی۔ وہ اپنی بہن اور بیوی دونوں کو ہی جانتا تھا اور دونوں کو کانپتے دیکھ اُسے غصہ آیا تھا۔ دونوں کی اچھی خاصی کلاس لے کر اُنہیں اپنے ساتھ ہی اندر لے آیا تھا، اُسے دونوں کی ہی فکر تھی۔

"بہت ہی کوئی کھڑوس آدمی ہیں تمہارے بھائی ہنہہ!" امسال نے زوئیلا کے کان میں کہا تھا جسے سن کر وہ ہنسنے لگی تھی۔

ابتہاج تیزی سے کمرے کی جانب بڑھ گیا تھا جبکہ حیدر امسال اور زوئیلا کو ابتہاج سے ڈانٹ کھانے پہ تنگ کر رہا تھا۔ کچھ وقت کی بحث کے بعد اب زوئیلا اور امسال بھی اپنے اپنے کمروں کی جانب بڑھ گئی تھیں، اگر اب بھی وہ کپڑے تبدیل نہ کرتیں تو پکا بیمار ہو جاتیں۔

ابرِ رحمت تھم چکی تھی لیکن اب بھی موسم بہت خوشگوار تھا۔ جہانگیر مینشن کے تمام افراد اس وقت لان میں بیٹھے موسم کے ساتھ ساتھ چائے اور پکوڑوں سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

"شام کا وقت، سہانہ موسم اور ساتھ میں چائے کا بھانپ اُڑاتا ہوا کپ، آہاہا مزہ آ گیا۔" حیدر نے چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے کہا تھا۔

"ہاں یہ بات تو بلکل ٹھیک کہی حیدر نے، تمام کریڈٹ میری بیٹیوں کو جاتا ہے۔" جہانگیر صاحب بولے تھے۔

معراج سب کی باتیں سن کر مسکرا رہا تھا جبکہ ابتہاج دنیا جہاں سے بے نیاز ہو کر بیٹھا تھا جیسے وہ یہاں موجود ہی نہیں۔ امسال سے ابتہاج کی اتنی خاموشی برداشت نہیں ہو رہی تھی، ابتہاج موڈی تھا یہ تو وہ اتنے عرصے میں سمجھ چکی تھی لیکن گھر میں ابتہاج کم ہی خاموش یا اُکھڑا اُکھڑا رہتا تھا، زیادہ تر اُس کا موڈ خوشگوار ہی ہوتا تھا۔

"چھوٹے میر تم کیوں اتنے خاموش ہو؟" جنت بیگم نے بھی ابتہاج کی خاموشی محسوس کی تھی۔

"کچھ نہیں ماما، میں ٹھیک ہوں۔" ابتہاج مسکرایا تھا۔

اب وہ کیا بتاتا کے گھر واپس آتے ہوئے راستے میں اُس کی کچھ لوگوں سے لڑائی ہو گئی تھی جس کی وجہ سے اُس کا موڈ خراب تھا۔ تیز بارش کے باعث سب ہی کو گھر پہنچنے کی جلدی تھی، ایسے میں ایک گاڑی نے، جس میں لڑکے موجود تھے، پیچھے سے ابتہاج کی گاڑی کو ہٹ کیا تھا اور ابتہاج کے سوال کرنے پہ گاڑی چلانے والا ہاتا پائی پہ اُتر آیا تھا۔ جہانگیر صاحب اور معراج ایک ہی گاڑی میں ابتہاج کے پیچھے تھے اس لیے اُنہوں نے معاملہ سنبھال لیا تھا ورنہ ابتہاج تو اُن کی ہڈیاں ہی توڑ دیتا۔

"مجھے آپ سب سے کچھ بات کرنی تھی۔" جہانگیر صاحب نے موزوع تبدیل کیا تھا۔ اب سب کی توجہ اُن کی جانب تھی۔ ابتہاج، معراج اور حیدر جانتے تھے کہ وہ کیا بات کرنے والے ہیں۔

"آپ سب لوگ تیاری کر لیں، اسی ہفتے ہمیں حویلی کے لیے نکلنا ہے۔" جہانگیر صاحب نے اعلان کیا تھا۔

"لیکن میر صاحب یوں اچانک؟ سب خیر تو ہے نہ؟" جنت بیگم کے لہجے میں فکر تھی۔

"جی بیگم صاحبہ سب خیریت ہے، بھائی کا فون آیا تھا سب کو یاد کر رہے تھے اور پھر امسال نے بھی تو نہیں دیکھی حویلی۔" جہانگیر صاحب جنت بیگم کو پریشان کرنا نہیں چاہتے تھے اس لیے فی الحال بات کو ٹال دیا تھا۔

"واؤ بابا، کتنا عرصہ ہو گیا حویلی گئے ہوئے، بہت مزہ آئے گا۔" زوئیلا خوشی سے بولی تھی۔

ایسے ہی ہنستے مسکراتے، باتیں کرتے شام اپنے اختتام کو پہنچی تھی۔

رات کے کھانے کے بعد سب اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے تھے۔ امسال لان میں اکیلی چہل قدمی کر رہی تھی، ننگے پاؤں گھاس پہ چلنے میں اُسے مزہ آ رہا تھا۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے اُس کے وجود سے ٹکرا رہے تھے۔ ٹیرس پہ بھانپ اُڑاتا کافی کا کپ ہاتھ میں لیے ابتہاج یہ منظر بہت غور سے دیکھ رہا تھا، دل نے چاہ کی تھی کہ امسال کے ہم قدم ہو کر اس منظر کو مکمل کر دے لیکن دل کی بات ان سنی کر کے وہ واپس کمرے میں چلا گیا تھا۔

دوسری جانب امسال ابتہاج کے بارے میں ہی سوچ رہی تھی۔ آج وہ بہت خاموش تھا، امسال سے بھی کوئی بات نہ کی تھی۔ جانے انجانے میں وہ ابتہاج کی فکر کر رہی تھی، یہی سب سوچتے سوچتے مزید وقت گزر گیا تھا۔ امسال دماغ میں آتی سوچوں کو جھٹک کر اندر کی جانب بڑھ گئی تھی۔ وہ اپنے اور ابتہاج کے مشترکہ کمرے میں داخل

ہوئی تھی، ہاتھ میں پانی سے بھرا ہوا جگ تھا۔ ابتہاج بیڈ پہ نیم دراز بے زار سی شکل بنائے لیپ ٹاپ پہ کچھ کر رہا تھا۔

"رکھ دیں اب، باقی کام کل کر لیجیئے گا۔" امسال پانی کا جگ سائڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے بولی تھی۔

"نہیں، کل میری میٹنگ ہے بہت اہم، تم سو جاؤ آرام سے میں سٹڈی میں چلا جاتا ہوں۔" ابتہاج اپنے ماتھے پہ ہاتھ پھراتے ہوئے گویا ہوا تھا، اُس کا سر دکھ رہا تھا۔

"سر دکھ رہا ہے؟" امسال نے تمام باتوں کو اگنور کر کے سوال کیا تھا، لہجے میں فکر تھی۔

"ہاں، ٹھیک ہو جائے گا سو کر اٹھوں گا تو۔" ابتہاج کی نظریں اب بھی لیپ ٹاپ کی سکرین پہ تھیں۔

"یہ لیں، اس سے آپ کے سر کا درد ٹھیک ہو جائے گا۔" تھوڑی دیر بعد امسال ابتہاج کے سامنے پانی کا گلاس اور پین کلر لیے کھڑی تھی۔

"شکریہ۔" ابتہاج نے امسال کی جانب دیکھا تھا اور پھر اُس کے ہاتھ سے دونوں چیزیں لے لی تھیں۔

"آپ آرام کریں ابتہاج، میں یہ کام کر دیتی ہوں۔" ابتہاج لیپ ٹاپ ہاتھ میں لیے بیڈ سے اُٹھا تھا، امسال فوراً بولی تھی۔

"تمہیں میری فکر ہو رہی ہے؟ خیر تمہیں کیا پتہ میرے کام کا، رہنے دو۔" ابتہاج نے جواب دیا تھا۔

"آپ پریزنٹیشن بنا رہے ہیں نہ، میں بنا دیتی ہوں آپ بس مجھے ڈیٹیلز بتا دیں۔۔۔ بھولیں نہیں کہ میں نے بھی بزنس ہی پڑھا ہے۔" امسال منہ بناتے ہوئے بولی تھی۔

"اوہ ہاں، میں بھول گیا تھا۔" ابتہاج دوبارہ بیٹھ گیا تھا۔

"لائیں دیں مجھے اور آپ سکون سے سو جائیں، آپ کا کام ہو جائے گا۔" امسال نے ابتہاج سے لیپ ٹاپ لیا تھا۔

ابتہاج کے منع کرنے کے باوجود بھی امسال نے لیپ ٹاپ لے کر ہی دم لیا تھا۔ ابتہاج کا سر کچھ زیادہ ہی درد کر رہا تھا اس لیے اُس نے بھی ہار مانتے ہوئے دے دیا تھا۔ اب امسال کام کرنے میں مگن تھی اور ابتہاج اپنی جگہ پہ لیٹا اُسے دیکھنے میں۔ ابتہاج امسال کی ایک ایک حرکت نوٹ کر رہا تھا جبکہ دوسری جانب ابتہاج کی آنچ دیتی نظریں خود پہ

محسوس کر کے امسال سے کام کرنا مشکل ہو رہا تھا، وہ بڑی مشکل سے خود کو نارمل رکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"آپ ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں مجھے؟" آخر کو تنگ آ کر امسال بول پڑی تھی، ابتہاج کے مسلسل دیکھنے سے اُسے کام کرنے میں مسئلہ ہو رہا تھا۔

"کیسے دیکھ رہا ہوں؟" ابتہاج اپنی مسکراہٹ چھپاتے ہوئے بولا تھا۔

"اب اگر آپ نے میری طرف دیکھا تو میں یہاں سے اُٹھ کر چلی جاوں گی۔" امسال نے دھمکی دی تھی لیکن سامنے والے پہ دھمکیوں کا اثر کہاں ہوتا تھا۔

"تمہیں لگتا ہے میں تمہاری ان معصوم دھمکیوں سے ڈر جاوں گا؟" ابتہاج اُسے مزید تنگ کر رہا تھا۔

امسال نے بدلے میں ابتہاج کو زبردست قسم کی گھوری سے نوازہ تھا۔

"ہائے! بندہ قربان جائے اس ادا پہ۔" ابتہاج چھچھورپن کا مظاہرا کرتے ہوئے بولا تھا۔

"اب سر میں درد نہیں ہو رہا ان کے ہنہہ!" امسال نے دل میں کہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد جب امسال نے ابتہاج کی جانب دیکھا تو وہ پر سکون نیند سو رہا تھا۔

امسال کے لبوں کو مسکراہٹ نے چھوا تھا، وہ سوتے ہوئے بھی کتنا خوبرو لگتا تھا۔

امسال نے لیپ ٹاپ سائڈ میں رک کر ابتہاج کے اوپر کمفرٹر ڈالا تھا اور کمرے میں روشنی کو مدھم کر کے خود لیپ ٹاپ اُٹھائے باہر ٹیرس پہ چلی گئی تھی۔

فجر کی آزان کی آواز چاروں طرف گونج رہی تھی۔ ہلکی روشنی ہونے پہ پرندے اپنے گھونسلوں سے باہر آ چکے تھے اور آسمان میں پرواز بھر رہے تھے۔ جیسے جیسے روشنی بڑھ رہی تھی ویسے ہی اس جگہ کی خوبصورتی نمایاں ہو رہی تھی۔ ہرے بھرے کھیت ہوا کے جھونکوں سے لہلہہ رہے تھے۔ کھیتوں کے درمیان میں موجود پکی سڑک پہ غبار سا اُٹھ رہا تھا اور کچھ ہی دیر میں ایک کالی گاڑی زن سے وہاں سے گزری تھی۔

اُدھیڑ عمر کا آدمی گاڑی چلا رہا تھا جبکہ پیچھے وہ بیٹھی تھی جس نے اپنے گرد لپٹی چادر کے کونے سے اپنا چہرا چھپایا ہوا تھا۔ چادر سے جھانکتی اُس کی ہلکی بھوری آنکھیں کھڑکی سے باہر کا منظر دیکھ رہی تھیں، لیکن وہ ذہنی طور پر وہاں موجود نہیں تھی۔ اُس کا دماغ پچھلے کچھ مہینوں میں ہونے والے واقعات کو سوچ رہا تھا۔ وہ ہر لمحہ ان ہی گزرے مہینوں کو سوچتی رہتی تھی جب اُس کی قسمت نے اچانک ہی پلٹا کھایا تھا اور 'مرزا سرمد بیگ' نامی بھونچال اُس کی زندگی میں آیا تھا۔

وہ اپنی سوچوں میں ہی گم تھی کہ اچانک ہی ایک جھٹکے سے گاڑی رکی تھی جو اُسے حال میں واپس لے آئی تھی۔ کچھ سنبھل کر جب اُس نے سامنے دیکھا تو خوف کی ایک لہر اُس کے وجود میں دوڑی تھی۔ سامنے ہی سفید لینڈ کروزر کھڑی تھی اور اُس کے بونٹ سے ٹیک لگائے سفید شلوار قمیز پہ کالی چادر اُوڑھے وہ کھڑا تھا، ہانیہ کی بربادی!

دو لوگ گاڑی کے سامنے گن تانے کھڑے تھے، غالباً وہ سرمد کے گارڈ تھے۔ سرمد نے ڈرائیور کو باہر آنے کا اشارہ کیا تھا جبکہ ہانیہ نے ڈرائیور کو باہر نکلنے یا گاڑی کا لاک کھولنے سے منع کیا تھا۔ سرمد کے اشارے پہ ایک آدمی گاڑی کی جانب بڑھا تھا اور ڈرائیور کی طرف کا شیشا توڑنے کی کوشش کی تھی، اُس کے ایسا کرنے پہ اندر بیٹھے دونوں وجود ڈر گئے تھے۔ ہمت کر کے ڈرائیور گاڑی سے باہر نکلا تھا۔

"چھوڑو مجھے!!" ہانیہ چیخی تھی۔

ڈرائیور کے باہر آتے ہی روشنی کی رفتار سے سرمد گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول چکا تھا اور ہانیہ کا ہاتھ تھام کے اُسے باہر نکالا تھا۔ ہانیہ بھرپور انداز میں مزاحمت کر رہی تھی لیکن اُس مضبوط مرد کے آگے وہ نازک جان کب تک مزاحمت کر پاتی؟ سرمد کی نظریں ہانیہ کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں، وہ تھی ہی اتنی خوبصورت، اُس کی خوبصورتی پہ ہی تو سرمد اپنا دل ہار بیٹھا تھا۔

"میں تو نہیں چھوڑ رہا، کیا کر سکتی ہو تم؟" سرمد نے ہانیہ کو اپنے مزید قریب کرتے ہوئے کہا تھا۔

"میں نے کہا چھوڑو مجھے زلیل انسان!" ہانیہ نے بھرپور مزاحمت کی تھی اور اُس سے فاصلہ بنانے میں کامیاب ہوئی تھی۔

"ارے میری رانی تم تو میری ہی ہو تو پھر یہ مزاحمت کیسی؟" سرمد کے چہرے پہ شیطانی مسکراہٹ تھی۔

ہانیہ نے سرمد کی گرفت سے خود کو آزاد کیا تھا اور پھر فضا میں تھپڑ کی آواز اُبھری تھی۔ ہانیہ کمزور لڑکی نہیں تھی بلکہ وہ بہت باہمت تھی۔ سرمد کو یقین نہیں آرہا تھا کہ ایک عورت ذات نے اُس پہ ہاتھ اُٹھایا تھا، اُس کی جھوٹی غیرت نے جوش پکڑا تھا، سرمد نے ہانیہ کی طرف اپنا ہاتھ اُٹھایا ہی تھا کہ اُس کا ہاتھ ہوا میں ہی معلق رہ گیا تھا۔ ایک مضبوط ہاتھ نے سرمد کے ہاتھ کو اپنی گرفت میں لیا ہوا تھا۔

"پریزینٹیشن تو بہت اچھی تھی برخوردار۔" جہانگیر صاحب نے ابتہاج کی پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے کہا تھا۔

"شکریہ بابا لیکن یہ تعریف آپ اپنی بہو سے کریے گا۔" ابتہاج نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تھا۔

"کیا مطلب؟ امسال سے؟" جہانگیر صاحب کو کچھ سمجھ نہ آیا تھا۔

"یہ پریزینٹیشن امسال نے بنائی تھی بابا۔" ابتہاج کی آنکھوں میں امسال کے لیے فخر تھا، سب ہی نے تعریف کی تھی۔

"اسی لیے مجھے تمہارے انداز سے مختلف لگی تھی پریزینٹیشن۔" معراج نے جہانگیر صاحب کے آفس کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا تھا اور تینوں باپ بیٹے اندر داخل ہوئے تھے۔

"امسال بہت قابل بچی ہے، میری خواہش ہے کہ وہ اپنی خوشی سے ہماری کمپنی جائن کرے۔" جہانگیر صاحب نے ایک بار پھر اپنی خواہش کا اظہار کیا تھا جبکہ دونوں بھائی مسکرائے تھے۔

"تم دونوں اب گھر کے لیے نکل جاؤ اور گاؤں جانے کی تیاری کرو، ہم کل صبح ہی نکل جائیں گے۔۔۔ میں بھی ایک آخری کام ختم کر کے نکلوں گا۔" جہانگیر صاحب کے کہنے پہ دونوں بھائی خدا حافظ کہتے ہوئے نکل گئے تھے۔

"تیری ہمت کیسے ہوئی انہیں ہاتھ لگانے کی!!" میر خزیم دھاڑا تھا۔

سرمد کے گارڈز خزیم کی جانب بڑھے تھے کے پیچھے سے ہی اُنہیں پکڑ لیا گیا تھا۔

"ارے دیکھو تو کون آیا ہے، میرے ہونے والے سالے صاحب۔" سرمد اب بھی باز نہ آرہا تھا۔

"بکواس بند کر اپنی!! ہانیہ، آپ گاڑی میں جا کر بیٹھیں۔" خزیم انتہائی غصے کے عالم میں بول رہا تھا جبکہ ہانیہ فوراً گاڑی میں بیٹھ گئی تھی۔

خزیم کے اشارے پہ ڈرائیور بھی گاڑی میں بیٹھا تھا اور اُسے آگے بڑھا لیا تھا۔

"جان سے مار دوں گا میں تجھے اگر اب تو نے کوئی بھی حرکت کی تو۔" خزیم نے سرمد کو دھکا مار کر خود سے دور پھینکا تھا۔

"بہت جلد آؤں گا اور اپنی امانت کو لے جاؤں گا۔" سرمد نے کمینگی سے کہا تھا۔

خزیم کا خون کھول رہا تھا لیکن وہ صرف اپنے باپ کے کہے کی وجہ سے کچھ نہیں کر رہا تھا۔ دوسری جانب سرمد بھی اپنی گاڑی میں بیٹھ چکا تھا، فی الحال اُس نے کچھ نہیں کیا تھا کیونکہ خزیم کے ساتھ بہت سے گارڈز تھے جنہوں نے اُنہیں گھیرا ہوا تھا۔ سرمد وہ گیدڑ تھا جو صرف اپنے علاقے میں ہی شیر بنتا ہے۔

مرزا خاور بیگ کے تین ہی بیٹے تھے

اور سرمد سب سے چھوٹا تھا۔ خاور بیگ کے بے جا لاڈ پیار نے اُسے بگاڑ رکھا تھا۔ سرمد کی مثال امیر باپ کی بگڑی اولاد اور پڑھے لکھے جاہل والی تھی، وہ طبیعت سے ہی خاصہ عیاش انسان تھا، تعلیم کا بھی اُس پہ کچھ خاص اثر نہ ہوا تھا۔ مرزا خاندان اور میر خاندان کے تعلقات سرمد ہی کی وجہ سے خراب ہوئے تھے۔ سرمد نے جب سے ہانیہ کو دیکھا تھا وہ اُس کا دیوانہ ہو گیا تھا۔ جب رشتے سے انکار ہوا تو وہ ہتھے سے ہی اُکھڑ گیا تھا، اب ہانیہ کو حاصل کرنا صرف اور صرف اُس کی ضد تھی۔ سرمد کی حرکتیں دن بہ دن ہی بڑھتی جا رہی تھیں، اسی لیے میر منان نے جہانگیر صاحب کو فون کر کے گاؤں آنے کا کہا تھا۔

تین گاڑیاں آگے پیچھے رفتار بھر رہیں تھیں اور فاصلہ تہہ ہوتا جا رہا تھا۔ وہ لوگ فجر کی نماز کے بعد ہی جہانگیر مینشن سے گاؤں کے لیے نکل چکے تھے۔ امسال بہت پُر جوش تھی کیونکہ وہ پہلی بار کسی گاؤں میں جا رہی تھی، ہمیشہ سے اُسے گاؤں دیکھنے اور وہاں کے لوگوں سے ملنے کا شوق تھا۔ ابتہاج سنجیدگی سے گاڑی چلا رہا تھا، اُس کی بھوری آنکھیں سامنے موجود روڈ پہ تھیں۔ امسال جو کہ کافی دیر سے منہ بند کیے کھڑکی سے باہر کے نظارے دیکھ رہی تھی، اب اُسے یہ کام بہت مشکل لگ رہا تھا۔ دو منٹ مزید

گزرے تھے کہ امسال کا صبر جواب دے گیا تھا، زبان پہ کھلبلی مچی تھی اور امسال ابتہاج کی جانب گھومی تھی۔

"میرا ایک بات بتائیں؟" امسال کے ایسے بولنے پہ ابتہاج نے ہمم کہا تھا۔

"آپ لوگوں کا گاؤں کیسا ہے؟" امسال نے اشتیاق سے سوال پوچھا۔

"بہت خوبصورت گاؤں ہے، تمہیں بہت سے قدرتی مناظر دیکھنے کو ملیں گے وہاں۔" ابتہاج نے بھی محبت سے جواب دیا تھا۔

"ہم کب تک پہنچیں گے؟" امسال کے لہجے میں بے صبری تھی۔

"آدھے گھنٹے تک پہنچ جائیں گے۔۔۔ویسے تم پہلے کبھی کسی گاؤں گئی ہو؟" ابتہاج کو بھی امسال کا خود سے بات کرنا اچھا لگ رہا تھا۔

"نہیں، میں پہلی بار گاؤں جا رہی ہوں۔" امسال نے جواب دیا تھا۔

دونوں باتیں کر رہے تھے اور راستہ کٹ رہا تھا، منزل کچھ ہی فاصلے پہ تھے۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ یہ منزل دونوں سے لیے کیسی ہونے والی تھی۔ کیا دونوں کی زندگی کے امتحان ختم ہو گئے تھے، یا اب بھی کوئی کڑی مسافت باقی تھی؟

"ارے بھئی جلدی جلدی ہاتھ چلاؤ وہ لوگ پہنچنے والے ہوں گے۔" رومانہ بیگم ملازموں کے سر پہ کھڑی بول رہی تھیں۔

"سب کے کمرے سیٹ کر دیے ہیں؟" شائستہ بیگم بولی تھیں جو کہ ابتہاج کی چھوٹی تائی تھیں۔

"جی، بی بی سب کمرے تیار ہیں اور تمام ضروری سامان بھی رکھوا دیا ہے۔" ملازمہ نے جواب دیا تھا۔

"ٹھیک ہے چلو میرے ساتھ کچن میں کھانے کی تیاری دیکھنی ہے مجھے۔" شائستہ بیگم ملازمہ کے ساتھ کچن کی جانب بڑھ گئی تھیں۔

"تم کہاں جا رہی ہو؟" رومانہ بیگم نے اپنی چھوٹی بیٹی پریشے کو کچن کی جانب جاتے ہوئے دیکھ کر پوچھا۔

"وہ میں ابتہاج کے لیے بریانی بنا رہی ہوں اپنے ہاتھ سے، اُن کو بہت پسند ہے نہ۔" پریشے نے اُجلت میں جواب دیا۔

"ادھر ہی رکو، تمہیں میں کتنی بار سمجھاؤں کے بھول جاؤ اُسے وہ اب شادی کر چکا ہے۔" رومانہ بیگم سخت لہجے میں بولی تھیں۔

وہ پریشے کو اس معاملے میں بہت بار سمجھا چکی تھیں لیکن وہ اپنی ضد پر قائم تھی۔

"اور میں بھی آپ کو کتنی بار کہوں کہ میں نہیں بھول سکتی اُنہیں، وہ صرف میرے ہیں اور اس بار میں اُنہیں حاصل کر کے ہی رہوں گی۔" اتنا کہہ کر پریشے چلی گئی تھی۔

پیچھے رومانہ بیگم اپنا سر پکڑ کے بیٹھ گئی تھیں۔ نا جانے پریشے اس بار کیا کرنے والی تھی۔

ایک بڑے سے کالے رنگ کے دروازے کے سامنے تینوں گاڑیاں کھڑی تھیں۔ کچھ ہی سیکنڈ میں وہ لمبا چوڑا دروازہ وا ہوا تھا اور سامنے ہی ایک بہت ہی خوبصورت حویلی اپنی پوری شان سے کھڑی نظر آ رہی تھی۔ تینوں گاڑیاں اندر داخل ہوئی تھیں، بیچ میں اینٹوں سے بنی راہداری تھی اور دونوں جانب خوبصورت سا پودوں اور پھولوں سے سجا لان۔ تینوں گاڑیاں حویلی کے پورچ میں رکی تھیں اور تمام افراد باہر تشریف لائے تھے۔ اُن سب کے استقبال کے لیے حویلی کے تمام افراد موجود تھے، سب کے چہروں پہ خوشی نمایاں تھی آخر کو اتنے عرصے بعد جہانگیر مینشن کے لوگ یہاں آئے تھے۔ سب لوگ ایک دوسرے سے گرم جوشی سے ملے تھے اور پھر سب ہی حویلی کے اندرونی حصے کی جانب بڑھ گئے تھے۔ حیدر ہسپتال کی وجہ سے یہاں موجود نہ تھا، وہ دو دن بعد حویلی آنے والا تھا۔

امسال کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ اسی وقت پوری حویلی دیکھ لے لیکن لمبے سفر کی وجہ سے وہ کافی تھک چکی تھی۔ تھوڑی دیر سب لوگ ساتھ بیٹھے باتیں کر رہے تھے پھر آرام کی

غرض سے سب کو اُن کے کمرے دکھا دیے گئے تھے جہاں اگلے کچھ دن وہ سب رکنے والے تھے۔امسال فریش ہو کر آرام سے بیٹھی تھی اور اپنی ماما کو فون کر کے خیریت سے پہنچ جانے کی اطلاع دی تھی۔ابتہاج بھی کمرے میں آ چکا تھا،اتنے لمبے سفر کے لیے ڈرائیو کرتے وہ بھی کافی تھک گیا تھا اس لیے فوراً ہی نیند کی دیوی نے اُسے اپنی آغوش میں لے لیا تھا۔جہانگیر مینشن کے افراد آرام کر رہے تھے جبکہ حویلی کے تمام افراد اپنے اپنے کام میں مصروف ہو گئے تھے۔

ان سب کو حویلی آئے دو دن گزر گئے تھے،اس عرصے میں سرمد کی جانب سے خاموشی تھی۔میر خزیم جو کہ میر عمر کا بیٹا تھا،کچھ دن پہلے ہونے والے واقعے سے گھر کے مردوں کو آگاہ کر چکا تھا۔جہانگیر صاحب اور اُن کے دونوں بھائی سرمد کا معاملہ سُلجھانے کی ترقیب سوچ رہے تھے۔حیدر بھی آج شام میں حویلی پہنچنے والا تھا۔ ابتہاج اور معراج اس وقت حویلی میں موجود نہ تھے،دونوں بھائی زوئیلا،امسال اور ماہروش کو گاؤں دکھانے لے کر گئے تھے۔یہ گاؤں کہیں سے بھی گاؤں نہ لگتا تھا۔پکی سڑکیں،بجلی اور پانی کی سہولیات،اس کے علاوہ سکول اور ہسپتال بھی بنے ہوئے تھے۔یہ گاؤں بہت خوبصورت تھا اور یہاں کے لوگ بھی مہمان نواز اور محبت کرنے

والے تھے۔امسال کو یہاں بہت مزہ آرہا تھا،وہ خوش تھی یہاں آکر لیکن وہ یہ نہیں جانتی تھی کے یہاں اُس کی زندگی میں ایک طوفان آنے والا تھا۔

"وہ سب تو ٹھیک ہے لیکن مجھے کیا ملے گا؟میں کیوں بھروسہ کروں تم پہ؟"فون پہ دوسری جانب سے آواز اُبھری تھی۔

"تم جتنی جلدی ہو سکے میرا کام کردو، تمہیں وہ مل جائے گا جو تم چاہتے ہو؟"وہ آس پاس دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

"تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا،میں کیوں تم پہ بھروسہ کروں؟"دوبارہ وہی سوال دہرایا گیا تھا۔

"تمہارے پاس مجھ پہ بھروسہ کرنے کے علاوہ کوئی اور راستہ بھی نہیں ہے،کیونکہ جو میں جانتی ہوں وہ تم نہیں جانتے۔"اُس کے انداز میں غرور تھا۔

"ٹھیک ہے،مجھے منظور ہے لیکن اگر تم نے کوئی بھی ہوشیاری کرنے کی کوشش کی تو مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہوگا۔"سامنے والے کا لہجہ دھمکی آمیز تھا۔

"تمہیں مجھے دھمکانے کی ضرورت نہیں ہے،تم میرا کام کردو اور میں وعدے کے مطابق تمہارا کام کردوں گی۔۔۔اُس کے بعد نہ تو تم مجھے جانتے ہو اور نہ ہی میں

تمہیں۔" وہ سامنے والے کی دھمکیوں میں کہاں آنے والی تھی، اتنا کہہ کر وہ فون رکھ چکی تھی۔

پیچھے پلٹنے پہ اُس کی اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی نیچے رہ گئی تھی۔

"کیا ہوا؟ تمہارا رنگ کیوں اُڑا ہوا ہے؟" زوئیلا نے اُسے دیکھتے ہوئے پوچھا تھا جس کا چہرہ الٹھے کی مانند سفید تھا۔

"ک۔۔کچھ نہیں، میں ٹھیک ہوں۔" اُس نے اپنے ماتھے پہ آئے پسینے کو صاف کرتے ہوئے ہوئے کہا تھا۔

"کس سے بات کر رہی تھیں ایسے چھپ کر؟" زوئیلا نے اُسے جانچتی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"ہاں وہ میں اپنی دوست سے بات کر رہی تھی اور ہاہاہا! چھپ کے کہاں۔۔۔" وہ مسنوئی انداز میں ہنسی تھی۔

"میں تمہیں بلانے آئی تھی، بڑی تائی تمہیں بلا رہی ہیں۔" زوئیلا نے اپنے آنے کی وجہ بتائی تھی۔

"ہاں چلو، میں اُن کی بات سن لیتی ہوں۔" وہ کہتے ہوئے وہاں سے فوراً نکلی تھی، دل کو دھڑکا لگا تھا کہ کہیں زوئیلا نے اُس کی باتیں تو نہیں سن لیں، لیکن زوئیلا کے انداز سے ایسا محسوس نہ ہو رہا تھا۔

دوسری جانب زوئیلا وہیں کھڑی اُسے جاتے دیکھ رہی تھی اور دماغ میں کچھ چل رہا تھا، پھر سر جھٹک کے آگے بڑھ گئی تھی۔

"بھائی اس بات کا تو مجھے یقین ہے کہ وہ کسی لڑکے سے بات کر رہی تھی لیکن وہ تھا کون اور کس معاملے میں بات ہو رہی تھی اس بارے میں کچھ پکا نہیں کہہ سکتی۔" زوئیلا سیدھا اپنے بھائیوں کے پاس آئی تھی۔

"ہمم! تم ایسا کرو کہ اُس پہ نظر رکھو، کچھ بھی غلط لگے تو ہمیں بتانا۔" معراج نے ساری بات سن کر جواب دیا تھا۔

"پتہ نہیں کیا مصیبت ہے اس لڑکی کو۔۔ زوئی اگر یہ اُس کا کوئی ذاتی معاملہ ہے تو ہماری بلا سے وہ جو کرے۔" ابتہاج بے زار لہجے میں بولا تھا۔

"جی ٹھیک ہے بھائی، اب میں حیدر اور اپنی بھابھیوں کے ساتھ جا رہی ہوں۔۔۔ بائے ے ے!!" زوئیلا کہتے ہوئے باہر نکل گئی تھی۔

"جتنی جلدی ہو سکے یہ سرمد نامی بلا کا معاملہ سُلجھانا ہے۔" معراج نے ابتہاج سے کہا تھا اور وہ دونوں بھی کہیں جانے کے لیے نکل گئے تھے۔

"ارے بیٹا یہ تم کیا کر رہی ہو؟" شائستہ بیگم نے امسال کو چولھے کے سامنے کھڑے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"آج کا کھانا میں پکا رہی ہوں آنٹی۔" امسال مسکراتے ہوئے بولی تھی۔

"ارے نہیں بیٹا تم ہٹو یہ لوگ پکا لیں گی۔" شائستہ بیگم نے ملازماوں کو گھورتے ہوئے کہا تھا۔

"کوئی بات نہیں آنٹی، میں نے ہی ان کو یہاں بٹھایا ہے۔۔۔ ویسے بھی میں بور ہو رہی تھی تو سوچا کیوں نہ کچھ بنا لوں۔" امسال نے چمچہ چلاتے ہوئے تفصیل بتائی۔

"آنٹی آپ آج ہمارے ہاتھ کا کھانا کھا کے دیکھیں۔" ایک کونے سے ماہروش کی آواز آئی تھی۔

"تم بھی یہیں ہو، میں نے تو تمہیں دیکھا ہی نہیں۔" شائستہ بیگم مسکراتے ہوئے بولی تھیں اور پھر ماہروش کے ساتھ ہی بیٹھ گئی تھیں جو سبزی کاٹ رہی تھی۔

"بھابھی لائیں میں آپ کی مدد کر دیتی ہوں۔" ہانیہ کچن میں داخل ہوتے ہوئے بولی تھی، وہ جانتی تھی کہ آج کا کھانا امسال اور ماہروش مل کر بنانے والی تھیں۔

"ارے نہیں تم بیٹھو اور باتیں کرو ہم سے۔۔۔ کام ہم دونوں کر لیں گے، کیوں بھابھی؟" امسال نے آخر میں ماہروش کو مخاطب کیا تھا جس کا جواب ماہروش نے 'بلکل' دیا تھا۔

کچھ ہی دیر میں رومانہ بیگم، جنت بیگم اور زوئیلا بھی کچن میں ہی آگئی تھیں، آج حویلی کے کچن میں ان سب کی بہار لگی تھی لیکن کوئی تھا جو امسال کے مسکراتے چہرے کو نہایت حقارت سے دیکھ رہا تھا۔

گاوں میں آئے سب کو ایک ہفتہ گزر گیا تھا اور وقت کا پتہ ہی نہ چلا تھا۔ آج موسم خاصہ خوشگوار تھا، فجر کی نماز ادا کر کے امسال لان میں آگئی تھی، ہری بھری گھاس بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ کراچی میں بھی اکثر امسال فجر کی نماز کے بعد چہل قدمی کرتی تھی۔ ابتہاج بھی باہر جاگنگ کرنے گیا ہوا تھا۔ امسال ٹھنڈی گھاس پہ چلتے ہوئے اپنی زندگی کو سوچ رہی تھی، اُس کے دماغ میں ماضی کے واقعات کسی فلم کی

طرح چل رہے تھے۔۔۔ کبھی وہ مسکرا رہی تھی تو کبھی اُس کے چہرے پہ اُداسی تھی اور کبھی بلکل سپاٹ تاثرات۔

"کیا کر رہی ہو؟" ابتہاج کی آواز امسال کو اپنے بلکل قریب سے آئی تھی۔

"ڈرا دیا آپ نے مجھے۔۔۔ آپ انسانوں کی طرح نہیں آ سکتے؟" امسال نے ابتہاج کو گھورا تھا۔

"میں تو انسانوں کی طرح ہی آیا ہوں، تم ہی پتہ نہیں کس کے خیالوں میں گم ہو۔" ابتہاج نے ہنسی روکتے ہوئے سنجیدہ انداز میں جواب دیا۔

"جی نہیں، کسی جن کی طرح اچانک سے نمودار ہو جاتے ہیں آپ۔" امسال نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا تھا۔

"ہاہاہا! اچھا پلیز مجھے فریش جوس بنا دو میں چینج کر کے آتا ہوں۔" ابتہاج نے امسال کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا تھا اور پھر اُسے لیے اندر بڑھ گیا تھا، امسال بھی ہنسی تھی۔

"ہنس لو جتنا ہنسنا ہے، بہت کم وقت بچا ہے تمہارے پاس۔" اوپر کھڑکی سے دو آنکھیں یہ سارا منظر دیکھ رہی تھیں، لہجے میں نفرت تھی۔

"کیا سوچ رہی ہو؟" امسال ہانیہ کے برابر میں سوفے پہ بیٹھتے ہوئے گویا ہوئی تھی۔

ابتہاج کو جوس دے کر وہ زنان خانے کے لاونج میں آئی تھی، وہاں ہانیہ کسی سوچ میں گم تھی۔

"ہاں۔۔۔کچھ نہیں بس ایسے ہی، آپ بتائیں دوبارہ سوئی نہیں؟" امسال کی آواز پہ ہانیہ اپنی سوچوں سے باہر آئی تھی۔

"نہیں، مجھے نیند نہیں آرہی تھی۔" امسال نے جواب دیا تھا۔

"تم پریشان لگ رہی ہو مجھے، سب خیریت ہے؟ چاہو تو شئیر کر سکتی ہو۔" امسال نے دوبارہ بات شروع کی تھی، ہانیہ خاموش طبعیت کی مالک تھی۔

"میں بس سوچ رہی تھی کہ قسمت کیسے پلٹ جاتی ہے، جس چیز کا ہم نے کبھی تصور بھی نہیں کیا ہوتا وہ ہو جاتا ہے۔" ہانیہ ایک ٹرانس کی کیفیت میں بول رہی تھی۔

"تمہاری اس بات سے میں بلکل متفق ہوں، واقعی قسمت کس وقت کس موڑ پہ لے آئے اندازہ ہی نہیں ہوتا۔" امسال کو وہ وقت ایک بار پھر یاد آیا تھا جب ابتہاج اُس کی زندگی میں آیا تھا۔

"بھابھی ایسا کیوں ہوتا ہے؟ کیوں ہماری زندگی اچانک آجانے والے طوفان کی نظر ہو جاتی ہے؟" ہانیہ بہت مشکل سے اپنے آنسو روک رہی تھی۔

"یہ آزمائش ہوتی ہے ہانیہ، اللہ کی طرف سے۔۔۔ ہمیں بس صبر کرنا ہوتا ہے، اللہ سے شکوہ یا شکایت نہیں کرنی ہوتی کیونکہ بے شک وہ ہم سے بہتر جاننے والا ہے۔" امسال نے ہانیہ کے بالوں میں ہاتھ چلاتے ہوئے کہا تھا جو اُس کی گود میں سر رکھے لیٹی ہوئی تھی۔

"مجھے شائستہ آنٹی نے بتایا کے تم پینٹنگ کرتی ہو، مجھے دکھاؤ گی اپنی پینٹنگز؟" امسال نے موضوع تبدیل کیا تھا۔

"ارے ہاں میں تو آپ کو بتانا ہی بھول گئی، چلیں آئیں میرے ساتھ میں آپ کو دکھاتی ہوں۔" پینٹنگ کا سن کر ہانیہ پُرجوش ہوتے ہوئے اُٹھی تھی اور امسال کا ہاتھ پکڑے اُسے اپنے کمرے میں لے گئی تھی۔

اتوار کا دن تھا دوپہر کے کھانے کے بعد تمام خواتین زنان خانے میں بیٹھی تھیں اور سب کی خوش گپیاں چل رہی تھیں۔ امسال اور ماہروش لڑکیوں کو کراچی کے بارے میں چیزیں بتا رہیں تھیں، جو کہ سب دل چسپی سے سن رہی تھیں۔ پریشے بھی سب کے درمیان بے زار سی شکل بنائے بیٹھی تھی۔

کچھ وقت مزید گزرا تھا کہ پریشے کا موبائل بجنے لگا تھا۔ موبائل پہ موجود نمبر دیکھ کر پریشے فوراً چوکنا ہوئی تھی اور یہاں وہاں دیکھا تھا، سب اپنی باتوں میں مصروف تھے۔ وہ اُٹھ کے وہاں سے چلی گئی تھی۔

"تمہیں میں نے کہا تھا نہ کہ فون مت کرنا مجھے میں خود تمہیں فون کروں گی تو کیوں فون کیا ہے؟" پریشے ہلکی آواز میں دانت پیستے ہوئے بولی تھی۔

"او بی بی، زیادہ مجھ پہ روب جھاڑنے کی ضرورت نہیں ہے سمجھی، اپنی اوقات میں رہو۔۔۔ بھولو مت کے مرزا سرمد بیگ سے بات کر رہی ہو۔" دوسری جانب سے روب دار لہجے میں کہا گیا تھا۔

"اوقات تم بھی اپنی مت بھولو اور تمیز سے بات کرو۔" پریشے کو سرمد کا بات کرنے کا انداز زہر لگا تھا۔

سرمد فی الحال برداشت کر گیا تھا کیونکہ ضرورت کے وقت تو گدھے کو بھی باپ بنانا پڑتا ہے۔

"میں نے یہ بتانے کے لیے فون کیا ہے کہ آج تمہارا کام ہو جائے گا، تمہیں کیا کرنا ہے وہ تم جانتی ہو۔" سرمد نے سیدھا کام کی بات کی تھی۔

"ٹھیک ہے، تم چار بجے حویلی کے پچھلے گیٹ پر آ جانا۔" پریشے نے اتنا کہہ کر فون بند کر دیا تھا اور وہاں سے چلی گئی تھی، لیکن کسی نے اُس کی باتیں سن لی تھیں۔

تین بج چکے تھے، اس وقت تمام لوگ اپنے اپنے کمروں میں موجود تھے۔ امسال کو ابتہاج سے کچھ بات کرنی تھی اس لیے وہ اُس کا انتظار کر رہی تھی لیکن وہ نجانے کہاں تھا۔ دس منٹ بعد امسال نے فیصلہ کیا کہ وہ خود ہی مردان خانے میں جا کر ابتہاج کو بلا لے، وہ کمرے سے باہر نکلی تھی کہ اُسے ایک ملازمہ وہاں سے گزرتی نظر آئی تھی۔

"سنو؟ ادھر آؤ پلیز۔" امسال نے ملازمہ کو پکارا تھا۔

"جی بی بی جی، کچھ چاہیئے آپ کو؟" ملازمہ نے پوچھا تھا۔

"ہاں تم مردان خانے سے ابتہاج کو بلا کر لا سکتی ہو؟" امسال نے اپنا کام بتایا تھا۔

"بی بی جی آپ ایسا کیسے کہہ سکتی ہیں؟" ملازمہ نے ڈرامائی انداز میں سر پہ ہاتھ مارا تھا۔

"کیا ہوا؟ تم نہیں جا سکتی وہاں؟ میں نے تو سنا تھا کہ ملازمہ جا سکتی ہے اطلاع دینے۔" امسال نے یاد کرتے ہوئے کہا تھا کیونکہ اُسے یہ بات جنت بیگم نے ہی بتائی تھی۔

"بی بی جی، آپ اپنے سر کے سائیں کا نام کیسے لے سکتی ہیں؟" ملازمہ نے امسال کی عقل پہ ماتم کیا تھا۔

"سر کا سائیں کیا ہوتا ہے؟" امسال خود سے بڑبڑائی تھی۔

"تم جاؤ اُن کو میرا پیغام دے دو، کہنا کہ زرا جلدی آئیں۔" امسال کہہ کر واپس روم میں چلی گئی تھی۔

"کمال ہے یہ شہر کی لڑکیاں تو اپنے سائیں کو حکم دیتی ہیں۔۔۔ کاش ہم بھی ایسے حکم دے سکتے، وہ تو ہمیں ہی حکم سناتا ہے۔" ملازمہ خود سے کہتے ہوئے مردان خانے کی جانب چل دی تھی۔

امسال بیڈ پہ نیم دراز ہو کر اپنے فون پہ اسکرالنگ کر رہی تھی جب ابتہاج کمرے میں داخل ہوا تھا۔ ابتہاج کو دیکھتے ہی امسال نے اپنا موبائل سائڈ پہ رکھا تھا اور کھڑی ہو گئی تھی۔

"کہاں تھے آپ اتنی دیر سے؟" خالصتاً بیویوں والے انداز میں پوچھا گیا تھا۔

"مردان خانے میں تھا، کچھ ضروری کام تھا۔" ابتہاج نے گھڑی اُتار کر ڈریسنگ ٹیبل پہ رکھی تھی اور اپنی آستین موڑتے ہوئے جواب دیا تھا۔

"یہاں گھومنے آئے ہیں یا کام کرنے۔۔۔" امسال خود میں بڑبڑائی تھی، اب اُسے کیا خبر تھی کہ حویلی آنے کی اصل وجہ کیا ہے۔

"سنائی دے رہا ہے مجھے سب۔۔۔کیا بات کرنی تھی آپ کو محترمہ جو اتنی جلدی میں مجھے بلایا۔"ابتہاج کی ساری توجہ اب امسال کی جانب تھی۔

"ہاں وہ۔۔۔پہلے پانی پی لیں آپ،سانس لے لیں تھوڑی۔"امسال نے پانی کا گلاس ابتہاج کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا تھا۔

"ایسی کیا بات ہے جو تم مجھے پانی کی رشوت دے رہی ہو،کوئی جوس ہی پلا دیتی۔"

ابتہاج نے امسال کے ہاتھ سے گلاس لیتے ہوئے کہا تھا۔

"ہاہ! یہ رشوت نہیں ہے۔"امسال نے معصوم سی شکل بناتے ہوئے کہا تھا۔

"ہاہاہا! بولیں مادام،غلام حاضر ہے۔"ابتہاج نے اپنے سینے پہ ہاتھ رکھ کے گردن کو خم دیتے ہوئے کہا تھا۔

"وہ مجھے حوریہ کے گھر جانا ہے،کیا میں جا سکتی ہوں پلیز۔"امسال کی مسکینیت دیکھنے والی تھی۔

"کون حوریہ؟"ابتہاج نے یہ نام پہلی بار سنا تھا۔

"وہ میری نئی دوست ہے،بہت محبت سے اُس نے مجھے آج اپنے گھر بلایا تھا۔"امسال نے تفصیل بتائی۔

"ہمم،کیسے جائیں گی آپ؟"ابتہاج نے پوچھا۔

"کیسے جاوں گی کا کیا مطلب، آپ چھوڑ کر آئیں گے مجھے۔" امسال نے ابتہاج کو اطلاع دی تھی۔

"اوہ، تو مطلب مجھ سے اجازت نہیں لی جا رہی بلکہ مجھے حکم کیا جا رہا ہے۔" ابتہاج کو امسال کا اُس پہ حق جمانا اچھا لگ رہا تھا۔

"ویسے تو میں ریکویسٹ کر رہی تھی، آپ حکم سمجھ لیں۔" امسال نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ایسا کرتے ہیں میں تمہیں کل لے جاؤں گا، مجھے ابھی تھوڑی دیر میں بھائی اور بابا کے ساتھ کہیں جانا ہے۔" ابتہاج نے محبت سے کہا تھا۔

"کل نہیں، آج جانا ہے۔" امسال بضد تھی۔

"میری جان، ابھی میں حویلی سے باہر نہیں نکل سکتا فی الحال میرے اور خزیم کے علاوہ کوئی مرد نہیں ہے یہاں۔" ابتہاج امسال کو سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔

ابتہاج امسال کو زیادہ تفصیل نہیں بتا سکتا تھا۔

"میں خود ہی جا رہی ہوں پھر۔" امسال کو آج ہی جانا تھا۔

"ہرگز نہیں، تم اکیلی حویلی سے باہر نہیں جاؤ گی۔" ابتہاج نے سختی سے تنبیہ کی تھی۔

"میں بلکل جاؤں گی، اندھیرا ہونے سے پہلے واپس آ جاؤں گی۔" امسال ڈریسنگ روم کی طرف جانے لگی تھی۔

"امسال میں نے ایک بار منع کر دیا نہ کہ تم اکیلی باہر نہیں جاؤ گی۔۔۔یہ کراچی نہیں ہے، وہاں کبھی روکا ہے میں نے تمہیں؟ نہیں نہ، کوئی وجہ ہے اسی لیے بول رہا ہوں" ابتہاج نے امسال کو بازو سے پکڑ کر روکا تھا۔

امسال ابتہاج کو ایسے دیکھ رہی تھی جیسے کہہ رہی ہو کہ "روک سکتے ہیں تو روک لیں۔" نجانے کیوں وہ آج ضد کر رہی تھی۔

"امسال میری جان پلیز، اکیلی نہیں جانا۔۔میں کل خود تمہیں لے کر جاؤں گا پکا پرامس۔" ابتہاج کے لہجے میں التجا تھی، امسال کا اکیلے باہر جانا خطرے سے خالی نہ تھا۔

امسال اپنا ہاتھ چھڑوا کر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔

پیچھے ابتہاج نے ایک لمبی سانس ہوا میں خارج کی تھی۔امسال ابتہاج کی بات سمجھ گئی تھی، لیکن ناراض ہونا تو بنتا تھا۔

پریشے یہاں سے وہاں چکر کاٹ رہی تھی، سرمد کو بلا تو لیا تھا لیکن سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ آگے کا کام کیسے کرے۔ کسی کو اگر اُس پہ زرا سا بھی شک ہو جاتا تو وہ سوچنا نہیں چاہتی تھی کہ اُس کے ساتھ کیا ہو سکتا ہے۔ وہ خود غرض تو ہمیشہ سے ہی تھی لیکن ابتہاج کی محبت اور ضد میں اس قدر خود غرض ہو جائے گی یہ شاید اُس نے خود بھی نہیں سوچا

ہو گا۔وہ آگ سے کھیل رہی تھی،وہ اپنے نصیب سے جنگ کر رہی تھی،جو اُس کا کبھی تھا ہی نہیں اُسے حاصل کرنے کے لیے وہ تمام رشتے بُھلا بیٹھی تھی۔

وہ اپنے کمرے میں جا رہی تھی جب اُس کے کانوں میں امسال کی آواز آئی تھی۔اُس کے شیطانی دماغ نے کام کرنا شروع کیا تھا اور اب وہ جانتی تھی کہ اُسے کیا کرنا ہے۔وہ امسال کو برباد کرنا چاہتی تھی ایسے کہ وہ زندہ در گور ہو جائے،لیکن وہ یہ نہیں جانتی تھی کے وہ خود کو بھی بربادی کے قریب لے جا رہی ہے۔ایک منصوبہ اُس نے بنایا تھا اور ایک منصوبہ وہ خالقِ حقیقی بنا رہا تھا،بے شک وہ بہترین منصوبہ ساز ہے۔

"لو یہاں تو جناب مزے سے سو رہے ہیں۔"امسال نے ابتہاج کو دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

تھوڑی دیر بعد امسال کمرے میں واپس آئی تو ابتہاج کو بیڈ پہ سوتا پایا۔ابتہاج سوتے ہوئے کافی معصوم لگتا تھا اور اکثر امسال اُسے ایسے ہی سوتے ہوئے تکتی رہتی تھی۔

امسال نے الماری سے ایک چادر نکالی تھی اور اپنے گرد لپیٹ لی تھی،آج اُسے ہلکی سردی محسوس ہو رہی تھی۔

ابتہاج آج صبح سے مصروف تھا اس لیے کافی تھک گیا تھا، اُس کا سونے کا کوئی ارادہ نہ تھا لیکن تھکن کی وجہ سے کب نیند کی آغوش میں چلا گیا پتہ ہی نہ چلا۔ نیند اُس پہ مہربان ہوئی تھی کیونکہ شاید کچھ عرصے کے لیے اُس پہ نیند حرام ہونے والی تھی۔ ابھی اُس کی محبت کا امتحان باقی تھا، شاید نیند سے بیدار ہوتے ہی اُس کی دنیا پلٹنے والی تھی۔

زوئیلا اپنی سکیچ بک لیے بیٹھی تھی، ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی اُس کے دماغ میں کپڑوں کے حوالے سے بہت اچھا آئیڈیا آیا تھا جسے وہ اپنی سکیچ بک پہ بنا رہی تھی۔ وہ ڈزائن تیار کر چکی تھی بس اب رنگ بھرنے باقی تھے۔ کھٹکھٹانے کی آواز کے ساتھ اُس کے کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔

"کیا کر رہی ہو؟" حیدر چوروں کی طرح اندر آتے ہوئے بولا تھا۔

اگر اس وقت اُسے کوئی یہاں دیکھ لیتا تو پکا اُس کی شامت آنی تھی۔

"آپ اس وقت یہاں کیا کر رہے ہیں؟ کسی نے دیکھ لیا تو مسئلہ ہو گا۔" زوئیلا دانت پیستے ہوئے بولی تھی۔

"کسی نے نہیں دیکھا اسی لیے تو یہاں ہوں۔" حیدر دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے بولا۔

"حیدر پلیز جائیں یہاں سے مجھے کام کرنے دیں۔"زوئیلا نے دوبارہ اپنے کام کی جانب متوجہ ہوتے ہوئے کہا۔

"شکر ہے ہم یہاں نہیں رہتے اور ہمارے گھر میں یہ زنان اور مردان خانے نہیں ہیں۔"حیدر زوئیلا کی بات نظر انداز کرتے ہوئے بولا تھا اور زوئیلا کے برابر میں آکر بیٹھ گیا تھا۔

"تم بور نہیں ہوتی یہ ڈریس ڈزائن کر کے؟"حیدر کو سامنے بنی تصویر کچھ خاص سمجھ نہیں آرہی تھی۔

"اگر یہی سوال میں آپ سے کروں تو، آپ بور نہیں ہوتے اتنی موٹی موٹی کتابیں پڑھ کے۔"زوئیلا نے جواب کی جگہ اُلٹا سوال کیا تھا۔

"ایک تو تم لڑکیوں کی یہ کیا بیماری ہے؟جواب کی جگہ اُلٹے سوالات کرنے لگ جاتی ہو۔"حیدر بدمزہ ہوتے ہوئے بولا تھا۔

"تو آپ لڑکے ایسے فالتو سوالات کرتے ہی کیوں ہیں؟"زوئیلا نے دوبدو جواب دیا تھا۔

"میں بھی کروں؟"حیدر نے، موضوع بدلا تھا ورنہ یہ بہت لمبی بحث تھی۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے میرا اتنی محنت سے ڈزائن کیا ہوا ڈریس خراب ہو جائے گا۔"

زوئیلا نے صاف انکار کیا تھا۔

"ڈونٹ انڈر ایسٹمیٹ می اوکے!" حیدر چڑتے ہوئے بولا تھا اور سارے کلرز اپنے ہاتھ میں لے لیے تھے، ساتھ ہی زوئیلا سے سکیچ بک لیے خود کلر کرنے لگا تھا۔

زوئیلا مسکراتے ہوئے حیدر کو دیکھ رہی تھی۔

امسال کمرے سے باہر نکل کے سوچنے لگی کہ کیا کرے، آج وہ بہت بور ہو رہی تھی۔ کچھ سوچ کر وہ زوئیلا کے کمرے کی جانب بڑھی تھی، وہ دروازہ کھٹکھٹانے ہی والی تھی کہ اندر سے حیدر اور زوئیلا کے ہنسنے کی آوازیں سن کر رک گئی۔ امسال نے دونوں کو ڈسٹرب کرنا مناسب نہ سمجھا اور مسکرا کر نیچے چل دی۔

نیچے وہ کچن میں آئی تھی جو کہ خالی پڑا تھا، گلاس میں پانی نکال کر پیا۔ اُسے اچانک سے گھبراہٹ ہونے لگی تھی، دل بوجھل سا ہو رہا تھا۔ وہ تازہ ہوا لینے باہر آئی تھی اور لون میں موجود جھولے پہ بیٹھ گئی تھی، ایک لمبا سانس لے کر اُس نے تازہ ہوا کو اپنے اندر اُتارا تھا۔ وہ وہیں جھولے پہ بیٹھی تھی کہ تھوڑی دیر بعد اُسے پریشے اپنی جانب آتی ہوئی نظر آئی۔

"تم یہاں بیٹھی ہو اور میں تمہیں اندر ڈھونڈ رہی تھی۔" پریشے امسال تک پہنچ کر بولی تھی۔

"اس کو مجھ سے کیا کام پڑ گیا؟" امسال نے دل میں کہا تھا۔

"کیوں، کوئی کام تھا؟" امسال نے پوچھا۔

"ہاں، تم سے کوئی ملنے آیا ہے باہر۔" پریشے نے سپاٹ لہجے میں بتایا تھا۔

"مجھ سے ملنے؟ کون؟" امسال نے نہ سمجھنے والے انداز میں کہا، بھلا اُس سے ملنے یہاں کون آئے گا۔

"کوئی لڑکی ہے، کہہ رہی تھی تم جانتی ہو اُسے، کیا نام تھا۔۔۔" پریشے بھرپور ایکٹنگ کرتے ہوئے بول رہی تھی۔

"حوریہ تو نہیں؟" لڑکی کا سن کر امسال کے دماغ میں حوریہ ہی آئی تھی۔

"ہاں یہی نام بتایا ہے۔" پریشے نے کہا۔

حوریہ کا سنتے ہی امسال کھڑی ہوئی تھی اور مین گیٹ کی جانب بڑھی تھی۔ امسال کے خیال میں شاید حوریہ اُسے لینے آئی تھی کیونکہ امسال خود نہیں پہنچ پائی تھی۔

"یہاں نہیں، پیچھے والے گیٹ پہ کھڑی ہے وہ۔" امسال کو مین گیٹ کی جانب بڑھتے دیکھ پریشے بولی تھی۔

"پچھلے گیٹ پہ کیوں؟"امسال کو کچھ عجیب لگا تھا۔

"وہ سب مجھے نہیں پتہ۔"پریشے آنکھیں گھماتے ہوئے کہا تھا۔

"کس طرف ہے پچھلا گیٹ؟"امسال کو راستہ نہیں پتہ تھا۔

"چلو میرے ساتھ۔"پریشے کہہ کر آگے بڑھ گئی تھی۔

پریشے نے پچھلے گیٹ کا انتخاب اس لیے کیا تھا کیونکہ چار سے چھ بجے کے درمیان وہاں گارڈز نہیں ہوتے تھے۔یہ دورانیہ وہاں کے گارڈز کے وقفے کا وقت تھا۔دونوں گیٹ تک پہنچ چکی تھیں،امسال نے گیٹ سے باہر جھانکا اُسے وہاں حوریہ تو نظر نہیں آئی تھی لیکن وہاں دو گاڑیاں موجود تھیں۔سفید گاڑی سے ایک لڑکا باہر نکلا تھا اور اُس کے نکلتے ہی دوسری گاڑی سے بھی کچھ آدمی باہر آئے تھے،امسال اتنے انجان مردوں کو دیکھ کر گھبرائی تھی۔اس سے پہلے کے امسال واپس پلٹتی اُسے پیچھے سے دھکا دیا گیا تھا، امسال اس اچانک لگنے والے دھکے کی وجہ سے سنبھل نہیں پائی تھی اور گیٹ کے باہر آ چکی تھی۔امسال نے پلٹ کر پریشے کو کچھ کہنا ہی چاہا تھا کہ پیچھے سے کسی نے اُس کے منہ پہ رومال رکھ دیا تھا۔امسال خود کو چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی لیکن کلوروفارم کی مہک اُس کے اعصاب سلب کر رہی تھی۔امسال آہستہ آہستہ ہوش کھو رہی تھی۔

"تمہیں کیا لگا تھا مجھ سے میری محبت کو چھین لو گی اور میں تمہیں یہ کرنے دوں گی؟ اب بھگتو۔" یہ آخری الفاظ سے جو امسال نے سنے تھے، اس کے بعد وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔

"اسے میرے خوفیہ ڈیرے پہ لے جاو میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں، اور ہاں اس لڑکی کو کچھ ہونا نہیں چاہیئے ورنہ تم لوگوں کے ٹکڑے کر کے کتّوں کو کھلا دوں گا۔" سرمد اپنے آدمیوں سے ہلکے مگر انتہائی سخت لہجے میں مخاطب تھا۔

سرمد کا حکم ملتے ہی وہ لوگ امسال کو لیے نکل چکے تھے۔

"تمہیں پتہ ہے نہ کے مجھے کیا چاہیئے، بہتر ہو گا کہ اپنا کام جلدی کرو۔۔۔ مجھے رات سے پہلے ہانیہ چاہیئے۔" سرمد پریشے کو اتنا کہہ کر اپنی گاڑی میں بیٹھ کر وہاں سے نکل گیا تھا۔

حیدر کی منتیں کر کے زوئیلا نے اُسے باہر نکالا تھا کیونکہ اب سب اُٹھنے والے تھے۔ زوئیلا وہ سکیچ دیکھ رہی تھی جس میں ابھی کچھ منٹ پہلے حیدر کلر کر رہا تھا۔ زوئیلا کو اچھا لگا تھا اور وہ واپس کراچی جا کر یہی ڈریس بنانے والی تھی۔ زوئیلا کی گھڑی پہ نظر پڑی جس میں ساڑھے چار سے اوپر کا وقت ہوا تھا، زوئیلا کے دماغ میں جھماکا ہوا تھا۔ وہ سب

چھوڑ کے کمرے سے باہر نکلی تھی اور حویلی کے پچھلے گیٹ کی جانب دوڑ لگائی تھی۔ وہ زوئیلا ہی تھی جس نے پریشے کو فون پہ بات کرتے سنا تھا، اُسے یہ جاننا تھا کہ آخر پریشے کس سے ملنے والی تھی۔

زوئیلا جب وہاں پہنچی تو وہاں کوئی بھی موجود نہ تھا، اُس نے آس پاس دیکھا لیکن وہاں کوئی نہ تھا۔ اُس نے آنے میں دیر کر دی تھی۔ حیدر کے آنے سے اُس کے ذہن سے یہ بات بلکل نکل گئی تھی۔ زوئیلا واپس اندر جانے کے لیے پلٹ گئی تھی، ایک چیز اُس نے وہاں نہیں دیکھی تھی اور وہ تھا امسال کی چادر کا کونا جو کہ دروازے کے نوکیلے حصے میں پھنسا ہوا تھا۔

ابتہاج کی اچانک ہی آنکھ کھلی تھی، اُسے وقت کا اندازہ نہیں ہوا تھا اور امسال بھی اُسے اُٹھانے نہیں آئی تھی۔ ابتہاج اُٹھ کے فریش ہوا تھا اور ساتھ ہی کپڑے تبدیل کیے تھے۔ وہ یہاں بھی اپنی نارمل ڈریسنگ ہی کرتا تھا جینز اور شرٹ لیکن فی الحال اُس نے کالے رنگ کا کرتا پجامہ پہنا تھا اور کرتے کی آستینین ہمیشہ کی طرح فولڈ کی ہوئی تھیں۔ وہ اپنے بائیں ہاتھ میں گھڑی پہن رہا تھا جب اُسے یاد آیا کہ امسال اُس سے

ناراض تھی۔امسال کا خیال آتے ہی اُس کے ہونٹوں پہ دل لوٹ لینے والی مسکراہٹ آئی تھی۔

"پہلے بیگم صاحبہ کو منا لیتے ہیں، پھر کام بھی ہو جائے گا۔" ابتہاج خود سے کہتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

ابتہاج نے باہر آکر امسال کو دیکھا لیکن وہ اُسے کہیں دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

ابتہاج کے خیال میں وہ شاید زنان خانے میں تھی۔ابتہاج زنان خانے کی طرف آرہا تھا تاکہ کوئی دکھے تو اُس سے کہہ کر امسال کو باہر بلوا سکے۔زوئیلا وہیں سے گزر رہی تھی تو ابتہاج نے اُسے اپنی طرف متوجہ کیا۔

"اچھا ہوا بھائی آپ مجھے مل گئے، مجھے آپ کو ایک ضروری بات بتانی ہے۔" زوئیلا فوراً ابتہاج کے پاس آکر بولی تھی۔

"پہلے مجھے یہ بتاؤ امسال کہاں ہے؟ اگر زنان خانے میں ہے تو اُسے میرے پاس بھیجو۔" ابتہاج نے کہا تھا۔

"بھابھی تو زنان خانے میں نہیں ہیں۔۔۔مجھے لگا وہ کمرے میں ہوں گی۔" زوئیلا نے جواب دیا۔

"نہیں وہ کمرے مین نہیں ہے، میں وہیں سے آیا ہوں۔" ابتہاج نے بھی فوراً کہا۔

"ہو سکتا ہے لان میں ہوں وہ، میں دیکھتی ہوں، یہاں اندر تو نہیں ہیں۔" زوئیلا جواب دے کر باہر جانے لگی تھی۔

"میں دیکھ چکا ہوں، وہ نہیں ہے باہر۔۔۔ صرف زنان خانہ نہیں دیکھا۔" ابتہاج کو اب فکر ہونے لگی تھی۔

"یہیں کہیں ہوں گی بھائی، کہاں جائیں گی وہ۔" زوئیلا نے ابتہاج کی فکر محسوس کرتے ہوئے کہا۔

"کہیں وہ باہر تو نہیں چلی گئی اکیلی۔۔۔ یہ لڑکی بھی نہ انتہائی ضدی ہے، جس کام سے منع کرتا ہوں وہی کرتی ہے۔" ابتہاج کو یہ سوچ کر امسال پہ غصہ آیا تھا۔

"باہر نہیں گئی ہوں گی وہ بھائی، میں چھت پہ دیکھ لیتی ہوں جا کہ وہاں ہی ہوں گی۔۔۔ لیکن پہلے میری بات سنیں۔" زوئیلا نے ابتہاج کو ساری بات بتادی تھی جو بھی اُس نے سنا تھا۔

"میں بات کرتا ہوں بابا سے پریشے کے بارے میں، وہ ہی تایہ سے بات کریں گے۔" ابتہاج نے جواب دیا تھا۔

زوئیلا چھت پہ چلی گئی تھی، جبکہ ابتہاج وہیں کھڑا تھا، اُسے فی الحال بس امسال کو دیکھنا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد حویلی میں ہل چل مچ گئی تھی، سب امسال کو حویلی میں ڈھونڈ رہے تھے لیکن وہ یہاں ہوتی تو ملتی۔ سب پریشان ہو رہے تھے کہ آخر وہ جا کہاں سکتی ہے، ابتہاج کا الگ غم و غصے سے بُرا حال تھا۔ فون کرنے پہ بھی امسال کا موبائل حویلی میں ہی بج رہا تھا۔ سب لوگوں میں صرف ایک پریشے ہی تھی جو پُر سکون نظر آ رہی تھی۔ ابتہاج باہر حویلی کے گارڈز پہ چیخ رہا تھا جن کا کہنا تھا کہ امسال یہاں آئی ہی نہیں، آخر اُسے زمین کھا گئی تھی یا آسمان نگل گیا تھا؟ معراج اور جہانگیر صاحب ابتہاج کو سنبھالنے میں لگے تھے جو کہ گزرتے وقت کے ساتھ آپے سے باہر ہوتا جا رہا تھا۔

دوسری جانب پریشے کو یہ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ سرمد سے کیسے جان چھڑوائے، جزبات میں آ کر وہ سرمد سے ہاتھ تو ملا چکی تھی لیکن اب آگے کیا کرے یہ اُسے نہیں پتہ تھا، امسال کو راستے سے ہٹانے کے بدلے سرمد کو ہانیہ چاہیئے تھی۔ وہ اتنی خود غرض ہو گئی تھی کہ اپنی ہی چھوٹی بہن جیسی کزن اور ہونے والی بھابی کا سودا کر چکی تھی۔ ہانیہ کی نسبت بہت پہلے سے ہی میر خزیم سے تہہ تھی۔ میر خزیم پریشے کا بڑا بھائی تھا اور بہت عرصے سے ہانیہ کو پسند کرتا تھا۔

کسی کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا، کچھ وقت مزید گزر گیا تھا جب میر منان کا موبائل بجنے لگا تھا، کسی انجان نمبر سے فون آ رہا تھا۔

"کیسے ہیں سُسر جی؟" موبائل اسپیکر پہ تھا۔ دوسری جانب سے سرمد کی آواز آ رہی تھی۔

"کیوں فون کیا ہے تم نے؟" میر منان صاحب غصے سے بولے تھے۔

"ارے ارے آرام سے، آپ تو غصہ ہی ہو رہے ہیں۔۔۔ کیا آپ کو نہیں پتہ کہ ہونے والے داماد سے کیسے بات کی جاتی ہے؟" سرمد کمینے پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولا تھا۔

"بکواس بند کرو اپنی سمجھے!" میر منان دھاڑے تھے۔

"اچھا اچھا، ایک بات بتائیں۔۔۔ بہو کو ڈھونڈ رہے ہیں؟" سرمد نے پوچھا تھا۔

'بہو' لفظ سن کر مردان خانے میں موجود تمام افراد سناٹے میں آئے تھے۔

"کہاں ہے میری بیوی؟" ابتہاج دھاڑا تھا۔

"ارے سالے صاحب بھی موجود ہیں۔۔۔ میرے پاس ہے تمہاری بیوی، بلکل محفوظ۔" سرمد ڈھٹائی سے بولا تھا۔

"کیا چاہتے ہو تم؟" جہانگیر صاحب بولے تھے۔

"اگر آپ لوگ چاہتے ہیں کہ آپ کے گھر کی بہو بلکل صحیح سلامت رہے تو جتنا جلدی ہو سکے ہانیہ کو میرے حوالے کر دیں۔" سرمد نے اپنا مدعا بیان کیا تھا۔

سرمد کے یہ الفاظ سن کر میر منان صوفے پہ ڈھے گئے تھے، آخر کو ہانیہ اُن کی لاڈلی بیٹی تھی اور دوسری جانب میر خاندان کی بہو تھی۔ کسی کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کریں تو کیا کریں؟

"میر عمر صاحب، اپنی پری کے پر کاٹ کے رکھیں دشمن سے ہاتھ ملایا ہے اُس نے اپنی خوشی کے لیے لیکن وہ کیا ہے نہ میں اپنے دشمنوں کو اتنی آسانی سے چھوڑتا نہیں ہوں۔۔اور آخری بات، اگر مجھے ہانیہ نہیں ملی تو یہ لڑکی بھی کچھ کم نہیں ہے۔" اتنا کہنے کے بعد فون کٹ چکا تھا۔

سرمد کی بات سن کر ابتہاج کا دماغ بہت تیزی سے کام کر رہا تھا، وہ ساری گیم سمجھ چکا تھا لیکن سرمد کی آخری بات سن کر ابتہاج کا غصے سے بُرا حال تھا، اُس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اُڑ کر اپنی امسال کے پاس پہنچ جائے۔

"اگر میری بیوی کو کچھ بھی ہوا نہ تایا، تو آپ کی بیٹی کا میں وہ حال کروں گا کہ نہ تو زندوں میں اُس کی گنتی ہو گی اور نہ ہی مردوں میں۔" ابتہاج انتہائی سفاک لہجے میں میر عمر سے مخاطب تھا اور اُس کی بات سن کر وہ دہل گئے تھے۔

ابتہاج شدید غصے کے عالم میں حویلی کے قوانین اپنے پیروں تلے روندتا ہوا زنان خانے کی جانب بڑھ گیا تھا۔اُس کے پیچھے معراج اور حیدر بھاگے تھے کیونکہ وہ ابتہاج کے غصے کو بہت اچھے سے جانتے تھے اور وہ یہ بھی جانتے تھے کے امسال کے معاملے میں ابتہاج کس حد تک جزباتی تھا۔

"کیوں کیا تم نے ایسا؟!!"ابتہاج پریشے کے سامنے کھڑا پوچھ رہا تھا۔

ابتہاج کو زنان خانے میں داخل ہوتے دیکھ تمام عورتیں کھڑی ہو گئی تھیں۔پریشے تو سناٹے میں آگئی تھی۔

جواب دو؟کیوں کیا یہ؟"ابتہاج نے پریشے کا بازو پکڑ کے اُسے اپنے مقابل کھڑا کیا تھا۔

"کیا بدتمیزی ہے یہ ابتہاج؟چھوڑو اُسے،کیا بول رہے ہو یہ؟"جنت بیگم فوراً بولی تھیں،وہاں موجود کسی کو بھی کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔

"ماما پوچھیں اس سے کیوں کیا اس نے ایسا؟ہمارے دشمن کا ساتھ کیوں دیا؟میری امسال کے ساتھ ایسا کیوں کیا؟"ابتہاج کی آنکھوں میں پانی آرہا تھا امسال کا سوچ سوچ کر۔

"یہ جھوٹ ہے میں نے کچھ نہیں کیا،آپ مجھ پہ الزام کیوں لگا رہے ہیں؟"پریشے اب بھی ڈھٹائی سے بولی تھی۔

"بکواس بند کرو! جس کی مدد کی ہے تم نے وہ اپنا منہ کھول چکا ہے۔" ابتہاج دوبارہ پریشے کی جانب پلٹا تھا۔

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو ابتہاج؟ کیوں میری معصوم بچی پہ الزام لگا رہے ہو؟" رومانہ بیگم تڑپ کر بولی تھیں۔

"معصوم؟ آپ کی اس معصوم بیٹی نے میری بیوی کے اغواہ میں مدد کی ہے اور تو اور ہماری ہانیہ کا سودا کر چکی ہے یہ معصوم بچی۔" ابتہاج کا لہجہ انتہائی سخت تھا۔

زنان خانے میں موجود تمام عورتوں کو جھٹکا لگا تھا، ہانیہ تو بے ہوش ہونے والی تھی۔

"کیا یہ سچ ہے؟" رومانہ بیگم پریشے کے قریب آئی تھیں، اُنہیں یقین نہیں آرہا تھا کہ پریشے اس حد تک گر سکتی ہے۔

ابتہاج کے موبائل کی ٹون بجی تھی، کوئی اڈریس لکھا ہوا تھا، ابتہاج امسال کو ٹریس کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ وہ مزید ایک پل کی بھی دیر نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"اگر امسال کو ایک خراش بھی آئی نہ، تو میں جو تمہارے ساتھ کروں گا وہ دیکھ کر گاؤں والوں کی روحیں کانپ جائیں گی۔" ابتہاج کے لہجے کی سختی اور آنکھوں میں موجود غصہ اور سفاکیت دیکھ کر ہر کوئی خوف میں آگیا تھا۔

ابتہاج اتنا کہتے ہوئے باہر نکل گیا تھا۔

"معراج اور حیدر تم دونوں جاؤ اس کے پیچھے، دیکھنا وہ کچھ اُلٹا نہ کرے۔" جہانگیر صاحب کے کہتے ہی دونوں نکل چکے تھے۔

سرمد فون بند کر کے اُس کمرے کی جانب بڑھا تھا جہاں پہ امسال کو بند کر کے رکھا ہوا تھا۔ وہ کافی دیر سے ہوش میں آچکی تھی اور اُس وقت سے دروازہ پیٹ رہی تھی۔ سرمد اندر داخل ہوا تھا، امسال گُھٹنوں میں سر دیے نیچے بیٹھی رو رہی تھی۔ سرمد امسال کی قریب آکر بیٹھا تھا۔ اپنے قریب کسی کی آہٹ محسوس کر کے امسال نے سر اُٹھایا تھا۔ مسلسل رونے کی وجہ سے اُس کی آنکھیں لال ہو رہی تھیں، بالوں کی کچھ آوارہ لٹیں اُس کے چہرے کو گھیرے ہوئی تھیں۔ سرمد کو اپنے قریب بیٹھا دیکھ امسال پیچھے ہوئی تھی۔

"ارے تمہاری آنکھوں سے تو برسات ہو رہی ہے، کیوں ظلم کر رہی ہو اتنی حسین آنکھوں پہ؟" سرمد کو واقعی امسال کی انکھیں بہت خوبصورت لگی تھیں۔

"ک۔۔ کون ہو تم؟ مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟" امسال نے ہمت کر کے پوچھا تھا۔

"میں کون ہوں وہ چھوڑو، تم یہاں اس لیے ہو کیونکہ تم میر خاندان کی بہو بلکہ میر ابتہاج کی بیوی ہو۔" سرمد نے جواب دیا۔

"کیا مسئلہ ہے تمہیں ابتہاج سے؟" امسال نے اپنی آنکھیں صاف کر کے پوچھا تھا۔

"مجھے اُس سے کچھ مسئلہ نہیں لیکن پریشے کو تم سے بہت مسئلہ ہے۔۔۔ میرا تم سے کوئی لینا دینا نہیں ہے، میں نے تو ہانیہ کے لیے یہ سب کیا ہے۔" سرمد نے جواب دیا تھا۔

پریشے کا نام سُن کر امسال کو اُس کے آخری الفاظ یاد آئے تھے، ہانیہ کا سوچ کر امسال پریشان ہوئی تھی۔ اب اُسے سمجھ آیا تھا کہ ہانیہ کیوں کھوئی کھوئی سی رہتی تھی۔ امسال کو ابتہاج کی بھی بات یاد آئی تھی اور سمجھ آیا تھا کہ وہ کیوں اُسے اکیلے باہر جانے سے منع کر رہا تھا۔ امسال دل میں اپنی عزت کی حفاظت اور ابتہاج کے آنے کی دعا کر رہی تھی۔

"ویسے تم بھی کچھ کم خوبصورت نہیں ہو۔" سرمد نے امسال کی چہرے پہ اپنی اُنگلی پھیری تھی۔

امسال نے سرمد کا ہاتھ جھٹکا تھا اور کھڑی ہو کر دور ہو گئی تھی، اُس کا دل سوکھے پتّے کی طرح کانپ رہا تھا۔

"تمہیں پتہ ہے یہ تمہارا مزاحمت کرنا مجھے مزید تمہاری جانب مائل کرے گا۔" سرمد کے قدم امسال کی جانب بڑھ رہے تھے آخر کو تھا تو وہ ایک ایاش آدمی۔

"دور رہو مجھ سے، خبردار جو میرے قریب آئے تو۔" امسال اپنے آپ کو نڈر دکھا رہی تھی لیکن حقیقت میں وہ اس وقت بہت ڈری ہوئی تھی۔

"اور اگر میں دور نہ رہوں تو؟ کیا کرو گی تم؟" سرمد نے ایک جھٹکے سے امسال کا ہاتھ پکڑا تھا۔

"چھوڑو میرا ہاتھ!!" امسال مزاحمت کر رہی اور پھر ایک زوردار تھپڑ نے سرمد کے گال کو سلامی دی تھی۔

"تیری ہمت کیسے ہوئی مرزا سرمد بیگ پہ ہاتھ اُٹھانے کی!!" سرمد نے امسال کے بالوں کو اپنی مٹھی میں جکڑا تھا، امسال کی درد سے سسکی نکلی تھی۔

ابتہاج موصول ہوئے اڈریس پہ پہنچ چکا تھا۔ جب امسال گھر میں کہیں نہیں مل رہی تھی تو اُس نے اپنے ایک دوست کو فون کر کے امسال کی لوکیشن ٹریس کرنے کا کہا تھا، امسال کے گلے میں ہر وقت موجود رہنے والے لوکٹ میں ٹریکر تھا۔ یہ ٹریکر ابتہاج نے صرف امسال کی حفاظت کے لیے اُس لاکٹ میں محفوظ کروایا تھا، اور آج وہ کام آیا تھا۔ ابتہاج اتنے غصے میں تھا کہ سرمد کے چند آدمیوں کو اکیلا ہی قابو کر چکا تھا اور پھر پیچھے ہی معراج اور حیدر بھی گارڈز کے ساتھ آ گئے تھے۔

"چھوڑو مجھے ذلیل انسان!" امسال چیخ رہی تھی۔

امسال کی چیخ ابتہاج کے کانوں نے سنی تھی اور وہ سب چھوڑ کر اُس سمت دوڑا تھا جہاں سے آواز آئی تھی۔ معراج اور حیدر باقی لوگوں کو قابو کر چکے تھے۔

امسال اپنے بال چھڑانے میں کسی طرح کامیاب ہو گئی تھی اور کمرے میں ہی دوسرے کونے کی جانب بھاگنے لگی تھی لیکن بدقسمتی سے ایک بار پھر سرمد کی گرفت میں آ گئی تھی۔

"یا اللہ، میری حفاظت کرنا، ابتہاج کو بھیج دے میرے مالک۔" امسال نے شدت سے دعا کی تھی، ساتھ ہی آنسو آنکھوں سے بہے تھے۔

اور یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ وہ رب اُس کی مدد نہ کرتا؟

کمرے کا دروازہ دھاڑ کی آواز سے کھلا تھا، سامنے کا منظر دیکھ کر ابتہاج کے جسم میں نئے سرے سے غصے کی لہر دوڑی تھی۔ ابتہاج نے ایک سیکنڈ کی بھی دیر کئے بغیر گولی چلائی تھی جو کہ سیدھا سرمد کی کلائی پہ لگی تھی۔ گولی کی آواز پہ امسال کی چیخ نکلی تھی لیکن سامنے ابتہاج کو دیکھ کر اُس کی جان میں جان آئی تھی۔ امسال نے سرمد کو دھکا دیا تھا اور ابتہاج کی جانب دوڑی تھی۔ ابتہاج نے امسال کا ہاتھ پکڑ کے اُسے اپنے پیچھے کیا

تھا، ابھی اُسے سرمد کو سبق سکھانا تھا۔ امسال ابتہاج کی اوٹھ میں ہو کر اپنے رب کا شکر ادا کر رہی تھی۔

"تیری ہمت کیسے ہوئی میرا ابتہاج جہانگیر کی متاع پہ ہاتھ ڈالنے کی؟" ابتہاج نے سرمد کو زوردار مکا رسید کیا تھا، جس کی وجہ سے وہ نیچے گر گیا تھا، ہاتھ تو پہلے ہی زخمی تھا۔ ابتہاج سرمد کو مار مار کے اُس کا بھرکس نکال چکا تھا۔ سرمد کے پورے جسم میں درد کی ٹیسیں اُٹھ رہی تھیں۔

"اسی ہاتھ سے تو نے میری بیوی کو چھوا تھا نہ!" ابتہاج نے سرمد کا بایاں ہاتھ توڑ دیا تھا، کمرے میں سرمد کی چیخیں گونجی تھیں۔

امسال اپنے کانوں پہ ہاتھ رکھے کھڑی تھی۔ ابتہاج کو اتنا غصے میں وہ پہلی بار دیکھ رہی تھی، وہ ابتہاج کو روکنا چاہتی تھی لیکن اُسے پتہ تھا کہ وہ روک نہیں پائے گی اس لیے ایک کونے میں ہی سہمی ہوئی کھڑی تھی۔

"بس کر، باقی اس کا کام اب پولیس کرے گی۔" حیدر نے ابتہاج کو پیچھے کیا تھا۔

"ابتہاج امسال کو لے کر حویلی جاؤ، یہاں ہم دیکھ لیں گے۔" معراج بھی بولا تھا۔

ابتہاج چپ چاپ امسال کا ہاتھ تھامے اس جگہ سے باہر نکلتا چلا گیا تھا۔ وہ بلکل خاموش تھا، اور اُس کی یہی خاموشی امسال کو مزید خوف میں مبتلا کر رہی تھی۔

"کیوں کیا تم نے ایسا؟" شائستہ بیگم کی آواز آئی تھی۔

پریشے بلکل خاموش کھڑی تھی، اُس نے سوچا نہیں تھا کہ اتنی جلدی اُس کا پول کھل جائے گا۔

"جواب دو!!" شائستہ بیگم کی اونچی آواز آج پہلی بار حویلی والوں نے سنی تھی، ورنہ وہ بہت ٹھنڈے مزاج کی مالک تھیں۔

"ہاں یہ میں نے ہی کیا ہے!! میں نے اپنی محبت کو حاصل کرنے کے لیے یہ سب کیا۔۔۔ آپ لوگ اُس لڑکی کو قبول کر سکتے ہیں لیکن میں کبھی نہیں کروں گی، اپنی محبت کو حاصل کرنے کے لیے میں کسی بھی حد تک۔۔۔" پریشے چیختے ہوئے بول رہی تھی، رومانہ بیگم کے تھپڑ نے پریشے کو درمیان میں ہی روک دیا تھا۔

"تم جیسی اولاد ہونے سے بہتر تھا کہ میری اولاد ہی نہ ہوتی، آج تم نے میری تربیت اور اپنے بابا کو پورے خاندان میں رسوا کر دیا ہے۔" رومانہ بیگم قرب سے بولی تھیں۔

میر عمر کی گردن شرم سے جھکی ہوئی تھی، میر جہانگیر نے اپنی بڑے بھائی کو سہارا دیا ہوا تھا کہ بہر حال جو کچھ بھی ہوا اُس میں اُن کی کوئی غلطی نہ تھی۔ وہ بھی اس سب سے اتنا ہی انجان تھے جتنا باقی تمام افراد، میر منان بھی اپنی بھائیوں کے ہمراہ کھڑے ہو گئے

تھے۔ میر خزیم نے اپنی روتی ہوئے ماں کو خود سے لگایا تھا اور نفرت بھری آنکھوں سے اپنی چھوٹی بہن کو دیکھا تھا جس کے جزباتی پن اور غلط فیصلوں کی وجہ سے آج اُن کے ماں باپ سب سے سامنے شرمندہ تھے۔ جنت بیگم شائستہ بیگم کو سنبھال رہی تھیں جبکہ زوئیلا ہانیہ کو، جنت بیگم کو اب بھی امسال اور ابتہاج کی فکر تھی۔

"دفعہ ہو جاو میری نظروں کے سامنے سے، آج سے میری کوئی بیٹی نہیں ہے۔" اس پورے عرصے میں یہ پہلا جملہ تھا جو میر عمر کے لبوں سے نکلا تھا۔

اپنے ماں باپ اور باقی سب کی نظروں میں اپنے لیے نفرت دیکھ کر اب پریشے کو احساس ہو رہا تھا کہ وہ کیا کر چکی ہے۔ پچھتاوے کا کوئی فائدہ نہ تھا کیونکہ یہ سب اُس نے اپنے پورے ہوش و ہواس میں کیا تھا۔ پریشے بھول گئی تھی کہ خدا کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے اور جب وہ پڑتی ہے تو انسان کہیں کا نہیں رہتا۔ جو گڑھا اُس نے امسال اور ہانیہ کے لیے کھودا تھا، اُس میں وہ خود جا گری تھی اور ایسے کہ اب واپسی کا کوئی راستہ نہ تھا۔ اُس نے کسی سے معافی مانگنے کی کوشش نہیں کی تھی، کس منہ سے معافی مانگتی وہ؟

پریشے کے قدم اپنے کمرے کی طرف اُٹھ گئے تھے۔

میر عمر کی طبیعت بگڑ رہی تھی اس لیے میر خزیم اور میر منان اُنہیں لے کر قریبی ہسپتال گئے تھے، جہانگیر صاحب حویلی میں ہی رکے تھے۔ کچھ دیر بعد ابتہاج امسال کو گھر میں لیے داخل ہوا تھا، اُن دونوں کو اندر آتے دیکھ جنت بیگم فوراً آگے بڑھی تھیں اور امسال کو گلے لگا لیا تھا، امسال بھی سہارا پاتے رونے لگی تھی۔ آہستہ آہستہ سب امسال سے ملنے لگے تھے، ابتہاج وہاں کھڑا صرف پریشے کو ڈھونڈ رہا تھا۔

"کہاں ہے وہ؟ باہر نکالیں اُسے۔" ابتہاج نے سخت لہجے میں کہا تھا۔

"تمہیں کچھ بھی کرنے کی ضرورت نہیں ہے، ہم بڑے دیکھ لیں گے۔" جہانگیر صاحب بولے تھے۔

"نہیں بابا، وہ امسال کی مجرم ہے۔" ابتہاج اپنی بات پہ ڈٹا تھا۔

"میں نے کہہ دیا نہ چھوٹے میر!" جہانگیر صاحب نے بھی سختی سے کہا تھا۔

"امسال، کمرے میں جاؤ تم۔" ابتہاج کا لہجہ حکمیہ تھا، امسال بھی اس وقت اکیلے رہنا چاہتی تھی اس لیے اُٹھ کر چلی گئی تھی۔

"میں کل صبح ہی کراچی کے لیے نکل جاؤں گا!" ابتہاج اپنا فیصلہ سناتا ہوا لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے چلا گیا تھا۔

جہانگیر صاحب نے کچھ نہیں کہا تھا، ابتہاج کا یہاں سے جانا ہی ٹھیک تھا ورنہ اُس سے کچھ بعید نہ تھی کہ وہ غصے میں کیا کر دے۔ جہانگیر صاحب نے سب کو اپنے اپنے کمروں میں جانے کا کہا تھا، سب کو ہی آرام کی ضرورت تھی۔ معراج اور حیدر سرمد کو پولیس کے حوالے کر کے سیدھا ہسپتال چلے گئے تھے۔

امسال کمرے میں آ کر ایک بار پھر رو دی تھی، یہ سوچ کر ہی اُسے خوف آ رہا تھا کہ اگر ابتہاج وہاں نہ پہنچتا تو نجانے اُس کے ساتھ کیا ہو جاتا۔ اس سارے واقعے سے وہ بہت متاثر ہوئی تھی اور پریشے سے تو اُسے نفرت ہو رہی تھی۔ کچھ ہی پل بعد کمرے کا دروازہ کھلا تھا اور ابتہاج اندر آیا تھا۔ ابتہاج کے چہرے کے تنے ہوئے تاثرات دیکھ کر امسال کو ایسا لگ رہا تھا کہ اب اُس کی شامت آنے والی تھی۔ امسال یہ نہیں جانتی تھی کہ ابتہاج کو کیا پتہ تھا۔ ابتہاج نے اپنا موبائل اور گھڑی ڈریسنگ ٹیبل پہ تقریباً پٹخا تھا، اور پھر پانی نکال کر ایک ہی سانس میں پی گیا تھا، جب سے امسال لاپتہ ہوئی تھی اُس نے نہ تو پانی کا ایک گھونٹ پیا تھا اور نہ ہی کھانے کا ایک بھی نوالہ اپنے منہ میں ڈالا تھا۔

"میں نے تمہیں منع کیا تھا نہ، کہ اکیلے حویلی سے باہر نہیں جانا۔" ابتہاج نے بات کا آغاز کیا تھا۔

"میں باہر نہیں گئی تھی۔"امسال نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا تھا۔

"تو وہ سر مد اندر آ کر تمہیں لے گیا؟"ابتہاج کا لہجہ خاصہ سخت تھا۔

"ابتہاج مجھے پریشے نے کہا تھا کہ باہر گیٹ پہ حوریہ مجھ سے ملنے آئی ہے۔"امسال نے صفائی پیش کی تھی۔

"تم نے کیسے مان لی اُس کی بات امسال؟ تم جانتی ہو وہ تم سے سیدھے منہ بات نہیں کرتی تو تمہیں اطلاع دینے وہ کیوں آئے گی۔"ابتہاج امسال کی طرف آیا تھا اور اُس کا رخ اپنی جانب کیا تھا جو رخ پھیرے کھڑی تھی۔

"مجھے عجیب لگا تھا لیکن میں نے سوچا کہ شاید میں زیادہ سوچ رہی ہوں۔"امسال نے گردن جھکاتے ہوئے کہا تھا۔

"اگر تمہیں کچھ ہو جاتا تو؟ میرے بارے میں سوچا ہے کبھی تم نے کہ مجھ پہ کیا گزرے گی اگر تمہیں کچھ بھی ہوا تو؟!"ابتہاج نے امسال کا چہرا اپنے ہاتھ سے اوپر کیا تھا اور اُس کے اپنے ماتھے سے اپنا ماتھا ٹکا کر جزبات بھرے لہجے میں بولا تھا۔

"آئم سوری ابتہاج۔"امسال ابتہاج کے سینے سے لگ کر رونے لگی تھی۔

ابتہاج نے امسال کو خود میں بھینچ لیا تھا، اُس نے امسال کو چُپ نہیں کروایا تھا وہ چاہتا تھا کہ امسال اپنا تمام خوف آنسو کے زریعے اپنے اندر سے نکال دے۔

"اچھا بس چُپ بہت رو لیا میری جان، تمہیں پتہ ہے نہ تمہاری آنکھوں میں آنسو بلکل نہیں پسند مجھے۔" ابتہاج نے اپنے ہاتھ سے امسال کے آنسو صاف کئے تھے اور پھر بہت عقیدت بھرے انداز میں اُس کی دونوں آنکھوں پہ باری باری بوسہ دیا تھا۔

امسال مسکرائی تھی، ابتہاج اب امسال کو دیکھ رہا تھا جس کے چہرے پہ حیا کے رنگ تھے۔ بھوری آنکھوں کا تصادم سنہری آنکھوں سے ہوا تھا! یہ تصادم ہوتے ہی بہت کچھ بدلہ تھا، اسی لمحے امسال کا دل پِھرا تھا!

وہ خوشبو کی دیوانی

وہ جھمکوں کی دیوانی

وہ چوڑیوں کی دیوانی

آج، ابتہاج کی بھی دیوانی بن گئی تھی!

ان آنکھوں کا تصادم کوئی پہلی بار نہ ہوا تھا لیکن آج بھوری آنکھوں میں نفرت نہیں تھی۔۔۔ آج اُن بھوری آنکھوں میں ابتہاج کو اپنے لیے محبت نظر آئی تھی، ابتہاج یہ شطرنج کی بازی واقعی جیت گیا تھا۔ آج امسال نے اپنے دل کی آواز کو ان سنا نہیں کیا تھا بلکہ اِسی پل اُس نے اپنے آپ سے اپنی محبت کا اعتراف کیا تھا۔

امسال نے اپنی پلکوں کی بار گرالی تھی، وہ نہیں چاہتی تھی کہ ابتہاج اُس کی آنکھیں پڑھ لے، جتنے دعوے اُس نے ابتہاج سے نفرت کے کیے تھے، آج وہ مٹی کا ڈھیر بن کے رہ گئے تھے۔ امسال ابھی اپنی محبت کا اعتراف ابتہاج سے نہیں کر پا رہی تھی۔

آج محبت کی جیت ہوئی تھی، انا ہار گئی تھی، آج اُن دونوں کے درمیان موجود مضبوط رشتے کی جیت ہوئی تھی۔

اگلی صبح حویلی والوں کے لیے قیامت سے کم نہ تھی، پریشے کے کمرے سے وہ خود نہیں بلکہ اُس کا مردہ وجود برامد ہوا تھا۔ اُس نے حرام موت کو گلے لگا لیا تھا، بُرائی کا بُرا انجام تو طے ہے۔ رومانہ بیگم غم سے نڈھال اپنی بیٹی کے جنازے سے ٹیک لگائے آنسو بہا رہی تھیں، میر عمر خاموشی سے اشک بہا رہے تھے آخر کو پریشے اُن کی لاڈلی تھی۔

تقریباً پورا گاؤں ہی حویلی میں جمع تھا، میر عمر کی بیٹی کی اچانک موت کی خبر پہ کسی کو یقین نہ آ رہا تھا۔

امسال کے ساتھ پریشے نے جو کچھ کیا تھا اُس کے بعد امسال کو پریشے سے نفرت ہونے لگی تھی لیکن آج اپنی آنکھوں کے سامنے اُس کا جنازہ دیکھ کر امسال کی آنکھیں بھی نم

ہو گئی تھیں۔اُس نے پریشے کا ایسا انجام کبھی نہیں چاہا تھا،اُسے صرف اس بات کا افسوس تھا کہ پریشے نے اپنے ساتھ اتنا بڑا ظلم کیا تھا، حرام موت کا انتخاب۔

ابتہاج جو کہ آج صبح ہی امسال کے ہمراہ کراچی کے لیے نکلنے والا تھا،پریشے کی موت کا سُن کر رُک گیا تھا۔ابتہاج کو بھی افسوس تھا کہ اس لڑکی نے اُس کے پیچھے نہ صرف اپنے گھر والوں کو بلکہ خود کو بھی برباد کر لیا تھا۔ابتہاج کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ پریشے کا مجرم ہے۔

"کیا ہوا آپ ایسے کیوں کھڑے ہیں؟"ابتہاج ایک کونے میں خاموش کھڑا کسی سوچ میں گم تھا جب امسال کی آواز اُسے واپس حال میں لائی۔

"کچھ نہیں، تم رو رہی ہو؟"ابتہاج سے امسال کی لال ہوتی آنکھیں دیکھ کر پوچھا۔

"مجھے بہت افسوس ہو رہا ہے ابتہاج، یہ سب نہیں ہونا چاہیئے تھا۔۔۔مجھے انکل اور آنٹی کو دیکھ کر رونا آ رہا ہے۔"امسال کی آنکھوں سے ایک موتی ٹوٹ کر گرا تھا۔

"امسال، کیا میں پریشے کا مجرم ہوں؟"ابتہاج نے اپنے دماغ میں آیا سوال کیا تھا۔

"نہیں ابتہاج، آپ اُس کے مجرم نہیں ہیں۔۔۔آپ نے کبھی بھی اُسے بڑھاوا نہیں دیا،اُس نے جو کیا اپنی مرضی سے کیا۔"امسال نے ابتہاج کے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تھا۔

"ہمم۔۔۔جنازہ اُٹھانے کا وقت ہو گیا ہے، اندر اطلاع کر دو تا کہ ہم اندر آ سکیں۔"
ابتہاج کہہ کر مردان خانے کی جانب بڑھ گیا تھا جبکہ امسال زنان خانے کی طرف۔

حویلی سے واپس کراچی آئے اب ایک ہفتہ ہونے والا تھا، سب کی زندگیاں معمول پہ واپس آ گئی تھیں۔ حویلی سے واپسی پہ امسال اپنے ساتھ کچھ بہت خوبصورت اور کچھ تلخ یادیں لائی تھی، وہ پچھلے دنوں میں ہوئے واقعے کو اپنے ذہن سے نکالنا چاہتی تھی اور باقی تمام گھر والوں کی مدد سے بہت حد تک کامیاب بھی ہو رہی تھی۔ اُس نے اپنے والدین سے اس واقعے کا ذکر نہیں کیا تھا، وجہ؟ وہ اُنہیں پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔

امسال نے یہ بات مان لی تھی کہ وہ ابتہاج سے بے انتہا محبت کرنے لگی ہے، وہ اپنے دل کے ہاتھوں ہار گئی تھی۔ اُس نے بہت کوشش کی تھی کہ اس محبت کو اپنے دل تک رسائی نہ دے لیکن اُس کا اپنا دل ہی اُس سے بغاوت کر بیٹھا تھا۔ وہ جس نے ابتہاج سے کہا تھا کہ وہ اُس کے دل تک کبھی بھی رسائی حاصل نہ کر سکے گا، آج پوری شان سے اُس کے دل کی سلطنت پہ راج کر رہا تھا۔ امسال نے اب تک اپنی محبت کا اعتراف ابتہاج کے سامنے نہیں کیا تھا لیکن اُس کا رویہ ابتہاج کے ساتھ اب بدلنے لگا تھا، وہ

چاہتی تھی کہ ابتہاج کو خود ہی سمجھ آجائے کہ وہ اُس سے محبت کرنے لگی ہے کیونکہ جتنے محبت نہ ہونے کے دعوے اُس نے کئے تھے اُس کہ بعد کس منہ سے اعترافِ محبت کرتی؟

امسال آج صبح سے ہی اپنے والدین کی طرف آئی ہوئی تھی، فی الحال وہ زوبایہ بیگم کا کچن میں ہاتھ بٹا رہی تھی۔امسال ہانڈی میں چمچا چلا رہی تھی جبکہ زوباریہ بیگم سلاد تیار کر رہی تھیں، دونوں کی آپس میں باتیں بھی جاری تھیں۔زوباریہ بیگم امسال کو مہارت سے کام کرتے دیکھ یہ سوچ رہی تھی کہ کیا یہ وہی امسال ہے جو کچن میں بہت کم ہی قدم رکھا کرتی تھی؟زوباریہ بیگم کے ہونٹوں پہ ہلکی مسکراہٹ تھی۔لاؤنج سے امسال کا موبائل بجنے کی آواز آرہی تھی، امسال فون تک پہنچی تو المیر کا فون آرہا تھا۔

"اسلام وعلیکم، کیسی ہو؟"امسال نے گرم جوشی سے پوچھا۔

"میں بلکل ٹھیک ہوں تم بتاؤ، کہاں غائب ہو؟جب سے شادی ہوئی ہے نایاب ہی ہو گئی ہو۔"المیر بھی شروع ہو گئی تھی۔

"ہاہاہا! نہیں یار بس تھوڑی زندگی میں مصروفیات بڑھ گئی ہیں۔"امسال نے جواب دیا۔

"ہاں بھئی، اب تو ابتہاج بھائی کے آگے ہم کہاں نظر آئیں گے۔" المیر کا لہجہ تنگ کرنے والا تھا۔

"جی نہیں، وہ تو کچھ نہیں کہتے بلکہ کچھ دن پہلے مجھ سے پوچھ رہے تھے کہ کافی عرصے سے میں ملی نہیں تم لوگوں سے۔" امسال ابتہاج کی ہمایت میں بولی تھی۔

"اوہووو!! بھائی کی حمایت کی جا رہی ہے بھئی۔" المیر بولتے ہوئے ہی ہنسنے لگی تھی۔

"ہاں تم پہلے یہ کر لو، چھیڑ لو مجھے۔" امسال نے تپ کر کہا۔

"ہاہاہا! اچھا سوری۔۔۔ ایک بات بتانی تھی تمہیں بہت ضروری۔" المیر سنجیدہ ہونے کی کوشش کر رہی تھی۔

"ایک نہیں دو بتا دو تم۔" امسال نے جواب میں کہا۔

"ابھی تو ایک ہی بات ہے اور وہ یہ کہ میرے نکاح کی تاریخ طے ہو گئی ہے۔" المیر یہ بتاتے ہوئے ہی شرمانے لگی تھی۔

"ماشاءاللہ! بہت مبارک ہو میری جان۔۔۔ کب ہے نکاح۔" امسال نے جلدی سے پوچھا۔

"ابھی تو صرف نکاح ہو رہا ہے ہفتے کو، ارحان یو-ایس-اے شفٹ ہو رہے ہیں، میں تمہیں تفصیل سے بتاؤں گی نکاح والے دن۔۔۔ تم اور ابتہاج بھائی ضرور آنا اور مجھے آنٹی کا بھی نمبر دے دو، امی اُنہیں کال کریں گی۔" المیر نے بتایا۔

"تم نہیں بلاتی تب بھی میں نے آنا تھا۔" امسال نے اتراتے ہوئے کہا اور پھر دونوں ہی ہنسنے لگ گئیں۔

امسال کی کھلکھلاہٹ سن کر زوباریہ بیگم نے اُس کی دائمی خوشیوں کی دعا کی تھی۔

ہفتے کا دن آن پہنچا تھا اور آج کے دن ارحان اور المیر کا نکاح تھا۔ امسال ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی تیار ہو رہی تھی۔ ابتہاج صوفے پہ تیار بیٹھا امسال کی تیاری مکمل ہونے کا انتظار کر رہا تھا جو کہ پوری ہی نہیں ہو کر دے رہی تھی۔ مہرون کرتا پجاما پہنے وہ کسی ریاست کا شہزادہ معلوم ہوتا تھا، نفاست سے بال سیٹ کیے ہوئے تھے، ہمیشہ کی طرح بائیں ہاتھ میں گھڑی موجود تھی۔ سنہری آنکھیں امسال کے وجود پہ ٹکی تھیں جو کہ کافی دیر سے اپنے دوپٹے کے ساتھ لڑ رہی تھی، ابتہاج امسال کی حرکتیں دیکھ مسکرا رہا تھا۔ مزید کچھ وقت گزرا تھا جب ابتہاج اپنی جگہ سے کھڑا ہوا تھا۔

"کیوں لڑ رہی ہو اُس کے ساتھ؟" ابتہاج امسال کی جانب بڑھتے ہوئے بولا تھا۔

"عجیب سا دوپٹہ ہے ٹک ہی نہیں رہا۔" امسال بے زار سی شکل بناتے ہوئے بولی تھی۔

"میری جان پِن کس لیے ایجاد ہوئی ہے دنیا میں؟ پِن لگا کر سیٹ کر لو۔" ابتہاج نے حل پیش کیا تھا۔

"ارے ہاں! یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں۔" امسال اب پِن ڈھونڈنے میں مصروف ہو گئی تھی۔

"لاؤ مجھے دو میں لگا دیتا ہوں۔۔۔اس میں بھی تم گھنٹا لگا دو گی۔" ابتہاج نے اگلی بات ہلکی آواز میں کہی تھی۔

"کیا کہا آپ نے؟!" امسال نے ایک آئی برو اُچکاتے ہوئے پوچھا تھا۔

"کچھ بھی تو نہیں۔۔۔۔۔میں تو اس لیے کہہ رہا تھا کہ کہیں جلدی کے چکر میں تمہیں پِن چبھ نہ جائے۔" ابتہاج نے فوراً بات بنائی تھی۔

"کتنے ڈرامے باز ہیں آپ میر۔" امسال نے آنکھیں چڑھاتے ہوئے کہا تھا۔

"ہاہاہا! تم سے کم۔" ابتہاج ہنستے ہوئے امسال کا دوپٹہ سیٹ کرنے میں مدد کر رہا تھا۔

امسال نے ڈیپ ریڈ کلر کا بھرا ہوا گھیر دار فراک اور چوری دار پجامہ زیب تن کیا ہوا تھا۔ بالوں کا آگے سے ٹویسٹ بنا کر باقی بالوں کو خوبصورت جُوڑے کی شکل دی ہوئی

تھی، تقریب کی مناسبت سے ہلکے میک اپ میں بھی وہ بے انتہا خوبصورت لگ رہی تھی۔ابتہاج آج نئے سرے سے اُس پہ فدا ہوا تھا۔

"ویسے اتنے ہتھیار استعمال کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"ابتہاج کی آنکھیں امسال کے چہرے پہ ٹکی تھیں۔

"ہتھیار؟کون سے ہتھیار؟"امسال نا سمجھی سے بولی تھی۔

"یہی جو اتنا تیار ہو کر مجھ معصوم پہ بجلیاں گرا رہی ہو،کچھ تو رحم کرو یار میں تو بلکل نہتا ہوں۔"ابتہاج کے پورے وجود سے امسال کے لیے محبت ٹپک رہی تھی۔

"زیادہ چھچھورپن نہ کریں،چلیں دیر ہو رہی ہے۔"امسال حیا کے رنگوں سے رنگی ہوئی ابتہاج کی سائڈ سے نکلنے لگی تھی۔

"ہاہاہا!ہماری لڑکی شرما گئی۔"ابتہاج نے کہہ کر امسال کے ماتھے پہ عقیدت بھرا بوسا دیا تھا جبکہ امسال اپنے محرم کی محبت کو محسوس کرتے ہوئے کسی اور دنیا میں پہنچ گئی تھی۔

یہ منظر ہے کراچی شہر کے نامور فائو سٹار ہوٹل کا جہاں آج المیر اور ارحان کے نکاح کی تقریب رکھی گئی تھی۔ہوٹل کی ہال نمہ وسیع و عریض جگہ کو بہت خوبصورتی سے سجایا

گیا تھا، نکاح کی تھیم کے مطابق سٹیج کو لال اور سفید گلاب کے پھولوں سے سے سجایا گیا تھا۔ مہمان آنا شروع ہو چکے تھے اور دونوں میزبان اُن کا استقبال کر رہے تھے۔ المیر اور ارحان بھی ہوٹل پہنچ چکے تھے، کچھ ہی دیر میں دونوں کا نکاح شروع ہونے والا تھا۔

المیر نے سفید رنگ کا پیروں کو چھوتا فراک پہن رکھا تھا جس پہ گولڈن رنگ کا خوبصورت کام کیا گیا تھا۔ سر پہ سفید ہی دوپٹہ سیٹ کیا ہوا تھا اور اُس پہ لال رنگ کے نیٹ کے دوپٹے کا گھونگھٹ کیا ہوا تھا۔ المیر بلاشبہ بہت پیاری لگ رہی تھی، آج ارحان کے دل پہ شدت بھرا وار ہونے والا تھا۔ المیر کے ساتھ ماہا اور اُس کی بڑی بہن موجود تھیں، بس امسال کے پہنچنے کا انتظار تھا۔

"ارے بھئی ماشاءاللہ آج تو کوئی بے انتہا حسین لگ رہا ہے۔" برائڈل روم کا دروازہ کھلا تھا اور امسال اندر داخل ہوئی تھی۔

امسال سیدھا المیر کی جانب بڑھی تھی اور امسال کو دیکھ کر المیر بھی اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی تھی، دونوں ایک دوسرے سے گلے ملی تھیں۔ امسال آج المیر کو دیکھ کر بہت خوش تھی اور اُسکی دائمی خوشیوں کی دل سے دعا کی تھی۔ تھوڑی ہی دیر بعد تینوں المیر کو لیے سٹیج پہ آئی تھی، نکاح شروع ہونے والا تھا۔

ارحان بھی سفید رنگ کا کرتا پجامہ اور اُس پہ کالے رنگ کی خوبصورت ویسٹ کوٹ پہنے سٹیج پہ پہلے سے ہی موجود تھا، ارحان کے دائیں اور بائیں ارشمیل اور ارحان کھڑے تھے۔ المیر کو ارحان کے بلکل سامنے بٹھایا گیا تھا لیکن دونوں ہی فی الحال ایک دوسرے کو نہیں دیکھ سکتے تھے کیونکہ دونوں کے درمیان سفید رنگ کا پردہ حائل تھا۔ المیر کے بیٹھتے ہی نکاح کے کلمات شروع کیے گئے تھے۔

المیر نے اپنے ماں باپ کے حصار میں، آنکھوں میں آنسو اور کانپتے ہاتھوں سے نکاح کے کاغزات پہ سائن کیے تھے اور اپنے ساتھ ساتھ اپنی پوری زندگی خوشی خوشی ارحان کے حوالے کر دی تھی۔ المیر کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے، دل میں وہ مسلسل اپنے رب کا شکر ادا کر رہی تھی جس نے آج کے دن اُس کی پاک محبت کو انجام تک پہنچایا تھا۔

"ارحان دُرانی ولد وقاس دُرانی، آپ کا نکاح المیر شیخ بنتِ صالح شیخ سے حق مہر پانچ لاکھ طے پایا ہے، کیا آپ کو قبول ہے؟" وقاس صاحب نے نکاح کے کلمات ادا کیے تھے۔

"قبول ہے!" ارحان نے ایک سیکنڈ کی بھی دیر کیے بغیر جواب دیا تھا۔

ایسے ہی مزید دو بار قبول ہے بول کر ارحان آج المیر کو ہمیشہ کے لیے اپنی زندگی میں شامل کر چکا تھا، اُس نے جو کہا تھا وہ کر دکھایا تھا۔

"نکاح بہت بہت مبارک ہو پارٹنر!" امسال نے ارحان کو مبارک باد دی تھی۔

"بہت شکریہ، اتنی دیر سے کیوں آئی تم؟" ارحان نے شکوہ کیا تھا۔

"میں تو کب سے آئی ہوئی ہوں، آپ کی نظریں میری بہن سے ہٹیں تو آپ کسی اور کو دیکھیں گے نہ۔" امسال نے ارحان کو چھیڑا تھا۔

"آپ کی بہن کو کس نے کہا کہ وہ اتنی خوبصورت لگیں؟" ارحان بھی کہاں پیچھے رہنے والا تھا۔

ارحان کی تعریف پہ المیر جھینپ گئی تھی جبکہ باقی تمام دوستوں نے 'اوہووو!' کی آواز نکالی تھی۔ تمام دوست سٹیج پہ قبضہ کئے ارحان اور المیر کی ٹانگ کھینچ رہے تھے، ارحان پہ تو کچھ خاص اثر نہ ہو رہا تھا لیکن بچاری المیر کا شرم کے مارے بُرا حال ہو گیا تھا۔ المیر کی حالت دیکھ امسال کو اُس پہ ترس آیا تھا۔

"مجھے بہت خوشی ہوئی ارحان کہ تم نے صحیح فیصلہ لیا، اللہ تم دونوں کو ہمیشہ خوش رکھے، آمین۔" امسال نے دل سے دعا دی تھی۔

"آمین! اگر تم میری رہنمائی نہ کرتی تو شائد آج میں یہاں نہ ہوتا۔" ارحان نے تشکر بھرے لہجے میں کہا۔

"نکاح مبارک! خوش رہو اور المیر کو بھی خوش رکھنا یہ میرے لیے بلکل میری چھوٹی بہن کی طرح ہے۔" ابتہاج نے ارحان سے گلے ملتے ہوئے مبارک باد پیش کی تھی اور المیر کے سر پہ بڑے بھائی کی طرح ہاتھ رکھا تھا۔

ابتہاج کے ارحان سے گلے ملنے پہ ایک بار پھر سب نے شور کیا تھا اور کیوں یہ بات صرف وہ دوست ہی جانتے تھے، سب سے زیادہ آواز امسال کی ہی تھی۔ امسال کو خوش دیکھ کر ابتہاج سرشار ہوا تھا۔

"ویسے ارحان اچھے لگ رہے ہو تم آج پہلی بار۔" امسال نے شرارت بھرے لہجے میں کہا۔

"اور تم آج بھی چڑیل ہی لگ رہی ہو۔" ارحان کی بات پہ سب ہنسے تھے جبکہ امسال نے منہ بنایا تھا۔

"میر دیکھیں یہ مجھے چڑیل بول رہا ہے۔" امسال نے کسی چھوٹے بچے کی طرح ارحان کی شکایت ابتہاج سے کی تھی۔

"یار مانا کہ یہ چڑیل ہے لیکن آج تو قاتل چڑیل لگ رہی ہے۔" ابتہاج کے کہنے پہ سب کے قہقہے اور زور سے بلند ہوئے تھے۔

"میر رر!!" امسال بے یقینی سے ابتہاج کو دیکھ رہی تھی اور پھر دانت پیستے ہوئے بولی تھی۔

"ہاہاہا! سوری، میرا مطلب تھا قاتل حسینہ۔" ابتہاج نے امسال کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا تھا جو کہ ناراضگی کا ڈرامہ کرتے ہوئے سٹیج سے نیچے جانے لگی تھی۔

خوشیوں بھرے ماحول میں تقریب اپنے اختتام کو پہنچی تھی۔

"یار المان جلدی کرو مجھے دیر ہو رہی ہے۔" امسال بہت ہی مصروف لہجے میں بول رہی تھی۔

"صبر کر لو آپی، مجھے یہ کام ختم کرنے دو۔" المان بھی کسی کام میں لگا ہوا تھا۔

"بعد میں کرنا، پہلے مجھے چھوڑ کر آؤ۔" امسال المان کو گھورنے لگی تھی۔

"ہیلو میڈم، میں آپ کا نوکر نہیں ہوں اور نہ ہی ابتہاج بھائی جو بھاگ بھاگ کر آپ کے کام کروں۔" المان چڑا تھا۔

"کتنے بد تمیز ہو گئے ہو تم طوبہ! ابتہاج یہاں ہوتے تو میں تمہارے ساتھ اپنا سر نہ کھپا رہی ہوتی۔" امسال نے بھی فوراً جواب دیا تھا۔

امسال پچھلے تین دن سے اپنے والدین کی طرف رکنے آئی ہوئے تھی۔ابتہاج بزنس کے سلسلے میں ملک سے باہر گیا ہوا تھا،آج شام وہ واپس آنے والا تھا۔امسال ہوا کے گھوڑے پہ سوار تھی کیونکہ اُسے گھر پہنچنا تھا تاکہ ابتہاج کے لیے اُس کا پسندیدہ کھانا بنا سکے۔المان امسال کو واپس چھوڑنے جانے والا تھا لیکن ایسا کیسے ہو سکتا تھا کہ وہ امسال کو تنگ نہ کرتا؟

"ویسے آپی بہت جلدی ہو رہی ہے سسرال جانے کی تمہیں۔"المان نے شرارت بھرے لہجے میں کہا تھا۔

"زیادہ دانت نہیں نکالو اپنے،کام کرنے ہیں مجھے وہاں جا کر۔"امسال نے دانت پیستے ہوئے جواب دیا تھا۔

"ہاں ہاں میں سمجھ گیا کون سے کام ہیں۔۔۔ابتہاج بھائی پورے ایک ہفتے بعد واپس آ رہے ہیں،تمہاری آکسیجن واپس آ رہی ہے۔"المان نے ایک آنکھ دباتے ہوئے کہا تھا۔

"المان! پٹو گے تم میرے ہاتھ سے،شرم تو نہیں آتی تمہیں بڑی بہن کو چھیڑتے ہوئے۔"امسال نے کشن اُٹھا کر المان کو دے مارا تھا۔

"ہاہاہا!اب تم سے کیسی شرم آپی؟"المان بھی ڈھیٹ تھا۔

"ویسے آپی،تم خوش تو ہو نا؟"المان اچانک سے ہی سنجیدہ ہوا تھا۔

المان کے اس سوال پہ امسال نے اُسے مڑ کر دیکھا تھا، وہ سنجیدہ لگ رہا تھا۔ امسال اپنا کام چھوڑ کر المان کے ساتھ آ کر بیٹھ گئی تھی۔

"میں بہت خوش ہوں المان، ابتہاج سچ میں بہت اچھے ہیں۔ تم سہی تھے، تم نے سہی کہا تھا کہ مجھے بعد میں سمجھ آئے گا۔ اُس وقت تو میں نے تمہیں ڈانٹ دیا تھا لیکن تم بلکل ٹھیک تھے۔" امسال ٹرانس میں بولی تھی۔

"میں نے تم سے کہا تھا نہ آپی، کہ ایک دن تم خود مجھ سے کہو گی کہ میں ٹھیک تھا۔" المان نے اپنا کالر جھاڑتے ہوئے کہا تھا جبکہ اُس کے ایسا کرنے پہ امسال ہنس دی تھی۔ امسال کو خوش دیکھ کر المان مزید پُر سکون ہو گیا تھا۔ وہ امسال سے چھوٹا ضرور تھا لیکن اُس کے لیے ہمیشہ بڑے بھائیوں کی طرح فکر کرتا تھا، وہ امسال کو جتنا تنگ کرتا تھا اُس سے کئی زیادہ محبت کرتا تھا۔

"بیگم صاحبہ میں بس گاڑی میں سامان رکھ رہا ہوں، ایک گھنٹے تک پہنچ جاؤں گا۔" ابتہاج ائرپورٹ کی پارکنگ میں موجود تھا، ایک ہاتھ میں فون تھا جبکہ دوسرے ہاتھ سے بیگ رکھ رہا تھا۔

"میں نے آپ سے کہا تھا کہ مجھے بتا دیجیئے گا اگر فلائٹ لیٹ ہو تو۔" امسال کی آواز دوسری جانب سے آ رہی تھی۔

"ارے یار میں بھول گیا تھا سوری، اب آ رہا ہوں نہ گھر پھر جی بھر کے ڈانٹ لینا۔" ابتہاج مسکراتے ہوئے بولا تھا۔

گاڑی ڈرائیور چلا رہا تھا، ائرپورٹ کی حدود سے باہر نکل چکے تھے۔ امسال ابتہاج سے فون پہ بات کر رہی تھی، ابتہاج کی فلائٹ آدھا گھنٹا لیٹ ہو گئی تھی۔ ابتہاج کی گاڑی کے پیچھے گارڈز کی بھی گاڑی تھی جنہیں جہانگیر صاحب نے بھیجا تھا۔

"آپ جلدی سے گھر آ جائیں ابتہاج مجھے آپ کو ایک بہت ضروری بات بتانی ہے۔" امسال نے لال ہوتے چہرے کے ساتھ کہا تھا، وہ آج ابتہاج سے اپنی محبت کا اظہار کرنے والی تھی۔

"میں بس آ رہا ہوں میری جا۔۔۔" ابتہاج کی بات پوری نہ ہوئی تھی کہ امسال کو فائرنگ کی آواز آئے تھی اور ساتھ ہی گاڑیوں کے تصادم کی۔

امسال اپنی جگہ سن ہو گئی تھی، اُسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ دوسری جانب سے ٹوں ٹوں کی آواز آ رہی تھی، فون بند ہو چکا تھا۔ امسال کو ان گنت خدشوں نے اپنے گھیرے میں لے لیا تھا، اُس کے ہاتھ سے فون چھوٹ کر زمین پر گرا تھا۔ نجانے قسمت

اب اُس کے ساتھ کون سا کھیل کھیل رہی تھی، نجانے اُسے خوشیاں کب نصیب ہونی تھیں؟

ابتہاج امسال سے بات کر رہا تھا کہ اچانک اُس کی گاڑی پہ اندھا دھن فائرنگ ہوئی تھی، کوئی بھی اس حملے کے لیے تیار نہیں تھا۔ ڈرائیور سے گاڑی بے قابو ہوئی تھی اور فٹ پاتھ سے بُری طرح ٹکرائی تھی۔ فائرنگ کرنے والے بائیک پہ سوار تھے، گارڈز کی ایک گاڑی اُن کے پیچھے گئی تھی جبکہ دوسری وہیں رک گئی تھی۔ ابتہاج کا بے ہوش وجود گاڑی کی پچھلی سیٹ پہ تھا اور خون پھیلتا جا رہا تھا، ڈرائیور بھی بے ہوش ہو چکا تھا۔ گارڈز نے ڈرائیور اور ابتہاج کو گاڑی سے باہر نکالا تھا اور فوراً دوسری گاڑی میں ڈال کر ہسپتال کی جانب روانہ ہوئے تھے۔ ابتہاج کو گولیاں لگی تھیں اور اُس کا وجود بلکل بے جان تھا۔

"یہ کیا کہہ رہے ہو تم؟!" جہانگیر صاحب اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے تھے۔

جو خبر گارڈز نے اُنہیں دی تھی وہ جہانگیر صاحب کے پیروں تلے زمین نکالنے کے لیے کافی تھی۔ جہانگیر صاحب کے چہرے کے اُتار چڑھاؤ دیکھ کر لاونج میں سب ہی پریشان ہو گئے تھے، معراج جہانگیر صاحب کے قریب آیا تھا۔

"ابتہاج کیسا ہے؟ وہ ٹھیک تو ہے؟" جہانگیر صاحب کا یہ کہنا تھا کہ وہاں موجود سب کے دل دہل گئے تھے۔

ابتہاج کا نام سُن کر بدحواس ہو کر کچن سے باہر آتی امسال بھی اپنی جگہ تھم گئی تھی۔

"میں آرہا ہوں!" جہانگیر صاحب نے اتنا کہہ کر فون بند کیا تھا۔ وہ مڑے تو اُن کی آنکھوں میں پانی تھا۔

"کیا ہوا ہے بابا؟" معراج کو کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔

"بابا! اب۔۔ ابتہاج کو ک۔۔ کچھ ہو گیا ہے، مم۔۔ میں نے فائر۔۔ فائرنگ کی آواز سنی ہے۔ بابا مم۔۔ مجھے ابتہاج کے پپ۔۔ پاس جانا ہے۔" امسال بھاگتے ہوئے جہانگیر صاحب کے پاس آئی تھی اور ہکلاتے ہوئے بولنے لگی تھی۔

ڈر اور رونے کی وجہ سے امسال سے کچھ بولا نہیں جا رہا تھا، امسال کی بات سُن کر جہانگیر صاحب کے علاوہ باقی سب سناٹے میں آ گئے تھے۔ جنت بیگم تو رونا شروع ہو گئی تھیں، زوئیلا اور ماہروش اُنہیں سنبھال رہی تھیں۔

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو امسال؟ تمہیں ایسا کیوں لگ رہا ہے؟" معراج کے اپنے حواس سلب ہو رہے تھے۔

"گاڑی نکالو اور ہسپتال چلو معراج، چھوٹے میر کو گولی لگی ہے۔" جہانگیر صاحب بہت ضبط سے بولے تھے۔

"مجھے بھی لے جائیں بابا پلیز۔۔" امسال روتے ہوئے منت بھرے لہجے میں بولی تھی۔

"مجھے بیڈ نمبر ٹو اور فور کی فائلز بھجوا دیں۔" حیدر اپنے روم میں بیٹھا انٹر کوم پہ سامنے والے سے مخاطب تھا۔

آج حیدر کی نائٹ ڈیوٹی تھی، وہ ہسپتال میں ہی تھا اور فی الحال کسی پیشنٹ کی رپورٹ دیکھ رہا تھا۔ حیدر نے کافی کا گھونٹ لیا تھا کہ کوئی بہت تیزی سے دروازہ بجاتے ہوئے اندر داخل ہوا تھا۔

"حیدر چل، ایک ایمرجنسی کیس آیا ہے۔۔۔ پیشنٹ کی حالت ٹھیک نہیں ہے، دو گولیاں لگی ہیں اور کافی بلڈ لاس بھی ہو گیا ہے۔۔۔ میں نے او-ٹی ریڈی کروانے کا کہہ دیا ہے۔" ڈاکٹر اسد پھولے ہوئے سانس کے ساتھ بول رہا تھا۔

اسد بہت ہونہار ڈاکٹر اور حیدر کا بہت اچھا دوست تھا، وہ اسی ہسپتال میں کام کرتا تھا۔

"سانس لے لے بھائی پہلے اور یہ تو خود بتانے کیوں آیا ہے؟" حیدر بھی اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا تھا۔

"تو سوال مت کر اور چل میرے ساتھ جلدی!!" اسد کہہ کر نکل گیا تھا۔

حیدر کو اسد کا رویہ عجیب لگا تھا، کوئی بھی ایمرجنسی ہوتی تو کبھی بھی اسد یا کوئی اور ڈاکٹر اُسے بتانے نہیں آتا تھا، یہ سب اُسے کال کر کے بتایا جاتا تھا یا کسی نرس کے ذریعے لیکن آج، اسد کا یوں آنا۔۔۔ حیدر کی چھٹی حس اُسے خبردار کر رہی تھی۔ حیدر اپنے آفس سے باہر نکل گیا تھا اب اُس کا رخ آپریشن تھیٹر کی جانب تھا۔

حیدر کا ہسپتال راستے میں آتا تھا اس لیے گارڈز ابتہاج کو وہیں لے آئے تھے۔ ابتہاج کے وجود کو خون میں لت پت دیکھ ہسپتال کا تمام اسٹاف دنگ رہ گیا تھا۔ تمام ڈاکٹرز اور اسٹاف ابتہاج کو بہت اچھے سے جانتے تھے کیونکہ ابتہاج اکثر ہی یہاں آتا جاتا رہتا تھا۔

حیدر کو یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ وہ ایمرجنسی کیس ابتہاج کا ہے کیونکہ سب ہی حیدر اور ابتہاج کے رشتے اور دوستی سے واقف تھے۔

"حیدر حوصلہ رکھنا میرے بھائی۔" اسد آپریشن تھیٹر کے دروازے پہ کھڑا حیدر کا انتظار کر رہا تھا، حیدر کو دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"کیا ہوا ہے اسد، اتنا عجیب برتاؤ کیوں کر رہے ہو؟" حیدر کو تشویش ہو رہی تھی۔

اسد بغیر کوئی جواب دئے اندر چلا گیا تھا جبکہ حیدر بھی اپنا سر جھٹک کر اندر کی جانب بڑھا تھا لیکن سامنے سٹریچر پر پڑے بے جان وجود کو دیکھ کر وہیں جم گیا تھا۔ حیدر کی دنیا ایک سیکنڈ میں اُلٹ گئی تھی، اُسے اپنی آنکھوں پہ یقین نہیں آ رہا تھا، وہ اپنے سامنے موجود اس منظر کو جھٹلا دینا چاہتا تھا۔ حیدر دیوانوں کی طرح بھاگتا ہوا سٹریچر کے قریب پہنچا تھا اور وہاں پہنچ کر اُس کے قدم لڑکھڑائے تھے۔ اسد نے حیدر کو سہارا دیا تھا۔

حیدر ایک مضبوط مرد تھا لیکن اپنے جان سے پیارے بھائی کو اس حالت میں دیکھ کمزور پڑ رہا تھا۔

"حیدر ہوش میں آؤ، ہمیں سرجری شروع کرنی ہے۔۔۔ زیادہ وقت نہیں ہے ہمارے پاس۔" اسد نے حیدر کو جھنجوڑا تھا۔

"میں نہیں کر سکتا یہ سرجری، مجھ سے نہیں ہو گی۔" حیدر کی آواز میں لڑکھڑاہٹ تھی، آنکھیں نم ہو چکی تھیں۔

حیدر بہت قابل ڈاکٹر تھا، چھوٹی ہی عمر میں اُس کا شمار شہر کے نامور سرجن میں ہوتا تھا۔ کوئی بھی سرجری کتنی ہی مشکل کیوں نہ ہو، حیدر کے ہاتھ اُسے سرانجام دیتے ہوئے کبھی نہیں کانپے تھے لیکن آج۔۔۔آج تو اُس کی آواز بھی کانپ رہی تھی۔

"ہوش کرو حیدر، تمہارے علاوہ اس وقت اور کوئی سرجری نہیں کر سکتا ہے۔۔۔ابتہاج کی زندگی اللہ کے بعد تمہارے ہاتھوں میں ہے میرے بھائی، تم کمزور نہیں پڑ سکتے! تم حیدر یزدانی ہو، اس شہر کے بہترین سرجن۔ کم آن حیدر، یو کین ڈو اٹ!" اسد حیدر کی ہمت بندھا رہا تھا۔

حیدر نے اپنی آنکھیں قرب سے بند کی تھیں، آنکھیں کھولتے ہی اُس کی نظر سامنے موجود مونٹر پہ پڑی تھی جہاں پلس ریٹ بہت تیزی سے نیچے گر رہا تھا، باقی کا سٹاف اُسے کنٹرول کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ حیدر کی اپنی جان سولی پہ اٹکی ہوئی تھی۔

"میں تجھے کچھ نہیں ہونے دوں گا ابتہاج۔۔۔یا اللہ! میری مدد کر، مجھے حوصلہ دے!" حیدر نے خود کو سنبھالا تھا۔

میر جہانگیر اور میر معراج امسال کو لیے ہسپتال پہنچ چکے تھے اور آپریشن تھیٹر کے باہر موجود تھے۔ اندر سے باہر آتی ایک نرس سے ابتہاج کے بارے میں پوچھا تھا جس نے

جواب میں دعا کرنے کو کہا تھا۔ابتہاج کی سنجیدہ حالت کے بارے میں سن کر امسال اپنی جگہ پہ بیٹھتی چلی گئی تھی۔جہانگیر صاحب کے لبوں پہ اللہ کا کلام تھا،آنکھیں ضبط کی شدت سے لال ہو رہی تھیں۔میر معراج کی حالت بھی کچھ اچھی نہ تھی،اُس کی آنکھوں میں بھی پانی تیر رہا تھا جسے باہر آنے سے وہ روکے ہوئے تھا۔

"اللہ کرے تم مر جاؤ میرا ابتہاج جہانگیر!!"

"کیوں خود کو بددعائیں دے رہی ہو،بیوا ہو جاؤ گی۔"

"میں وہ پہلی بیوا ہوں گی جسے اپنے بیوا ہونے کا کوئی دکھ نہیں ہو گا۔"

ابتہاج کی حالت کا سن کر امسال کی کانوں میں یہی الفاظ گھومنے لگے تھے۔امسال کے آنسو تھمے تھے،وہ غم کی شدت سے پاگل ہونے کو تھی۔اُسی نے تو یہ بددعا دی تھی،وہ یہی تو چاہتی تھی کہ ابتہاج مر جائے،تو اب اُسے اتنی تکلیف کیوں ہو رہی تھی؟امسال کو احساس ہوا تھا کہ وہ بددعا اُس نے ابتہاج کو نہیں بلکہ خود کو ہی دی تھی،آج اُس کی اپنی بددعا ہی اُسے کھا رہی تھی۔امسال نے اپنے کانوں پہ ہاتھ رکھ لیے تھے،اُس کا دل کر رہا تھا کہ وہ چیخ چیخ کر سب کو بتائے کہ وہ ایسا نہیں چاہتی،وہ ابتہاج کو بتانا چاہتی تھی کہ وہ اُس کے بغیر نہیں رہ سکتی تھی۔

ابتہاج یہ شطرنج کی بازی پوری طرح سے جیت چکا تھا، ہاں! وہ شطرنج کا بے تاج بادشاہ تھا! اُس نے بساط پلٹ دی تھی اور امسال بُری طرح ہار چکی تھی۔

سرجری شروع ہوئے ایک گھنٹا ہونے والا تھا۔ حیدر مہارت سے اپنا کام کر رہا تھا لیکن اُس کے دل میں ڈر ہی ڈر بھرا ہوا تھا، وہ گاہے بگاہے مونٹر پہ نظر دوڑا رہا تھا۔ اس سرجری میں اسد حیدر کی مدد کر رہا تھا۔ ابتہاج کو دو گولیاں لگی تھیں، ایک گولی ہاتھ کو چھو کر گزری تھی جبکہ دوسری گولی پسلی کے نیچے لگی تھی۔ گولی نکال لی گئی تھی لیکن زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ سے ابتہاج کی حالت اب بھی بہت نازک تھی۔ حیدر زخم کو ٹانکوں کی مدد سے بند کر رہا تھا۔ ابتہاج مشینوں میں جکڑا ہوا تھا، چہرے پہ آکسیجن ماسک لگا تھا جو اُسے سانس لینے میں مدد دے رہا تھا لیکن مونٹر پہ پَلس ریٹ اب بھی سٹیبل نہیں تھا، ابتہاج ہمت ہار رہا تھا۔

"میرا ابتہاج، تو ایسے ہمت نہیں ہار سکتا!" حیدر ابتہاج کے کان کے قریب آکر بولا تھا۔ سرجری مکمل ہو چکی تھی۔ حیدر باہر نہیں نکلا تھا بلکہ وہیں ابتہاج کے برابر میں بیٹھ گیا تھا۔

"ابتہاج اُٹھ نا! دیکھ میں نے خود سے وعدہ کیا تھا کہ تجھے کچھ نہیں ہونے دوں گا، تو مجھے ایسے ہارنے دے گا؟" حیدر اب رونے لگا تھا۔ اسد نے حیدر کے کندھے پہ ہاتھ رکھا تھا۔

"میرو ایک بار آنکھیں کھول دے پلیز میرے بھائی، وعدہ کرتا ہوں تجھے کبھی بھی میرو نہیں بلاؤں گا۔" حیدر ابتہاج کو لالچ دے رہا تھا لیکن ابتہاج بے سدھ پڑا کچھ نہیں سُن رہا تھا۔

"باہر جاؤ حیدر، گھر والے آچکے ہیں، انتظار کر رہے ہیں وہ لوگ کسی اچھی خبر کا۔" اسد نے حیدر کے کندھے کو سہلاتے ہوئے کہا تھا۔

ابھی تو حیدر کا ایک اور کڑا امتحان تھا، اُسے باہر جا کر سب کو ابتہاج کی حالت سے آگاہ کرنا تھا۔

"ہمم! ابتہاج کو آئی سی یو میں شفٹ کروا دو، میں آتا ہوں۔" حیدر اتنا کہہ کر باہر نکل گیا تھا۔

باہر تمام گھر والے موجود تھے، جنت بیگم، زوئیلا اور ماہروش بھی ہسپتال آگئے تھے۔ مہمل کو ماہروش نے اپنے والدین کی طرف چھوڑا ہوا تھا۔ زوباریہ بیگم اور ہمدان

صاحب بھی ہسپتال پہنچ چکے تھے۔زوباریہ بیگم کو اپنی بیٹی کی حالت دیکھ کر رونا آرہا تھا۔اندر داماد زندگی اور موت سے جنگ کر رہا تھا اور باہر بیٹی کی اُجڑی حالت اُن سے برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ہر کوئی اللہ سے ابتہاج کی زندگی کی بھیک مانگ رہا تھا۔

امسال تو بلکل خاموش ہو گئی تھی،ایک لفظ بھی نہ بول رہی تھی بس آنکھوں سے آنسو مسلسل جاری تھے۔آنکھیں رونے کی وجہ سے لال تھیں،اُس کے دماغ میں اب بھی وہی الفاظ گھوم رہے تھے۔امسال ابتہاج کی اس حالت کا زمہ دار خود کو سمجھ رہی تھی، اُس نے سوچ لیا تھا کہ اگر ابتہاج کو کچھ بھی ہوا تو وہ خود کو کبھی معاف نہیں کرے گی۔ اس وقت تمام شیطانی سوچوں نے اُس کے دماغ پہ قبضہ کیا ہوا تھا۔

"ابتہاج کیسا ہے حیدر؟"حیدر کو باہر آتے دیکھ میر جہانگیر،معراج اور ہمدان صاحب اُس کی جانب بڑھے تھے۔

"بابا!"حیدر میر جہانگیر کے گلے لگ کر رو دیا تھا۔جہانگیر صاحب کو دیکھ کر وہ خود پہ قابو نہیں کر پایا تھا۔

"کیا ہوا ہے حیدر؟کیوں رو رہے ہو ایسے تم؟کچھ نہیں ہوا ہے ہمارے ابتہاج کو!"میر معراج نجانے حیدر کو تسلی دے رہا تھا یا پھر خود کو۔

"وہ ٹھیک نہیں ہے بھائی، اُس کی حالت اب بھی کریٹیکل ہے۔" حیدر نے اپنی آنکھیں صاف کرتے ہوئے کہا تھا۔

"حیدر بھائی ابتہاج کیسے ہیں؟" اتنے عرصے میں امسال نے پہلی بار کچھ کہا تھا۔

"امسال تم دعا کرو کہ اُسے ہوش آجائے، اُس کا ہوش میں آنا بے حد ضروری ہے۔" حیدر نے سوچ سمجھ کے کہا تھا وہ امسال کو ابتہاج کی حالت کے بارے میں زیادہ کچھ نہیں بتانا چاہتا تھا۔

"کیا میں ابتہاج سے مل سکتی ہوں پلیز؟" امسال کا لہجہ منت بھرا تھا۔

"نہیں، ابھی ہم اُسے آئی سی یو میں شفٹ کر رہے ہیں۔" حیدر نے جواب دیا تھا۔

امسال ابتہاج سے ملنے کی ضد کرنے لگی تھی لیکن حیدر اجازت نہیں دے رہا تھا، ہمدان صاحب نے امسال کو پکڑا ہوا تھا۔

"امسال میری جان حوصلہ کرو اور دعا کرو اللہ اسے بچے۔" زوباریہ بیگم امسال کو لے کر ویٹنگ ایریا کے صوفے پر بیٹھی تھیں۔

"کس منہ سے دعا کروں ماما جبکہ اُن کی اس حالت کی زمہ دار ہی میں ہوں۔" امسال نے روتے ہوئے کہا تھا۔

"کیا مطلب ہے تمہاری اس بات کا؟" زوباریہ بیگم کو کچھ سمجھ نہیں آیا تھا۔

"میری بددعا مجھے ہی لگ گئی ماما، میں نے اپنے ہاتھوں سے اپنی خوشیاں اُجاڑ دیں!"

امسال پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

"ایسے نہیں کہتے امسال، کیا بول رہی ہو مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا ہے۔" زوباریہ بیگم پریشان ہوتے ہوئے بولی تھیں۔

امسال نے روتے روتے زوباریہ بیگم کو سرسری سا بتایا تھا۔ زوباریہ بیگم نے امسال کے خوف اور رونے کی وجہ سے کانپتے ہوئے وجود کو خود سے لگایا تھا اور دل میں اللہ سے رحم کی درخواست کی تھی۔

"جاؤ امسال اور معافی مانگو اللہ سے، ساتھ ہی ابتہاج کی زندگی بھی۔" تھوڑی دیر بعد زوباریہ بیگم امسال سے مخاطب ہوئی تھیں۔

امسال اُٹھ کر پریر روم کی جانب چلی گئی تھی۔ ایک وہی ذات تھی جو اُسے اُس کی خوشیاں دوبارہ عطا کر سکتی تھی۔

"ماما پلیز کچھ کھا لیں، بھائی کو کچھ نہیں ہو گا۔" زوئیلا اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے جنت بیگم سے مخاطب تھی۔

"مجھے کچھ نہیں کھانا!" جنت بیگم نے جواب دیا تھا۔

"آپ نے صبح سے کچھ نہیں کھایا ہے ماما۔" زوئیلا نے ایک بار پھر کوشش کی۔

"اندر میرا بچہ زندگی اور موت سے لڑ رہا ہے، میں کیسے کچھ کھالوں؟ میرے حلق سے ایک نوالہ نہیں اُترے گا زوئیلا۔ اب اگر تم نے یہ بات دہرائی تو میں تمہیں گھر بھجوادوں گی۔" جنت بیگم ہلکے غصے سے بولی تھیں۔

"اُس پہ کیوں غصہ کر رہی ہو؟ وہ تمہاری فکر میں ہی بول رہی ہے۔" جہانگیر صاحب نے زوئیلا کے سر پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تھا۔

زوئیلا اُن کے گلے لگ کے رونے لگی تھی، ابتہاج نہ صرف اُس کا بھائی بلکہ بیسٹ فرینڈ تھا۔

"جہانگیر میرے ابتہاج کو کچھ ہو گا تو نہیں نہ؟" جنت بیگم ایک بار پھر رونے لگی تھیں۔

"کچھ نہیں ہو گا ہمارے بیٹے کو، وہ میرا شیر بیٹا ہے بہت جلد ٹھیک ہو جائے گا۔"

جہانگیر صاحب نے جنت بیگم کو خود سے لگایا تھا۔ ایک آنسو اُن کی آنکھ سے ٹپک کر جنت بیگم کے دوپٹے میں جزب ہو گیا تھا۔

"نجانے کس کی نظر لگ گئی ہے ہمارے گھر کو۔" جنت بیگم بولی تھیں جبکہ جہانگیر صاحب اُنہیں تسلی دے رہے تھے۔

امسال صلوٰۃ الحجات ادا کر کے جائے نماز پہ بیٹھی تھی، ہاتھ دعا کے لیے اُس پاک پروردگار کی بارگاہ میں اُٹھے ہوئے تھے لیکن الفاظ اُس کا ساتھ نہ دے رہے تھے۔ وہ انتہائی قرب کی حالت میں بس آنسو بہا رہی تھی۔ ابتہاج کے ساتھ گزرا ہر ایک پل اچھا ہو یا بُرا کسی فلم کی طرح اُس کے دماغ کے پردے پہ چل رہا تھا۔

"یا اللہ! میں جانتی ہوں کہ میں آپ کی بہت گناہگار اور ناشکری بندی ہوں۔ آپ نے جو گوہر مجھے عطا کیا میں آج تک اُس کی ناقدری ہی کرتی رہی لیکن میرے اللہ مجھے اُس کی یہ سزا نہ دیں۔ یا اللہ میں معافی مانگتی ہوں، میں نے جو کہا مجھے نہیں کہنا چاہیئے تھا۔ میں نہیں جانتی تھی کہ میرا وہ بول مستقبل میں میرے ہی آگے آئے گا، میں نادان تھی میرے اللہ مجھے معاف کر دیں۔ ابتہاج کو مجھے واپس لوٹا دیں! آپ ہی نے تو اُن کی محبت میرے دل میں ڈالی ہے، یا اللہ میں آپ سے اُن کی زندگی کی بھیک مانگتی ہوں میرے رب اُنہیں بلکل پہلے جیسا صحت مند اور تندرست کر دیں۔۔۔۔ اگر ابتہاج کو کچھ ہو گیا تو میں زندگی بھر خود کو معاف نہیں کر پاؤں گی، مجھے اس شرمندگی سے بچا لیں میرے مالک۔۔۔۔" امسال کا دل دعا گو تھا، آنکھوں سے پانی بہتا چلا جا رہا تھا۔

وہ اپنے رب کے سامنے گڑگڑا رہی تھی اور ایسا کیسے ہو سکتا تھا کہ وہ پاک ذات اپنے در پہ آئے سوالی کو خالی ہاتھ لوٹا دیتا؟

رات بارہ بجے کا وقت ہو رہا تھا، ابتہاج کی حالت میں اتنی بہتری آئی تھی کہ اُس کے وائٹلز اب سٹیبل تھے۔ خطرا اب بھی ٹلا نہیں تھا، اگلے پانچ گھنٹوں میں ابتہاج کا ہوش میں آنا بہت ضروری تھا ورنہ وہ کوما میں جا سکتا تھا۔ سب ہی ابتہاج کے ہوش میں آنے کے منتظر اور دعا گو تھے۔ امسال تھوڑی دیر باہر آتی اور پھر دوبارہ پریر روم میں جا کر بیٹھ جاتی، اُس نے ایک گھونٹ نہ تو پانی کا پیا تھا نہ ہی کچھ کھایا تھا۔ اُسے اس وقت صرف ایک چیز چاہیئے تھی اور وہ تھی ابتہاج کی صحت یابی!

مزید کچھ وقت گزرا تھا کہ ابتہاج کی حالت اچانک بگڑی تھی، حیدر بھاگتا ہوا آئی سی یو کی جانب آیا تھا۔ آئی سی یو کے باہر ایک بار پھر ہل چل مچ گئی تھی، سب کی سانس حلق میں ہی اٹکی ہوئی تھی۔ کسی میں بھی کوئی بُری خبر سننے کی ہمت نہ تھی، سب کو انتظار تھا تو صرف کوئی اچھی خبر کا۔

پندرہ منٹ بعد حیدر واپس باہر آیا تھا لیکن اس بار اُس کے چہرے پہ خوشی کی رمق تھی۔

"مبارک ہو، ابتہاج کو ہوش آگیا ہے!" حیدر نے سب کو خوشی کی نوید سنائی تھی۔ سب ایک دوسرے کو مبارک باد دے رہے تھے، اتنے گھنٹوں کے بعد اُنہیں کوئی خوشی کی خبر ملی تھی۔ امسال سب کے درمیان موجود نہیں تھی، وہ اب بھی پریر روم میں ہی تھی۔ اللہ نے باقی سب کے ساتھ اُس کی فریاد بھی سُن لی تھی، اُس پاک ذات نے اُسے خالی ہاتھ نہیں لوٹایا تھا۔

"مجھے ملنا ہے اپنے بچے سے۔" جنت بیگم بے تابی سے بولی تھیں۔

"ویسے تو میں کسی کو اجازت نہیں دیتا لیکن آپ تو سپیشل ہیں تو چلیں مل سکتی ہیں لیکن صرف دیکھنا ہے کیونکہ وہ ابھی دواؤں کے زیرِ اثر غنودگی میں ہے۔۔۔ ماما اور بابا جا سکتے ہیں بس، باقی سب روم میں شفٹ ہونے کے بعد مل لیجیئے گا، ابھی اُسے کچھ گھنٹے انڈر آبزرویشن رکھیں گے۔" حیدر اپنی بات مکمل کر کے جنت بیگم کو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔

جہانگیر صاحب ابتہاج کو ایک نظر دیکھ کر اپنی تسلی کر چکے تھے، ابتہاج فی الحال سو رہا تھا۔ گارڈز نے فائرنگ کرنے والوں کو پکڑ لیا تھا اور اُن سے اُس شخص کا نام اگلوانے میں بھی کامیاب ہو چکے تھے جس کے کہنے پہ اُنہوں نے ابتہاج پہ حملہ کیا تھا۔ جہانگیر

صاحب جنت بیگم، ماہروش اور زوئیلا کو گھر لے گئے تھے جبکہ حیدر، معراج اور امسال ہسپتال میں ہی موجود تھے۔ تینوں کو گھر چھوڑ کر جہانگیر صاحب اب اپنے سب سے اہم کام کے لیے نکل گئے تھے اور وہ تھا اُس شخص کو سبق سکھانا جس نے یہ سب کروایا تھا۔

"کس کا کام ہے یہ؟" جہانگیر صاحب گارڈز سے بات کر رہے تھے۔

"سر کسی سرمد بیگ نے ابتہاج سر پہ حملہ کروایا ہے۔" گارڈ نے جواب دیا تھا۔

سرمد کا نام سنتے ہی جہانگیر صاحب کی آنکھیں لال ہو رہی تھیں، اُن کا بس نہیں چل رہا تھا کہ سرمد کو گولیوں سے چھلنی کر دیں۔

"سرمد کو اس بار میں نہیں بخشوں گا، پہلے ہمارے گھر کی عزت پہ ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی اور اب میرے بیٹے کی جان لینے کی!" جہانگیر صاحب انتہائی غصے کے عالم میں بول رہے تھے۔

"حماد میرے لائر کو فون کر کے ملنے کا کہو، اٹس ارجنٹ!" جہانگیر صاحب نے اپنے پرسنل سیکریٹری کو فون کیا تھا۔

"اس بار یہ سرمد بچ کر بھاگ نہیں پائے گا۔" میر جہانگیر کا دماغ بہت تیزی سے کام کر رہا تھا۔

اس بار وہ سرمد کے خلاف بہت مضبوط اور لیگل ایکشن لینے والے تھے، میر جہانگیر ایک بہت طاقت ور بزنس ٹائیکون تھے، اس بار سرمد کا بچنا ناممکن سا ہو چکا تھا۔

وہ اپنی آنکھیں کھولنا چاہتا تھا لیکن کھول نہیں پا رہا تھا، کمزوری کی وجہ سے اُسے آنکھیں کھولنا مشکل لگ رہا تھا۔ وہ اپنے آس پاس کسی کی موجودگی محسوس کر رہا تھا اور آہستہ آہستہ ہوش کی دنیا میں واپس آ رہا تھا۔ تیز روشنی کی وجہ سے اُس کی سنہری آنکھیں چندھیانے لگی تھیں، سر میں درد کی ایک شدید لہر اُٹھی تھی۔ ابتہاج نے اپنا بایاں ہاتھ سر پہ رکھنے کے لیے اُٹھایا تو ایک اور درد کی لہر اُس کے بازو میں اُٹھی تھی جس کی شدت قدرے زیادہ تھی۔ ابتہاج کو اپنی حالت سمجھنے میں کچھ وقت لگا تھا، دماغ جو اتنے گھنٹوں سے سن پڑا تھا اُس نے دوبارہ کام کرنا شروع کیا تھا۔ اُس نے خود کو مشینوں کی زد میں پایا تھا، چہرے پہ آکسیجن ماسک اب بھی لگا ہوا تھا، آہستہ آہستہ اُسے سب کچھ یاد آ رہا تھا۔

"جان نکال دی تھی تو نے میری!" حیدر نے ابتہاج کو ہوش میں آتے ہوئے دیکھا تھا اور اُس کے سر پہ جا کھڑا ہوا تھا۔

"صرف تمہاری نہیں اس نے ہم سب کی جان نکال دی تھی۔" حیدر کے پیچھے سے معراج نمودار ہوا تھا۔

حیدر نے ابتہاج کا چیک اپ کیا تھا اور اُس کے منہ سے آکسیجن ماسک ہٹایا تھا۔ ابتہاج کی حالت اب کافی حد تک سنبھل چکی تھی، وہ خطرے سے باہر تھا۔

"دو گولیاں کھا کے یہاں پڑا ہوا ہے، ویسے تو بہت شیر بنتا ہے۔" حیدر کا غصہ کم نہیں ہو رہا تھا۔ اُس سے وہ وقت نہیں بھلایا جا رہا تھا جب ابتہاج کی جان ہاتھوں سے پھسل رہی تھی۔

"ابھی بھی تجھے مار سکتا ہوں میں۔" ابتہاج نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"بس رہنے دے، ہاتھ تو اُٹھایا جا نہیں رہا اور مجھے مارے گا۔۔۔ تجھے اندازہ بھی نہیں ہے کتنی مشکل سے تجھے واپس زندگی کی جانب لایا ہوں۔" آخری بات کہتے ہوئے حیدر اپنے آنسوؤں کو قابو کر رہا تھا۔

"پگلے رلائے گا کیا؟" ابتہاج کے کہنے پہ تینوں ہنس دئے تھے۔

"بس اب زیادہ ہنسنے کی ضرورت نہیں ہے، ٹانکے کچے ہیں ابھی تکلیف ہو گی۔" حیدر نے ابتہاج کی تکلیف کو محسوس کر لیا تھا۔

"اتنا بڑا ہسپتال کھول کر بیٹھا ہے تو تھوڑی اچھی کوالیٹی کے ٹانکے رکھا کرنا۔" ابتہاج اب بھی حیدر کی ٹانگ کھینچنے سے باز نہیں آرہا تھا۔

"بکواس بند کرو ورنہ نیند کا انجیکشن لگادوں گا۔" حیدر نے چڑ کر کہا تھا جبکہ معراج دونوں کی نوک جھوک سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

"ماما اور بابا کہاں ہیں؟ اور امسال وہ کیسی ہے؟" ابتہاج سنجیدہ ہوا تھا۔

"ماما اور بابا کو گھر بھیج دیا ہے جبکہ امسال شام سے پریر روم میں ہی ہے، رو رو کر بُرا حال ہے اُس کا اور یہ پاگل بتانے نہیں دے رہا کہ تم بلکل ٹھیک ہو۔" معراج نے جواب دیا تھا۔

"کیوں رلا رہا ہے میری بیوی کو، پٹ جائے گا تو۔" امسال کی حالت کا سن کر ابتہاج بے چین ہوا تھا۔

"اوو مجنو چپ کر! میں چاہتا ہوں امسال خود آکر دیکھے تجھے کہ اُس کی دعائیں قبول ہو گئی ہیں۔۔۔ اب یہ ماسک لگا واپس، ایک گھنٹے میں تجھے روم میں شفٹ کریں گے، میں ریڈی کرواتا ہوں۔" حیدر نے ابتہاج کے منہ پہ ماسک لگاتے ہوئے کہا تھا۔

امسال کا دل گھبرا رہا تھا، اُسے ابتہاج سے ملنا تھا، وہ ابتہاج کو ایک بار دیکھنا چاہتی تھی۔ ابھی تک اُسے کسی نے نہیں بتایا تھا کہ ابتہاج ہوش میں آگیا ہے، وجہ حیدر تھا جس نے سب کو منع کیا ہوا تھا۔ جنت بیگم اور زوباریہ بیگم کو اُس نے یہی کہا تھا کہ وہ بتادے گا امسال کو لیکن اُس نے ایسا نہیں کیا تھا، وہ امسال کے باہر آنے کا انتظار کر رہا تھا لیکن امسال باہر آکر ہی نہیں دے رہی تھی۔

"شکر ہے تم باہر تو آئیں، ابتہاج سے مل لو۔" حیدر جو کہ پریروپ کی جانب آرہا تھا، امسال کو باہر آتے دیکھ مخاطب ہوا تھا۔

"ابتہاج کیسے ہیں حیدر بھائی؟ پلیز مجھے سچ سچ بتادیں۔" امسال نے تیزی سے دھڑکتے دل کے ساتھ پوچھا تھا۔

"تم خود جا کر دیکھ لو، اُسے تمہارا انتظار ہے۔" حیدر اتنا کہہ کر آگے بڑھ گیا تھا۔

امسال مرے مرے قدموں سے آگے بڑھی تھی اور اگلے پانچ منٹ بعد آئی سی یو کے باہر کھڑی تھی۔ ایک گہری سانس لے کر اُس نے دروازہ کھولا تھا، اُس کے قدم من من کے ہو گئے تھے۔ امسال کی نظر ابتہاج پہ پڑی تھی، ابتہاج کو پٹیوں میں جکڑا دیکھ کر امسال نے اپنے منہ پہ ہاتھ رکھ کر سسکیوں کا گلا گھونٹا تھا۔ آنسو تواتر سے بہنے لگے تھے، وہ آہستہ چلتے ہوئے ابتہاج کے قریب جا رہی تھی، ابتہاج کی انکھیں بند تھیں،

امسال نے جھک کر پہلی بار ابتہاج کے ماتھے پہ عقیدت بھرا بوسہ دیا تھا،اُس کا ایک آنسو ٹوٹ کر ابتہاج کے بالوں میں جزب ہوا تھا۔اُس کے ایسا کرنے سے ابتہاج کو لگا تھا آج وہ کامیاب ہو گیا،آج اُس کی محبت کی جیت ہوئی تھی،آج اُس کے اپنی محبت پہ ایمان کی جیت ہوئی تھی۔امسال نے ابتہاج کو سرخ رو کر دیا تھا،اُس کا شدت سے دل چاہ رہا تھا کہ وہ امسال کو خود میں بھینچ لے لیکن وہ رکا ہوا تھا۔

"میر پلیز ایک بار اُٹھ جائیں،ایک بار اپنی آنکھیں کھول کر مجھے دیکھ لیں،بس ایک بار اپنی آواز میں امسال کو پکار لیں۔"امسال پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔

ابتہاج سے امسال کا رونا برداشت نہیں ہو رہا تھا لیکن وہ سننا چاہتا تھا جو امسال کہنا چاہتی تھی۔

"میر آپ میرے ساتھ ایسا کیسے کر سکتے ہیں؟آپ نے مجھ سے کہا تھا کہ مجھے کبھی اکیلا نہیں چھوڑیں گے،تو پھر اب آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں میرے ساتھ؟میر ابتہاج جہانگیر،میں امسال ابتہاج جہانگیر آپ سے بے انتہا محبت کرنے لگی ہوں!میں ہار گئی ابتہاج،آپ کی محبت کے آگے میری ضد اور انا ہار گئی،لیکن ہار کر بھی مجھے لگتا ہے میں جیت گئی ہوں۔۔۔آپ نے سہی کہا تھا ابتہاج بساط پلٹی نہیں ہے بلکہ پلٹے گی،آپ نے

امسال کو چیک میٹ کر دیا!"امسال ابتہاج کا ہاتھ تھامے،اُس پہ اپنا ماتھا ٹکائے روتے ہوئے اپنی محبت کا اعتراف کیا تھا۔

ابتہاج امسال کا یہ اظہارِ محبت سن کر ہواؤں میں اُڑ رہا تھا،وہ دل ہی دل میں اپنے رب کا شکر ادا کر رہا تھا جس نے اُس کی لاج رکھی تھی،جس نے اُسے ناکام نہیں ہونے دیا تھا بلکہ اُس کی پاک محبت کو انجام تک پہنچایا تھا۔ابتہاج کو اپنے صبر کا پھل آج امسال کے اظہار کی صورت میں ملا تھا۔

"اتنی محبت کرتی ہو مجھ سے؟"ابتہاج کی آواز امسال کے کانوں سے ٹکرائی تھی۔

امسال نے فوراً سر اُٹھا کر دیکھا تھا،اُسے اپنی آنکھوں پہ یقین نہیں ہو رہا تھا۔ابتہاج نے اپنے چہرے پہ لگا ماسک ہٹایا تھا اور مسکراتے ہوئے امسال کو دیکھنے لگا تھا۔ابتہاج نے اپنے دائیں ہاتھ سے امسال کا ہاتھ تھاما تھا اور اُسے اپنے لبوں سے لگایا تھا۔اتنے م عرصے میں پہلی بار امسال کے ہونٹوں پہ ہلکی سی مسکراہٹ آئی تھی۔

"اتنی حسین آنکھوں پہ اتنا ظلم!"ابتہاج نے ہاتھ بڑھا کر امسال کے آنسو صاف کیے تھے۔

"آپ ہوش میں آ چکے تھے؟اور آپ نے سب سن لیا؟"امسال لال ہوتے چہرے کے ساتھ پوچھ رہی تھی۔

"میں تو کافی دیر سے ہوش میں آ چکا ہوں اُس کے بعد غنودگی میں تھا۔۔۔اتنے انتظار کے بعد تم نے بولا ہے تو کیا اب بھی نہ سنتا؟ ویسے اگر مجھے پتہ ہوتا کہ مجھے گولی لگتے ہی تم اظہارِ محبت کر دو گی تو میں پہلے ہی گولی کھا لیتا۔" ابتہاج نے شرارت بھرے لہجے میں کہا تھا۔

"ابتہاج میں آپ کو ماروں گی اگر فالتو بات کی تو۔" امسال گھورتے ہوئے بولی تھی۔

"ہٹلر امسال جاگ گئی۔" ابتہاج نے منہ بناتے ہوئے کہا تھا اور دونوں ہنس دیے تھے۔

"کیسا لگا میرا سرپرائز؟" حیدر اپنے دانتوں کی نمائش کرتا ہوا اندر داخل ہوا تھا، پیچھے معراج بھی تھا۔

"آپ تو مجھ سے بات بھی مت کریں، وہاں میری جان سولی پہ اٹکی تھی اور آپ کو اپنے سرپرائز کی پڑی تھی، ایسے کون کرتا ہے؟!" امسال ناراضگی دکھاتے ہوئے بولی تھی۔

"تم اپنے بھائی سے ناراض ہو گی؟" حیدر نے سینے پہ دل کی جانب ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تھا جبکہ امسال نے ہاں میں گردن ہلائی تھی۔

ابتہاج نے اپنے ماتھے پہ ہاتھ مارا تھا کیونکہ دونوں کا ڈرامہ شروع ہو چکا تھا، وہ الگ بات تھی کہ ہاتھ مارنے کے بعد اُسے کافی درد ہوا تھا جبکہ معراج اُن دونوں کے ساتھ شامل ہو چکا تھا۔

ابتہاج کی صحت میں تیزی سے بہتری آ رہی تھی اسی لیے اُس کی صحت کو دیکھتے ہوئے ایک ہفتے کے اندر ہی اُسے ہسپتال سے چھٹی دے دی گئی تھی۔ پسلی کی طرف گولی لگنے کی وجہ سے کچھ عرصے تک ابتہاج کو چلنے پھرنے کی اجازت نہیں تھی۔ امسال نے ابتہاج کو اپنے ہاتھ کا چھالا بنایا ہوا تھا جبکہ ابتہاج اس وی آئی پی ٹریٹمنٹ سے خوب لطف اندوز ہو رہا تھا۔ ابتہاج کے آفس جانے پہ کچھ عرصے تک پابندی تھی اس لیے وہ گھر پہ رہ کر کام سنبھال رہا تھا۔

سرمد بیگ نامی کانٹا میروں کی زندگی سے نکل چکا تھا، میر جہانگیر اور میر معراج کی کوششوں سے آج سرمد قتل کروانے کے جرم میں سلاخوں کے پیچھے تھا اور اب اُس کا باہر نکلنا ناممکن تھا۔ سرمد کو اُس کے کیے کی سزا مل رہی تھی جو اُسے ہر حال میں بھگتنی تھی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

پانچ سال بعد:

"دائم میلی ڈول واپش دو!!" ڈھائی سالہ زرشال چار سالہ دائم کے پیچھے بھاگتے ہوئے اپنی ہلکی توتلی زبان میں چیخ رہی تھی۔

"پہلے دائم بھائی بولو پھر دوں گا۔" دائم لاونج میں موجود صوفے کے پیچھے کھڑا ہوا تھا۔

"نہیں بولوں دی!" زرشال نے منہ بناتے ہوئے کہا تھا۔

"تم ایک کام کرو پہلے سہی سے بولنا تو سیکھ لو ہاہاہا!" دائم کہہ کر ہنسنے لگا تھا۔

"میں چاچو شے آپ تی شکایت کلوں گی۔" زرشال کی دھمکی نے کام دکھایا تھا۔

"چاچو کی چمچی، خبردار جو بابا کو کچھ بھی کہا تو۔" دائم اپنے باپ کی غصے والی شکل یاد کرتے ہوئے بولا تھا۔

"دائم تو چاچو شے ڈرتے ہیں ہاہاہا!" زرشال بھی کہاں پیچھے رہنے والی تھی اُس نے فوراً اپنا بدلہ لیا تھا۔

"رکو تم بہت ہنسی آرہی ہے۔" دائم اب زرشال کی جانب بڑھا تھا جبکہ زرشال اُلٹے قدموں بھاگی تھی۔

"کہاں بھاگ رہی ہے میری پرنسس؟" حیدر آج ہسپتال سے جلدی واپس آگیا تھا، اُس نے اپنی جان سے پیاری بیٹی کو گود میں اُٹھا کر پیار کیا تھا۔

زرشال ہو بہو زوئیلا کی کاپی تھی۔

"بابا دائم مجھے تنگ کل رہے ہیں۔" زرشال نے معصومانہ شکل بنائی تھی۔

"دائم بھائی بولتے ہیں، بڑا ہے نہ وہ آپ سے۔" حیدر نے زرشال کو ٹوکا تھا۔

"چھوٹے بابا آپ کی بیٹی کو تو تمیز ہی نہیں ہے۔" دائم منہ بناتے ہوئے بولا تھا۔

دائم کی بات اور معصومانہ لہجے پہ حیدر کو ہنسی آئی تھی۔

"بابا میں آپ شے کٹی۔۔۔ میں چاچو پاش جا رہی۔۔۔" زرشال ناراض ہو گئی تھی۔

زرشال کو حیدر کا دائم کی سائڈ لینا اچھا نہیں لگا تھا اس لیے وہ ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے اُس کی گود سے اُتر کر اوپر اپنے چاچو کے کمرے کی جانب بھاگ گئی تھی۔

"اوہ نو! وہ بابا سے میری جھوٹی شکایتیں کرے گی۔" دائم بھی زرشال کے پیچھے بھاگا تھا۔

حیدر دونوں کو بھاگتا دیکھ نفی میں سر ہلانے لگا تھا کیونکہ یہ دونوں ایسے ہی لڑتے رہتے تھے۔

"رات کے ایک بجے اتنا بن ٹھن کر کہاں جا رہے ہیں آپ؟" امسال ابتہاج کو شیشے کے سامنے تیار ہوتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔

"جارہا ہوں میں بس، تم تو ہر وقت ڈانٹتی رہتی ہو مجھے۔" ابتہاج منہ پھلاتے ہوئے بولا تھا۔ امسال نے اپنی ہنسی روکے تھی۔

"اچھا؟ پھر بھی بتائیں تو کہاں جارہے ہیں؟" امسال نے دوبارہ پوچھا۔

"ائرپورٹ جارہا ہوں فلائٹ ہے میری تین بجے۔" ابتہاج اپنے بالوں کو بلوڈرائی کرتے ہوئے بول رہا تھا۔

"کہاں کی فلائٹ؟ کون سی فلائٹ؟ یوں اچانک کیوں جارہے ہیں، مجھے بتایا کیوں نہیں؟" امسال نان سٹاپ شروع ہوئی تھی۔

"ملیشیا جارہا ہوں، اپنے بیوی بچوں سے ملنے۔" ابتہاج نے جواب دیا تھا۔

"کیا کہا؟ بیوی بچے؟ کون بیوی بچے ابتہاج؟" امسال سنجیدہ ہوگئی تھی اور اُٹھ کر ابتہاج کی جانب آئی تھی۔

"اوہ! یہ نہیں بتانا تھا۔۔۔" ابتہاج نے دانتوں تلے زبان دباتے ہوئے کہا تھا۔

"کیا کہا ہے آپ نے ابھی؟" امسال حد درجہ سنجیدہ ہوگئی تھی۔

"کبھی نہ کبھی تو تمہیں پتہ چلنا ہی تھا۔۔۔ میں پہلے سے شادی شدہ ہوں امسال، میرے دو بچے بھی ہیں۔" ابتہاج نے بھی سنجیدگی سے کہا تھا۔

امسال کے سر پہ تو جیسے آسمان ٹوٹ کر گرا تھا۔ وہ جو خوش رہنے لگی تھی، ایک اور روگ اُس کا انتظار کر رہا تھا۔ امسال نے آنکھوں میں پانی جمع ہونے لگا تھا، اُس نے اپنے بھاری وجود کو سنبھالنے کے لیے ڈریسنگ ٹیبل کا سہارا لیا تھا۔ ابتہاج آگے بڑھتا اس سے پہلے امسال نے ہاتھ اُٹھا کر اُسے روک دیا تھا۔

"جب آپ پہلے سے ہی شادی شدہ تھے تو مجھ سے شادی کیوں کی؟!" امسال کا دل کر رہا تھا ابتہاج کو ایک تھپڑ رسید کر دے۔

"محبت کرتا ہوں نا تم سے، تمہیں دیکھتے ہی تو دیوانہ ہو گیا تھا۔" ابتہاج نے محبت بھرے لہجے میں کہا۔

"شرم تو نہیں آتی نہ آپ کو؟ چلے جائیں یہاں سے مجھے آپ کی شکل بھی نہیں دیکھنی!" امسال کہہ کر تقریباً بھاگتے ہوئے ٹیرس پہ چلی گئی تھی، اپنے وزن کی وجہ سے وہ زیادہ تیزی سے بھاگ نہیں سکتی تھی۔

"لگتا ہے بہت سیریس مزاک ہو گیا، تف ہے تجھ پہ ابتہاج۔" ابتہاج خود کو کوستا ہوا امسال کے پیچھے گیا تھا۔

امسال ٹیرس پہ کھڑی رو رہی تھی، اُسے کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ اُسے اپنی طبیعت خراب ہوتی محسوس ہو رہی تھی، اس حالت میں اُس کا سٹریس لینا خطرے سے خالی نہیں تھا۔

"امسال بات سنو میری جان۔" ابتہاج نے امسال کا بازو تھاما تھا۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے مجھے میری جان بلانے کی!" امسال نے اپنا ہاتھ جھٹکا تھا۔

"امسال کالم ڈاؤن، تمہاری طبعیت خراب ہو جائے گی۔" ابتہاج کو اب اپنا مزاک کرنا زہر لگ رہا تھا۔

"ہونے دیں خراب بلکہ ایک کام کریں مار ہی دیں آپ مجھے تو اچھا ہے۔" امسال دھواں دھار رونے لگی تھی۔

ابتہاج کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ امسال کو کیسے قابو کرے، جنت بیگم کو بلانے کا مطلب تھا اپنی شامت لانا۔

"میری بات سنو، ایسا کچھ نہیں ہے، میں مزاق کر رہا تھا۔" ابتہاج نے امسال کو پکڑا تھا۔

"آپ سچ کہہ رہے ہیں؟" امسال کی آنکھیں لال ہونے لگی تھیں۔

"تم نے یقین کیسے کر لیا میری بات کا امسال، تمہیں پتہ تو ہے کہ تم میری پہلی اور آخری محبت ہو، تمہارے علاوہ کسی اور کو سوچنا حرام ہے مجھ پہ۔" ابتہاج نے امسال کا چہرا اپنے ہاتھوں کہ پیالے میں لیا تھا۔

"ایک تو فوراً آنسو بہنا شروع ہو جاتے ہیں تمہارے، اپنی حالت کا کچھ تو خیال کرو جان۔" ابتہاج نے امسال کے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا تھا۔

"اچھاااا!! میں خیال کروں؟ اور یہ جو آپ نے بے ہودا مزاق کیا ہے، اُس کا کیا؟" امسال نے اپنے دونوں ہاتھ کمر پہ رکھتے ہوئے کہا تھا۔

"ویسے جا کہاں رہے ہیں آپ؟" امسال کو یاد آیا تھا۔

"ائرپورٹ ہی جا رہا ہوں آپی کو لینے، سرپرائز دینے آ رہی ہیں سب کو۔" ابتہاج نے جواب دیا، امسال پُرجوش ہو گئی تھی یہ سن کر۔

"ابتہاج میں نے سنا ہے وڈیرے ایک سے زیادہ شادیاں کرتے ہیں، تو کیا آپ بھی۔۔۔؟" امسال نے معصومیت کی انتہاء کر دی تھی۔

ابتہاج امسال کی یہ بات سن کر ہنستا چلا گیا تھا، وہ اتنا ہنسا تھا کہ اُس کے پیٹ میں درد ہونے لگا تھا۔

"ہنس کیوں رہے ہیں؟ میں نے کوئی جوک نہیں سنایا۔" امسال نے ابتہاج کو تھپ رسید کرتے ہوئے کہا۔

"میرے لیے جوک ہی ہے ڈیئر۔۔۔ ہم اُن وڈیرون میں سے نہیں ہیں، بے فکر ہو جاؤ۔" ابتہاج نے امسال کو گلے لگا لیا تھا۔

"یاہووو!! بابا میں آپ سے جیت گیا!!" ہائم خوشی سے چیخ رہا تھا۔

دھماکے کی زوردار آواز امسال کو ماضی سے حال میں لائی تھی۔ دل دہلا دینے والی آواز کے کچھ سیکنڈ بعد ہی ہائم کی آواز آنے لگی تھی۔ امسال ڈریسنگ روم سے نکل کر باہر آئی تھی۔ ابتہاج اور حائم پلے سٹیشن پہ گیم کھیل رہے تھے، آواز اتنی اونچی رکھی ہوئی تھی کہ امسال ایک دم سے ڈر گئی تھی۔

"آپ دونوں آواز کم کر کے نہیں کھیل سکتے؟ اور بند کریں اس کو کب سے اسی میں لگے ہوئے ہیں دونوں۔" امسال سختی سے بولی تھی۔

"ارے غصہ کیوں کر رہی ہو میری جان، کول۔" ابتہاج محبت بھرے لہجے میں بولا تھا۔

"شرم کر لیں ابتہاج، باپ بن چکے ہیں اب آپ۔" امسال نے ابتہاج کو ہائم کی موجودگی کا احساس دلانا چاہا تھا۔

"باپ بن گیا ہوں تو کیا ہوا، اپنے ہی بچے ہیں چِل کرو۔" ابتہاج نے ہائم کے گال پہ پیار کرتے ہوئے کہا تھا۔

"یہ نہیں سدھر سکتے۔" امسال نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

ابتہاج اور ہائم نیا گیم شروع کرنے والے تھے کہ کمرے کا دروازہ کھلا تھا اور زرشال اندر داخل ہوئی تھی۔

"چاچو دیکھیں دائم نے میلی ڈول لے لی۔" زرشال ابتہاج کی گود میں چڑھ کر دائم کی شکایت کر رہی تھی۔

"بابا اس سے کہیں مجھے بھی دائم بھائی بولے جیسے ہائم کو ہائم بھائی بولتی ہے۔" دائم صاحب بھی کمرے میں داخل ہوئے تھے۔

دائم اور ہائم آئڈینٹیکل ٹوئنز تھے، امسال اور ابتہاج کی قل کائنات، دونوں کی محبت کی نشانی۔ دونوں بھائی ہو بہو ایک دوسرے کی کاپی تھے یہاں تک کہ دونوں کی آوازیں بھی ایک جیسی تھیں۔ رنگ روپ دونوں بھائیوں نے ابتہاج سے چُرایا تھا، کوئی اُنہیں پہلی بار دیکھ کر دونوں میں فرق نہیں کر سکتا تھا۔ دونوں میں صرف ایک چیز مختلف تھی اور وہ تھیں اُن کی آنکھیں، ہائم کی آنکھیں بلکل امسال جیسی بھوری تھیں جبکہ دائم کی آنکھیں ابتہاج جیسی سنہری۔

ہائم عادات اور اپنی طبیعت کے مطابق بلکل ابتہاج کی طرح تھا، جبکہ دائم کی عادتین اور طبیعت امسال جیسی تھی۔ہائم اگر تھوڑا سنجیدہ تھا تو دائم اتنا ہی شرارتی۔ہائم ابتہاج کی طرح ہر کسی کو لفٹ نہیں کرواتا تھا جبکہ دائم امسال کی طرح ہر کسی کے ساتھ فری ہو جاتا تھا۔دونوں بھائیوں میں امسال اور ابتہاج کی جان بستی تھی۔

"آپ بھی مجھے ہائم بھائی بولا کرو۔"ہائم بولے تھے۔

"کیوں؟میں آپ کو بھائی کیوں بولوں،ہم تو سیم ہیں۔"دائم نے امسال کی طرح ایک آئی برو اُچکائی تھی۔

"کیونکہ میں آپ سے پورے پانچ منٹ بڑا ہوں۔"ہائم نے جواب دیا۔

"یس،بھائی بولو آپ بھی۔"زرشال نے لقمہ دینا اپنا فرض سمجھا تھا۔

"شُش!آپ بھی مجھے بھائی بولو کیونکہ میں آپ سے پانچ منٹ چھوٹا ہوں۔"دائم نے پہلے زرشال کو خاموش کروایا تھا پھر ہائم کو جواب دیا تھا۔

"دائم،میری بیٹی کو تنگ نہیں کرو گے اب تم اور زری آپ بھی دائم بھائی کہیں گی اوکے؟"ابتہاج نے سنجیدگی سے کہا تھا۔

دونوں نے اسباط میں سر ہلائے تھے۔

"بابا لیٹس ری میچ!"ہائم بولا تھا۔

"کاؤنٹ می ان ٹو!" دائم بھی میدان میں اُترا تھا۔

"میلے چاچو ہی جیتیں دے۔" زرشال ابتہاج کی گود میں ہی بیٹھی بول رہی تھی۔

"میلا نہیں ہوں یار بلکل صاف ہوں۔" ابتہاج نے کہا تھا اور زرشال کا گال کھینچا تھا، اُس کی بات پہ سب ہنسے تھے۔

تینوں کا گیم شروع ہو گیا تھا جبکہ زرشال ابتہاج کی حوصلہ افزائی میں لگی ہوئی تھی۔ امسال چاروں کو دیکھ کر یہ سوچ رہی تھی کہ وقت کتنا تیزی سے گزرا تھا، اُس کی زندگی میں ابتہاج کا آنا، ابتہاج کے آتے ہی زندگی کا بدل جانا، ابتہاج سے شدید نفرت کا بے انتہا محبت مین تبدیل ہو جانا۔ کل کی بات لگتی تھی جب ہائم اور دائم اس دنیا میں آئے تھے اور آج دونوں چار سال کے ہو گئے تھے۔ امسال اپنی زندگی میں خوش اور مطمئن تھی، اللہ نے اُسے بہترین سے نوازہ تھا۔

ختم شُد!

آتھر نوٹ:

اسلام و علیکم ریڈرز! اُمید کرتی ہوں آپ سب خیریت سے ہوں گے۔ سب سے پہلے تو میں اللہ کا شکر ادا کرتی ہوں کہ میرا پہلا ناول "داستانِ قلب" اپنے اختتام کو پہنچا ہے۔ دوسرا میں تمام ریڈرز کا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں جنہوں نے مجھے اس جرنی میں سپورٹ کیا اور میرے لکھنے کے انداز کو پسند کیا، میری ہر لحاظ سے حوصلہ افزائی کی۔ میں تمام ریڈرز سے بہت زیادہ انتظار کروانے کے لیے شرمندہ بھی ہوں اور معافی بھی چاہتی ہوں۔ اُمید کرتی ہوں آپ لوگوں کو امسال اور ابتہاج کی یہ کہانی پسند آئی ہو گی، اور آپ لوگوں کا انتظار رائے گاں نہیں گیا ہو گا۔ اس کہانی میں بہت سے چھوٹے چھوٹے اسباق چھپے ہیں جو میں چاہتی ہوں پڑھنے والا خود تلاش کرے۔ اس تحریر میں اگر مجھ سے کوئی بھی غلطی ہو گئی ہو تو اُس کے لیے میں معزرت خواہ ہوں۔ ایسے ہی مجھے سپورٹ کرتے رہیں تاکہ میں مستقبل میں بھی اچھی اور منفرد کہانیاں تحریر کر سکوں۔ میرے انسٹا گرام پیج کو فولو کریں تاکہ مزید اپڈیٹس آپ لوگوں کو مل سکیں۔ مجھے ناول کا فیڈ بیک دینا نہیں بھولیے گا، انتظار رہے گا۔ اگلی کہانی تک کے لیے اللہ حافظ !

Instagram : @ilsa_writes_

ہماری ویب میں شایع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔

ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین(New Era Magazine)کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول،ناولٹ،افسانہ،کالم،آرٹیکل،شاعری،پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشااللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین